سلسلۂ ندوۃ المصنفین دہلی

(۱۱۰)

تاریخ الفخری

تالیف

محمد بن علی بن طباطبا عرف ابن الطقطقی

مترجم

مولوی محمود علی خاں مرحوم

ندوۃ المصنفین جامع مسجد دہلی ۶

Marfat.com

سلسلہ ندوۃ المصنفین دہلی

(۱۱۰)

تاریخ الفخری

تالیف

محمد بن علی بن طباطبا عرف ابن الطقطقی

جس کو

جناب مولوی محمود علی خاں مرحوم نے عربی سے
اردو میں ترجمہ کیا

ندوۃ المصنفین اردو بازار جامع مسجد دہلی ۶

Marfat.com

134949

حقوقِ طبع محفوظ

باراوّل

ایک ہزار

نومبر ۱۹۶۹ء مطابق رمضان المبارک ۱۳۸۹ھ

قیمت مجلّد ـــــــ Rs 65/-

قیمت غیر مجلّد ـــــــ Rs 45/-

مطبوعہ ـــــــ جمال پرنٹنگ پریس دہلی ۶

کتابت ـــــــ وجیہہ اللہ وجیہہ رقم رامپوری

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱	عرضِ مترجم	۱۱
۲	مصنف تاریخ الفخری	۱۳
۳	دیباچہ	۱۷
۴	علم بادشاہوں کی شان بڑھاتا ہے	۲۰
۵	پہلی فصل (امور سلطنت و سیاست مملکت کے متعلق)	۳۹
۶	حکومت کی دینی و دنیوی تقسیم اور امامت کی بحث موضوع کتاب سے خارج ہے	″
۷	ایک مختصر فصل دعا کے متعلق	۶۶
۸	دوسری فصل	۱۲۲
۹	علیحدہ علیحدہ ہر ایک دولت کے حالات پر	۱۲۲
۱۰	پہلی دولت	۱۲۳
۱۱	مرتد قبیلوں سے جنگ	۱۲۴
۱۲	مسیلمۃ الکذاب	۱۲۵
۱۳	شام کی فتح	۱۲۶
۱۴	خاندان اکاسرہ سے عرب کی طرف بادشاہت کی منتقلی اور اس کا ابتدائی حال	۱۲۷
۱۵	فارس پر حملہ کرنے کے لیے حضرت عمرؓ کی تیاری	۱۳۰
۱۶	بعض دلچسپ باتیں جو فتح کے وقت پیش آئیں	۱۳۵
۱۷	یزدجرد کا انجام	۱۳۶
۱۸	دیوان قائم کرنے کی تفصیل	″
۱۹	جنگِ جمل	۱۳۹
۲۰	جنگ صفین	۱۴۵
۲۱	خارجیوں کا ذکر، ان کے پیدا کیے ہوئے حالات اور ان کا انجام	۱۵۲

Marfat.com

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۲۲	حضرت علی کی ایک کرامت	۱۵۴
۲۳	خلفائے اربعہ کی وفات	۱۵۵
۲۴	حضرت عمر بن خطاب کا انتقال	۱۵۵
۲۵	شوریٰ اور اس کی تفصیل	۱۵۶
۲۶	حضرت عثمان بن عفان کا قتل اور اس کے اسباب	۱۵۷
۲۷	حضرت امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ کا قتل	۱۵۹
۲۸	دولتِ امویہ	۱۶۵
۲۹	(۱) معاویہ بن حرب	″
۳۰	معاویہ کی اجمالی سیرت اور بعض مختصر حالات	۱۶۵
۳۱	ایک دلچسپ حکایت	۱۷۳
۳۲	زیاد بن ابیہ کے نسب کا الحاق	۱۷۴
۳۳	(۲) یزید بن معاویہ	۱۸۰
۳۴	اس واقعہ کی مختصر کیفیت	۱۸۱
۳۵	واقعہ حرہ کی تفصیل	۱۸۴
۳۶	کعبہ پر چڑھائی	۱۸۶
۳۷	(۳) معاویہ بن یزید	۱۸۷

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۳۸	(۴) مروان بن الحکم	۱۸۸
۳۹	(۵) عبدالملک بن مروان	۱۹۲
۴۰	(۶) ولید بن عبدالملک	۱۹۸
۴۱	(۷) سلیمان بن عبدالملک	۲۰۰
۴۲	(۸) عمر بن عبدالعزیز	″
۴۳	(۹) یزید بن عبدالملک	۲۰۳
۴۴	(۱۰) ہشام بن عبدالملک	۲۰۴
۴۵	(۱۱) ولید بن یزید بن عبدالملک	۲۰۶
۴۶	(۱۲) یزید بن الولید بن عبدالملک	۲۰۹
۴۷	(۱۳) ابراہیم بن ولید	۲۱۰
۴۸	(۱۴) مروان بن محمد	۲۱۱
۴۹	بنی امیہ سے بنی العباس کی طرف انتقالِ حکومت	۲۱۲
۵۰	ابومسلم کا ابتدائی حال اور اس کا نسب	″
۵۱	دوسرا مقدمہ	۲۱۴
۵۲	دولت عباسیہ کا آغاز	۲۱۷
۵۳	بے یارومددگار ہوکر شکست کھانا	۲۲۲
۵۴	دولت عباسیہ	۲۲۶
۵۵	(۱) سفاح	۲۲۷

Marfat.com

نمبرشمار	مضمون	صفحہ
۵۶	سفاح کی وزارت	۲۳۰
۵۷	وزیر کی وجہ تسمیہ	۲۳۲
۵۸	ابوسلمہ کی سیرت اور اس کے قتل کی مختصر کیفیت	۲۳۴
۵۹	خالد بن برمک کی وزارت اور اس کی سیرت	۲۳۶
۶۰	(۲) ابوجعفر منصور	۲۳۹
۶۱	شہر بغداد کی تعمیر	۲۴۲
۶۲	بغداد کے مختلف نام	۲۴۵
۶۳	اولادِ حسن پر منصور کے مظالم	۲۴۶
۶۴	نفس زکیہ کا خروج اور اس کی تفصیل	۲۴۸
۶۵	ابومسلم کا قتل	۲۵۲
۶۶	سنباذ کی بغاوت	۲۵۷
۶۷	عیسیٰ کی ولیعہدی سے معزولی اور مہدی کی ولیعہدی	۲۵۹
۶۸	رصافہ کی تعمیر	۲۶۰
۶۹	ابوایوب موریانی کی وزارت	۲۶۱
۷۰	ابوایوب کی گرفتاری	۲۶۲
۷۱	ربیع کی وزارت	۲۶۴
۷۲	ربیع کا قتل	۲۶۶
۷۳	(۳) محمد المہدی	۲۶۷
۷۴	مقنع کا ظہور	۲۶۸
۷۵	عہد مہدی کی وزارت	۲۷۰
۷۶	ابو عبداللہ یعقوب بن داؤد کی وزارت	۲۷۴
۷۷	یعقوب کی گرفتاری کا سبب اور اس کے متعلقہ واقعات کی تفصیل	۲۷۷
۷۸	فیض بن صالح کی وزارت	۲۷۹
۷۹	(۴) موسیٰ الہادی	۲۸۱
۸۰	حسین بن علی "صاحب فخ" کی بغاوت	۲۸۴
۸۱	ہادی کی موت	۲۸۵
۸۲	عہد ہادی کی وزارت	۲۸۶
۸۳	(۵) ہارون الرشید	۲۸۸
۸۴	یحییٰ بن عبداللہ کی بغاوت	۲۸۹
۸۵	آسمانی نشانی	۲۹۰
۸۶	موسیٰ بن جعفر کا قتل	۲۹۲
۸۷	ہارون کی موت	۲۹۳

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۸۸	عہد ہارون کی وزارت اور دولت برمکیہ کا آغاز	۲۹۳
۸۹	یحییٰ بن خالد کی وزارت	۲۹۴
۹۰	فضل بن یحییٰ	۳۰۰
۹۱	جعفر بن یحییٰ برمکی	۳۰۴
۹۲	برامکہ کی تباہی کے اسباب	۳۱۱
۹۳	جعفر بن یحییٰ کا قتل اور اس کے خاندان کی گرفتاری	۳۱۲
۹۴	فضل بن ربیع کی وزارت	۳۱۳
۹۵	(۶) امین محمد بن زبیدہ بنت جعفر بن منصور	۳۱۴
۹۶	امین اور مامون کا اختلاف	۳۱۵
۹۷	امین اور مامون کا فتنہ	۳۱۶
۹۸	وزارت	۳۱۹
۹۹	(۷) مامون	۳۲۰
۱۰۰	عہد مامون کی وزارت	۳۲۶
۱۰۱	فضل ذوالریاستین کی وزارت	۳۲۷
۱۰۲	فضل کے بھائی حسن بن سہل کی وزارت	۳۲۹
۱۰۳	احمد بن ابی خالد کی وزارت	۳۳۱
۱۰۴	احمد بن یوسف بن قاسم کی وزارت	۳۳۳
۱۰۵	ابو حماد ثابت بن یحییٰ بن یسار رازی کی وزارت	۳۳۵
۱۰۶	ابو عبداللہ محمد بن یزداد بن سوید کی وزارت	۳۳۶
۱۰۷	(۸) معتصم	۳۳۸
۱۰۸	شہر سامرا بنانے کا سبب اور اس کے متعلقہ حالات	۳۴۱
۱۰۹	زمانۂ معتصم کی وزارت اور اس کی تفصیل	۳۴۳
۱۱۰	احمد بن عمار بن ساوی کی وزارت	۳۴۴
۱۱۱	محمد بن عبدالملک زیات کی وزارت	۳۴۵
۱۱۲	(۹) الواثق باللہ	۳۴۷
۱۱۳	عہد واثق کی وزارت	۳۴۷
۱۱۴	(۱۰) جعفر المتوکل علی اللہ	۳۴۸
۱۱۵	متوکل کے قتل کا مختصر حال	〃
۱۱۶	عہد متوکل کی وزارت اور اس کی تفصیل	۳۴۸
۱۱۷	ابو جعفر محمد بن فضل جرجرائی کی وزارت	۳۴۹

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱۱۸	(۱۱) المستنصر باللہ	۳۵۰
۱۱۹	احمد بن خصیب کی وزارت عہد مستنصر میں	۳۵۱
۱۲۰	(۱۲) المستعین باللہ	۳۵۲
۱۲۱	وزارت مستعین کے عہد میں	۳۵۴
۱۲۲	(۱۳) معتز باللہ	۳۵۵
۱۲۳	وزارت معتز کے عہد میں	۳۵۶
۱۲۴	(۱۴) مہتدی باللہ	۳۵۷
۱۲۵	وزارت مہتدی کے عہد میں	۳۵۹
۱۲۶	(۱۵) معتمد علی اللہ	۳۶۳
۱۲۷	وزارت معتمد کے عہد میں	۳۶۵
۱۲۸	ابوالحسن بن عبیداللہ بن یحییٰ بن خاقان	۳۶۵
۱۲۹	حسن بن مخلد	۳۶۵
۱۳۰	ابوصقر اسماعیل بن بلبل کی وزارت	۳۶۶
۱۳۱	احمد بن صالح بن سیرزاد قطربلی	۳۶۹
۱۳۲	عبیداللہ بن سلیمان بن وہب	۳۶۹
۱۳۳	(۱۶) معتضد باللہ	۳۷۰
۱۳۴	وزارت معتضد کے عہد میں	۳۷۱
۱۳۵	(۱۷) مکتفی باللہ	۳۷۲
۱۳۶	مکتفی کی وزارت	۳۷۳
۱۳۷	عباس بن حسین	//
۱۳۸	(۱۸) مقتدر باللہ	۳۷۴
۱۳۹	حلاج کا قتل	۳۷۴
۱۴۰	دولت علویہ	۳۷۷
۱۴۱	علویہ کی ابتداء	//
۱۴۲	دولتِ علویہ کا خاتمہ	۳۷۸
۱۴۳	زمانۂ مقتدر کی وزارت	۳۸۰
۱۴۴	خاقان کی وزارت	۳۸۲
۱۴۵	علی بن موسیٰ	۳۸۳
۱۴۶	حامد بن عباس	۳۸۴
۱۴۷	ابوالقاسم عبیداللہ بن محمد بن عبیداللہ بن یحییٰ بن خاقان	۳۸۵
۱۴۸	ابوالعباس بن عبیداللہ بن الخصیب	۳۸۶
۱۴۹	ابوعلی محمد بن علی بن مقلہ	۳۸۷
۱۵۰	ابوالقاسم سلیمان بن الحسن بن مخلد	۳۹۰
۱۵۱	ابوالقاسم عبیداللہ بن محمد کلوذانی	۳۹۱

Marfat.com

نمبرشمار	مضمون	صفحہ
۱۵۲	حسین بن قسم بن عبیداللہ بن سلیمان بن وہب	۳۹۱
۱۵۳	ابوالفضل جعفر بن فرات	۳۹۳
۱۵۴	(۱۹) قاہر باللہ	۳۹۳
۱۵۵	قاہر باللہ کی وزارت	۳۹۴
۱۵۶	دولتِ آل بویہ	۳۹۴
۱۵۷	(۲۰) راضی باللہ	۳۹۸
۱۵۸	راضی باللہ کے وزیر	״
۱۵۹	عبدالرحمٰن بن عیسیٰ بن داؤد بن جراح	۳۹۹
۱۶۰	ابوجعفر محمد بن قاسم کرخی	۳۹۹
۱۶۱	سلیمان بن حسن بن مخلد	۳۹۹
۱۶۲	ابن رائق	۴۰۰
۱۶۳	ابوالفتح بن جعفر بن فرات	۴۰۰
۱۶۴	(۲۱) مقتفی باللہ	۴۰۲
۱۶۵	مقتفی کے وزیر	۴۰۲
۱۶۶	ابوعبداللہ البریدی	۴۰۲
۱۶۷	ابواسحاق محمد بن ابراہیم اسکافی معروف بہ قراریطی	۴۰۴
۱۶۸	بریدی کی وزارت	۴۰۴
۱۶۹	(۲۲) المستکفی باللہ	۴۰۵
۱۷۰	مستکفی کا انجام	۴۰۵
۱۷۱	مستکفی کی وزارت	۴۰۶
۱۷۲	(۲۳) المطیع للہ	۴۰۶
	الطائع لامر اللہ	۴۰۷
۱۷۳	(۲۴) القادر باللہ	۴۰۷
۱۷۴	(۲۵) القائم بامر اللہ	۴۰۸
۱۷۵	دولتِ سلجوقیہ کا آغاز اور خاتمہ	۴۰۸
۱۷۶	قائم بامر اللہ کی وزارت	۴۱۰
۱۷۷	رئیس الرؤسا علی بن حسین بن احمد بن محمد بن مسلمہ	۴۱۳
۱۷۸	(۲۶) المقتدی بامر اللہ	۴۱۳
۱۷۹	مقتدی کے وزراء	۴۱۳
۱۸۰	عمیدالدولہ محمد بن فخرالدولہ محمد	۴۱۴
۱۸۱	ابوشجاع ظہیرالدین محمد بن الحسن ہمدانی	۴۱۵
۱۸۲	(۲۸) المستظہر باللہ	۴۱۷
۱۸۳	فرقۂ باطنیہ	۴۱۷
۱۸۴	مستظہر کے وزراء	۴۱۸

Marfat.com

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱۸۵	ابوالمعالی ہبتہ اللہ بن محمد بن المطلب	۴۱۸
۱۸۶	(۲۹) المسترشد باللہ	۴۱۹
۱۸۷	مسترشد اور سلطان مسعود کی جنگ	۴۲۰
۱۸۸	مسترشد کے وزیر	۴۲۲
۱۸۹	شریف ابوالقسم علی بن طراد زینبی	۴۲۴
۱۹۰	ابونصر احمد بن وزیر نظام الملک	۴۲۵
۱۹۱	نوشیرواں بن خالد بن محمد کاشانی	۴۲۵
۱۹۲	(۳۰) راشد باللہ	۴۲۷
۱۹۳	راشد کے وزیر	۴۲۸
۱۹۴	(۳۱) المقتفی لامر اللہ	۴۲۹
۱۹۵	مقتفی کے وزیر	〃
۱۹۶	نظام الدین ابوالمنصور مظفر بن علی بن محمد بن جُہیر بغدادی	۴۳۰
۱۹۷	مؤتمن الدولہ ابوالقاسم علی بن صدقہ	۴۳۰
۱۹۸	عون الدین ابوالمظفر یحییٰ بن ہبیرہ	۴۳۱
۱۹۹	(۳۲) المستنجد باللہ	۴۳۶

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۲۰۰	مستنجد کے وزیر	۴۳۶
۲۰۱	محمد بن یحییٰ بن ہبیرہ	۴۳۶
۲۰۲	شرف الدین ابوجعفر محمد بن ابوالفتح بن البلدی	۴۳۷
۲۰۳	(۳۳) المستضی باللہ	۴۳۹
۲۰۴	مستضی کے وزیر	۴۳۹
۲۰۵	ظہیر الدین ابوبکر منصور بن ابی القاسم نصر بن عطار	۴۴۲
۲۰۶	(۳۴) الناصر الدین اللہ	۴۴۳
۲۰۷	ناصر کے وزیر	۴۴۴
۲۰۸	جلال الدین ابوالمظفر عبید اللہ	۴۴۵
۲۰۹	معز الدین سعید بن علی بن حدیدہ انصاری	〃
۲۱۰	مؤید الدین ابوالمظفر محمد بن احمد القصاب	۴۴۶
۲۱۱	سید نصیر الدین ناصر بن مہدی العلوی الرازی	۴۴۷
۲۱۲	مؤید الدین محمد بن محمد عبدالکریم بن برزا العلقمی	۴۴۸

Marfat.com

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۲۱۳	(۳۵) الظاہر بامر اللہ	۴۵۲
۲۱۴	ظاہر کی وزارت	۴۵۳
۲۱۵	(۳۶) المستنصر باللہ	"
۲۱۶	مستنصر کی وزارت	۴۵۴
۲۱۷	نصیر الدین ابو الازہر احمد بن محمد بن ناقد	۴۵۴
۲۱۸	(۳۷) مستعصم باللہ	۴۵۶
۲۱۹	مستعصم کے وزیر	۴۶۱
۲۲۰	نورالدین ابوطالب محمد بن العلقمی کی وزارت	۴۶۱

عرض مترجم

ڈاکٹر سید راس مسعود نے بزمانۂ قیام بھوپال بعض عربی کی نادر تصنیفات کو اردو میں منتقل کرنے کا کام شروع کیا تھا۔ اسلامک اسٹڈیز کے جرمن پروفیسر ڈاکٹر کرنکاؤ کے مشورے پر بعض کتابیں ترجمہ کے لیے منتخب کی گئیں اور مختلف مترجمین کے سپرد یہ کام کیا گیا، اور الفخری کا ترجمہ میرے حصے میں آیا۔

یہ ایک انفرادی کوشش تھی اس لیے سید راس مسعود کے انتقال پر یہ کام ناتمام رہ گیا، میں نے اپنا کام جاری رکھا اور الفخری کا ترجمہ مکمل کر دیا۔

الفخری تاریخِ اسلام کی ایک مشہور اور مستند کتاب ہے اور کورس میں بھی رہتی ہے اور یہ دُنیا کی اُن زندہ کتابوں میں سے ہے جس کا متعدد زبانوں میں ترجمہ ہو چکا ہے۔ غالباً اس کا فارسی اور فرنچ ترجمہ لٹن لائبریری علی گڑھ میں موجود ہے۔

الفخری کو سب سے پہلے پروفیسر W. AHLWARTDT نے جرمنی سے ۱۸۶۰ء میں شایع کیا۔ اسی اشاعت سے میں نے اس کا ترجمہ کیا ہے۔

محمود علی خاں

بھوپال ـــــ مارچ ۱۹۴۱ء

Marfat.com

مصنّف تاریخ الفخری

جلال الدین (صفی الدین) ابو جعفر محمد بن تاج الدین ابوالحسن علی جس کو ابن الطقطقی کہا جاتا ہے ایک مشہور مورخ ہے جس کا سلسلہ بیسویں پشت میں امام المومنین علی بن ابی طالب سے مل جاتا ہے یہ امام حسن علیہ السلام کی اولاد میں ہے اور ابراہیم طباطبا کے خاندان سے نسبی تعلق رکھتا ہے، اس کے قریبی خاندان کا نام "رمضان" ہے جس نے مقام "حلّہ" میں سکونت اختیار کرلی تھی۔

اس کے باپ تاج الدین کو جو کوفہ اور بغداد میں علوی خاندان کا نقیب تھا، ہلاکو کے بیٹے سلطان اباقا نے (۱۲۶۵ — ۱۲۸۲ء) اپنے وزیر عطاملک جوینی کے ورغلانے پر قتل کر دیا تھا۔ جلال الدین ابن الطقطقی (۱۲۶۲ء) میں پیدا ہوا۔ باپ کے مرنے پر حلّہ، نجف اور کربلا میں علوی خاندان کی زعامت (سرداری) اس کو ورثہ میں ملی، نجف اور کربلا شیعوں کے خاص متبرک مقامات ہیں، اُس نے خراسان کی ایک ایرانی خاتون سے شادی کی ۱۲۹۷ء میں اُس نے "مراغہ" کا سفر کیا اور ۱۳۰۱ء میں موصل کا سفر اختیار کیا، لیکن موسم کی خرابی نے سفر پورا نہ ہونے دیا۔ وہ راستے میں رُک گیا اور اس فرصت نے اُس کو "تاریخ الفخری" مرتب کرنے کا موقع دیا، جلال الدین کی وفات کی تاریخ معلوم نہیں ہے۔

اُس نے اپنی کتاب فخر الدین عیسیٰ کو بطور ہدیہ پیش کی جو اُس وقت مغل سلطان کی طرف سے موصل کا گورنر تھا اور اسی مناسبت سے کتاب کا نام "الفخری" رکھا گیا۔

شرح مجانی الادب (جلد اوّل صفحہ ۱۲) میں علامہ فخر الدین رازی کو اس کتاب کا مصنف بتایا ہے، یہ غلط ہے اور اس غلطی کو جرمن مورخ آلورٹ نے واضح کر دیا ہے۔

Marfat.com

تاریخ الفخری کے دو حصے ہیں ایک سیاست اور اصولِ حکمرانی سے متعلق ہے اور دوسرا دولِ اسلامیہ کی مختصر تاریخ ہے۔ دوسرے حصے کی خصوصیت یہ ہے کہ مصنف نے ہر ایک خلیفہ کے حالات بیان کرنے کے بعد اُس کے وزیروں کا تذکرہ بھی تفصیل کے ساتھ کیا ہے اس حصے کے واقعات "کامل التواریخ ابن اثیر" سے لیے گئے ہیں، اور اس میں ایسے اقتباسات بھی ملتے ہیں جو ایسی کتابوں سے نقل کیے گئے ہیں جو اب مفقود ہیں مثلاً "الکتاب الاوسط و اخبار الزمان، مسعودی" وزراء کے حالات صولی اور ہلال الصابی کی کتابوں سے ماخوذ ہیں۔

اگرچہ جلال الدین ابن الطقطقی شیعہ مذہب کی طرف رجحان رکھتا ہے لیکن اس کی کتاب جانب داری سے پاک ہے۔

کتاب مفقود تھی، سب سے پہلے اس کو جرمن پروفیسر "AHLWARDT" نے ۱۸۶۰ء میں شایع کیا اور اس کی تصحیح اُس قلمی نسخہ سے کی جو نمبر ۲۴۴۱ پر پیرس کی لائبریری میں موجود ہے اور یہی اُس وقت وہ تنہا نسخہ تھا جس کے ذریعہ تصحیح ممکن تھی۔

(ماخوذ از انسائیکلو پیڈیا آف اسلام)

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الفخری کا شمار تاریخ اسلام کی مستند، جامع اور زندہ تاریخوں میں ہوتا ہے۔ اس مختصر تاریخ میں بعض ایسی خصوصیات ہیں جو عام طور پر تاریخی کتابوں میں نہیں ملتیں۔

مصنف کا اندازِ بیان بھی صاف اور سلجھا ہوا ہے۔ سیاست اور اصولِ حکمرانی اور دُوَلِ اسلامی کے مختصر اور جامع بیان اور اخذ نتائج پر یہ کتاب نہایت ہی ممتاز ہے۔ مُدّت مدید سے میری خواہش تھی کہ اس غیر معمولی کتاب کا اُردو ترجمہ ندوۃ المصنفین دہلی سے شایع ہو مگر ۱۹۴۷ء کے ہنگاموں میں ادارے کی بساط ہی اُلٹ گئی اور اس کے تمام پروگرام بکھر کر رہ گئے۔

چند سال قبل معلوم ہوا تھا کہ کتاب کا ترجمہ پاکستان کے کسی مکتبہ سے شایع ہو گیا ہے، ظاہر ہے اس کے بعد اپنا ارادہ مضمحل ہو جانا ہی چاہیے تھا کہ ایک ضرورت تھی جو پوری ہو گئی۔

مگر کتاب کے مترجم اور عربی کے مشہور ادیب جناب مولوی محمود علی خاں صاحب مرحوم نے جب مجھے اپنا ترجمہ دکھایا تو محسوس ہوا اتنے بہتر اور مستند ترجمے کی اشاعت کی جگہ ابھی خالی ہے۔

موصوف نے یہ ترجمہ براہِ راست اُس نسخے سے کیا ہے جو ۱۸۵۸ء میں پہلی بار ایک جرمن پروفیسر نے شایع کیا تھا۔ اس کے بعد کتاب کے بہت سے ایڈیشن مصر وغیرہ سے طبع ہوئے مگر جرمنی کے اس پہلے ایڈیشن کی بات ہی کچھ اور تھی۔

Marfat.com

مولوی محمود علی خاں صاحب مرحوم قدیم وجدید عربی ادب کے مانے ہوئے اور منجھے ہوئے فاضل تھے اس لیے اُن کا کیا ہوا ترجمہ بھی ہر اعتبار سے عمدہ ہے'۔

افسوس ہے کتاب کی اشاعت سے قبل وہ دنیا سے رخصت ہوگئے، اپنی کاوش اور دیدہ ریزی کو اتنے صاف، ستھرے قالب میں دیکھ کر کتنے خوش ہوتے۔ رحمہُ اللہ رحمۃً واسعۃً۔

عتیق الرحمٰن عثمانی

ندوۃ المصنّفین، جامع مسجد دہلی

۴ر شعبان المعظم ۱۳۸۹ھ

مطابق ۱۷ر اکتوبر ۱۹۶۹ء

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیباچہ

سب تعریف اللہ کے لیے ہے جو اسباب کا پیدا کرنے والا اور (رحمت کے) دروازے کھولنے والا ہے، جملہ امور کی تقدیر اور عالم کی تدبیر اس کے ہاتھ میں ہے، اس کا وجود ضروری ہے وہ اخلاق وکرم (جیسی خصلتوں) کا پیدا کرنے والا اور عقل عطا کرنے والا ہے، اس کی نعمتیں سب کے لیے عام ہیں، اُس کی عظمت کی پرستش کرتے ہوئے میں اُس کی تعریف کرتا ہوں کہ وہ کائنات کا مالک ہے اور گواہی دیتا ہوں کہ وہی پیدا کرنے والا ہے، اور کوئی چیز اس کے علم وحکمت کے آگے پوشیدہ نہیں ہے میں اس کی عزت وجلال کو وسیلہ بنا کر اس ذلت سے پناہ مانگتا ہوں کہ حقیقت مجھ سے چھپی رہے اور اس کے پوشیدہ علم کے ذریعہ اُس سزا سے بھی پناہ مانگتا ہوں جو تقدیر کی کتاب میں میرے لیے لکھا ہے۔

میں ان تمام آسمانی نفوس پر درود بھیجتا ہوں جو آلائشوں سے پاک ہیں، اور اُن زمین کی ہستیوں کے لیے بھی نزولِ رحمت چاہتا ہوں جو تمام کدورتوں سے منزہ ہیں، اور ان سب میں خدا کی بہترین اور بڑھتی ہوئی رحمت اور سلام کے لیے اُس ذات کو خاص کرتا ہوں جس نے اُس حالت میں (حق کی) آواز بلند کی جبکہ (مخالف) زبانیں تیز تھیں، اور رہنمائی کا فرض ادا کیا جبکہ

Marfat.com

(دشمنوں کے) جگر پتھر تھے اور اُن کے دل سخت، یعنی خدا کے نبی اُمّی سیدنا محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) جن کے ساتھ تائید خداوندی (رفیق کار) تھی اور تقویت ایزدی (شریکِ عمل) اسی طرح آں حضرت کی آلِ پاک اور صحابۂ صالحین پر بھی نزولِ رحمت کا خواہاں ہوں جنھوں نے آپ کی تصدیق کی جب کہ آپ رسول بنائے گئے اور مدد کی جب کہ دوسروں نے مدد چھوڑ دی، اور رحمت کا یہ سلسلہ اُس وقت تک قائم رہے جب تک کہ کوئی سخاوت کرنے والا (دنیا میں) سخاوت کرتا رہے اور چقماق سے آگ نکلتی رہے۔

حمد و ثنا کے بعد (میں کہتا ہوں) کہ بادشاہوں کے خاص افراد نے انتظام رعیت سے فارغ ہونے اور شاہانہ ذمہ داری کا حق ادا کرنے کے بعد، جو حجت صحیح کے بنا پر ان کے سپرد تھی، جن چیزوں کی طرف خاص توجہ کی ہے اور ان کو حاصل کرنے کے لیے بہترین طریقہ اختیار کیا ہے، ان میں سب سے بہتر علوم و فنون کا مطالعہ ہے، اور ایسی کتابوں کی طرف توجہ کرنا ہے، جو اونچے دماغوں کا نتیجہ ہیں، اِس لیے کہ علم کی فضیلت عورج کی طرح دلیل کی محتاج نہیں ہے۔ اور نہ اُس میں شک و شبہ کی کوئی گنجائش۔ چنانچہ اِس کے متعلق قرآن میں آیا ہے:۔

هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ۔ — کیا وہ لوگ جو جانتے ہیں ان لوگوں کے برابر ہیں جو نہیں جانتے۔

اسی طرح حدیث شریف میں ہے کہ "فرشتے طالب علم کے لیئے اپنے بازو بچھاتے ہیں"

کتابوں کی فضیلت کے متعلق کہا گیا ہے، کہ کتاب ایک ایسا ہم نشین ہے جس میں نہ منافقت پائی جاتی ہے، اور نہ اُس کی صحبت سے طبیعت اُکتاتی

Marfat.com

ہے، یہ ایک ایسا ساتھی ہے کہ اگر تم اُس پر ظلم کرو تو وہ شکایت نہیں کرتا، اور نہ کبھی تمہارے راز کو فاش کرتا ہے۔

ایک مرتبہ مہلّب نے اپنے بیٹوں سے کہا "جب تم بازار میں کہیں رُکنا چاہو تو صرف دو قسم کے تاجروں کے پاس تم کو رُکنا چاہیے ایک ہتھیار بیچنے والے کے پاس اور دوسرے کتب فروش کے پاس۔

جب فتح بن خاقان متوکل کے حضورؐ سے اٹھ کر وضو کرنے کی جگہ جاتا تھا تو اپنے موزے کے بالائی حصہ میں سے ایک دلچسپ کتاب نکال کر راستہ میں آتے جاتے وقت پڑھا کرتا تھا، اور جب وہ خلیفہ کے حضور میں واپس آتا تو اُسے پھر وہیں موزے میں رکھ لیتا تھا۔

ایک خلیفہ کا ذکر ہے کہ اُس نے کسی عالم کو بلایا تاکہ اس سے باتیں کر کے (دل بہلائے) جب خادم اُس کے پاس پہنچا تو اُس نے دیکھا کہ وہ تنہا بیٹھا ہوا ہے اور اُس کے گرد بہت سی کتابیں پھیلی ہوئی ہیں، اور وہ اُن کے مطالعہ میں مصروف ہے، خادم نے کہا کہ امیرالمومنین آپ کو طلب فرماتے ہیں، عالم نے کہا کہ خلیفہ سے عرض کر دینا کہ میرے پاس حکمار کی ایک جماعت بیٹھی ہوئی ہے جن سے میں گفتگو کر رہا ہوں، جب مجھے اِن کی باتوں سے فراغت ہو گی تو حاضر ہو جاؤں گا، جب خادم نے خلیفہ کے پاس واپس ہو کر عالم کا یہ جواب سُنایا، تو خلیفہ نے دریافت کیا کہ اے کمبخت وہ کون سے حکما ہیں جو اس کے پاس بیٹھے ہیں، خادم نے کہا اے امیرالمومنین خدا کی قسم اُس کے پاس تو کوئی بھی نہ تھا، خلیفہ نے کہا کہ وہ جس حالت میں بھی ہو اُس کو فوراً یہاں لے کر آؤ، جب عالم حاضر ہوا تو خلیفہ نے پوچھا، کہ یہ کونسے حکمار آپ کے پاس بیٹھے تھے، عالم نے کہا اے امیرالمومنین، (پھر تین شعر پڑھے جن کا مطلب یہ ہے)

Marfat.com

لنا جلساء ما نمل حدیثھم　　امینون مامونون غیباً و مشھداً

ہمارے کچھ ایسے ہمنشین ہیں جن کی گفتگو سے ہم نہیں اُکتاتے ۔ وہ امین ہیں اور ظاہر و باطن میں محفوظ ہیں،

یفیدوننا من علمھم علم ما مضیٰ　　ورأیاً وتادیباً و مجداً و سوددا

وہ اپنی معلومات کے ذریعہ سے ہم کو گذشتہ چیزوں کے علم، عقل، تہذیب، بزرگی، اور شرافت کا فائدہ پہنچاتے ہیں،

فان قلت اموات فلم تعد امرھم　　وان قلت احیاء فلست مفندا

اگر تم اُن کو مردہ کہو تو تم غلطی پر نہ ہوگے ،　　اور اگر زندہ کہو تب بھی تمہیں احمق نہ بنایا جائے گا،

خلیفہ سمجھ گیا کہ ان ہمنشینوں سے اُس کی مراد کتابیں ہیں، اور اُس کے دیر لگانے پر ناراض نہیں ہوا۔

جاحظ کہتے ہیں کہ میں امیر بغداد محمد بن اسحاق کے پاس اُس زمانہ میں گیا جب کہ وہ والی یعنی حاکم (کے منصب پر فائز) تھا، میں نے دیکھا کہ وہ اپنے دفتر میں بیٹھا ہے اور لوگ نہایت ادب سے اُس کے سامنے کھڑے ہیں، (اور جنبش تک نہیں کرتے۔) جیسے اُن کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں، پھر کچھ عرصہ کے بعد میں اُس کے پاس گیا، جب کہ وہ معزول ہو چکا تھا، وہ اپنے کتب خانے میں بیٹھا تھا، اور اُس کے گرد کتابیں، کاپیاں۔ دوات اور مسطر پڑے ہوئے تھے، لیکن موجودہ حالت میں اُس کا اتنا رُعب اور وقار میں نے محسوس کیا جو اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا، متنبّی کہتا ہے۔

اعز مکان فی الدنا سرج سابح　　وخیر جلیس فی الزمان کتاب

دنیا میں سب سے زیادہ عزت کی جگہ تیز رفتار گھوڑے کا زین ہے۔ اور زمانہ میں بہترین ہمنشیں کتاب ہے۔

علم بادشاہوں کی شان بڑھاتا ہے

عام لوگوں کے مقابلے میں بادشاہوں کو زیادہ زیب دیتا ہے علم اور جب بادشاہ عالم ہوتا ہے تو عالم بادشاہ ہو جاتا ہے (یعنی علماء کی قدر ہوتی ہے) ۔ بادشاہوں کے مطالعہ

Marfat.com

کے لیے سب سے زیادہ موزوں کتابیں وہ ہیں جن میں سلطنت کے آداب، اور ایسی تاریخی روایات درج ہوں جو دلچسپ واقعات اور عجیب و غریب حالات سے متعلق ہوں، لیکن اگلے زمانے کے وزیر یہ نہیں چاہتے تھے کہ بادشاہ گذشتہ زمانے کے واقعات اور تاریخی معلومات سے واقفیت حاصل کریں، اس لیے کہ اُنھیں یہ خوف تھا کہ کہیں بادشاہ اُن باتوں سے باخبر نہ ہو جائیں جن سے وہ بادشاہوں کو غافل رکھنا چاہتے تھے۔

مکتفی باللہ نے اپنے وزیر سے کچھ ایسی کتابیں طلب کیں جن سے وہ اپنا دل بہلائے، اور اُن کے مطالعہ میں اپنا وقت گذارے، وزیر نے ایسی کتابیں مہیّا کرنے کے لیے اپنے نائبوں کو حکم دیا، اور کہا کہ خلیفہ کے پاس بھیجنے سے پہلے وہ کتابیں اُس کے سامنے پیش کی جائیں، چنانچہ انھوں نے بعض تاریخی کتابیں فراہم کیں جن میں گذشتہ بادشاہوں کے حالات، اور وزیروں کے واقعات درج تھے اور (ناجائز طور پر) مال حاصل کرنے کی ترکیبیں اور حیلے بھی لکھے تھے، وزیر نے اُن کتابوں کو دیکھ کر اپنے ماتحتوں سے کہا خدا کی قسم تم تو میرے سخت دشمن ہو، میں نے تو تم سے ایسی کتابیں مہیا کرنے کے لیے کہا تھا، جن سے وہ اپنا دل بہلائے، اور اُن میں مصروف رہ کر وہ مجھ سے اور اسی طرح دوسرے لوگوں سے بے خبر رہے، لیکن تم تو ایسی کتابیں لے آئے جن کے ذریعہ سے وہ وزیروں کے ہتھکنڈوں سے واقف ہو جائے گا اور مال حاصل کرنے کے طریقوں کا اُسے علم ہوگا، اور ملک کی آبادی اور ویرانی میں تمیز کر سکے گا۔ ان کتابوں کو واپس کر کے ایسی کتابیں لے آؤ جن میں ایسے افسانے ہوں جن سے اس کا دل بہلے اور ایسے اشعار ہوں جن سے اُس کی طبیعت خوش رہے۔

پہلے زمانے میں وزیر اِس کو بھی ناپسند کرتے تھے کہ خلفا اور بادشاہوں

Marfat.com

میں سمجھ پیدا ہو کر وہ حالات سے باخبر ہو جائیں، چنانچہ جب مکتفی باللہ کا انتقال ہوا تو اُس کے وزیر نے عبداللہ بن المعتز سے بیعت کرنا چاہا، جو بڑا خوبیوں والا عقلمند اور قرض کی وصولی میں بڑا ماہر تھا۔ اس پر وزیر کا ایک محرر جو بڑا عقلمند تھا اُس سے تنہائی میں ملا۔ اور کہا کہ وزیر صاحب! عبداللہ بن معتز کی بیعت کے متعلق آپ کی رائے ٹھیک نہیں۔ وزیر نے کہا یہ کیوں؟ اُس نے جواب دیا کہ یہ کیا ضرورت ہے کہ تختِ خلافت پر ایک ایسا شخص بٹھایا جائے جو گز، ترازو کے اوزان اور چیزوں کے نرخ سے واقف ہو، معاملات کے سمجھنے کی قابلیت رکھتا ہو، اچھے بُرے کی اس کو تمیز ہو، اور خود آپ کے مکان، باغ اور آباد زمین کا بھی اُسے علم ہو، مناسب رائے یہ ہے کہ کسی چھوٹے بچے کو تخت پر بٹھا دیجئے، ایسی صورت میں وہ برائے نام خلیفہ ہوگا، اور درحقیقت آپ ہی خلافت کے مالک ہوں گے، اور آپ ہی اُس کی تربیت کریں گے، بڑا ہو کر وہ آپ کے حقِ تربیت کا اعتراف کرے گا، اور اس کے بچپن ہی کے زمانے میں آپ اپنی اغراض حاصل کر چکے ہوں گے، وزیر نے اِس مشورے کا شکریہ ادا کیا، اور عبداللہ کی خلافت سے اپنا خیال بدل کر مقتدر کے ہاتھ پر بیعت کر لی جس کی عمر اُس وقت صرف تیرہ سال کی تھی۔

134949

بدرالدین والیٔ موصل کی مجلسِ تفریح میں اکثر طرب انگیز اشعار، اور دلچسپ افسانوں کا مشغلہ رہتا تھا، لیکن جب رمضان کا مہینہ شروع ہوتا، تو سیرت اور تاریخ کی کتابیں لائی جاتی تھیں، اور الزین کاتب، اور عزالدین محدث بیٹھ کر بدرالدین کو واقعاتِ عالم پڑھ کر سنایا کرتے تھے۔

اس موقع پر ذرا تفصیل سے کچھ لکھنے کی ضرورت ہے، اور وہ یہ کہ جب گردشِ تقدیر نے مجھ کو موصل پہنچایا تو مجھے وہاں کسی چھوٹی یا بڑی منفعت

Marfat.com

حاصل کرنے کا خیال نہ تھا، بلکہ میرا وہاں پہنچنا اس آیت کا مصداق تھا
وَدَخَلَ الْمَدِيْنَةَ عَلٰى حِيْنِ وہ شہر میں ایسے وقت داخل ہوا جب کہ
غَفْلَةٍ مِّنْ اَهْلِهَا۔ وہاں کے لوگوں کو اس کی کوئی خبر نہ تھی۔

میرا ارادہ تھا کہ وہاں اُس وقت تک قیام کروں کہ سردی کی شدت کم ہوجائے اور (جاڑوں کے) کپڑے بھاری لگنے لگیں، پھر وہاں سے تبریز چلا جاؤں۔ جب میں موصل میں ٹھہر گیا تو مجھے مختلف ذرائع سے اور مختلف رائے کے لوگوں سے معلوم ہوا کہ موصل کا فرمانروائے اعظم، آقائے مخدوم، اور بادشاہِ معظم، بادشاہوں میں سب سے افضل اور بڑی شان والا) ہے۔ وہ حاکموں میں سب سے زیادہ سخاوت والا اور حلیم الطبع ہے، اس کا لقب فخر الملۃ والدین ہے، اور اس کو ایسی خصوصیتیں عطا ہوئی ہیں کہ اگر وہ خوبیاں زمانے کو مل جاتیں تو کوئی شریف آدمی گردشِ روزگار کی شکایت نہ کرتا، اور نہ کسی کو زمانے سے تکلیف پہنچتی، اور اگر وہ خصلتیں سمندر کو نصیب ہوتیں تو ہرگز اس کا پانی نمک کی طرح کھاری نہ ہوتا، اور نہ اس پر سفر کرنے والوں کو موجوں کا خوف ہوتا، اور اگر یہ صفات چاند کو حاصل ہوتیں تو کبھی وہ مہینے کی آخری تاریخوں میں غائب نہ ہوتا۔ اس کا نام عیسیٰ ہے جس نے مردہ فضائل میں جان ڈالی، اور وہ خوبیاں جو طے کی ہوئی (طاقِ نسیان) میں (پڑی ہوئی تھیں) اُن کو زمانے میں پھیلا دیا۔ اُس نے اخلاقی کساد بازاری کے دور میں مکارمِ اخلاق کو رواج دیا، اور نیک خصلتیں جو (زمانے کے) بوجھ سے تنگ کر بیٹھ چکی تھیں، اور ان میں اپنے پیروں پر کھڑے ہونے کی قوت باقی نہیں رہی تھی، انھیں پھر اُٹھا کر کھڑا کر دیا، اُس نے شریفوں کی ایسے زمانے میں حمایت کی جب کہ وہ دنیا میں بہت کم باقی رہ گئے تھے، اس نے اپنی روشن اور تابناک بخششوں سے انھیں مالا مال کر کے اُن پر اپنے رحم و کرم کا ایسا سایہ کیا جو کبھی

زائل نہیں ہوتا، اُس نے اُن کے لیے اپنے رحم کے بازو بچھا دیئے ہیں جو ہمیشہ بڑھتے اور دراز ہوتے رہتے ہیں، دولت اور طاقت کے اضافے کے ساتھ ساتھ اس کی تواضع اور نرمی بڑھتی جاتی ہے، اور جب کبھی ملک گیری کے سلسلہ میں اُس کا کوئی نیا مقصد حاصل ہوتا ہے تو اس کی جود و سخا کا ایک نیا عَلَم بلند ہو جاتا ہے۔ اُس کے باپ کا نام ابراہیم ہے، خدا بدر الدین کو عزت و نصرت نصیب فرمائے اور اس کے احکام امر و نہی دنیا میں ہمیشہ نافذ رکھے، وہ (ایسا دل والا ہے) جس نے بڑے بڑے اہل سخا و کرم کی یاد، پہاڑوں کی عظمت اور شیروں کی شجاعت دل سے بُھلا دی ہے۔ (وہ اس شعر کا مصداق ہے)

للشمس فیه وللریاح وللسحا ب وللاسود شمائل

اس کی ذات میں آفتاب، ہوا، ابر، اور شیروں کی صفات پائی جاتی ہیں۔

وہ زمانے کی پیشانی پر نور ہے، اور اُس کے ہار میں ایک ایسا دُرِ شہوار ہے جس کی تابناکی کا مقابلہ دنیا میں کوئی موتی نہیں کر سکتا۔ اُس نے گزشتہ زمانے کے نیک لوگوں کی روایات کو سچا کر دیا، اور سلف کی جو خوبیاں ناپید ہو چکی تھیں ان کو از سر نو زندہ کر دکھایا، ابن رومی کہتا ہے۔

اظن بان الدهر ما زال هكذا وان حديث الجود ليس له اصل

میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ زمانہ ہمیشہ اسی طرح رہا ہے اور سخاوت کی روایات کی کوئی اصلیت نہیں۔

وهب انه كان الكرام كما حكوا اما كان فيهم واحد وله نسل

فرض کرو کہ دنیا میں فیاض لوگ پائے بھی گئے ہیں، جیسا کہ لوگ بیان کرتے ہیں۔ تو کیا ان میں کوئی بھی ایسا نہیں گذرا جس کی نسل باقی ہو۔

اگر ابن رومی بدر الدین کو دیکھ لیتا تو اُن روایتوں کی ضرور تصدیق کرتا جو اہلِ کرم کے متعلق اس نے سُنی تھیں، اور اُس کے دل میں ہرگز اُن کے

Marfat.com

خلاف (بخل کی) تہمت پیدا نہ ہوتی۔

بدر الدین ایسا حاکم ہے کہ جب وہ اپنے ذہن رسا اور فکرِ لطیف کو کسی ملکی یا سیاسی مسئلہ کی طرف متوجہ کرتا ہے تو سخت ترین مشکل بھی آسان ہو جاتی ہے، ——— دشوار سے دشوار مسئلہ حل ہو کر تمام سربستہ راز کھل جاتے ہیں، اور پھر یہ کہنے کا امکان باقی نہیں رہتا، کہ ابھی اس مسئلہ میں کسی پہلو سے بھی کوئی پوشیدہ چیز باقی رہ گئی ہے۔

انصاف کی خصلت بھی اُس کی ذات میں بے عیب ہے، اور مضبوط بنیادوں پر قائم ہے، اُس کے رُعب اور ہیبت سے تم ہرگز خوف نہ کرو اس لیے کہ اس ہیبت کے پردے میں ضعیف پر مہربانی، فقیر پر کرم، اور شکستہ حال پر احسان (کا جذبہ) پایا جاتا ہے۔ (شعر)

ولہ من الصفح الجمیل عوائدٌ اسر الطلیق بہا و فك العانی

اور درگذر کرنے میں اُس کے بڑے احسانات ہیں، وہ آزاد کو بندۂ احسان بنالیتا ہے اور غلام کو آزاد کرتا ہے۔

ایک روز میں اُس کی بلند بارگاہ میں حاضر ہوا، اُس روز بارش ہو رہی تھی، اور اس نے دروازے کی نگرانی کا حکم دے رکھا تھا، جب بارش کی شدت زیادہ ہوئی تو اُس نے اپنے دربانوں سے کہا کہ اگر دروازے پر کوئی حاجت مند حاضر ہو تو اس کی ضرورت سے ہم کو آگاہ کیا جائے، پھر اُس نے کہا کہ "ایسے وقت میں کوئی شخص بغیر شدید ضرورت کے حاضر نہیں ہو سکتا، اس لیے اسے نامراد واپس کرنا نہیں چاہیے" بخدا کیا اس کتاب میں جو سلفِ کے بہترین کارناموں پر مشتمل ہونا چاہتی ہے، اسی جیسے واقعات کا ذکر آئے گا (یعنی یہ واقعہ خود اپنی مثال ہے)۔

Marfat.com

بدر الدین کی قوتِ حکمرانی اگرچہ غیر معمولی ہے لیکن اُس میں ظلم کا شائبہ تک نہیں پایا جاتا۔ تم کو اس کے اخلاق کی نرمی اور تبسّم کے دھوکے میں بھی نہ رہنا چاہیے اس لیے کہ اُس کے پردے میں ایسی ذکاوت اور سختی پائی جاتی ہے جس کے آگے شیر بھی سرِ تسلیم خم کرتے ہیں اور اُس کے سامنے آقا اور غلام سب خائف نظر آتے ہیں۔ (شعر)

هو البحر غض فيه اذا كان ساكنًا   واياك فاحذره اذا كان مزبدا

وہ ایک سمندر ہے جب وہ پُرسکون ہو تو اُس میں غوطہ لگاؤ۔ اور جب جوش کی حالت میں ہو تو اُس سے بچتے رہو۔

وہ ذکاوت اور بیدار مغزی میں متنبی کے اس قول کا مصداق ہے:۔ شعر:

تعرف في عينه حقيقته   كانه بالذكاء مكتحل

اس کی آنکھوں سے اس کی حقیقت کا پتہ چلتا ہے۔ گویا کہ اُس نے (اپنی آنکھوں میں) ذکاوت کا سرمہ لگایا ہے

اشفق من اتقاد فكرته   عليه منها اخاف يشتعل

جس وقت اس کی قوتِ فکر روشن ہوتی ہے تو مجھے اُس کے (ممدوح کے) متعلق یہ خوف ہوتا ہے کہ کہیں وہ خود نہ بھڑک اٹھے۔

اس کی فطری ذہانت اور تمیز صحیح کے متعلق میرا خیال ہے کہ اگر گزشتہ زمانے کے بڑے بڑے ذی عقل بادشاہ زندہ ہوکر بدر الدین کو دیکھیں تو وہ اس سے یہ سبق حاصل کریں کہ کس طرح رعایا پر حکومت کی جاتی ہے، اور تدبیر مملکت کیا چیز ہے۔

اُس کی سخاوت کی خصلت کو جو حد سے گذر چکی ہے اگر سمندر سے تشبیہ دی جائے تو کوئی قابلِ اعتراض بات نہ ہوگی۔ اس لیے کہ یہ حقیقت ہے کہ اگر وہ اربابِ کرم زندہ ہو جائیں جن کی سخاوت ضرب المثل، بے نظیر

اور بے مثال نہ تھی تو یقیناً وہ بدرالدین سے سخاوت کا راز معلوم کریں گے، اور اچھے اخلاق کا سبق لیں گے۔ دراصل انصاف کا تقاضا تو یہ ہے کہ میں اِس خصلت کا ذکر ہی چھوڑ دوں کیونکہ میں اُس کی اصلی حقیقت کے ادراک سے قاصر ہوں، اور اُس کو صحیح اور مرتب طور پر بیان کرنے کا حق ادا نہیں کر سکتا، لیکن پھر بھی میں اپنی کوشش اور امکان کے مطابق کہتا ہوں کہ وہ اولیاء کی طرح دُنیا کو حقیر سمجھتا ہے، اور پرہیزگاروں کے مانند اُسے ہیچ خیال کرتا ہے۔ (شعر)

فلو جاد بالدنیا وثنی بضعفها　　لظن من استحقارہ انہ ضنا

اگر وہ کل دنیا کو بخشش میں دے ڈالے اور پھر دنیا کا دوچند حصہ بخش دے تو دنیا کو حقیر سمجھنے کی وجہ سے خیال کرے گا کہ اس نے دفیاضی نہیں کی، بلکہ بخل کیا۔

وہ اُس شخص کی طرح فیاضی کرتا ہے جو اپنی یاد زندہ رکھنا چاہتا ہے اور اِس مقصد کے لیے اپنا مال صرف کر کے ختم کر ڈالتا ہے۔ (شعر)

اعاذل ان الجود لیس بمھلکی　　ولا یخلد النفس الشحیحۃ لومھا

اے (سخاوت پر) ملامت کرنے والے! بخشش مجھے نہیں ہلاک کرے گی۔ اور نہ بخیل نفس کو اس کا بخل غیر فانی بنائے گا۔

وتذکر اخلاق الفتی وعظامہ　　مغیبۃ فی الترب بال رمیمھا

جواں مرد کے اخلاق کی یاد باقی رہ جاتی ہے جبکہ اس کی ہڈیاں خاک میں (چھپ کر) بوسیدہ ہو جاتی ہیں۔

اُس کی ہمت آسمان سے بلند تر ہے اور اپنی بلندی میں جوزا سے بھی اونچی نکل گئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اُس کو علمِ نجوم سے خاص دلچسپی ہے اُس نے حساب اور اصطرلاب کے ذریعہ سے علم نجوم حاصل نہیں کیا ہے بلکہ وہ خود اپنی ہمت سے ستاروں تک پہنچ کر اُن سے قریب ہو گیا ہے اور بلندی میں آسمان تک پہنچ گیا ہے۔ اِسی بنا پر ستاروں نے اپنے راز اس پر کھول دیئے ہیں،

Marfat.com

اور اس نے آسمانوں کا دروازہ کھٹکھٹایا ہے اس لیے آسمانوں نے بھی مشرق ومغرب کے راز اُس پر عیاں کر دیئے ہیں۔ (شعر)

لہ همم لا منتہی لکبارھا وھمتہ الصغریٰ اجل من الدھر

وہ ایسا ہمت والا ہے جس کی بڑی بڑی ہمتوں کی کوئی حد نہیں۔ اور اس کی چھوٹی سی ہمت بھی (اپنی عظمت میں زمانہ سے بڑھی ہوئی ہے۔

اُس کا بہترین مال خزانہ میں ٹھہر نہیں سکتا، (بلکہ مستحق لوگوں کو دیدیا جاتا ہے) ایسے مال کی حفاظت (اس کے خزانہ میں نہیں بلکہ) مانگنے والوں کے گھروں میں ہوتی ہے (شعر)

انا اذا اجتمعت یوما دراھمنا ظلت الیٰ طرق العلیاء تستبق

جب کسی روز ہمارے (پاس) درہم جمع ہو جاتے ہیں، تو بلند مرتبہ حاصل کرنے کے لیے ایک دوسرے سے سبقت کرنے لگتے ہیں۔

لا یالف الدرھم المنقوش صرتنا لاکن یمر علیھا ثم ینطلق

درہم منقوش ہماری تھیلی سے اُنس نہیں رکھتا، بلکہ وہ تھیلی پر گزرتا ہوا چل دیتا ہے۔

شراب کا نشہ اس کی سخاوت میں اُسی طرح عمل کرتا ہے جس طرح ابر کچھ عرصہ کے لیے کھل جائے اور پھر مسلسل بارش ہونے لگے۔ (شعر)

یعید عطایا سکرہ عند صحوہ لیعلم ان الجود منہ علیٰ علم

نشہ اتر جانے پر وہ بخششوں کو دُہراتا ہے تاکہ یہ معلوم ہو کہ اُس کی بخشش جان بوجھ کر ہوتی ہے

ولیعلم فی الاحسان من قول قائلٍ تکرم لما خامرتہ ابنۃ الکرم

اور احسان کرنے میں معترض کے اس اعتراض سے محفوظ رہے کہ اس نے اس وقت فیاضی کی جبکہ شراب نے اس کی عقل پر پردہ ڈال دیا تھا۔

اُس کی فیاضی کا ایک راز یہ بھی ہے کہ وہ فضول خرچی نہیں کرتا، اگرچہ

وہ حد سے گزری ہوئی معلوم ہوتی ہے، کیونکہ اس کی سخاوت ہمیشہ (برمحل) اور مناسب موقع پر ہوتی ہے، جب کوئی سائل یا امیدوارِ کرم اُس کے سامنے آتا ہے تو وہ اُس کی مدد کے لیے اس طرح عجلت کرتا ہے جس طرح کہ سیلاب نشیب کی طرف دوڑتا ہے۔ (شعر)

عَشِقَ المکارمَ فاستھام بذکرھا   والمکرمات قلیلۃ العشاق

وہ احسانات پر عاشق ہوگیا ہے اس لیے اُن کے ذکر پر بھی فریفتہ ہے۔ حالانکہ احسانات کے عاشق کم ہوتے ہیں۔

واقام سوقًا للثناء و لم تکن   سوق الثناء تعد فی الاسواق

اُس نے مدح وثنا کا بازار قائم کیا ہے حالانکہ اس سے پہلے مدح وثنا کے بازار کا شمار بازاروں میں نہ تھا۔

فاذکر صنائعہ فلسن صنائعًا   لکنھن قلائد الاعناق

اُس کے احسانات کو یاد کرو اس لیے کہ وہ احسانات نہیں ہیں بلکہ اپنی (قدر و قیمت کے لحاظ سے) گلے کے قیمتی ہار ہیں۔

والثم اناملہ فلسن انامِلا   لکنھن مفاتح الارزاق

اُس کی انگلیاں چومو اس لیے کہ وہ انگلیاں نہیں ہیں، بلکہ رزق کی کنجیاں ہیں۔

اے (میری) کتاب کو پڑھنے والو، مجھے یہ شبہ ہے کہ شاید تم نے جو کچھ مجھ سے سُنا اُسے مبالغہ سمجھا ہے، اگر تم کو (میرے بیان میں) کوئی شک ہے تو آج کل کے سرداروں کو دیکھو، تم اُنھیں ایک ایک دانہ پر لڑتا ہوا پاؤ گے، جبکہ بدرالدین موتیوں کے دانوں کی بھی پروا نہیں کرتا، یہ لوگ ذخیرہ جمع کرنے پر حریص ہیں، لیکن بدرالدین کا حرص صرف شہرت عام اور نام آوری حاصل کرنے کے لیے ہے، یہ لوگ اولاد سے محبت اور شغف رکھتے ہیں، لیکن اس کا شغف سائلوں اور حاجت مندوں سے ہے، تم دوسروں کو دیکھو گے کہ وہ اپنے

Marfat.com

اوپر نقصان عائد کرنے سے بھاگتے ہیں۔ بخلاف اِس کے وہ ایسے نقصانات کو مالِ غنیمت کی طرح (ایک نفع) خیال کرتا ہے۔ تم پھر ایک نظر ڈال کر دیکھو، در حقیقت اِن لوگوں کی تعریف سے کوئی فائدہ نہیں، بخلاف اس کے بدر الدین کی تعریف سے بڑے بڑے فائدے حاصل ہوتے ہیں، غور کرنے پر تمہیں معلوم ہوگا کہ ان لوگوں کے پاس خوبیاں جمود کی حالت میں ہیں، لیکن اِس کے برعکس بدرالدین کے پاس اُن میں زندگی اور حرکت پائی جاتی ہے۔ جب تم اس کے دروازے پر جاؤ تو تم اُسے ہر وقت ادیبوں، شاعروں، قابل، اور فصیح لوگوں سے معمور پاؤگے ؂

یسقط الطیر حیث یلتقط الحب ولغشی منازل الکرماء

پرندے اس جگہ گرتے ہیں جہاں سے دانہ اٹھایا جاتا ہے، (یہی وجہ ہے) کہ اہلِ کرم کے گھروں پر ان کا ہجوم ہوتا ہے۔

خدا کی قسم دنیا دراصل اُسی کے حصہ میں ہے، اور زندگی حقیقت میں وہی ہے جو خدا نے اُس کو عطا فرمائی ہے، (شعر)

ما العیش ان یمسی الفتیٰ متشبعا صخم الجزارہ

زندگی کے یہ معنی نہیں ہیں کہ انسان شکم سیر ہو اور اُس کے ہاتھ پاؤں موٹے ہوں۔

کلفاً یشرب الراح مشغوفاً بغزلان الستارہ

وہ شراب پینے کا دلدادہ ہو اور پردہ نشین ہرنیوں (خوبصورت عورتوں) پر فریفتہ ہو۔

العیش ان یشجیٰ الفتیٰ اعداءہ و یعزجارہ

زندگی کے یہ معنی ہیں کہ انسان اپنے دشمنوں کو تکلیف پہنچائے، اور اپنے ہمسایہ کی عزت کرے۔

حتیٰ یخاف و یرتجیٰ و یری لہ نشب و شارہ

تاکہ لوگ اُس سے ڈرتے رہیں، اور امید بھی رکھیں۔ اور اُس کی جائداد اور زیب و زینت کا سامان بھی نظر آئے۔

ویروح اما للکتابۃ سعیہ   او للامـــارۃ

اورجب وہ روانہ ہو تو یا لکھنے (پڑھنے) کے لیے۔ یا حصولِ امارت کے لیے،

اب میں (خود اپنا بقیہ) حال بیان کرتے ہوئے اِس بیان کو ختم کرتا ہوں تقدیر (کی خوبی) سے بدرالدین کے سامنے میرا بھی ذکر کیا گیا۔ اور کچھ میرے متعلق اُس سے کہا گیا، اور ابھی میں نے نہ اُس سے ملاقات کی تھی اور نہ اُس کی خدمت میں حاضر ہوا تھا، کہ وہ اِن خبروں کو سُن کر اپنی قلبی ذکاوت، اور دماغی ذہانت کی بنا پر حقیقت حال سے واقف ہوگیا، اور مجھے اپنی خدمت میں حاضر ہونے کا حکم دیا، جب میں اس کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس کی پُرہیبت شخصیت کا بڑا اثر پڑا اور اُس کی صورت اور سیرت کی خوبیوں کو دیکھ کر میں بہت خوش ہوا۔ سب سے پہلے میں نے اس کو متنبی کے یہ شعر سنائے ؎

وما زلت حتی قادنی الشوق نحوہ   یسائرنی فی کل رکب لہ ذکر

آخر کار شوق مجھے اُس کی طرف کھینچ لایا۔ جبکہ سواروں کی (ہمسفر) جماعت میں اس کا ذکر میرا رفیق رہا

واستعظم الاخبار قبل لقائہ   فلما التقینا صغر الخبر الخبر

ملاقات سے پہلے میں اس کے متعلق خبروں کو مبالغہ آمیز سمجھتا تھا لیکن جب ہماری ملاقات ہوئی تو تجربہ نے خبر کو حقیر بنا دیا۔

اس کے بعد اس کی مہربانیاں مسلسل میرے حال پر رہیں، جن کی وجہ سے اُس نے اپنی محبت کا درخت (میرے دل میں) لگا دیا، اور اُس درخت سے اپنی تعریف کا پھل اس نے حاصل کیا۔ اور میں نے یہ مناسب سمجھا کہ میں یہ کتاب تالیف کر کے اس کی کچھ خدمت کروں، تاکہ یہ (دنیا میں) اُس کی یاد قائم رکھنے کا ذریعہ ہو۔ اور اس کے پاس یہ کتاب میری یادگار رہے، اور جب میں اس کی بلند درگاہ اور وسیع بارگاہ سے غیر حاضر ہوں تو اُسے میری یاد

Marfat.com

دلائی رہے،

یہ ایسی کتاب ہے جس میں، میں نے مملکتوں کے حالات اور حکمرانی کے امور درج کیے ہیں، اسی طرح لایق اور اچھے بادشاہوں کے جو واقعات مجھے دلچسپ معلوم ہوئے اور خلفا اور وزیروں کے جو حالات عجیب معلوم ہوئے ان کا تذکرہ کیا ہے۔ اِس کتاب کو میں نے دو فصلوں میں تقسیم کر دیا ہے:

پہلی فصل میں، مَیں نے امورِ سلطنت، ملکی سیاست اور اُن شاہی خصوصیات کا بیان لکھا ہے جن کی بدولت بادشاہ عام لوگوں سے ممتاز ہوتا ہے، اسی طرح یہ بھی لکھا ہے کہ بادشاہ میں کونسی باتیں ہونی چاہئیں اور کونسی نہ ہونی چاہئیں، اور رعیت کا بادشاہ پر اور بادشاہ کا رعیت پر کیا حق ہے میں نے اپنے بیان کو جابجا قرآن کی آیتوں، رسول اللہؐ کی حدیثوں، دلچسپ حکایتوں اور بہترین اشعار سے بھی زینت دی ہے۔

دوسری فصل میں، مَیں نے علیحدہ علیحدہ اُن مشہور دولتوں کا حال تحریر کیا ہے جن کی حکومت عام، اور اُن کی خوبیاں کمال درجہ پر تھیں، سب سے پہلے چاروں (خلفاء) ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ اور علیؓ کی دولتوں کا ترتیب وار ذکر کیا ہے، پھر دولتِ بنی امیّہ کا بیان لکھا ہے، جس نے اپنی حکومت دولتِ (خلفاء اربعہ) سے حاصل کی تھی، اس کے بعد دولتِ عباسیہ کے حالات تحریر کیے ہیں، جس نے بنی امیہ سے حکومت حاصل کی، پھر مختصر طور پر ان دولتوں کا تذکرہ کیا ہے جو اِن بڑی دولتوں کے زمانے میں پیدا ہوئیں جیسے دولت بنی بویہ، بنی سلجوق، اور فاطمیین مصر۔ یہ ایسی دولتیں تھیں جو بنی عباس کے عہدِ حکومت میں رونما ہوئیں لیکن ان کی اِطاعت گذاری عام نہ تھی، (یعنی ان کا دائرۂ اقتدار وسیع نہ تھا)۔

تاریخ اور سیرت کے مطالعہ سے اُن کے متعلق معلومات کا ایک مجموعی اور اجمالی ذخیرہ میرے ذہن میں تھا، (اس کو پیش نظر رکھ کر) مَیں نے ہر ایک دولت کا ذکر علیحدہ علیحدہ کیا ہے، میں نے یہ بھی بتایا ہے کہ کس طرح یہ حکومتیں قائم ہوئیں، اور کس طرح ختم ہوئیں، کچھ دل چسپ اور مفید حالات جو اُن بادشاہوں سے متعلق تھے وہ بھی میں نے لکھے ہیں اگر ان حالات میں سے کوئی چیز میرے ذہن سے نکل گئی ہے اور مجھے اس کے ثبوت کے لیے کسی دل چسپ حکایت، ایک آدھ شعر، آیتِ قرآنی، یا حدیثِ نبوی پیش کرنے کی ضرورت ہوئی تو میں نے اُسے بھی اُن جگہوں سے جہاں اُن کے ملنے کا امکان تھا تلاش کر کے لکھ دیا ہے، پھر میں نے ہر ایک دولت کا حال جُدا جُدا لکھتے ہوئے (جزئی امور کو نظر انداز کرتے ہوئے) صرف کلیات سے بحث کی ہے، اور ہر ایک بادشاہ کا علیحدہ تذکرہ کرتے ہوئے اس کے دور کے مشہور واقعات درج کیے ہیں، ہر بادشاہ کا عہد ختم ہونے پر اُس کے وزیروں کے حالات اور اُن کے دلچسپ واقعات لکھے ہیں، اور اسی طرح دولتِ عباسیہ کے اختتام تک ذکر کرتا چلا گیا ہوں۔

مَیں اِس کتاب کی تالیف میں دو باتوں کا خاص طور پر پابند رہا ہوں ایک یہ کہ میں حق بات ظاہر کرنے سے انحراف نہ کروں، اور وہی کہوں جو انصاف کا تقاضا ہے، ہوائے نفس (تعصب ذاتی) سے اپنے ضمیر کو آزاد، اور پیدائش اور پرورش کے ماحول سے علیحدہ ہو کر اپنے کو ایک مسافر (اور غیر جانب دار) اجنبی فرض کروں، دوسری بات (جس کا میں نے لحاظ کیا ہے) وہ عبارت کی وضاحت ہے، تاکہ کتاب کے سمجھنے میں آسانی ہو، اور ہر شخص اُس سے فائدہ اٹھا سکے میں نے ایسی مشکل عبارت لکھنے سے گریز کیا ہے، جس کا مقصد محض فصاحت کا اظہار اور بلاغت کا ثبوت ہو، میں نے اکثر مصنفوں کو دیکھا ہے کہ وہ فصاحت اور بلاغت کے اظہار میں مبتلا ہو گئے ہیں، جس کی وجہ سے ان کی اصلی غرض

Marfat.com

فوت ہوگئی اور مفہوم مشکل ہوکر رہ گیا۔ اور اسی بنا پر ان کی تصنیفات کا فائدہ بھی بہت کم رہ گیا، منجملہ ایسی کتابوں کے ایک کتاب فنِ طب میں کتاب القانون ہے جس کو شیخ ابو علی الحسین بن سینا بخاری نے تصنیف کیا ہے، شیخ نے اس کتاب کو مشکل عبارتوں اور ترکیبوں سے بھر دیا ہے، جس کی وجہ سے اُس کتاب سے فائدہ اٹھانے کی غرض مفقود ہوگئی ہے اور اسی لیے عام طبیبوں نے اس کتاب کو چھوڑ کر اُس کے بجائے "ملکی" کی طرف توجہ کی ہے جس کی عبارت آسان ہے اور اس کے اشارے سمجھ میں آنے والے ہیں۔

جن لوگوں کے ذمے رعایا کی سیاست اور امورِ حکومت کا انتظام ہے انھیں اس کتاب کو پڑھنے کی بڑی ضرورت ہے، اگر لوگ انصاف سے کام لیں تو انھیں چاہیے کہ پہلے وہ اِس کتاب کو غور سے پڑھیں، پھر اپنی اولاد کو اس کے یاد کرنے اور مطالب سمجھنے کا پابند کریں، اس لیے کہ جس طرح بڑوں کو اِس کی ضرورت ہے اِسی طرح چھوٹوں کو بھی ہے، اسی طرح ایک وسیع (ملک کا) فرماں روا ہو یا ایک شہر کا حاکم دونوں کو اس کی احتیاج ہے، اور بادشاہ ہی پر منحصر نہیں بلکہ اربابِ علم و ادب بھی اس کتاب سے بے نیاز نہیں ہو سکتے اس لیے کہ جس شخص کو بادشاہوں کی صحبت میں بیٹھنے، اور اُن کی مجلس میں رہ کر اُن سے گفتگو کرنے کا اتفاق ہوتا ہے اُسے بھی اس کتاب کے بیشتر حصّے (کو سمجھنے) کی ضرورت ہے، یا کم از کم وہ اِسے نظر انداز نہیں کر سکتا۔

اگر انصاف کی نظر سے دیکھا جائے تو یہ کتاب "حماسہ" سے بھی زیادہ مفید ہے، گو کہ اُس کی تعریف لوگوں نے بہت کی ہے، اور وہ اسے اپنے بچوں کو حفظ بھی کراتے ہیں، کیونکہ "حماسہ" سے اگر کوئی فائدہ ہے تو وہ صرف شجاعت اور مہماں نوازی کی ترغیب ہے، اور اس کے باب الادب میں کچھ اخلاقی حصّہ ہے،

اور اس کے مطالعہ سے شاعری کے مختلف اُسلوبوں کا علم ہو جاتا ہے، لیکن اِس کتاب (الفخری) کے پڑھنے سے علاوہ اِن فائدوں کے اصولِ سیاست، اور لوازمِ امارت سے بھی واقفیت ہوتی ہے اس لیے کہ جو کچھ "حماسہ" میں ہے وہ اِس کتاب میں بھی موجود ہے اور جو اس کتاب میں ہے وہ "حماسہ" میں نہیں ہے، اِس کی بدولت عقل کو قوت، ذہن کو تیزی، اور بصیرت کو نور حاصل ہوتا ہے، یہ کتاب تیز فہم انسان کے لیے ایسی ہے جیسے بہترین مسان فولاد کے لیے۔

اِس کتاب کا فائدہ "مقاماتِ حریری" سے بھی زیادہ ہے حالانکہ لوگوں کو مقامات سے بڑی عقیدت ہے، اور وہ اس کو یاد کرنے کا بڑا شوق رکھتے ہیں۔ اس لیے کہ مقامات سے صرف یہی فائدہ ہے کہ انشار پردازی کی مشق پیدا ہو کر نظم و نثر کے مختلف طریقوں کا علم حاصل ہو، اس میں شک نہیں کہ اُس میں حکمت کی باتیں، حیلے، اور مفید تجربے بھی پائے جاتے ہیں، لیکن اِن سب سے ہمت پست ہوتی ہے، کیونکہ یہ تمام حیلے سوال کرنے، بھیک مانگنے، اور ذلیل قسم کی چال بازی پر مبنی ہیں، جس کے ذریعہ سے مال کی ایک حقیر مقدار حاصل کی گئی ہے، اس لیے اگر یہ چیزیں ایک لحاظ سے مفید ہیں تو دوسرے اعتبار سے ان کا مضر ہونا بھی ظاہر ہے، چنانچہ اب اکثر لوگ مقامات حریری اور مقامات بدیعی کی اِس (خرابی) سے واقف ہو گئے ہیں۔ اور انھوں نے اِن کو چھوڑ کر "نہج البلاغت" کی طرف توجہ کی ہے، جس میں حضرت علی کا کلام ہے، اور یہ ایک ایسی کتاب ہے جس سے حکمت وعظ و نصیحت فنِ خطابت، توحید، شجاعت، پرہیزگاری اور بلند ہمتی جیسے فائدے حاصل ہوتے ہیں، اور اس کا سب سے ادنیٰ فائدہ فصاحت و بلاغت بھی ہے،

Marfat.com

اسی طرح لوگوں نے تاریخ یمینی کی طرف بھی توجہ کی ہے۔ عتبی مصنف نے اس کتاب کو یمین الدولہ سلطان محمود بن سبکتگین کے لیے لکھا ہے جس میں ملک مشرق کے بعض بادشاہوں کی سیرت اُس نے بیان کی ہے، اور ایسی عبارت لکھی ہے جو فصاحت و بلاغت میں کچھ کم درجہ نہیں رکھتی۔ اس میں شک نہیں کہ اس کا مصنف ساحر نہیں تو ایک ماہرِ فن انشاء پرداز ضرور ہے، اہلِ عجم کو اس کتاب سے بڑا شغف ہے، اور وہ اس کے پڑھنے اور سمجھنے میں بڑی کوشش کرتے ہیں، در حقیقت اِس کتاب میں عجیب و غریب حکمت کی باتیں اور تاریخی حالات درج ہیں اور اس کے ساتھ ہی فصاحت و بلاغت کی خوبیوں سے بھی معمور ہے۔

ممکن ہے کہ کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ (مصنف نے) اپنی کتاب کی خوبیاں بیان کرنے میں مبالغہ سے کام لیا ہے، اور جو کچھ چاہا اس کی تعریف میں لکھدیا ہے، اِس لیے کہ (یہ قاعدہ ہے) کہ ہر شخص اپنی اولاد اور اپنے کلام سے شغف رکھتا ہے، (اس کا جواب یہ ہے) کہ اگر اعتراض کرنے والے کو (میرے بیان میں) شک ہے، اُسے چاہیے کہ اِس فن میں جس قدر کتابیں تصنیف ہوئی ہیں، اُن کو وہ بغور دیکھے، میرا خیال ہے کہ اُس مقصد کے لحاظ سے جو اس کتاب کی تالیف میں ملحوظ رکھا گیا ہے، اُن میں ایک کتاب بھی نظر نہ آئے گی، لیکن یہ واقعہ ہے کہ جہاں تک ممدوح کی ذات کا تعلق ہے، خدا اُسے ہمیشہ فتحمند اور باسعادت رکھے، خدا نے اُسے ذہنِ رسا اور مکمل قابلیت عطا فرما کر اِس جیسی کتابوں کے مطالعہ سے بے نیاز کر دیا ہے، تاہم اُس کے شریف مشاغل کی اہم مصروفیت اکثر اُس کی طبیعت میں بے لطفی پیدا کر کے (بہت سی مفید باتیں) اُسے بھلا دیتی ہے اس لیے جب وہ اِس کتاب کے مطالعہ سے اپنا دِل بہلائے گا، تو کوفت دور ہو جائے گی اور کام کی مصروفیت نے جو کچھ بھلا دیا ہے اس کی یاد تازہ ہو جائے گی۔

Marfat.com

خدا کی مہربانیوں سے مجھے امید ہے کہ وہ اِس کتاب کو دو فائدوں سے خالی نہ رکھے گا، اِن میں سے ایک فائدے کا مجھ سے تعلق ہے اور وہ یہ کہ میری کتاب بادشاہ کے نزدیک شرفِ قبول حاصل کرے، تاکہ مجھے خجالت نہ اٹھانی پڑے، دوسرے فائدے کا تعلق خود اُس کی ذات سے ہے اور وہ یہ کہ بادشاہ ہمیشہ اپنے اعمال و اقوال میں اُس سے فائدہ اٹھاتا رہے، بیشک خدا ولی نعمت ہے، اور وہی ہر نعمت کا عطا کرنے والا ہے۔

Marfat.com

Marfat.com

پہلی فصل

امورِ سلطنت و سیاستِ مملکت کے متعلق

حکومت کی دینی و دنیوی تقسیم اور امامت کی بحث موضوع کتاب سے خارج ہے

حکومت کسے کہتے ہیں، دینی و دنیوی حکومت کی تقسیم بنام خلافت، سلطنت، امارت، اور ولایت کس طرح کی جاتی ہے اور کونسی قسم شریعت کے مطابق ہے اور کونسی مخالف، امامت کے مسئلہ میں اصحابِ رائے کے مذاہب کیا ہیں، اِن (مسائل) پر بحث کرنا اس کتاب کے موضوع سے خارج ہے، اس کا موضوع سیاست اور آدابِ حکومت میں منحصر ہے، جن کے مطالعہ سے تاریخی واقعات وحوادث کا علم، رعیت کی سیاست، مملکت کا استحکام، اور اخلاق و سیرت کی اصلاح جیسے فائدے حاصل ہوتے ہیں۔

سب سے پہلے یہ بتا دینا مناسب ہے کہ بہترین بادشاہ وہ ہے جس میں چند صفات پائی جائیں، اور چند نہ پائی جائیں، جو صفات بادشاہ کے لیے ضروری ہیں اُن میں سے ایک عقل ہے۔ اور اسی پر سلطنتوں اور قوموں کی سیاست کا مدار ہے، عقل کی تعریف میں بس اسی قدر کہنا کافی ہے۔

منجملہ اِن صفات کے ایک صفت انصاف کی ہے، جس سے دولت میں ترقی، عمل میں کامیابی، اور مخلوق میں اصلاح پیدا ہوتی ہے۔

جب ہلاکو خاں نے ۶۵۶ھ میں بغداد فتح کیا تو اُس نے اس مضمون کا فتویٰ حاصل کرنے کا حکم دیا کہ آیا انصاف کرنے والا کافر بادشاہ افضل ہے، یا ظلم

Marfat.com

کرنے والا مسلمان بادشاہ؛ اس نے اس مقصد کے لیے علماء کو مستنصریہ میں جمع کیا جب اِن علماء کو استفتاء کا علم ہوا تو انھوں نے جواب دینے سے گریز کیا، رضی الدین علی بن طاؤس بھی اِس مجلس میں حاضر تھے جو سب سے فائق اور قابلِ احترام سمجھے جاتے تھے، انھوں نے یہ دیکھ کر کہ لوگ جواب دینے سے بچنا چاہتے ہیں، استفتاء اپنے ہاتھ میں لیا اور اپنے قلم سے یہ جواب لکھا، کہ انصاف کرنے والا کافر ظلم کرنے والے مسلمان سے افضل ہے۔ پھر اُن لوگوں نے بھی اسی کے مطابق جواب تحریر کر دیا

بادشاہوں کی ضروری صفات میں سے ایک علم کی صفت ہے جو درحقیقت عقل کا ثمرہ ہے، اور اِس کی بدولت بادشاہ اُن کاموں میں بصیرت سے کام لیتا ہے جنھیں وہ اختیار کرنا یا ترک کرنا چاہتا ہے، علم ہی کی وجہ سے بادشاہ اپنے احکام اور فیصلوں میں لغزش سے محفوظ رہتا ہے، اور علم ہی خواص و عوام کی نظر میں بادشاہ کے لیے باعثِ زینت ہوتا ہے، اور اسی کی بنا پر اُس کا شمار خاص بادشاہوں میں ہو جاتا ہے،

ایک حکیم نے کہا ہے کہ جو بادشاہ علم سے خالی ہو اُس کی مثال ایک مست ہاتھی کی سی ہے، جو ہر اُس چیز کو روند ڈالتا ہے جس پر اُس کا گذر ہو، کیونکہ جاہل بادشاہ کے ساتھ نہ عقل کی سرزنش ہوتی ہے اور نہ علم کی روک تھام۔

بادشاہوں کے عالم ہونے کا یہ مقصد نہیں ہے کہ وہ علمی مسائل کی مشکلات کو حل کر سکیں، اسرارِ علم میں اُن کو تبحر ہو، اور طلب علم میں انہماک، معاویہؓ کا قول ہے کہ "وہ بدترین بادشاہ ہے جو کسی خاص علم کے حاصل کرنے میں مبالغہ سے کام لیتا ہے۔ بادشاہ کے عالم ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اُسے علم سے ایسی مناسبت ہو کہ اہلِ علم سے (علمی مسائل پر) گفتگو کر سکے، اور وقتی ضروریات کو پورا کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو، اتنی قابلیت کے لیے زیادہ تنقید اور تحقیق کی ضرورت نہیں ہے۔

Marfat.com

مستعصم باللہ کا وزیر موید الدین محمد بن علقمی جو دولت عباسیہ کا آخری وزیر تھا، وہ ان علماء سے جو اس کے پاس آتے رہتے تھے ایک عاقل اور فاضل شخص کی طرح علمی گفتگو کرتا تھا، حالانکہ علوم میں اُسے کوئی خاص ملکہ نہ تھا، اور نہ (علمی مسائل) میں اُسے غیر معمولی مشق و مہارت حاصل تھی۔

بدر الدین لؤلؤ والیٔ موصل فاضل لوگوں کی صحبت میں رہنے اور اشعار و حکایات پر غور کرنے کی بدولت لطیف مضامین اور نکات سمجھنے کی صلاحیت رکھتا تھا، حالانکہ وہ اَن پڑھ تھا، اور نوشت و خواند سے بالکل واقف نہ تھا۔

عز الدین عبد العزیز بن جعفر نیشاپوری اہل علم کی صحبت میں بیٹھنے اور ان کے ساتھ زیادہ رہنے سے دقیق مضامین سمجھ لیتا تھا، اور مشکل پہیلیوں اور معموں کو حل کرنے میں علماء سے زیادہ تیز تھا، اگرچہ وہ علم سے قطعاً بے بہرہ تھا اور لوگ یہی سمجھتے تھے کہ وہ ایک فاضل شخص ہے حتیٰ کہ صاحب علاء الدین سے بھی یہ بات چھپی رہی، چنانچہ ابن الکبوش شاعر بصری نے علاء الدین کی تعریف میں دو شعر لکھے، اور ظاہر کیا کہ یہ عبد العزیز کے شعر ہیں، وہ شعر یہ تھے:۔

عطاملك عطاء لك ملك مصر ولبعض عبيد دولتك العزيز

اے عطا ملک ملکِ مصر کو بخش دینا منجملہ تیری بخشش کے ہے۔ اور عزیز بھی منجملہ تیرے بعض غلاموں کے ہے

تجازى كل ذى ذنب بعفو ومثلك من يجازى او يجيز

تو ہر ایک قصوروار کو معافی کی سزا دیتا ہے۔ حالانکہ تیرے مرتبہ کے لوگ سزا بھی دیتے ہیں اور احسان بھی کرتے ہیں۔

عبد العزیز نے اِن شعروں کو الصاحب علاء الدین کے سامنے پڑھا، اور یہ دعویٰ کیا کہ یہ شعر خود اس کے ہیں، اب میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آیا علاء الدین پر زیادہ تعجب کروں، جو عبد العزیز کے ساتھ مدتہائے دراز تک سفر و حضر میں رہنے

Marfat.com

کے باوجود اور مذاق و سنجیدگی میں ساتھ میں رہنے کے، عبد العزیز کی (علمی حالت) سے ناواقف رہا، یا عبد العزیز پر، کہ اس نے کیوں اپنے لیے ایسی ذلیل بات پسند کی، اور علاء الدین کے سامنے ایسی جرأت کرنے سے باز نہیں رہا، اور اس کو یہ اندیشہ بھی نہ ہوا کہ اگر علاء الدین کو اس کا پتہ چل گیا۔ تو اُس کی اِس حرکت کو نہایت ذلیل سمجھے گا۔

بادشاہوں کے پڑھنے کے علوم اُن کے اختلافِ خیال کے اعتبار سے مختلف ہوتے ہیں، فارس کے بادشاہ حکمت، وعظ و نصیحت، آداب، تاریخ، ہندسہ، اور اسی قسم کے علوم کا مطالعہ کرتے تھے، اور شاہانِ اسلام کو نحو، لغت، شعر، اور تاریخ سے دل چسپی تھی، اُن کے نزدیک زبان میں غلطی کرنا نہایت شرمناک عیب تھا، اُن کی نظر میں انسان کی قدر ایک قصہ، ایک شعر، بلکہ لغت کے ایک لفظ سے بڑھ جایا کرتی تھی۔

دولتِ مغولیہ (تاتاریہ) نے اس قسم کے تمام علوم کو ترک کردیا اور دوسرے علوم و فنون کو رواج ہوا، مثلاً امورِ سلطنت کے انضباط اور آمدنی و خرچ کا اندراج کرنے کے لیے علمِ حساب، جسم کی حفاظت اور صحتِ مزاج کے لیے علمِ طب، اور انتخابِ اوقات کی غرض سے علمِ نجوم، اِن کے علاوہ دوسرے علوم و فنون کی اُن کے نزدیک کوئی قدر نہ تھی، اب اگر اِن علوم و فنون کا کہیں رواج میں نے دیکھا ہے تو صرف موصل میں، اور اُس بادشاہ کے عہد میں جس کا تذکرہ پہلے آچکا ہے، خدا اُس کی ذات کو قائم اور اس کے احسان کو عام فرمائے

خدا کا خوف بھی بادشاہ کے لیے ایک ضروری صفت ہے جو ہر نیکی کی اصل، اور ہر برکت کی کنجی ہے۔ اس لیے کہ جب بادشاہ خدا سے خائف ہوگا۔ تو خدا کے بندے بادشاہ سے امن میں رہیں گے۔

Marfat.com

امیر المومنین علی علیہ السلام سے روایت ہے کہ انھوں نے اپنے ایک غلام کو آواز دیکر بلایا، لیکن اُس نے جواب نہیں دیا، آپ نے اسے کئی بار بلایا لیکن وہ پھر بھی نہ بولا، اتفاقاً اُس وقت ایک شخص آپ کے پاس آیا، اُس نے کہا اے امیر المومنین وہ تو دروازے پر کھڑا ہے، اور آپ کی آواز سن رہا ہے مگر بولتا نہیں۔ جب وہ غلام آپ کے پاس آیا تو آپ نے پوچھا کہ کیا تو نے میری آواز نہیں سُنی تھی، اُس نے کہا بیشک سنی تھی، آپ نے فرمایا کہ پھر تو نے جواب کیوں نہیں دیا، اس نے کہا کہ مجھے (جواب نہ دینے میں) آپ کی سزا کا خوف نہ تھا، حضرت علی نے فرمایا کہ اُس خدا کا شکر ہے جس نے مجھے اُن لوگوں کے زمرے میں شامل کیا ہے جس سے اُس کی مخلوق امن میں رہتی ہے۔ ابو نواس نے ہارون رشید کی شان میں کیا خوب کہا ہے۔

قد کنت خفتك ثم امنني — پہلے میں تجھ سے ڈرتا تھا لیکن پھر اس لیے
من ان اخافك خوفك الله — بے خوف ہوگیا کہ تو خدا سے ڈرتا ہے"

درحقیقت ہارون رشید خدا سے نہیں ڈرتا تھا، اس لیے کہ آلِ علیؓ کے ساتھ بغیر کسی قصور کے اس کے ظالمانہ افعال، دراں حالیکہ وہ اس کے نبیؐ کی بیٹی کی اولاد تھے، اس امر پر دلالت کرتے ہیں کہ اس کے دل میں خدا کا خوف نہ تھا، لیکن ابو نواس نے اس موقع پر شاعروں کی عادت کے بموجب جھوٹی تعریف سے کام لیا ہے۔

گناہوں کی معافی اور چھوٹی چھوٹی غلطیوں سے خوبصورتی کے ساتھ درگذر کرنا بادشاہ کی ایک ضروری صفت ہے، اور یہ نیکی کی سب سے بڑی خصلت ہے۔ اسی کی وجہ سے لوگوں کے دل (بادشاہ کی طرف) مائل ہو کر ان کی نیتوں میں اصلاح ہوتی ہے۔ قرآن پاک میں اس خصلت کو اختیار کرنے کی ترغیب اس

Marfat.com

طرح دی گئی ہے :

وَلْیَعْفُوْا وَلْیَصْفَحُوْا اَلَا تُحِبُّوْنَ　انھیں چاہیے کہ معاف کریں اور درگذر کریں کیا تم
اَنْ یَّغْفِرَ اللّٰہُ لَکُمْ　نہیں چاہتے کہ اللہ تمہارے قصور معاف کرے۔

مامون حلیم تھا اور درگذر کرنے میں مشہور، مگر دعبل شاعر نے بہت سے اشعار میں اس کی ہجو کی ہے ان میں بعض اشعار یہ ہیں۔

انی من القوم الذین سیوفھم　قتلت اخاك وشرفتك بمقعد

میں اس قوم میں سے ہوں جن کی تلوار نے تیرے بھائی کو قتل کرکے تجھے مسندِ خلافت پر مشرف کیا۔

شادوا بذکرك بعد طول خمولہ　واستنقذوك من الحضیض الاوھد

ایک طویل گمنامی کے بعد تیرے ذکر کو بلند کیا اور پستی کے گڑھے سے تجھے نجات دلائی۔

جب مامون تک یہ اشعار پہنچے تو اس نے صرف یہ کہا خدا اس کا برا کرے اس نے کتنا سخت بہتان باندھا ہے، میں کب گمنام تھا، میں نے تو آغوشِ خلافت میں پرورش پائی ہے، اور اس کے دودھ سے میں نے غذا حاصل کی ہے۔ جب اسے دعبل کے ہجو کی خبر ملی تو اس نے کہا کہ جو شخص میرے وزیر ابو عباد کی ہجو کہنے کی جرأت کرتا ہے وہ میری برائی کرنے سے کب باز رہ سکتا ہے یہ ایک ایسی بات ہے جو بظاہر خلاف معلوم ہوتی ہے اور اس میں تاویل کی ضرورت ہے کیونکہ یہ بظاہر مقصدِ کلام کے خلاف معلوم ہوتا ہے وزیر کو تو کہنا چاہیئے تھا کہ جو شخص خلیفہ کی ہجو کرنے کی جرأت کرے وہ بھلا میری ہجو سے کب باز رہ سکتا ہے۔ لہٰذا مامون کے کہنے کا یہ مطلب ہو سکتا ہے کہ جس شخص نے ابو عباد کے برا کہنے کی جرأت کی وہ نہایت تیز مزاج اور مشتعل ہونے والا انسان ہے، ابو عباد در اصل تھا بھی ایسا، تو میری ہجو سے کیونکر باز رہ سکتا ہے، جب کہ میں حلیم اور درگذر کرنے والا بھی ہوں۔

اگر طوالت کا خوف نہ ہوتا تو میں اس موقع پر بہت سے حلیم اور بُردبار بادشاہوں کا ذکر کرتا، لیکن قصّوں کا بیان کرنا اس فصل کا موضوع نہیں ہے، انشاء اللہ (اس قسم کے مفید اور سبق آموز واقعات) کا ذکر دوسری فصل میں آئے گا،

بعض کا خیال ہے کہ بادشاہ کے لیے کینہ پرور ہونا ایک قابلِ تعریف صفت ہے، بزرجمہر کہتا ہے کہ بادشاہ کو چاہیے کہ وہ اونٹ سے بھی زیادہ کینہ رکھنے والا ہو لیکن میں اس خیال میں اس کے ساتھ متفق نہیں ہوں اور کہتا ہوں کہ یہ بات کیسے کہی جا سکتی ہے کیونکہ جب بادشاہ کینہ پرور ہوگا تو رعیت کی طرف سے اس کی نیت خراب ہو جائے گی، وہ جب رعایا سے بغض رکھے گا تو اس کی توجہ اور مہربانی رعایا کے حق میں کم ہو جائے گی، اور جب رعایا اس کو محسوس کرے گی تو اس کی نیت میں بھی تغیر پیدا ہو کر بادشاہ کی طرف سے دلوں میں میل آجائے گا، اور کیا یہ ممکن ہے کہ رعایا کا دل صاف رکھے بغیر کوئی بادشاہ سلطنت کے اہم امور کو خاطر خواہ طریقے پر انجام دے سکے، اور اپنی مرضی کے مطابق مقاصد میں کامیابی حاصل کرے، کینہ پروری میں بادشاہ کے لیے آخر کونسی مصلحت ہو سکتی ہے، اس کا نتیجہ سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ بادشاہ کا عیش مکدر ہو، اپنی رعیت سے وہ بغض رکھے، اور رعایا کو اس سے وحشت ہو، عرب کا ایک شاعر کہتا ہے:

ولا احمل الحقد القدیم علیھم　　　ولیس رئیس القوم من یحمل الحقدا

میں ان کے خلاف دل اپنے سینے میں کینہ نہیں رکھتا، کیونکہ جو شخص دل میں کینہ رکھے وہ قوم کا سردار نہیں ہو سکتا خاص کر ایسی صورت میں کہ لوگ غلطی کے مرتکب ہوتے رہتے ہیں، اور فطری طور پر ان کی طبیعت میں جلد بازی ہوتی ہے، لہٰذا اکثر ان کی طرف سے کینہ پیدا کرنیوالی باتیں صادر ہوتی رہتی ہیں اس لیے اگر بادشاہ بھی کینہ پرور ہوگا) تو عمر بھر غصہ اور کینہ کی مصیبت میں مبتلا رہے گا۔ جس سے اس کی زندگی ہمیشہ کے لیے تلخ ہو جائیگی،

Marfat.com

(اور اس کی یہ عادت) اکثر امور سلطنت کی انجام دہی میں مانع ہوگی ؛

ہم نے اکثر دیکھا ہے کہ رعایا اور فوج نے اپنے بادشاہ پر حملہ کرکے اس کو مملکت سے محروم کردیا ہے بلکہ اس کی زندگی بھی ختم کردی ہے۔ ایسے واقعات کی ابتدا، عمر بن الخطابؓ سے ہوئی ہے جن کو مغیرہ بن شعبہ کے غلام ابو لولوۂ نے حملہ کرکے مار ڈالا تھا، اس کے بعد حضرت عثمانؓ کو دیکھو کہ کس طرح ان کے خلاف ان کی رعایا ہر طرف سے جمع ہوگئی چند روز تک ان کے مکان میں ان کا محاصرہ کیا پھر اندر داخل ہوکر ان کو ایسی حالت میں قتل کردیا جبکہ قرآن پاک ان کی آغوش میں تھا، مصحف شریف بھی آپ کے خون کے قطروں سے رنگین ہوگیا، تیسرا واقعہ حضرت علیؓ کا یاد کرو جن کے سر پر عبدالرحمٰن بن ملجم لعنۃ اللہ نے اپنی تلوار چلاکر ان کو کوفہ میں قتل کر ڈالا، ابن ملجم فرقۂ خوارج میں سے تھا،

یہ حالات ہیں قرن اول کے جبکہ انسان انسان تھے اور مذہب مذہب تھا، اس کے بعد تم ایک حکومت سے دوسری میں، اور ایک عہد سے دوسرے عہد میں منتقل ہوئے۔ خلافت عباسیہ کے درمیانی زمانہ تک چلے آؤ اور متوکل علی اللہ سے مستکفی باللہ تک کے بعد دیگرے ان واقعات پر نظر ڈالو جو خلفاء پر گذرے ہیں، کسی کو قتل کیا گیا اور کسی کو معزول۔ کسی کو لوٹا گیا، اور کسی کی آنکھیں نکال لی گئیں، اور یہ سب کچھ اس لیے ہوا کہ فوج اور رعایا کی نیت ان کی طرف سے خراب ہوگئی تھی، اس کے بعد تم دولتِ آلِ بویہ اور سلجوقیہ کے حالات کا مطالعہ کرو ان میں بھی اسی قسم کی عجیب باتیں نظر آئیں گی۔ اس طرح ترکوں کے بادشاہ اونک خاں کا انجام دیکھو کہ کس طرح اس کی نیت چنگیز خاں کی طرف سے بدلی، اور بہت سی باتوں میں جن کی خبر چنگیز خاں کے حاسدوں نے اسے دی تھی وہ چنگیز خاں سے کینہ رکھنے لگا اور اس نے چنگیز خاں کو مار ڈالنے کا ارادہ کرلیا اس کی اطلاع

Marfat.com

چنگیز خاں کے خادموں نے چنگیز خاں کو دیدی اور وہ رات ہی کو (وہاں سے) چلدیا، پھر اس نے لشکر جمع کر کے اونک خاں پر حملہ کر دیا، اور اسے مار ڈالا، اور اس کے ملک پر قابض ہوگیا، لہٰذا تم کو معلوم ہونا چاہیے کہ کینہ بادشاہ کے لیے سب سے بُری خصلت ہے اور بادشاہ کے شایاں شان درگذر، معافی، چشم پوشی، اور (رعایا کی غلطیوں کو) بھول جانا ہے، ایک شاعر نے کیا خوب کہا ہے :-

اِقبَلُ عن الناس ما تیسر ودع من الناس ما تعسر

لوگ جو کچھ آسانی سے کر سکیں اسے قبول کرلو، اور جو کچھ ان پر دشوار گذرے اسے نظر انداز کرو۔

فانما الناس من زجاج ان لم ترفق به تکسر

اس لیے کہ لوگ شیشہ کے مانند ہیں اگر تم شیشہ سے نرمی نہ کروگے تو وہ ٹوٹ جائے گا۔

ایک دوسرے شاعر نے کینہ پروری کی تعریف کی ہے، اس شاعر کے علاوہ دنیا میں کوئی شخص ایسا نہیں ملا جس نے دنیا میں کینہ کو قابلِ تعریف قرار دیا ہو، وہ کہتا ہے۔

وما الحقد الا توأم الشکر فی الفتی وبعض السجایا ینتسبن الی بعض

نوجوان کے حق میں کینہ اور شکر گذاری کا جوڑ ہے، اس لیے کہ بعض خصلتیں بعض کے ساتھ نسبت رکھتی ہیں۔

فحیث تری حقد اعلی ذی اساءۃ فثم تری شکرا علی سالف القرض

جہاں تم کسی بُرائی والے کے خلاف کینہ دیکھوگے، وہیں تمکو گذشتہ احسان پر شکر گذاری بھی نظر آئے گی۔

اذا الارض ادت ریع ما انت زارع من البذر فیها فھی ناھیک من ارض

وہ زمین تمہارے لیے کافی ہے جو تمہیں اس تخم کی پیداوار دیدے جو تم اس میں بوتے ہو۔

یہ قول قابلِ اعتماد نہیں اور اگر کوئی اس پر اعتماد کرے تو وہ جو بادشاہ نہ ہو، اس لیے کہ بادشاہ کو سب سے زیادہ اِس امر کی ضرورت ہے کہ لوگوں کی نیت اس کی طرف سے اچھی ہو اور ان کے دل صاف ہوں۔

سخاوت بھی بادشاہ کے لیے ایک پسندیدہ صفت ہے جو درحقیقت لوگوں کے دل اپنی طرف مائل کرنے، دُنیا سے نصیحت حاصل کرنے اور شریفوں سے خدمت لینے کی بنیاد ہے۔ شاعر کہتا ہے :۔

اذا لم یکن ملك ذا ھبة　　فدعه فدولته ذا ھبة

جب بادشاہ صاحبِ کرم نہ ہو تو اُسے چھوڑ دو اس لیے کہ اُس کی حکومت جانے والی ہے۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ سخی انسان کے قصور سے درگذر کرو اس لیے کہ جب کبھی اُس سے لغزش ہوتی ہے تو خدا اُس کا ہاتھ پکڑ لیتا ہے اور جب وہ افلاس میں مبتلا ہوتا ہے تو اس پر اپنے فضل کا دروازہ کھولدیتا ہے، حضرت علیؓ کا قول ہے کہ سخاوت کرنے والا آبروؤں کا محافظ ہوتا ہے۔ سخاوکرم کی جو داستانیں منقول ہیں اُن میں وہ بات نہیں پائی جاتی جو قان العادل اوکتائیؒ بن چنگیز خاں کے متعلق بیان کی جاتی ہیں، وہ اپنی سخاوت میں تمام سخی بادشاہوں سے بڑھا ہوا تھا۔ شعر

مناقب تفتق ما رقعتم　　من جود کعب وسماح حاتم

کعب اور حاتم کی سخاوت اور کرم کے جو قصے تم نے جوڑ رکھے ہیں اُن سب کو اس کے فضائل نے چاک چاک کر دیا۔

حسنِ اتفاق سے اوکتائیؒ خاں مستنصر باللہ کا ہمعصر تھا، مستنصر نے اگرچہ سخاوت میں غیر معمولی درجہ حاصل کر لیا تھا، لیکن پھر بھی اوکتائیؒ خاں سے اُس کی فیاضی کا کیا مقابلہ ہوسکتا ہے۔ مستنصر کے پاس اتنی دولت کہاں تھی کہ وہ سخاوت میں اوکتائیؒ خاں کا مقابلہ کرتا۔

ہیبت اور وقار بھی بادشاہ کی ایک صفت ہے جس کی وجہ سے نظامِ مملکت محفوظ رہتا ہے اور رعایا کی طمع سے بادشاہ محفوظ رہتا ہے، اگلے زمانہ کے بادشاہ ہیبت اور وقار قائم رکھنے میں بڑی زیادتی سے کام لیتے تھے، یہاں تک کہ

Marfat.com

اِس مقصد کے لیے بعض بادشاہ شیر، ہاتھی اور چیتے باندھ رکھتے تھے، بڑی اور چھوٹی نفیریاں، ڈھول اور جھانجھ بجواتے تھے، اور یہ سب اس لیے تھا کہ رعایا کے دلوں میں بادشاہ کی ہیبت قائم ہو، اور سلطنت کا وقار باقی رہے، چنانچہ جب عضد الدولہ اپنے تخت پر بیٹھتا تھا تو شیر، ہاتھی، اور چیتے زنجیروں میں بندھے ہوئے لائے جاتے تھے، اور مجلس کے آس پاس بٹھا دیئے جاتے تھے، تاکہ لوگوں کے دلوں میں رعب اور خوف پیدا ہو۔

سیاست بھی بادشاہوں کی ایک صفت ہے اور یہی بادشاہ کا سرمایہ ہے، اسی پر خونریزی روکنے مال و دولت و عصمت کو بچانے، برائیوں سے منع کرنے، مفسدوں کو کچلنے، اور ان مظالم سے (لوگوں کو) باز رکھنے کا مدار ہے جو فتنہ و فساد اور اضطرابات کا سبب ہیں۔

وفائے عہد بھی ایک شاہی صفت ہے، خداوند تعالیٰ فرماتا ہے،

اَوْفُوْا بِالْعَهْدِ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا۔ عہد پورا کرو اِس لیے کہ عہد کے متعلق (قیامت کے دن) سوال ہوگا۔

مملکت کے پوشیدہ اسرار اور رعایا کے نازک مسائل سے واقفیت حاصل کرنا، نیکوکار کو اُس کی نیکی کی جزا، اور بدکار کو اُس کی بدی کی سزا دینا بھی بادشاہ کی ضروری صفات ہیں۔ بادشاہ اردشیر اپنی رعایا کے اعلیٰ اور ادنیٰ طبقے کے لوگوں میں سے جس شخص سے چاہتا تھا یہ کہتا تھا، کہ رات تم نے فلاں فلاں کام کیے تھے یہاں تک کہ لوگ یہ کہنے لگے کہ اردشیر کے پاس آسمان سے ایک فرشتہ آکر اُسے حالات سے باخبر کر دیتا ہے۔ حالانکہ یہ صرف اردشیر کے باخبر رہنے اور حالات کا جائزہ لینے کا نتیجہ تھا۔

یہ ہیں نیکی کی دس خصلتیں، جس شخص میں یہ پائی جائیں وہ امارت کبریٰ

Marfat.com

کا مستحق ہوتا ہے، اور اگر مختلف رائے اور مذہب رکھنے والے اصحاب ہوائے نفس کو چھوڑ کر پوری تحقیق کے ساتھ غور کریں تو انھیں معلوم ہوگا کہ استحقاقِ امامت کے لیے یہی شرائط معتبر ہو سکتی ہیں اور انھیں کے ساتھ دو معتبر اصول یعنی اسلام اور قریشی ہونے کی شرط بھی ضروری ہے، لیکن جس کے متعلق نص شرعی پایا جاتا ہے وہ اس سے خارج ہے۔ اور ان کے علاوہ اور باتیں لاحاصل (اور غیر ضروری) ہیں۔

بزرجمہر کہتا ہے کہ بادشاہ کو راز پوشیدہ رکھنے، اور صبر کرنے میں زمین، فتنہ پردازوں کے حق میں آگ، نرمی کرنے والوں کے لیے پانی کی طرح نرم ہونا چاہیے۔ اسی طرح اس کو سماعت کی تیزی میں گھوڑے کی طرح، بصارت میں عقاب کی مانند راستہ پانے (اور پتہ لگانے میں) ٹیڑھی، چوکنا رہنے میں کوّا، حملہ کرنے میں شیر، اور حملہ کی تیزی میں چیتے کی طرح ہونا چاہیے۔

بادشاہ کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ خود رائی سے کام نہ لے اور اہم امور میں خاص لوگوں، عقلمندوں اور رائے والوں سے مشورہ لے لیا کرے، اور جن لوگوں میں ذکاوت، عقل، درستیٔ رائے، صحت تمیز، اور واقف کاری پائی جائے اُن کے مشورے سے بادشاہ کو فائدہ اٹھانا چاہیے، قابلِ مشورہ شخص سے اُنس پیدا کرنے اُس کے ساتھ بے تکلف ہونے، اور اُس کے دل کو ہاتھ میں لینے میں شاہی عزت و وقار کو مانع نہ ہونا چاہیے، تاکہ مشورہ دینے والا مخلصانہ اور بے لوث مشورہ دے سکے، اس لیے کہ مجبور ہو کر کوئی شخص کسی کو مشورہ نہیں دیتا، بلکہ دلی رغبت سے نصیحت کرتا ہے۔ اِس مضمون کو کسی شاعر نے کیا اچھی طرح بیان کیا ہے،

اھان واقصی ثم یستنصحوننی　　　ومن ذاالذی یعطی نصیحتہ قسرا

Marfat.com

میری توہین کی جاتی ہے میں دور رکھا جاتا ہوں، پھر لوگ مجھ سے نصیحت کے خواہاں ہوتے ہیں (دنیا میں) کون ایسا ہے جو مجبور رہو کر نصیحت کرے۔

خداوند تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ   اور (صحابہ سے) اہم کام میں مشورہ لیا کرو۔

یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہمیشہ صحابہ سے مشورہ لیا کرتے تھے۔

جنگِ بدر کے موقع پر آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کی ایک جماعت کے ساتھ مدینہ سے باہر نکلے، جب مقام بدر پر پہونچے تو آپؐ نے ایک ایسی جگہ قیام فرمایا، جہاں پانی نہ تھا، آپ کے ایک صحابی نے آپ کے پاس پہنچ کر عرض کیا، اے رسولِ خداؐ آپ کا یہاں قیام فرمانا کیا خدا کے حکم سے ہے یا آپ اپنے ارادے سے یہاں ٹھہر گئے ہیں، آپ نے فرمایا اپنے ارادے سے، صحابی نے عرض کیا اے رسول اللہ مناسب تو یہ ہے کہ آپ یہاں سے روانہ ہو کر پانی پر ٹھہریں تاکہ پانی ہمارے پاس ہو اور پیاسے رہنے کا اندیشہ نہ رہے، اور جب مشرکین آئیں تو انھیں پانی نہ ملے، اور یہ بات ہمارے لیے مفید اور ان کے حق میں نقصان دہ ہوگی، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم سچ کہتے ہو، پھر آپ نے وہاں سے کوچ کرنے کا حکم دیا، اور پانی پر جا کر ٹھہر گئے۔

خدا نے اپنے رسول کو دوسروں سے مشورہ حاصل کرنے کا حکم دیا ہے حالانکہ خدا کی تائید اور توفیق رسول کے ساتھ ہے، اس مسئلہ کی توجیہہ میں متکلمین مختلف ہیں، اور اس کی چار توجیہیں کرتے ہیں۔

۱۔ آپ کو مشورے کا حکم صحابہ کی تالیف قلوب اور ان کے دلوں کو خوش کرنے کے لیے دیا گیا ہے۔

۲۔ مشورے کا حکم صرف لڑائی کے متعلق دیا گیا ہے تاکہ صحیح رائے قائم ہو کر

Marfat.com

اس کے موافق عمل کیا جائے۔

۳۔ مشورے کا حکم اس لیے ہے، کہ اس میں فائدہ بھی ہے اور مصلحت بھی۔

۴۔ مشورے کا حکم اس لیے دیا گیا ہے کہ لوگ (اپنے معاملات میں) اس کی پیروی کریں، میرے نزدیک یہ آخری وجہ ان سب میں بہتر اور مناسب ہے عقلمندوں کا قول ہے کہ مشورہ لے کر غلطی کرنا بغیر مشورہ لیے ہوئے صحیح کام کرنے سے بہتر ہے۔

کلیلہ اور دمنہ کا مصنف کہتا ہے کہ بادشاہ کے لیے ایک امانت دار مشیر کی ضرورت ہے جس کے سامنے وہ اپنا راز بیان کرے اور اس کی رائے سے مدد حاصل کر سکے، اس لیے کہ مشورہ لینے والے کی رائے اور عقل اگرچہ مشورہ دینے والے سے زیادہ صحیح اور کامل ہو، لیکن پھر بھی مشیر کی رائے سے اس میں تقویت پیدا ہو سکتی ہے جس طرح کہ تیل ڈالنے سے آگ کی روشنی زیادہ ہو جاتی ہے، شاعر کہتا ہے :-

اذا اعوز الرأی المشورة فاستشر   برای نصیح او مشورة حازم

"جب کسی رائے کو مشورے کی ضرورت ہو تو نصیحت کرنے والے کی رائے اور ذی عقل آدمی کا مشورہ حاصل کرو"

بادشاہ کی ذات میں بعض امتیازی خصوصیات ہوتی ہیں جن کی بنا پر وہ عام لوگوں سے ممتاز ہو جاتا ہے، ان میں سے ایک خصوصیت یہ ہے کہ جب وہ کسی چیز کو پسند کرتا ہے تو لوگ بھی اُسے پسند کرنے لگتے ہیں اور جب وہ کسی چیز سے نفرت کرتا ہے تو لوگ بھی اس سے متنفر ہو جاتے ہیں، اسی طرح اگر وہ کسی چیز کا دلدادہ ہوتا ہے تو لوگ بھی اس کے شائق بن جاتے ہیں، اور یا تو وہ اپنے دل سے ایسا کرتے ہیں، یا محض مصنوعی طور پر تاکہ اس طرح بادشاہ کے دل میں اپنی جگہ حاصل کریں، اسی وجہ سے کہا گیا ہے :- "لوگ اپنے بادشاہ کے مذہب پر ہوتے ہیں"

Marfat.com

لوگوں کے لباس اور طرز و انداز کو دیکھو کہ وہ خلفا کے زمانے میں کیسا تھا، اور جب سے یہ دولت[1]، خدا اُس کے احسان کو کامل اور اُس کی شان کو بلند کرے، مالک بن گئی ہے تو لوگوں نے تمام چیزوں میں اپنے طور و طریق کو چھوڑ دیا ہے، گفتگو، لباس، ساز و سامان، رسوم اور آداب غرض ہر چیز میں اپنے بادشاہوں کی پیروی کرنے لگے ہیں، حالانکہ نہ ان کو مجبور کیا جاتا ہے، نہ اس کے متعلق ان کو حکم دیا جاتا ہے اور نہ کسی چیز سے) انھیں روکا جاتا ہے، بلکہ وہ خود سمجھ گئے ہیں کہ اُن کا طرز و انداز اِن بادشاہوں کی نظر میں قابلِ نفرت ہے، اور ان کی پسند کے خلاف ہے اس لیے اُن کا طرز اختیار کرکے اُن سے تقرب حاصل کرنے لگے ہیں یہ قاعدہ ہے کہ ہر زمانے میں بادشاہ کوئی خاص طرز یا فن پسند کرتے ہیں۔ اور رعایا بھی اُس کی طرف مائل ہوکر اس کی شائق بن جاتی ہے اور یہ دولت کی ایک خصوصیت اور سلطنت کا ایک راز ہے۔

بادشاہ کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس کی صحبت تکبر اور غرور پیدا کرکے دل کو مضبوط، اور نفس کو بڑا بنا دیتی ہے، بادشاہ کے علاوہ کسی دوسرے کی صحبت یہ اثر نہیں کرتی۔

بادشاہ کی ایک امتیازی صفت یہ بھی ہے کہ جب وہ کسی سے بے رخی اختیار کرتا ہے تو وہ اپنے اندر ایک کمزوری محسوس کرنے لگتا ہے خواہ اس کو بادشاہ کی طرف سے کوئی نقصان نہ پہنچا ہو، اور جب کسی کی طرف التفات کی نظر سے دیکھتا ہے تو وہ اپنے اندر ایک خاص قوت پاتا ہے اگرچہ اُسے بادشاہ کوئی خاص فائدہ نہ پہنچائے بلکہ محض التفات اور بے توجہی سے یہ نتائج پیدا ہوتے ہیں، بادشاہ کے علاوہ کسی دوسرے انسان کو یہ مرتبہ حاصل نہیں۔

[1] یعنی دولتِ تاتاریہ۔

Marfat.com

وہ خصلتیں جو بادشاہ کی ذات میں نہ ہونی چاہئیں ان کا تذکرہ عبداللہ بن مقفع نے ایک موقع پر اس طرح کیا ہے،

"بادشاہ کو چاہیے کہ وہ غصہ نہ کرے اس لیے کہ اس کے اختیارات اس کی ضرورت سے زیادہ وسیع ہیں، اسے جھوٹ بھی نہ بولنا چاہیے کیونکہ کوئی شخص بادشاہ کو اس کے ارادے کے خلاف مجبور نہیں کر سکتا، اُسے بخیل بھی نہ ہونا چاہیے اس لیے کہ اُسے اور لوگوں کی طرح مفلس ہونے کا اندیشہ کم ہے، بادشاہ کو اپنے دل میں کسی کی طرف سے کینہ بھی نہ رکھنا چاہیے، اس لیے کہ اس کا اقتدار اس سے بڑھ کر ہے کہ وہ کسی شخص کو اس کے کیے کی سزا دے، بادشاہ کو دورانِ گفتگو میں قسم بھی نہ کھانا چاہیے، اس لیے کہ انسان چند خاص وجوہ کی بنا پر قسم کھانے کے لیے مجبور ہوتا ہے، یا تو وہ اپنے اندر ایک کمزوری محسوس کرتا ہے اور اُسے ضرورت ہوتی ہے کہ لوگ اس کی تصدیق کریں، یا روانیِ کلام میں رکاوٹ اور عجز محسوس کرتا ہے تو قسم کو بطریق تتمۂ کلام یا بھرتی کے کام میں لاتا ہے یا اس لیے کہ وہ لوگوں میں جھوٹا مشہور ہے، اور خود کو اس شخص کی طرح خیال کرتا ہے جس کی بات بغیر قسم کے مانی نہیں جاتی۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ جتنی زیادہ قسمیں کھاتا ہے لوگ اُسے اتنا ہی زیادہ جھوٹا سمجھتے ہیں اور یقیناً بادشاہ ان تمام ذلیل صفات سے بلند ہے اور اس کی قدر و منزلت (ایسی رکیک باتوں سے) بالاتر ہے۔"

منجملہ ان خصلتوں کے جن کا وجود بادشاہ کی ذات میں نہ ہونا چاہیے ایک جلد بازی بھی ہے، کیونکہ جلد بازی سے بسا اوقات ایسا فعل صادر ہوتا ہے جس پر انسان نادم ہو جاتا ہے جبکہ ندامت سے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوتا، اس لیے تم دیکھو گے کہ جلد باز لوگ اکثر جلد ہی اپنا خیال تبدیل کر لیتے ہیں، اور اسی وجہ سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جلد باز لوگ میری امت کے

Marfat.com

اچھے لوگوں میں نہیں ہیں۔

جو خصلتیں بادشاہ میں نہ ہونی چاہئیں ان میں ایک یہ بھی ہے کہ بادشاہ کو (کام کرنے سے) نہ تو تنگدل ہونا چاہیے اور نہ اکتانا یا زچ آنا چاہیے کیونکہ یہ باتیں اس کے لیے نہایت نقصان پہنچانے والی اور اس کے حالات کو بگاڑنے والی ہیں۔

جس طرح رعیت پر بادشاہ کے حقوق ہیں اسی طرح رعیت کے بادشاہ پر بھی حقوق ہیں، رعایا پر جو حقوق بادشاہ کے ہیں ان میں سب سے اہم اطاعت ہے، اور یہ وہ اصلی حق ہے جس سے رعایا میں نظم پیدا ہو جاتا ہے، اور بادشاہ کو یہ قدرت حاصل ہوتی ہے کہ وہ کمزور انسان کا حق طاقت ور سے حاصل کر کے لوگوں میں انصاف کی تقسیم قائم کرے، قرآن پاک میں اطاعت شعاری کی ترغیب میں یہ مشہور آیت وارد ہے۔

یَاأَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ۔	اے ایمان والو! خدا اور رسول ؐ اور اس فرماں روا کی اطاعت کرو جو تم میں سے ہو۔

عربی زبان میں ایک ضرب المثل ہے۔ لا امرۃ لمن لا یُطاع "جس شخص کی اطاعت نہیں کی جاتی وہ امیر نہیں بن سکتا"۔ ہم کو تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی اور نہ کسی سلطنت کے حالات میں اس کا پتہ چلتا ہے کہ اُس کو لشکر اور رعایا کی طرف سے ایسی اطاعت گذاری نصیب ہوئی ہو جو اس زبردست مغولیہ سلطنت کے حصے میں آئی ہے، کسریٰ کی سلطنت بھی باوجود اپنی عظمت و اقتدار کے اس حد تک نہیں پہنچی، نعمان بن المنذر بادشاہ حیرہ کسریٰ کی طرف سے عرب کا حاکم تھا، حیرہ اور مدائن کے درمیان جو اکاسرہ کا دارالسلطنت تھا صرف چند فرسخوں کا

Marfat.com

فاصلہ تھا، لیکن باوجود اسکے نعمان آئے دن کسریٰ کی نافرمانی کرتا تھا، اور جب اس کے دربار میں پہنچتا تو اس کے احترام کا لحاظ نہ کرتا تھا، اور گستاخانہ جوابات سے باز نہ رہتا تھا، اور جب چاہتا تھا باغی ہو کر جنگل میں چلا جاتا تھا اور کسریٰ کے شر سے محفوظ ہو جاتا تھا، اب رہے دولِ اسلامیہ تو ان کو اس دولت سے کچھ نسبت ہی نہیں کہ ان کا مقابلہ اس سے کیا جائے، خلفائے اربعہ یعنی ابوبکر صدیقؓ عمر بن الخطابؓ عثمانؓ بن عفان اور علی بن ابی طالب کی حکومت ہر چیز میں بجائے دُنیوی رتبہ کے ایک دینی منصب کا حکم رکھتی تھی ان میں سے کوئی خلیفہ تو موٹے قسم کا سوتی کپڑا پہنتا تھا، اور اس کے پیر میں کھجور کی چھال سے بنی ہوئی چپل ہوتی تھی، اس کی تلوار کا پرتلہ بھی کھجور ہی کی چھال کا ہوتا تھا، وہ بازار میں عام رعیت کی طرح پھرتا تھا، اور جب رعیت کے کسی ادنیٰ فرد سے باتیں کرتا تھا تو اس کو یعنی (رعایا کا آدمی خلیفہ کو) نہایت سخت باتیں تک سنا ڈالتا تھا، خلیفہ ان تمام امور کو دین کا جزء سمجھتا تھا جس کی اشاعت کے لیے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تھے،

کہا جاتا ہے کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے پاس یمن سے کچھ چادریں آئیں اور آپ نے ان کو مسلمانوں میں تقسیم کر دیا، ہر مسلمان کے حصے میں ایک چادر آئی اور حضرت عمر کو بھی وہی حصہ ملا جو ہر ایک مسلمان کو ملا تھا، حضرت عمر نے اس (چادر کو) جو آپ کے حصہ میں آئی تھی قطع کرایا اور اس کا کرتہ بنوا کر پہنا۔ پھر آپ منبر پر چڑھے اور لوگوں کو جہاد کا حکم دیا، مسلمانوں میں سے ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا کہ نہ تو آپ کا حکم سنا جائے گا اور نہ اس کی تعمیل ہوگی، آپ نے کہا یہ کیوں؟ اس نے کہا، آپ نے ہمارے مقابلہ میں زیادہ حصہ لیا ہے۔ آپ نے پوچھا کس چیز کا زیادہ حصہ لیا ہے، اس نے کہا یمن کی چادریں جب آپ نے تقسیم کی تھیں تو ہر ایک مسلمان

کو ایک ایک چادر ملی تھی چنانچہ آپ کے حصے میں بھی ایک ہی چادر آئی تھی، اور ایک چادر سے آپ کا پورا کپڑا تیار نہیں ہو سکتا تھا، لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ آپ نے پورا کرتہ قطع کرا لیا ہے دراں حالیکہ آپ لمبے قد کے آدمی بھی ہیں لہذا اگر آپ نے زیادہ نہ لیا ہوتا تو آپ کا کرتہ تیار نہ ہوا ہوتا، حضرت عمرؓ نے اپنے بیٹے عبداللہ کی طرف دیکھا اور کہا اے عبداللہ تم اس کا جواب دو۔ عبداللہ بن عمرؓ نے کھڑے ہو کر کہا، امیرالمومنین! عمرؓ نے جب اپنی چادر قطع کرنا چاہی تو ان کے لیے کافی نہ ہوئی اس لیے میں نے اپنی چادر میں سے (اتنا حصہ ان کو دے دیا جس سے انھوں نے (اپنا کرتہ) پورا کر لیا، اس شخص نے کہا اچھا اب آپ کا حکم سنا جائے گا اور اس کی تعمیل بھی ہو گی، اس قسم کی سیرت دُنیوی بادشاہوں کی طرز کی نہیں ہے بلکہ نبوت اور امورِ آخرت سے زیادہ مشابہت رکھتی ہے۔

خلافت بنی امیہ نے اگرچہ ترقی کی اور اس کی شان بڑھی اور مملکت وسیع ہوئی، لیکن ان کی اطاعت ان (تاتاریوں) کی طرح نہ تھی، بنی امیہ شام میں تھے اور بنی ہاشم مدینے میں ان کی پرواہ نہیں کرتے تھے، اور جب کوئی ہاشمی بنی امیہ کے کسی خلیفہ کے پاس پہنچتا تھا تو اُسے نہایت سخت باتیں سناتا اور ہر کچھ کہہ ڈالتا تھا۔

دولت عباسیہ میں بھی رعایا کی اطاعت گذاری اس تاتاری دولت کی حد تک نہ پہنچ سکی تھی، باوجودیکہ اس کی مدت دراز ہو کر پانسو سال سے متجاوز ہو گئی تھی، درحقیقت مملکتِ عباسیہ نے بڑی وسعت اختیار کی، (بعض عباسی خلفاء نے دنیا کے وسیع تر حصے سے خراج وصول کیا) جس وقت دولتِ عباسیہ کا ذکر آئیگا اس موقع پر ہم اس کی طرف اشارہ کریں گے۔ ہاروں رشید کے زمانہ میں دنیا کا بہترین حصہ اس کے قبضہ میں تھا، اس حقیقت پر تاریخی کتب شاہد ہیں، ان میں سے ابتدائی خلفاء نے دُنیا کے بہترین نصف حصہ کا خراج وصول کیا ان کی شان و شوکت ترقی پر تھی منصور، مہدی، رشید، مامون، معتصم، معتضد، اور متوکل

دولتِ عباسیہ کے ابتدائی خلفاء ہیں، لیکن باوجود اس کے اُن کی حکومت مختلف لحاظ سے ضعف اور کمزوری سے خالی نہ تھی مثلاً رومیوں کا خراج دینے سے انکار کردینا، ہر سال خلفائے عباسیہ اور روم کے نصرانی بادشاہوں کے درمیان جنگ برپا ہونا، مگر باوجود اِس کے درومیوں سے خراج کی وصولی اُن کے لیے دشوار تھی وہ ہمیشہ خراج کی ادائیگی روک دیا کرتے تھے، معتصم کا عموریہ والا واقعہ تو تم کو معلوم ہوگا، شاید تم کو اس واقعہ کا کچھ حال (دولتِ عباسیہ کے بیان میں) اس کتاب میں ملے گا۔

دولتِ عباسیہ کی کمزوری کا سبب ان کے خلاف اُٹھنے والوں کی بغاوتیں بھی ہیں جو ہر وقت رونما ہوتی رہتی تھیں۔ ان کی وجہ سے منصور کو حکومت کی لذت کبھی نصیب نہ ہوئی، کھانا پینا اِن بغاوتوں نے حرام کر رکھا تھا، منجملہ اِن بغاوتوں کے حجاز میں نفس زکیہ عبداللہ بن حسن بن الحسن بن علی بن ابی طالب کی بغاوت ہے، چنانچہ دونوں کے درمیان متعدد لڑائیاں ہوئیں، آخرکار علیٰی بن موسیٰ بن محمد بن علی بن عباس کو نفس زکیہ سے لڑنے کے لیے حجاز بھیجا گیا، جس نے نفس زکیہ کو مدینہ کے قریب احجار الزیت کے مقام پر مار ڈالا، یہ واقعہ سنہ فلاں کا ہے، اسی وجہ سے نفس زکیہ کو قتیل احجار الزیت کہتے ہیں، اِس کے بعد نفس زکیہ کے بھائی ابراہیم بن عبداللہ نے منصور کے خلاف بصرے میں بغاوت کی۔ منصور کو اِس سے بڑی پریشانی ہوئی، اُسے اُٹھتے بیٹھتے یہی ایک فکر تھی، یہاں تک کہ اس نے ابراہیم بن عبداللہ کے مقابلہ کے لیے علیٰی بن موسیٰ کو روانہ کیا، علیٰی نے کوفہ کے قریب ایک گاؤں میں جس کا نام باخمریٰ ہے مار ڈالا۔ چنانچہ اُنھیں قتیل باخمری کہا جاتا ہے، ان پر خدا کی رحمت نازل ہو۔ اِنہی واقعات کی بنا پر منصور نے علوی خاندان سے کینہ رکھنا شروع

کیا اور اُن کے ساتھ اسی طرح کے بُرے سلوک کیے، جب اِس کتاب میں سلسلۂ کلام دولتِ عباسیہ تک پہنچے گا تو اِن واقعات کا کچھ حصّہ تم کو وہاں مل جائے گا۔

اسی طرح ہر ایک خلیفہ کے زمانے میں بغاوتیں مسلسل جاری رہیں یہاں تک کہ لوگوں کو اپنے گھروں میں آرام سے سونا نصیب نہ تھا، انھیں ہمیشہ فتنہ و فساد اور لڑائی کا اندیشہ لگا رہتا تھا (ان کی بے چینی کا وہی حال تھا) جو ملحدین کے قلعوں کے قریب قزوین والوں کا حال تھا۔ ملک امام الدین یحییٰ بن افتخاری نے بیان کیا ہے کہ مجھے یاد ہے کہ جب ہم قزوین میں تھے تو رات کے وقت ہم اپنا تمام اثاثہ اور کپڑے وغیرہ تہہ خانوں میں چھپا دیتے تھے یہ تہہ خانے ہم نے خفیہ طور پر اپنے گھروں میں بنا رکھے تھے، ملحدوں کے حملے کے خوف سے ہم کوئی چیز زمین پر نہیں چھوڑتے تھے، صبح کے وقت ہم اپنا سامان باہر نکال لیتے تھے، پھر جب رات آتی تو ایسا ہی کرتے تھے، اِسی (بدامنی) کی وجہ سے قزوین والے اپنے ساتھ چھریاں اور ہتھیار رکھنے لگے تھے، یہ صورتِ حال بدستور قائم رہی یہاں تک کہ شمس الدین قاضیِ قزوین کا زمانہ آیا، اور وہ قاآن کے پاس پہنچے (اور ملحدوں کی سرکوبی کے لیے) فوج لے کر آئے، اور ملحدوں کے تمام قلعوں کو مسمار کر ڈالا، یہ موقع اِن واقعات کو تفصیل سے بیان کرنے کا نہیں ہے، اِن کا ذکر جملۂ معترضہ کے طور پر یہاں آگیا ہے اِس موقع پر یہ اصل مقصد سے غیر متعلق ہیں۔ اسی طرح (بغاوت کا فتنہ) موفق بن المتوکل کے ساتھ پیش آیا چودہ سال تک زنگیوں کے ساتھ سرحد پر اس کی جنگ ہوتی رہی، اور اِس تمام مدت میں وہ کوفہ بصرہ اور واسط سے اُن پر برابر حملہ آور ہوتا رہا یہاں تک کہ اُس نے انھیں ختم کر دیا، اِس عرصہ میں زنگیوں نے وہاں شہر بسا لیے تھے، اسی طرح موفق نے بھی وہاں شہر آباد کر دیئے تھے، جو بعد میں ویران ہو گئے اور اُن کے آثار ابھی تک باقی ہیں۔

Marfat.com

(یہ تھا ابتدائی خلفائے عباسیہ کا حال) رہے آخری خلفار تو وہ نہایت کمزور تھے۔ یہاں تک کہ تکریت کے باشندے تک ان سے باغی ہو گئے تھے، چنانچہ اس کے متعلق ان کا شاعر کہتا ہے :۔

فی العسکر المنصور نحن عصابۃ   من دولۃ اخسس بہا من معشر
فتح یاب لشکر میں گردشِ زمانہ کی وجہ سے ہم ہر گروہ سے زیادہ ذلیل ہیں۔

خذ عقلنا من عقدنا فیما تری   من خستۃ ورقاعۃ و تھور
ہماری ذلت حماقت اور گراوٹ تم دیکھ رہے ہو اسی سے ہماری سمجھ کا اندازہ کر لو

تکریت تعجزنا و نحن بعقلنا   نمضی لناخذ ترمذا من سنجر
تکریت کا ہم سے انتظام نہیں سنبھتا اور ہم یہ سمجھے ہوئے ہیں کہ جا کر سنجر سے ترمذ لے لیں گے

بنی عباس کے آخری خلفار نے صرف مملکتِ عراق پر قناعت کر لی تھی یہاں تک کہ اربل بھی ان کے حکومت میں داخل نہ تھا، یہ ہمیشہ ان کے قلمرو سے خارج رہا یہاں تک کہ خلیفہ مستنصر کے زمانے میں والی اربل مظفر الدین بن زین الدین علی کو جیک ہر گیا، اور مستنصر نے علی شرف الدین اقبال شرابی کو جو سالار لشکر تھا فوجی تیاری کے ساتھ اربل فتح کرنے کے لیے روانہ کیا۔ شرابی اربل پہنچا اور کئی روز تک اس نے شہر کا محاصرہ کیا اور آخر کار اس کو فتح کر لیا۔ جس روز اس کے فتح کرنے کی خوش خبری بغداد میں پہنچی تو وہاں فتح کے شادیانے بجائے گئے، اب تم خود اس دولت کی حالت پر غور کرو جس کے فرمانروا کے دروازے پر قلعۂ اربل کی فتح کی خوشی میں شادیانے بجائے جاتے ہیں اور شہر کو آراستہ کیا جاتا ہے۔ حالانکہ اربل اس دولت (تاتاریہ) کے عہد میں چھوٹا حقیر ترین اور بے حیثیت صوبہ ہے میں اس کو تسلیم کرتا ہوں کہ مختلف اطراف کے بادشاہ مثلاً ملک شام و مصر، اور حاکم موصل ہر سال تحفے اور ہدیے کے طور پر کوئی چیز خلفار کے پاس بھیجتے تھے۔

اور ان سے خواہش کرتے تھے کہ وہ ان کے ملک کی حکومت (محض تبرکاً) ان کے سپرد کردیں تاکہ اس کے ذریعہ سے انہیں رعایا پر قابو حاصل ہو اور ان پر اپنی حکومت لازم قرار دیں، اور شاید خلفاء ان مختلف اطراف کے بادشاہوں کو ان کے تحفوں کا معاوضہ تحفوں کی مناسبت سے یا ان سے کچھ زیادہ دیدیا کرتے تھے، اور یہ سب کچھ ظاہری عزت کو برقرار رکھنے اور سکہ اور خطبہ قائم رکھنے کے لیے کیا جاتا تھا، یہاں تک کہ اگر کسی شخص کا کسی چیز پر ظاہری طور سے قبضہ ہو اور حقیقت میں وہ چیز اس کے اقتدار سے خارج ہو تو اس کے متعلق لوگ ضرب المثل کے طریقے پر کہنے لگے کہ فلاں شخص اپنے معاملے میں صرف سکے اور خطبے پر قانع ہوگیا ہے یعنی اُس نے صرف نام ہی پر قناعت کرلی ہے حقیقت کچھ بھی نہیں ہے۔ یہ دولتِ عباسیہ کا ایک مختصر حال ہے۔

دولتِ آلِ بویہ اور سلجوقیہ نے وسعت اختیار نہیں کی۔ عضد الدولہ بنی بویہ میں اور طغرل بک بنی سلجوق میں بڑی قوت اور شوکت کے مالک تھے لیکن پھر بھی ان کی حکومت نہ تو عام ہوئی اور نہ ان کی مملکت کو وسعت نصیب ہوئی۔

دولت خوارزم شاہی کی سوار فوج اگرچہ چار لاکھ سواروں پر مشتمل تھی مگر پھر بھی اس کی مملکت وسیع نہ ہوسکی اور صرف قریب ہی گرد و نواح تک محدود رہی، البتہ جلال الدین نے ہندوستان پر حملہ کیا تھا۔

منجملہ اُن حقوق کے جو بادشاہ کے لیے رعایا پر واجب ہیں ظاہرا اور باطن میں بادشاہ کی عزت اور احترام ہے، اور شاہی تعظیم کے لئے طبیعت کو ایسا عادی بنالینا ہے کہ تعظیم طبیعت میں ایک عادتِ راسخہ بن جائے (رعایا کو) اپنی اولاد کی تعلیم و تربیت بھی اسی خصلت پر لازمی ہے تاکہ شاہی احترام ان کی طبیعتوں میں جاگزیں ہوسکے۔

Marfat.com

اس موقع پر ایک واقعہ بیان کر دینا بے محل نہ ہوگا، اور وہ یہ کہ جب بادشاہِ وقت، خدا اس کی بنیادِ سلطنت کو مضبوط کرے اور تمام دنیا میں اس کے عدل وانصاف کا سایہ پھیلائے، ۶۹۸ھ میں بغداد پہنچا تو "مستنصریہ" کا معائنہ کرنے اور اس کی سیر کرنے کے لیے گیا، اس کے آنے سے پہلے مستنصریہ کو آراستہ کیا گیا تھا، مدرسین اپنی اپنی مسندوں پر بیٹھے تھے اور ان کے آگے فقہاء قرآن پاک کے اجزاء اپنے ہاتھوں میں لیے پڑھ رہے تھے، اتفاقاً شاہی سواری جماعتِ شافعیہ کے سامنے سے گذری، جس کے مدرس شیخ جمال الدین عبداللہ بن عاقولی تھے، یہ (بزرگ) بغداد میں شافعیوں کے صدر تھے، جب ان لوگوں نے بادشاہ کو دیکھا تو کھڑے ہو گئے۔ بادشاہ نے شافعی مدرس سے کہا" یہ کس طرح جائز ہو سکتا ہے کہ تم کلام اللہ چھوڑ کر میری تعظیم کے لیے کھڑے ہو جاؤ"۔ مدرس نے ایک ایسا جواب دیا جو بارگاہ سلطانی میں قبول نہ ہوا، خدا دنیا میں اس (بادشاہ) کا بول بالا کرے اور آخرت میں اس کا درجہ بلند کرے۔

اس واقعہ کے بعد مدرس نے یہ اعتراض وجواب مجھ سے بیان کیے۔ اعتراض تو وہی تھا جو میں اوپر لکھ چکا ہوں البتہ مدرس کا جواب مجھے یاد نہیں رہا، میں نے اس سے کہا کہ اس اعتراض کے جواب میں یہ کہا جا سکتا تھا کہ مصحف کو اپنے سامنے چھوڑ کر کسی دوسرے کام میں مشغول ہو جانا ہماری شریعت میں حرام نہیں اور نہ ایسا کرنے سے کوئی گناہ ہم پر لازم آتا ہے۔ پھر وہی مصحف جس کو چھوڑ کر بادشاہ کی تعظیم کے لیے کھڑے ہو گئے تھے، اس میں ہم کو ہمارے بادشاہوں کی تعظیم کا حکم دیا گیا ہے۔

منجملہ اُن حقوق کے جو رعایا پر بادشاہ کے لیے لازم ہیں ایک نصیحت کرنا (یعنی نیک مشورہ دینا) بھی ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے "اَلدِّیْنُ النَّصِیْحَۃُ"

Marfat.com

دین نصیحت کا نام ہے۔ عرض کیا گیا کس کے لیے نصیحت کی جائے، آپ نے فرمایا اللہ کے لیے، اس کے رسول کے لیے اور مسلمانوں کی جماعت کے لیے۔"

ان حقوق میں سے ایک یہ بھی ہے کہ بادشاہ کی غیبت سے اجتناب کیا جائے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، حاکموں کو گالیاں نہ دو اس لیے کہ اگر وہ اچھا کرتے ہیں تو ان کے لیے نیک بدلہ ہے اور تم پر ان کا شکر لازم ہے، اور اگر وہ بُرا کرتے ہیں تو ان پر گناہوں کا بوجھ ہے، اور تم پر صبر لازم ہے یہ (ظالم حکام) دراصل خدا کا انتقام ہیں جس سے چاہتا ہے خدا یہ انتقام لیتا ہے۔ لہذا کراہت اور غصے سے خدا کے انتقام کا مقابلہ نہ کرو بلکہ خاکساری اور عاجزی سے کرو۔

بادشاہ پر رعایا کے جو حقوق ہیں ان میں مرکز کی حمایت، سرحدوں کی حفاظت، اطرافِ ملک کا استحکام، راستوں میں امن قائم کرنا، اور فسادات کا انسداد بھی شامل ہے، یہ وہ حقوق ہیں جو بادشاہ پر واجب ہیں اور فرائض کی طرح اس پر عائد ہوتے ہیں اور انہیں حقوق کو اپنے ذمے لینے سے رعایا پر اس کی اطاعت لازم آتی ہے، اسی قسم (کے حقوق کو بادشاہ پر واجب سمجھتے ہوئے) خارجیوں نے امیرالمومنین علی رضی اللہ عنہ کے خلاف جنگ صفین کے بعد حجت قائم کی تھی وہ کہتے تھے کہ آپ نے اس سرحد یعنی سرحد شام کی حفاظت میں دو حکم مقرر کر کے کوتاہی سے کام لیا اس لیے آپ خطاکار اور کوتاہی کرنے والے ہیں ایسی صورت میں ہمارے اوپر آپ کی اطاعت فرض نہیں ہے اگر آپ اس غلطی کا اعتراف کرلیں، اور (خدا سے) مغفرت کے خواستگار ہوں تو پھر ہم آپ کے مطیع ہو کر آپ کے ساتھ دشمن سے لڑنے کے لیے تیار ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کو بتایا کہ حکم مقرر کرنے کے مسئلے میں (دوسروں کی رائے) ان پر غالب آگئی، خود ان کی رائے حکم مقرر کرنے کی نہ تھی، خارجیوں نے

Marfat.com

اپنی بات پر اصرار کیا اور ان کا کہنا نہ مانا اور انھیں چھوڑ کر ان سے لڑے، یہاں تک کہ نہروان کا مشہور واقعہ پیش آیا۔

رعایا پر نرمی کرنا اور ان کی لغزشوں سے درگذر کرنا، ایک ایسا حق ہے جو رعایا کے لیے بادشاہ پر عائد ہوتا ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "نرمی جس میں ہو وہ اس کے لیے باعثِ زینت ہے اور جس میں پھوٹ ہو وہ اس کے لیے موجب عیب"۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ نرمی کرنے سے ایسی باتوں کا ظہور ہوتا ہے جو منصب نبوّت کے شایان شان ہیں۔

صلاح الدین یوسف بن ایوب بادشاہِ مصر وشام، نہایت نرم اخلاق تھا، اور یہ اس کی (ایک خاص صفت) تھی، ایک مرتبہ وہ ایک طویل مرض میں مبتلا ہوگیا تھا۔ اس مرض نے اسے حددرجہ کمزور کردیا تھا اور اس کی طاقت سلب ہوچکی تھی، اسی حال میں لوگ اسے حمام میں لے گئے اور اس نے ایک غلام سے جو قریب کھڑا تھا، گرم پانی طلب کیا وہ غلام طشت میں نہایت گرم پانی بھرلایا اور جب وہ صلاح الدین کے پاس پہنچا تو اس کا ہاتھ کانپنے لگا اور طشت اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا جس سے صلاح الدین کا بدن جل گیا، لیکن اس نے غلام سے کچھ بھی نہ کہا، پھر کچھ دیر بعد اس نے ٹھنڈا پانی مانگا، غلام اس مرتبہ نہایت ٹھنڈا پانی لے کر آیا، اور وہی صورت پیش آئی جو پہلے واقع ہوئی تھی، یعنی اس کا ہاتھ کانپا اور طشت کا وہ ٹھنڈا پانی صلاح الدین پر گرا جس سے وہ بیہوش ہوگیا اور مرتے مرتے بچا۔ جب اُسے ہوش آیا تو اُس نے غلام سے کہا کہ " اگر تو مجھے مارنا ہی چاہتا ہے تو ویسے ہی مجھے بتادے "۔ اس جملہ کے علاوہ اس نے اور کچھ نہ کہا۔

کہتے ہیں ایک گندہ دہن شخص کسی رئیس کے پاس گیا، اور اُس سے کچھ مشورہ کرنے لگا۔ رئیس نے کہا کہ مجھ سے دور رہو، تم نے مجھے سخت اذیت

پہنچائی ہے، اس نے کہا یہاں کوئی عزت اور احترام کا سوال نہیں، ہم نے جو آپ کو سردار بنایا ہے تو صرف اس لیے کہ آپ ہماری طرف سے اس سے بھی زیادہ سخت تکلیفیں برداشت کریں، اور ہمارے ساتھ اس سے بھی بڑھ کر مصیبتیں جھیلیں۔

بادشاہ پر رعایا کے جو حقوق ہیں ان میں طاقتور کو کمزور پر ظلم کرنے سے باز رکھنا، اور کم حیثیت کا بڑی حیثیت والے سے انصاف حاصل کرنا اور ان میں (شرعی) حدود قائم کرنا۔ رعایا کے حقوق اپنی اپنی جگہ قائم کرنا، فریاد کرنے والوں کی فریاد رسی کرنا، اور نزدیک یا دور رہنے والے، اور ذلت یا عزت رکھنے والے (غرض) ہر (طبقہ) کے لوگوں کے ساتھ یکساں طور پر انصاف کرنا ہے۔

عمر بن الخطابؓ نے ایک شخص سے کہا "میں تجھ سے محبت نہیں رکھتا" اُس نے کہا "تو کیا پھر آپ میرے حق میں سے کچھ رکھ لیں گے؟" آپؓ نے جواب دیا "نہیں" اُس نے کہا "تو پھر محبت کے (لفظ) سے صرف عورتیں خوش ہو سکتی ہیں"۔

بادشاہ پر لازم ہے کہ خدا کے احسان کو پہچانے کہ خدا نے اُس کو اس بلند مرتبہ کے لیے تمام مخلوق میں سے منتخب کیا ہے اور اُسے ایسا منصب عطا فرمایا ہے کہ سب اُس سے ڈرتے ہیں اور وہ کسی سے نہیں ڈرتا، اس لیے بادشاہ کو چاہیے کہ وہ ہمیشہ (احساناتِ خداوندی کی) یاد کرے اور خدا کا شکر ادا کرتا رہے (نعمتوں) کی یاد اس حکم کی تعمیل ہیں کرے:۔

فَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ۔ اپنے پروردگار کی نعمت کی یاد کیا کرو۔

اور شکر گذار اس لیے رہے تاکہ اور زیادہ ترقی ہو، کیونکہ خدا کا ارشاد ہے:۔

لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ اگر تم شکر ادا کرو گے تو میں اور زیادہ دوں گا۔

یہ بھی ضروری ہے کہ بادشاہ اور اُس کے پروردگار کے درمیان (مناجات اور عبادت کا) ایک پوشیدہ تعلق ہو اور بجز خدا کے کسی دوسرے کو اس کا علم

Marfat.com

نہ ہو، یہ تعلق بُرائی کے ہلاکت خیز مواقع سے بادشاہ کو بچاتا رہے گا، اس مسئلہ کو تمام اہلِ مذاہب نیز حکما نے تسلیم کیا ہے، حکما کے خیال کے مطابق بھی اس مقصد کی تائید) میں تاویل ہوسکتی ہے۔

اس کی بھی ضرورت ہے کہ بادشاہ (کے پڑھنے) کے لیے چند خاص دعائیں ہوں، جن کے ذریعہ وہ اپنے رب کے ساتھ مصروفِ مناجات رہے یہ دعائیں ایسی ہونی چاہئیں جو بادشاہ کے مناسب حال ہوں، اور عوام کے لیے غیر موزوں، کچھ غیر مناسب نہ ہوگا اگر اس موقع پر میں شاہی دعا کی ایک علیحدہ فصل قائم کروں، اور یہ وہ دعا ہے جس کو خود میں نے اپنی طبیعت سے نکالا ہے۔ اور میں نہیں جانتا کہ اس سے پہلے کسی کو یہ خیال پیدا ہوا ہو۔

ایک مختصر فصل دعا کے متعلق

اے خدا میں اپنی طاقت اور قوت سے تیرے سامنے برائت اختیار کرتے ہوئے، تیری طاقت اور قوت کی پناہ چاہتا ہوں۔ میں تیری حمد کرتا ہوں کہ تو مجھے عدم سے وجود میں لایا اور بہت سی قوموں پر تو نے مجھے فضیلت عطا فرمائی، اور اپنی مخلوق کی باگ میرے ہاتھوں میں دے کر اپنی زمین پر مجھے خلیفہ بنایا، اے خدا مشکلات میں میری دستگیری کر، اور حقایقِ اشیا کی اصلی صورت مجھ پر ظاہر فرما، اور جو باتیں تجھے پسند ہوں اُن کی مجھے توفیق عطا کر، مجھے لغزشوں سے محفوظ کر دے، اپنے احسان سے مجھے محروم نہ کر، بُرائیوں کے مہلک مواقع سے مجھے بچا، حاسدوں کے مکر اور مخالفین کی شماتت سے میری حفاظت کر، اور تمام معاملات میں مجھ پر مہربانی فرما، اور اے ارحم الراحمین تو ہر جہت سے میرے لیے کافی ہو جا۔

رعایا کے باکمال افراد کے ساتھ سلوک کرنا اور اپنے احسانات سے انہیں مخصوص کرنا بھی بادشاہ کے لیے پسندیدہ ہے، حکماء کا قول ہے کہ اہلِ کمال اشخاص کو صرف بادشاہوں کے پاس عزت

Marfat.com

ں چاہیے، یا پھر اُنھیں صوفیوں کے پاس دُنیا سے الگ ہو کر رہنا چاہیے، جس طرح ہاتھی کے لیے یہی موزوں ہے کہ صرف دو جگہ نظر آئے، یا جنگل میں وحشی رہ کر یا شاہوں کے پاس اُن کی سواری بن کر، جس طرح کہ ایک شاعر کہتا ہے۔

مثل الفیل اما عند ملكٍ　　　　　　و اماني مرا تعہ منیعا

ی کی طرح یا تو کسی بادشاہ کے پاس ہو۔ یا اپنی چراگاہوں میں (ہر خطرے سے) محفوظ رہے

کمینوں، بازاریوں، اور جاہلوں کے ساتھ نشست و برخاست رکھنا بادشاہ لیے ایک مذموم صفت ہے، اس لیے کہ اُن کے مبتذل، (تہذیب سے) گرے ہوئے الفاظ رذیل خیالات، اور ذلیل باتوں کے سُننے سے پست ہمتی پیدا ہوتی ہے، رو منزلت کم ہوتی ہے اور دل پر کدورت چھا جاتی ہے جو بادشاہ کے لیے باعث یب ہے، بخلاف اِس کے شرفا اور اہلِ کمال افراد کی صحبت ہمت کو بلند اور قلب پاکیزہ بنا کر ذہن کو کھول دیتی ہے اور زبان (کی قوتِ گویائی) کو ترقی بخشتی ہے

یہ بادشاہوں کی ایک عام عادت ہے کہ وہ رعایا کے عام لوگوں کو اپنی صحبت یں رکھ کر اُن سے میل جول پیدا کرتے ہیں، اور خدمت لیتے ہیں، خلفار میں سے لیک بھی اس عادت سے خالی نہیں رہا، گویا کہ اُن کی زبانِ حال یہ کہتی ہے کہ ہم بڑوں کو تو بڑا ہی رہنے دیتے ہیں، لیکن جب کسی شخص کو ہم خصوصیت بخشتے ہیں اور س کے ذکر کو بلند کر کے اُسے دوسروں پر ترجیح دیتے ہیں، تو اُس کا شمار بھی خاص لوگوں میں ہونے لگتا ہے، اور یہ بالکل اُسی طرح جیسے کہ ہم کسی خاص شخص سے بے توجہی اختیار کر کے اُس کو ذلیل کریں، یہاں تک کہ وہ ذلیل لوگوں میں شامل ہو جائے، یہ دراصل بادشاہ کی ایک خصوصیت ہے جس کا ذکر پہلے آچکا ہے اور یہ سب کچھ خداوندی خصوصیات سے ماخوذ ہے، اس لیے کہ اگر توجہاتِ خداوندی میں سے ایک ذرہ بھی کسی انسان کو نصیب ہو تو وہ انسان امام، یا بادشاہ

Marfat.com

بن جاتا ہے، اور اگر زمانے کو اِس توجہ الٰہی کا ذرہ مل جائے تو تمام قوموں کے لیے (زمانے کا وہ حصہ) دن عید اور رات شب برات کا مصداق ہو جاتا ہے، اور ذرۂ عنایت کسی جگہ کے حصے میں آئے تو وہ جگہ خانۂ کعبہ، بیت المقدس کوئی خاص محل اجتماع، جامع مسجد، زیارت گاہ، یا خداوندی تقرب حاصل کرنے کی کوئی اور جگہ بن جاتی ہے، یہ موقع ایک واقعہ بیان کرنے کا ہے۔

بغداد میں ایک حمال تھا جسے عبدالغنی بن الدرنوس کہتے تھے، خلیفہ مستنصر تک (کسی طرح) اُس کی رسائی ہوگئی، اور وہ دارالخلافت (یعنی محل شاہی) کے ایک بُرج کا محافظ مقرر ہوگیا، وہ ہمیشہ مستنصر کے بیٹے مستعصم باللہ آخری خلیفہ عباسی کے پاس رسوخ حاصل کرتا رہا، جو عہدِ مستنصری میں قید کی حالت میں تھا، بُرج کے محافظ (عبدالغنی) مستعصم کی خدمت کرتا رہا یہاں تک کہ مستنصر مر گیا، اور اس کا بیٹا ابو احمد عبداللہ المستعصم سریر آرائے خلافت ہوا، اُس نے اِس محافظ برج کے حق خدمت کا اعتراف کرکے اُس کو بُرجوں کے تمام نگہبانوں کا افسر مقرر کیا، اور اپنے آخری دور میں اُس کو اپنے اندرونی محل کا حاجب بنایا، مستعصم نے اسے اپنا خاص آدمی بنا کر دوسرے (سرداروں پر) اُسے فوقیت دی، اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ جب وہ وزیر کے پاس جاتا تو وہ بھی اُس کی تعظیم کے لیے کھڑا ہو جاتا تھا، اور جب تک ابن الدرنوس وہاں موجود رہتا تھا تو وزیر اور لوگوں کو اپنی مجلس سے ہٹا دیتا تھا، مجلسِ وزارت کو (غیر اشخاص) سے خالی کرنے کا سبب یہ تھا، کہ (وزیر کو یہ خیال ہوتا تھا) کہ ممکن ہے ابن الدرنوس خلیفہ کے پاس سے آرہا ہو اور اس کا کوئی زبانی پیام لایا ہو۔

عبدالغنی کو نجم الدین الخاص کا لقب دیا گیا، اور وہ خلیفہ کے خاص لوگوں میں شمار ہونے لگا، اس کی قدر و منزلت یہاں تک بڑھی کہ وہ خلیفہ کے حضور

Marfat.com

میں صاحبِ دیوان (جیسے عہدہ دار) کی سفارش اور طرفداری کرتا تھا، اور خود صاحبِ دیوان اپنی اطلاعات اور اہم معاملات کی خبر نجم الدین الخاص کے ذریعہ سے پہنچاتا تھا، صاحبِ دیوان اُس کو سالانہ ایک بڑی رقم بھی دیا کرتا تھا، تاکہ وہ اس کے راز کی حفاظت کرتا رہے اور بارگاہِ خلافت میں اُسے بڑھاتا رہے۔

ابن الدرنوس کے متعلق میرے اور جمال الدین علی بن محمد الدتبرداني کے درمیان بحث ہوئی، ابن الدرنوس کے ساتھ احسان کرنے میں مستعصم کی رائے کو میں نے درست بتایا، میں نے کہا کہ ابن الدرنوس نے مستعصم کی خدمت کرکے اپنا حق اس پر قائم کر دیا تھا اور مستعصم نے اسے اس کی خدمت کا صلہ دیا تھا لہٰذا اس میں کوئی عیب کی بات نہیں، جمال الدین نے کچھ ایسا جواب دیا جس کا مطلب یہ ہے کہ اس جیسے احمق کو لوگوں کی عزت و آبرو اور جان و مال پر مسلط کرکے اس کو امورِ مملکت میں اس حد تک شریک کرنا کہ وزیر کا عزل و نصیب بھی تقریباً اس کے اختیار میں ہو جائے، خلیفہ مستعصم کا ایک قبیح فعل ہے اور اس کی جہالت پر دلالت کرتا ہے ورنہ اس کا مقصد اگر صرف احسان کرنا اور اس کی خدمات کا صلہ دینا ہوتا تو مناسب یہ تھا کہ صرف مال دے کر یہ حق ادا کر دیا جاتا یا اس کی قدر و منزلت اس حد تک بلند کی جاتی کہ امورِ سلطنت کے کسی کام میں خلل واقع نہ ہوتا اور نہ کوئی اعتراض خلیفہ کی عقل کے متعلق پیدا ہوتا۔" درحقیقت اس مسئلہ میں جمال الدین کی رائے میری رائے کے مقابلے میں زیادہ باریکی پر مبنی ہے اور وہی ٹھیک بھی ہے۔

میرے اور جمال الدین کے درمیان یہ بحث ایک خط کے ذریعہ سے ہوئی تھی میں نے اس کے پاس ایک خط بھیجا تھا جس میں بہ اقتضائے حالات اس مسئلہ کا ذکر بھی آ گیا تھا۔ جمال الدین نے اس خط کا جواب لکھا اور میرا خط واپس کر دیا

Marfat.com

کیونکہ میں نے اس کے واپس کرنے کی استدعا کی تھی، میرے اور اس کے ہا
کے لکھے ہوئے خط آج کی تاریخ تک میرے پاس موجود ہیں۔

ایک لائق بادشاہ کا عالی ہمت اور کشادہ دل ہونا، شان امارت کو
پسند کرتے ہوئے اس کو قائم رکھنے کے اسباب فراہم کرنا اور اسے (اپنی ہمت او
عزم کا) مطمح نظر قرار دینا، اپنے افکار و خیالات کو مملکت کی توسیع اور اپنے در
کو بلند کرنے میں صرف کرنا، تنعم اور عیش پرستی کی طرف ہمہ وقت مائل نہ ہو
اور لذاتِ جسمانی میں منہمک نہ رہنا ایسی صفات ہیں جو بادشاہ کے شایان شا
ہیں اور اس کی لیاقت (اور منصب شاہی کی اہلیت کو مکمل کرتی ہیں) فار
کا ایک حکیم کہتا ہے تمام لوگوں کی ہمتیں چھوٹی اور بادشاہوں کی بڑی ہوتی ہیں
بادشاہوں کی عقل ہر ایک اہم مسئلہ میں مصروف رہتی ہے اور عوام الناس کی عقل
(اور معمولی) باتوں میں، بادشاہ کو معلوم ہونا چاہیے کہ ریاست ایک دلہن ہے
جس کا مہر لوگوں کی جانیں ہیں (جو اس کے قیام اور حفاظت میں قربان کی جا
ہیں)۔

جب معاویہ نے امیرالمومنین علی علیہ السلام کے لشکر کو جنگ صفین کے
موقع پر دیکھا تو عمرو بن العاص کی طرف التفات کرتے ہوئے کہا کہ جو شخص کس
عظیم مقصد کو طلب کرتا ہے تو وہ اس کے حصول کے لئے ایک عظیم چیز کو
خطرے میں بھی ڈالتا ہے، میں جس مقصد کے لیے کوشش کر رہا ہوں اس کے
متعلق غور کرنے کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ عزت کی طلب میں مرنا ذلت
کی زندگی سے بلحاظ انجام کے بہتر ہے۔

ھی النفس ان ماتت فقد مات قبلها کرام وان تسلم فلك حمد ثان
یہ تو انسان ہے اگر مر جائے تو کوئی تعجب نہیں) اس سے پہلے بھی بہت سے ذی عزت لوگ مر چکے ہیں اور

اگر زندہ بچ رہے تو اُس کی زندگی حوادث کے لیے وقف ہے۔

اذا النفس لم تشره الی شرف العُلی   فتلك من الاموات للحیوان

اگر انسان بلند مراتب کے حصول میں حریصانہ رغبت نہ رکھے تو انسان (دوسرے) زندہ لوگوں کے مقابلہ میں مردہ شمار ہوگا۔

اسی مضمون کے مطابق امرأ القیس کا یہ قول بھی ہے۔

ولو انما اسعی لادنی معیشة	اگر میں ذلیل زندگی کے لیے کوشش کرتا تو مال و
کفانی و لم اطلب قلیل من المال	دولت کی قلیل مقدار میرے لیے کافی ہوتی اور میں
ولکنما اسعی لمجد مؤثل	(زیادہ) طلب نہ کرتا، لیکن میں تو ایک مستحکم عزت
وقد یدرك المجد المؤثل امثالی	وشرافت کا طالب ہوں اور کبھی مجھ جیسے لوگ مستحکم

عزت حاصل کر لیتے ہیں

بادشاہ کی لیاقت کو یہ بات بھی مکمل کرتی ہے کہ اُس کی قوتِ انتخاب (فطری طور پر) بے عیب ہو اور اس میں (کسی خارجی سبب سے بھی) کسی قسم کی خرابی واقع نہ ہوئی ہو۔ اس بنا پر وہ آدمیوں کا بہترین انتخاب کر سکتا ہے، اشخاص کے انتخاب میں ناصر دُنیا میں ایک نمایاں شان رکھتا تھا، اگر کسی شخص کی صحیح حالت معلوم کرنا اس کے لیے دشوار ہو جاتا تو اِس (مشکل کو آسان کرنے) کا یہ طریقہ اختیار کیا تھا کہ وہ لوگوں میں یہ خبر شایع کر دیتا تھا کہ وہ (ناصر) اُس شخص کو فلاں عہدے پر مقرر کرنا چاہتا ہے، پھر تقرر کے فیصلے میں چند روز تک دیر لگاتا تھا، اس دوران میں اُس شخص کے متعلق شہر میں مختلف افواہوں کی کثرت ہو جاتی تھی، اور لوگوں میں اختلاف پیدا ہو کر ایک فریق خلیفہ کی رائے درست خیال کرتا تھا، اور اس شخص کی خوبیاں بیان کرتا تھا، اور ایک فریق خلیفہ کے خیال کو غلط بتا کر اس شخص کے عیوب بیان کرتا تھا، خلیفہ کی طرف سے مخبر اور اطلاعات بہم پہنچانے والے لوگ

Marfat.com

مقرر تھے جن سے عام لوگ واقف نہ تھے، اور وہ رعایا کی مختلف جماعتوں سے ملتے جلتے رہتے تھے، لوگوں کی پرجوش رائے زنی کا حال یہ خبر رساں جماعت اس کے پاس لکھ بھیجتی تھی، خلیفہ اپنی صحتِ نظر اور قوتِ تمیزی سے معلوم کر لیتا تھا کہ کونسا خیال صحیح اور درست ہے، اگر اُس کی نظر میں اُس شخص کی خوبیاں مرجح ہوتیں تو اُسے عہدے پر مامور کر کے خلعت وغیرہ دیتا تھا۔ اور اگر اس شخص میں عیب نکالنے والوں کا قول اُس کے نزدیک وزنی ہوتا اور اُس کی بُرائی عیاں ہو جاتی تو اُسے چھوڑ کر بے رخی اختیار کر لیتا تھا، الحاصل حسنِ انتخاب (شاہی صفات میں) اصل اصیل ہے۔ شاعر کہتا ہے :-

من کان راعیہ ذئبا فی حلوبتہ　　　فھو الذی نفسہ فی امرہ ظلما

جسکی دودھ دینے والی مویشی میں بھیڑیا چرواہا ہو۔ تو ایسے شخص نے اپنے معاملہ میں خود اپنے اوپر ظلم کیا ہے۔

یرجو کفایتہ والغدر عادتہ　　　ومن یرد خائنا یستشعر الندما

وہ ایسے شخص سے اہلیت کی امید رکھتا ہے جس کی عادت بے وفائی ہے۔ اور جو شخص خائن کو پسند کرتا ہے وہ (آخر کار) ندامت محسوس کرتا ہے۔

بادشاہ کے لیے یہ بھی بُرا ہے کہ وہ عورتوں کی طرف توجہ کرنے میں زیادتی کرے، اُن کی محبت میں منہمک رہے، اور اُن کے ساتھ تخلیہ کرنے میں اپنا وقت گذارے، عورتوں سے مشورہ لینا کمزوری کا باعث، فساد برپا ہونے کا سبب، اور کم عقلی کی نشانی ہے، جیسا کہ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "اُن سے مشورہ لو اور اُن کی مخالفت کرو۔"

اس حدیث پر بظاہر ایک سوال ہے اور اس کا ایک جواب بھی، سوال یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کہے کہ جب عورتوں کی رائے کی مخالفت مقصود ہے تو اُن سے مشورہ لینے کا حکم دینے سے کیا فائدہ بلکہ صرف یہ کہنا کافی تھا، کہ جس بات کا

Marfat.com

مشورہ دیں اس کی مخالفت کیا کرو، اِس سوال کا جواب دوطرح پر ہو سکتا ہے ایک یہ کہ پہلا حکم جواز کے لیے ہے، اور دوسرا وجوب کے لیے، یعنی جب تم اُن سے مشورہ لو تو ان کی مخالفت کرو، دوسرا جواب یہ ہے کہ حق بات ہمیشہ ان کی رائے کے خلاف ہوتی ہے، لہٰذا ایسے موقع پر کہ حق بات معلوم کرنا تمہارے لیے دشوار ہو جائے تو اُن سے مشورہ لو اور جب وہ کسی بات کی طرف مائل ہوں تو سمجھ لو کہ حق اس کے خلاف ہے، اس تقریر سے، اُن سے مشورہ لینے کا فائدہ ظاہر ہو گیا، اور وہ یہ کہ اس کے ذریعہ سے صحیح بات کی طرف رہبری ہوتی ہے۔

بیان کیا گیا ہے عضد الدولہ فنا خسرو بن بویہ کو اُس کی کنیزوں میں سے ایک عورت نے اپنی محبت میں فریفتہ کر لیا تھا، وہ کنیز اُس پر اس درجہ غالب آئی کہ اس کی وجہ سے تدبیر مملکت سے غافل ہو گیا یہاں تک کہ اس کی مملکت میں خلل رونما ہوا، (عضد الدولہ کی اصلاح کے خیال سے ایک مرتبہ) وزیر نے تخلیہ میں اس سے ملاقات کی اور کہا، اے بادشاہ! اس کنیز نے آپ کی توجہ مصالح ملکی کی طرف سے ہٹا دی ہے، یہاں تک کہ مختلف صورتوں سے ملک میں خلل واقع ہو گیا ہے، اس کا سبب بجز اِس کے اور کچھ نہیں کہ آپ نے اصلاح مملکت کو چھوڑ کر اِس لونڈی کی طرف اپنی ساری توجہ منعطف کر رکھی ہے، مناسب یہ ہے کہ آپ اِسے چھوڑ دیں، اور جو فسادات پیدا ہو گئے ہیں اُن کی اصلاح کی طرف توجہ کریں۔" چند روز کے بعد (ایسا اتفاق ہوا کہ) عضد الدولہ دجلہ کے کنارے اپنے برآمدے پر بیٹھا تھا، اُس نے کنیز کو بلایا، جب وہ آ گئی تو اُسے تھوڑی دیر تک باتوں میں مصروف رکھا، جب وہ باتوں میں ایسی منہمک ہو گئی کہ اسے اپنا کچھ ہوش نہ رہا تو عضد الدولہ نے اسے دجلہ میں ڈھکیل دیا اور وہ ڈوب گئی۔ اور اِس طرح اس کا دل کنیز کی محبت سے خالی ہو گیا، اور وہ

امورِ سلطنت کی اصلاح میں مصروف ہوا، عضدالدولہ کی طرف سے اِس فعل (کے صادر ہونے) کو لوگ ایک بڑی (ہمت کا کام) سمجھے اور اس کو اُس کے نفس کی قوت کی طرف منسوب کیا، کیونکہ اُس کا نفس اپنی محبوبہ کے مار ڈالنے پر (باوجود جذبۂ محبت کے) غالب آیا، لیکن میں اِس فعل کو عضدالدولہ کی کمزوریٔ نفس کی دلیل سمجھتا ہوں نہ کہ قوتِ نفس کی کیونکہ اگر کنیز کی محبت کے متعلق وہ اپنے نفس میں اس قدر شدید تاثر محسوس نہ کرتا تو اُس کے قتل کا مرتکب نہ ہوتا، بخلاف اِس کے اگر وہ اُسے زندہ چھوڑ کر بے توجہی اختیار کرتا تو البتہ یہ قوتِ نفس کی دلیل سمجھی جاتی۔

رعایا کے ہر طبقے کے لیے ایک خاص سیاست کی ضرورت ہے، اہلِ فضل کے ساتھ مکارمِ اخلاق اور لطیف پیرایہ کے ساتھ (احکام و ارشادات صادر کرکے سیاست عمل میں لائی جاتی ہے، متوسط طبقے کے لیے ترغیب کے ساتھ ترہیب کو بھی شریک کرکے سیاست کو کام میں لایا جاتا ہے، اور عام لوگوں کی سیاست میں صرف ترہیب سے کام لینے، سیدھے راستے پر انھیں بالجبر قائم رکھنے، اور صحیح امور پر انھیں (حکومت) کے زور سے برقرار رکھنا ضروری ہے۔

بادشاہ اور رعایا (کے باہمی تعلق) کی مثال ایسی ہے جیسے طبیب اور مریض کی، اگر مریض کا مزاج نازک ہوتا ہے تو طبیب اُس کے لیے لطیف تدبیریں اختیار کرتا ہے، ناگوار دواؤں کو خوشگوار چیزوں میں شامل کرکے اُسے دیتا ہے اور ہر ممکن طریقے سے ایسی تدابیر اختیار کرتا ہے، جن سے مریض کے صحتیاب ہونے کا مقصد حاصل ہوجائے، اور اگر مریض کا مزاج لطیف نہ ہو تو کڑوی، خالص اور تیز دوائیں اُسے دیتا ہے۔ لہذا بادشاہ کے لیے مناسب نہیں کہ جس شخص کی

Marfat.com

تادیب کے لیے صرف روگردانی اور چیں بہ جبیں ہونا کافی ہو اُسے دھمکایا جائے اسی طرح یہ بھی نامناسب ہے کہ جس کی اصلاح میں محض دھمکانا کافی ہو اسے قید کیا جائے یا جسکے لئے قید کی سزا کفایت کرے اسے مارا جائے یا جس کیلئے ڈنڈے کی سزا کافی ہو اسے قتل کیا جائے ان حالات کا ایک دوسرے سے جُدا رکھنا، یعنی تہدید، قید، زدوکوب، اور قتل کے مواقع میں امتیاز کرنا لطافتِ طبع، قوت تمیزی، صفائے قلب، بیدار مغزی، اور ذکاوتِ طبع کا محتاج ہے، اس لئے کہ لوگوں کے اخلاق میں اور ان کی طبیعتوں اور مزاجوں میں بہت زیادہ مشابہت پائی جاتی ہے۔

بادشاہ پر لازم ہے کہ قتل کرنے اور جان لینے میں غور کرنے کے بعد (حکم صادر کرے) اسے سمجھ لینا چاہیے کہ ایک جاندار کے لیے مرنے کے بعد اس دنیا میں کوئی زندگی نہیں ہے، اگر روئے زمین کے تمام انسان اسے دوبارہ زندہ کرنے کی کوشش کریں، تو ایسا نہیں کر سکتے، ایسی صورت میں لازم ہے کہ (کسی کی) جان لینے اور اس کی صورت مٹانے میں اس کا دیدہ و دانستہ عمل کرنا، (اُس وقت تک ملتوی رہے اور) اس میں دیر لگانا، اور (اس حکم کی صحت کے متعلق) اطمینان حاصل کر لینا۔ اُس وقت تک قائم رہے جب تک کہ اس کے واجب القتل ہونے کے دلائل قائم نہ ہو جائیں۔

سید البشر صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ "مقتول کا مُثلہ کرنے (یعنی ہاتھ پیر کاٹنے اور صورت بگاڑنے) سے احتراز کرو۔ اگرچہ وہ کٹنا کُتا ہی کیوں نہ ہو۔" جب ابن مُلجم لعنۃ اللہ نے حضرت علی پر تلوار کا وار کیا تو اُسے گرفتار کر کے قید کر لیا گیا، اور انتظار کیا گیا کہ حضرت علیؓ کے (زخم) کا کیا انجام ہوتا ہے، حضرت علیؓ نے اپنی اولاد اور خاص لوگوں کو جمع کر کے فرمایا، "اے بنی عبد المطلب تم ہر طرف سے جمع ہو کر یہ مت پکارنا کہ امیر المومنین مارے گئے، تم اُس شخص (میرے قاتل) کا مُثلہ نہ کرنا کیونکہ میں نے رسول اللہ ؐ کو مُثلہ

کو نے سے منع کرتے ہوئے سُنا ہے اگرچہ (مقتول) کتنا ہی کیوں نہ ہو، اگر میں تلوار کے اس گھاؤ سے مرگیا تو اس شخص کو ایک گھاؤ کے بدلے ایک ہی گھاؤ سے مار ڈالنا۔

قتل کے معاملہ میں جلد بازی نہ کرنے اور سوچ سمجھ کر حکم دینے کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ انسان ایسے وقت میں ندامت سے محفوظ رہتا ہے جب کہ ندامت سود مند نہیں ہوتی، نیک بادشاہ اور خلفاء اس خصلت کو اکثر کام میں لاتے تھے اور کسی مشہور و معروف شخص کو قتل کرنے میں اس لیے جلدی نہیں کرتے تھے کہ مبادا کبھی اُس شخص کی ضرورت پیش آئے اور ان کو دشواری کا سامنا ہو، بلکہ اُسے اپنے مکانوں کی خفیہ جگہوں میں قید کر کے اُس کی ہر قسم کی ضرورت پوری کرتے تھے، (مزے دار کھانے میوے، برف، شربت اور نرم و نفیس فرش اور بستر اس کیلئے) مہیا رکھتے تھے کتابیں بھی اس کے پاس بھجدیتے تھے تاکہ وہ اُن سے اپنا دل بہلائے، اور لوگوں تک اس کی خبر نہیں پہنچنے دیتے تھے، یہاں تک کہ اس کے رشتہ داروں اور دوستوں کو یقین ہوجاتا تھا کہ وہ مرچکا ہے پھر اُس کے ذخیرے اور امانتیں بھی حاصل کرلی جاتی تھیں اور اُس کا شمار مُردوں میں ہونے لگتا تھا یہاں تک کہ اُن کو (دفعۃً) اُس کی ضرورت پیش آجاتی اور اُسے عزت و احترام سے باہر نکال لیتے۔ اِس عرصے میں وہ ادب و تہذیب بھی حاصل کر لیتا تھا،

من لم یودبہ والدہٗ — جس شخص کو اُس کے باپ نے مہذب نہ بنایا ہو۔ اُس کو لیل و ادبہ اللیل والنہار — نہار (کی گردش) خود مہذب بنا دیتی ہے۔

اِس موقع پر ایک لغزش (کا اِمکان) ہے جس میں اکثر اوقات بہت سے لائق بادشاہ بھی مبتلا ہو جاتے ہیں، اور وہ یہ کہ بعض بادشاہوں میں خود پسندی پیدا ہو جاتی ہے، وہ چاہتے ہیں کہ اُن کی بہادری، علوئے ہمت، اور قہرمانی سیاست

Marfat.com

کی باتیں مشہور ہوں اِس لیے وہ قتل کو ایک معمولی اور آسان بات سمجھتے ہیں، اور اس میں جلد بازی سے کام لیتے ہیں، اُن کی غرض اپنی ہیبت اور وقار کا ثبوت اور سیاست کا قائم کرنا ہوتا ہے، وہ اس طرف توجہ نہیں کرتے کہ اس کی تہ میں قتلِ نفس بھی ہے اور قتلِ نفس بغیر کسی حق شرعی کے حرام ہے، اور یہ بادشاہ کے لیے انتہائی خطرناک ہے۔ ٹھیک بات یہ ہے کہ بادشاہ کو قتل سے ہمیشہ نفرت ہونی چاہیے، اور جہاں تک ہو سکے اُس سے روگردانی اختیار کرنی چاہیے، جب تک ایسی ضرورت پیش نہ آئے جس کے بغیر کوئی دوسرا چارہ کار ممکن نہ ہو تو ایسی صورت میں قوتِ نفس اور ثباتِ قلب کے ساتھ سزائے قتل کا اقدام کرے۔ اِس لیے کہ ایک شخص کو قتل کرنا اُسے قتل نہ کرنے (اور آزاد چھوڑنے) سے زیادہ قرینِ مصلحت ہے کیونکہ اُسے قتل نہ کرنے سے پانچ آدمیوں کے قتل کرنے کی ضرورت پیش آئے گی اور پانچ آدمیوں کا قتل کرنا اُن کو چھوڑ دینے سے بہتر ہے اس لیے کہ آہستہ آہستہ ان کا فساد یہاں تک پھیلے گا کہ سو آدمیوں کو قتل کرنے کی ضرورت پیش آئے گی۔ اسی وجہ سے خداوند تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ — قصاص میں تمہارے لیے زندگی ہے۔

یہ بھی کہتے ہیں کہ قتل کو قتل ہی روکتا ہے، شاعر کہتا ہے۔

بسفك الدما يا جارتي تحقن الدما — وبالقتل تنجو كل نفس من القتل

اے میری ہمسایہ خونریزی ہی کے ذریعہ سے خونریزی روکی جاتی ہے، اور قتل ہی کے ذریعہ ہر شخص قتل سے نجات پاتا ہے۔

متنبی کہتا ہے:۔

لا يسلم الشرف الرفيع من الاذى — بلند شرافت اذیت سے اس وقت تک محفوظ نہیں رہتی

حتى يراق على جوانبه الدم — جب تک اس کے اطراف میں خون نہ بہایا جائے

Marfat.com

ایک حکیم نے کسی بادشاہ سے کہا آپ کے پاس صرف تلوار اور زر ہے زر کے ذریعہ سے ایسے لوگ پیدا کیجیے جو آپ کے شکر گذار ہوں اور تلوار کے ذریعہ سے ناشکر گذاروں کو کاٹ ڈالیے،

ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اس نے عرض کیا کہ "اے رسول اللہؐ! میں نے زنا کیا ہے مجھ پر حد جاری کیجیے"۔ آپ نے اس کی طرف سے منہ پھیر لیا۔ وہ شخص گھوم کر پھر سامنے آیا اور اس نے اپنے قول کا اعادہ کیا آپ نے پھر اس کی طرف سے منہ پھیر لیا، اس نے پھر وہی بات کی اور حد جاری کرنے کی خواہش کی، رسول اللہؐ نے اس کی جان لینا مکروہ سمجھا، اور اس سے اس طریقے سے بات کی جیسے کہ کوئی تعلیم دیتا ہے، آپ نے فرمایا، "ایسا تو نہیں ہوا کہ تو نے اس کے بوسے لیے ہوں، یا گلے لگایا ہو، یا اس سے لپٹا ہو، اور اس کے آگے کچھ نہ کیا ہو"۔ اس نے کہا "نہیں اے رسول اللہؐ! میں نے تو زنا کیا ہے"۔ آپ نے اُس شخص کے خاندان والوں اور ساتھیوں کی طرف اس طرح التفات کرتے ہوئے فرمایا، جیسے کہ آپ اُنھیں (اس کی طرف سے) عذر کرنے کی تعلیم دیتے ہوں، "کیا اس شخص کی عقل میں کچھ فتور ہے؟" سب نے کہا "نہیں یا رسول اللہؐ! ہم تو اس کو ذی عقل ہی سمجھتے ہیں"۔ اب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے کوئی حیلہ باقی نہیں رہا، اور آپ نے حد جاری کرنے کا حکم دیدیا۔

پوشیدہ تہہ خانوں میں (قیدی کو) ہمیشہ رکھنا بھی قتل ہی کے قائم مقام ہے (لیکن قتل کے مقابلہ میں اس میں ایک فائدہ ہے کہ) اُس میں ندامت کا اندیشہ نہیں رہتا،

اقسام سزا کے متعلق بھی ایک جامع الصفات بادشاہ کو غور کامل کی ضرورت ہے

Marfat.com

کیونکہ بہت سی ایسی سزائیں ہیں جن کے اثر سے مجرم کی جان پر بن جاتی ہے، اگرچہ اُس کی جان لینا مقصود نہیں ہوتا، سب سے سخت سزا آگ میں جلانا ہے، یہ ایک منحوس سزا ہے، آگ سے سزا دینا صرف اللہ عزّ وجل کے لیے مخصوص ہے، بندے کو خدا کے ساتھ اِس میں شریک ہونا جائز نہیں، اصنافِ سزا کا لحاظ رکھنا لائق بادشاہ کی نظر اور اقتضائے حالات پر موقوف ہے، لیکن اِس بارے میں اصول یہ ہونا چاہیے کہ بادشاہ سزا دینے سے نفرت کرے، نہ یہ کہ سزا دینا بادشاہ کے (جذبۂ ایذا رسانی) کا بہانہ بن جائے، بادشاہ کو سزا دینے میں نہ عجلت کرنی چاہیے اور نہ اُس کا اقدام جب تک کہ اس کے لیے کوئی واقعی ضرورت داعی نہ ہو، اور اُس میں خود بادشاہ کا کوئی ذاتی انتقام یا اپنے غیظ و غضب کا فرو کرنا مقصود نہ ہو، یہ ایک ایسا دشوار مقام ہے جہاں صرف وہی شخص پہنچ سکتا ہے جس کی دستگیری خدا کی توفیق کرے،

کہتے ہیں کہ علی علیہ السلام نے اپنی کسی جنگ میں ایک شخص کو زمین پر گرا دیا اور اس کا سر کاٹنے کے لیے اُس کے سینے پر بیٹھ گئے، اُس نے آپ کے منھ پر تھوک دیا، آپ اٹھ کھڑے ہوئے اور اُسے چھوڑ دیا، جب آپ سے اِس کا سبب پوچھا گیا کہ آپ نے باوجود قابو حاصل کرنے کے اُس شخص کو کیوں قتل نہیں کیا، آپ نے فرمایا کہ جب اُس نے میرے منہ پر تھوک دیا، تو مجھے غصّہ آیا، اور میں ڈرا کہ اگر میں اُس کو قتل کر دوں تو اس قتل میں غیظ و غضب کا بھی کچھ حصّہ شامل ہو جائے گا، اور میں صرف خدا کی راہ میں اُسے مارنا چاہتا تھا۔

پرویز کہتا ہے کہ بادشاہ اپنے افعال سے گالیاں دیتے ہیں اقوال سے نہیں دیتے، اور وہ بجائے زبان کے اپنے عمل سے لوگوں کو احمق ثابت کرتے ہیں، عرب کے ایک شاعر نے اسی مضمون کو (اس طرح) نظم کیا ہے۔

Marfat.com

وتجهل ایدینا ویحلم رائینا   ونشتم بالافعال لا بالتکلم

ہمارے ہاتھ جہالت کر بیٹھتے ہیں حالانکہ ہماری رائے عقل پر مبنی ہوتی ہے۔ اور ہم اپنے افعال سے گالیاں دیتے ہیں بات چیت سے نہیں دیتے۔

تعیشات اور گانے (بجانے) میں منہمک رہنا اور ایسی باتوں میں وقت گزارنا بادشاہ کے لیے بُرا ہے، شاعر کہتا ہے،

اذا غدا ملک باللھو مشتغلاً   فاحکم علی ملکہ بالویل والحرب

جب بادشاہ لہو و لعب میں مشغول ہو۔ تو اس کے ملک کے متعلق تباہی اور بربادی کا حکم لگا دو

اما تری الشمس فی المیزان ھابطۃً   لما غدا وھو برج اللھو والطرب

کیا تم نہیں دیکھتے کہ جب آفتاب برج میزان میں ہوتا ہے تو تنزل پذیر ہو جاتا ہے کیونکہ وہ لہو و لعب کا بُرج ہے۔

کھیل کود سے جس طرح جلال الدین بن خوارزم شاہ کو نقصان پہونچا کسی بادشاہ کو نہیں پہنچا، جب وہ تاتاریوں سے بھاگا تو انھوں نے اس کا پیچھا کیا، جب وہ کسی شہر سے چل دیتا تھا تو تاتاری اُس کے بعد وہاں جا پہونچتے تھے اور جب وہ صبح کے وقت کسی جگہ ہوتا (اور پھر وہاں سے کوچ کر جاتا) تو شام تک تاتاری اس کا تعاقب کرتے ہوئے وہاں پہنچ جاتے، مگر باوجود اِس (مصیبت) کے وہ شراب نوشی اور گانے بجانے میں برابر مشغول رہتا تھا، وہ سوتا تھا تو مست اور صبح اُٹھتا تو مخمور و مدہوش، اُس کا لشکر روز بروز کم ہو رہا تھا، اور اس کا حال روز بروز زیادہ ابتر ہوتا جا رہا تھا، اس کی عقل ہر لحظہ کمزور ہو رہی تھی اور اُس کی تیزی کُند ہوتی جا رہی تھی، لیکن اُس کو اِس کا احساس نہ تھا، اور نہ اِس کی طرف توجہ کرتا تھا، یہاں تک کہ (ایک مرتبہ) اُس کے شاعر نے اُسے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

Marfat.com

شاہا زمے گران چہ برخواہد خواست وزمستی ہر زماں چہ برخواہد خواست

اے بادشاہ اس گرانی پیدا کرنے والی شراب کا کیا نتیجہ ہوگا۔ اور ہر وقت کی مدہوشی کیا گل کھلائے گی۔

شہ مست وجہاں خراب ودشمن پس وپیش پیداست کہ ازمیاں چہ برخواہد خواست

بادشاہ مست، ملک ویران اور دشمن آگے پیچھے۔ ظاہر ہے کہ ان حالات کے درمیان سے کیا نتیجہ نکلے گا

لہو ولعب کی وجہ سے جن بادشاہوں کو نقصان پہنچا ہے اُن میں محمد بن زبیدہ الامین بھی شامل ہے جو کھیل کود اور تعیشات میں منہمک رہتا تھا، کہتے ہیں کہ وہ ایک روز اپنے وزیر فضل بن ربیع کے ساتھ چوسر کھیل رہا تھا، دونوں نے اپنی اپنی انگوٹھی کی شرط لگائی، امین جیت گیا اور اس نے انگوٹھی لے لی۔ اور فوراً آدمی کو بھیج کر ایک سنار کو بلوایا، انگوٹھی پر فضل بن ربیع لکھا ہوا تھا، اس نے سنار سے کہا اس کے نیچے "ینکح" (بیوی بنایا جائے گا) کا لفظ نقش کر دو۔ سنار نے وہ لفظ فوراً کندہ کر دیا اور انگوٹھی فضل بن ربیع کو واپس کر دی اور وہ اس سے بے خبر تھا کہ انگوٹھی پر کیا لکھا گیا ہے، اس واقعہ پر ایک عرصہ گذر گیا۔ پھر چند دن کے بعد فضل بن ربیع امین کے پاس آیا، امین نے پوچھا کہ تمہاری انگوٹھی پر کیا لکھا ہے اس نے کہا میرا اور میرے باپ کا نام، امین نے انگوٹھی لے کر کہا تمہارے نام کے نیچے یہ کیا لکھا ہے، جب فضل نے اسے پڑھا تو کہنے لگا، لاحول ولا قوۃ الا باللہ، بخدا یہ بڑی بد نصیبی کی بات ہے کہ میں تمہارا وزیر ہوں، میں کاغذات پر یہی مہر لگا کر ملک میں ہر طرف بھیجتا رہا ہوں، اور انگوٹھی کا یہ حال ہے، بخدا یہ اس حکومت کا آخری وقت ہے اور اس کی بربادی قریب ہے، بخدا نہ تم کو فلاح نصیب ہوگی اور نہ تمہارے ساتھ ہم کو، چنانچہ اس کے تھوڑے ہی دن بعد فتنہ پھوٹ پڑا۔

مستعصم آخری خلیفہ (عباسی) کو کھیل کود اور کتے بہانے کا بڑا شوق تھا ایک گھڑی بھی اس کی مجلس اس سے خالی نہیں رہتی تھی اس کے مصاحب اور

Marfat.com

درباری سب کے سب تنعم اور عیش میں منہمک رہتے تھے، ان کو اس کی صلاح کاری کا مطلق خیال نہ تھا، بعض امثال میں آیا ہے کہ خیانت کرنے والا کسی کی پکار نہیں سنتا۔ عوام کی طرف سے اُسے خطوط لکھے گئے ان میں سے اسے قسم قسم کی دھمکیاں دی گئیں۔ اور دار الخلافت کے دروازے پر یہ خطوط ڈال دیئے گئے، ان میں یہ اشعار بھی تھے:۔

قل للخليفة مهلا ۔ اتاك مالا تحب

خلیفہ سے کہہ دو ٹھہرو، صبر کرے، اب وہ انجام تجھے پیش آگیا، جسے تو پسند نہیں کرتا۔

ها قد دهتك فنون ۔ من المصائب غراب

خبردار ہو جا، قسم قسم کی مصیبتیں تجھ پر آپڑی ہیں۔

فانهض بعزم والا ۔ غشاك ويل وحرب

عزم کے ساتھ کھڑا ہو جا، ورنہ تباہی اور بربادی تجھ پر چھا جائے گی

كسرٌ دهتكٌ واسرٌ ۔ ضربٌ ونهبٌ وسلب

ٹوٹ کھوٹ، پردہ دری، قید، مار پیٹ، اور لوٹ کھسوٹ۔

اسی کے متعلق دولت مستعصمیہ کا ایک دوسرا شاعر ایک قصیدہ لکھتا ہے جس کے ابتدائی اشعار یہ ہیں،

يا سائلي ولمحض الحق يرتاد ۔ اصغ فعندي نشيدان وانشاد

اے مجھ سے سوال کرنیوالے جو محض حق کی تلاش کرتا ہے تو کان لگا کر سن، میرے پاس چیخ پکار اور مرثیہ خوانی ہے۔

واضيعة الناس والدين الحنيف وما ۔ تلقاه من حادثات الدهر بغداد

لوگوں کی تباہی اور دین حنیف کی بربادی پر افسوس ہے اور اُن حوادثِ زمانہ پر بھی جن کا شہر بغداد سامنا کرے گا۔

قتل وهتك واحداث يشيب بها ۔ راس الوليد وتعذيب واصفاد

قتل، بے حرمتی، اور دوسرے واقعات جن سے بچے کا سر سفید ہو جائے، سزائیں اور زنجیریں۔

Marfat.com

یہ سب کچھ تھا، لیکن مستعصم نغماتِ موسیقی کے سننے میں منہمک تھا، حالانکہ اسکے ملک کی بنیاد کمزور ہو چکی تھی،

مستعصم کے متعلق جو اس قسم کی خبریں مشہور رہیں ان میں سے ایک یہ قصہ بھی ہے کہ اُس نے بدرالدین لُولُو والیٔ موصل کو ایک خط لکھا جس میں اس نے بدرالدین سے اربابِ طرب کی ایک جماعت طلب کی۔ اور عین اسی وقت اس کے پاس سلطان ہلاکو کا قاصد پہنچا جو بدرالدین سے منجنیق اور محاصرے کے آلات مانگ رہا تھا، بدرالدین نے کہا دونوں مقصدوں کا فرق دیکھو اور اسلام اور اہلِ اسلام کی حالت پر آنسو بہاؤ۔

مجھے یہ روایت پہنچی کہ دولتِ مستعصمیہ کے آخری زمانے میں موید الدین محمد علقمی ہمیشہ یہ شعر پڑھا کرتا تھا،

کیف یرجی الصلاح من امر قوم　　ضیعوا الحزم فیہ ای ضیاع

اُس قوم کی حالت سے صلاح　　کی امید کیونکر کی جائے جس نے ہوشیاری کو بری طرح برباد کر دیا ہو۔

فمطاع لیس فیہ سداد　　وسدید المقال غیر مطاع

جسکی اطاعت کی جاتی ہے اس میں صلاحیت نہیں، اور صحیح بات کہنے والے کی اطاعت نہیں کی جاتی۔

کہتے ہیں کہ انسان کامل کو چاہیئے کہ وہ طلب ریاست کی کوشش میں انتہائی درجے پر ہو یا پھر اس کے چھوڑ دینے میں آخری درجہ رکھتا ہو۔

اذا ما لم تکن ملکا مطاعا　　فکن عبدا لخالقہ مطیعا

اگر تو ایسا بادشاہ نہ ہو جس کی اطاعت کی جاتی ہے تو اپنے خالق کا اطاعت گذار بندہ بن جا

وان لم تملک الدنیا جمیعا　　کما تہواہ فاترکہا جمیعا

اور اگر تو ساری دنیا کا مالک نہ ہو سکے، جیسا کہ تو چاہتا ہے تو ساری دنیا کو چھوڑ دے۔

یہاں ایک حکایت (بیان کرنے) کا موقع ہے جس میں امارت کے لوازم کا

Marfat.com

ذکر ہے، کہتے ہیں کہ ابوطالب جراحی جس سے بڑھ کر اس کے ہمعصروں میں کوئی بہترین انشار پرداز اور لایق شخص نہ تھا۔ ابن عمید کے دربار کا قصد کرتے ہوئے مقام رَے میں وارد ہوا، لیکن ابن عمید کے پاس اُسے مقبولیت حاصل نہ ہوئی اور نہ اُس نے وہاں کوئی ایسی بات دیکھی جسے وہ چاہتا ہو، چنانچہ اس نے ابن عمید کو چھوڑ کر آذربیجان کا قصد کیا اور وہاں کے بادشاہ سے ملنے کے لیے روانہ ہوا جو ایک لایق اور ہوش مند شخص تھا، جب اُس بادشاہ نے ابوطالب کو جانچ لیا اور وہ اس کے فضل وکمال کو پہچان گیا تو اُس نے اپنے پاس ٹھہرنے کے لیے کہا اور اس پر احسانات کیے۔ ابوطالب اس کے پاس نہایت اچھی حالت میں رہنے لگا۔ پھر اس بادشاہ نے ابن عمید کے پاس ایک خط بھیجا، جس میں اس نے اپنا دا ابوطالب کا حق نہ پہچاننے اور اس جیسے لایق شخص کو کھودینے پر اُسے ملامت کی، منجملہ خط کی عبارت کے یہ بھی لکھا تھا:۔

"اگر تم سے پوچھا جائے کہ تم کو رئیس کیوں کہا جاتا ہے تو تم اس کی کیا دلیل پیش کروگے؟ اور اگر تم سے سوال کیا جائے کہ ریاست کیا چیز ہے تو کیا تم بتا سکتے ہو کہ ریاست کیا ہے؟ ریاست یہ ہے کہ رئیس کا دروازہ بند رہنے کے موقع پر بند۔ اور کھلا رہنے کے موقع پر کھلا رہے، اس کا دربار ارباب فضل سے معمور ہو اور اس کا کرم ہر شخص تک پہنچتا رہے، اور اس کا احسان عام ہو، اس کا چہرہ بشاش، خادم باادب، اس کا حاجب کریم النفس اور خندہ پیشانی ہو، اور دربان لطیف الطبع، اس کا روپیہ خرچ ہو، اس کا کھانا کھایا جائے، اس کی جاہ وحشمت قابل مثال ہو، اس کے احسانات وانعامات اور صدقات کے ذکر سے کتابوں کے اوراق سیاہ ہوں، بخلاف اس کے، تمہارا یہ حال ہے کہ تمہارا دروازہ ہمیشہ بند، مجلس خالی،

Marfat.com

لوگ تمہاری خیر سے مایوس اور احسان سے ناامید ہیں، تمہارے خادم بُرے، حاجب بھونکنے والا، دربان بداخلاق، اور تمہارا روپیہ ستارۂ عیوق میں (لوگوں کی دسترس سے دور، تمہارا تذکرہ ان باتوں سے بھرا ہوا کہ فلاں گرفتار ہوا، فلاں کی بیخ کنی کی گئی، اور فلاں کو شہر بدر کیا گیا، میں تم کو قسم دیکر پوچھتا ہوں کہ تمہارے پاس اس کے سوا بھی کچھ اور ہے، اگر میں تیرے فرش پر نہ بیٹھا ہوتا، اور میں نے تیرا کھانا نہ کھایا ہوتا تو اس تحریر کی ضرور اشاعت کر دیتا، لیکن میں آپ کے صرف اس حق کی رعایت کرتا ہوں جس کا میں نے ابھی ذکر کیا ہے۔ اس رقعہ کا علم اللہ تعالیٰ اور تمہارے سوا کسی کو نہیں ہے، میں قسم کھا کر کہتا ہوں اور پھر قسم پر قسم کھاتا ہوں کہ میرے پاس اس کی کوئی نقل موجود نہیں، اور نہ میرے سوا کسی نے اس کو دیکھا ہے اور نہ اس کے متعلق کسی کو کچھ علم ہے، جب یہ خط تمہارے پاس پہنچے تو تم اس کو پڑھ کر مٹا دینا اور ضایع کر دینا۔ والسلام علی من اتبع الھدیٰ، جو ہدایت کی پیروی کرے اس پر سلام ہو"

بادشاہ پر لازم ہے کہ وہ احسان کا بدلہ احسان سے اور برائی کا بدلہ برائی سے دے تاکہ اس کی رعایا ہمیشہ اُس کے احسان کی متوقع اور اس کی طاقت سے مرعوب رہے۔ نابغہ نے نعمان بن المنذر کے سامنے اس مضمون پر کیا خوب شعر پڑھے ہیں:۔

ومن اطاعك فانفعه بطاعته　　　كما اطاعك وادلله على الرشد

جو شخص تیری اطاعت کرے تو اس کی اطاعت کے بدلے میں اسے نفع پہنچا جسطرح اُسنے تیری اطاعت کی ہو تو اسے نیک راستہ بتا

ومن عصاك فعاقبه معاقبة　　　تنهى الظلوم ولا تقعد على الضمد

اور جو تیری نافرمانی کرے اسکو ایسی سزا دے جو ظالم کو (اس کے ظلم سے) باز رکھے اور دکھیوں کی طرح)

خشک اور تر جگہ پر نہ بیٹھ۔

اہلِ فارس نے کہا ہے مملکت کا فساد رعایا کے جری ہونے سے اور ملک کی ویرانی سزا... اور جزا کے بے حقیقت ہونے سے پیدا ہوتی ہے۔ لایق بادشاہ کے لیے مناسب نہیں کہ ملک کی آن ظاہری زیب و زینت کی چیزوں پر فخر کرے جو اس کے قبضہ میں ہوں یا ان نفیس ذخیروں پر یا ان حاصل کی ہوئی نایاب چیزوں پر جو اس کے خزانے میں ہوں کیونکہ یہ سب معمولی اور ظاہری چیزیں ہیں جن کی کوئی حقیقت نہیں، اور نہ کسی اہلِ کمال کے لیے یہ چیزیں باعث اعتماد ہو سکتی ہیں۔ اسی طرح بادشاہ کو یہ بھی نہیں چاہیے کہ وہ اپنے آباؤ اجداد پر فخر کرے، اس کا فخر تو اس کی ذاتی خوبیوں پر ہونا چاہیے جن کو اُس نے خود حاصل کیا ہو۔ یا اُن اخلاق پر جنہیں اس نے مکمل کیا ہو، یا اُن آداب پر جن کا اُس نے خود استفادہ کیا ہو، یا ان اسباب و ذرائع پر جو خود اُس کے فراہم کیے ہوئے ہوں۔

ایک مالدار شخص کسی حکیم کے سامنے اپنے آبا و اجداد پر فخر کرنے لگا، اور اُس مال پر بھی جو اُسے میراث کے طور پر ملا تھا، اُس حکیم نے کہا کہ اگر ان چیزوں میں کوئی فخر کی بات ہے تو فخر کرنا ان چیزوں کے لیے (زیبا) ہے نہ کہ تیرے لیے، اور اگر تیرے آباء و اجداد شریف تھے جیسا کہ تو نے بیان کیا تو فخر تیرے لیے نہیں بلکہ اُن کے لیے موزوں ہوگا نہ کہ تیرے لیے۔

مسجدی کہتا ہے کہ ایک حکیم کے سامنے جب کسی کے اوصاف بیان کیے جاتے تو وہ پوچھتا کہ یہ شخص عصامی ہے یا عظامی اگر کہا جاتا کہ عصامی ہے تو اُس کی نظر میں اس کی شرافت سمجھی جاتی، اور اگر جواب ملتا کہ عظامی ہے تو وہ اس کی کچھ پروا نہیں کرتا۔ عصامی کا لفظ (جس کو حکیم اپنی خود ساختہ اصطلاح کے طور پر استعمال کرتا تھا) اس قول کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

Marfat.com

نفس عصام سودت عصاما — خود عصام کی ذات نے عصام کو سردار بنایا ہے خود
وعلمته الکر والاقداما — عصام کو اور آگے بڑھنے کی تعلیم دی ہے اور اُسے
وصیّرته ملکا ھماما — ایک جلیل القدر بادشاہ بنا دیا ہے۔

مطلب یہ ہوا کہ عصام اپنی عقلمندی اور ذاتی (کوشش) کی بدولت رئیس بن گیا۔ اور عظامی سے یہ مراد ہوئی کہ وہ اپنے آبا و اجداد اور اُن کی بوسیدہ ہڈیوں پر فخر کرتا ہے (عظام عربی میں ہڈیوں کو کہتے ہیں)

عسجدی نے ابن عمید ذی الکفایتین کے ایک ساتھی سے پوچھا کہ تم نے وزیر کو کیسا پایا۔ اُس نے کہا میں نے اُسے (انتہائی درجہ) خشک مزاج، بدعہد اور اپنے معبود کے ساتھ بدگمان رکھنے والا پایا، عسجدی نے پوچھا، کیا تم نے (اس کی) وہ شان، شہرت، جلوس، ظاہری آرائش، شاندار مکان، نفیس فرش، اور خوب صورت مصاحبوں کی جماعت نہیں دیکھی، اس شخص نے جواب دیا، دولت اور سرداری، سلطنت اور سخاوت، کامیابی اور بزرگی، یہ سب علیحدہ علیحدہ چیزیں ہیں، (یہ ضروری نہیں کہ اگر ایک شخص) دولت مند ہے تو وہ سردار بھی ہو، یا سلطنت کا مالک ہو تو سخی بھی ہو)۔

(ابن عمید کے پاس) حاجت لے کر آنے والے اور روزی طلب کرنے والے کہاں، اُمید باندھنے والے اور شکریہ ادا کرنے والے کہاں اور سچی تعریف کرنیوالے اور راضی ہو کر واپس جانے والے کہاں، بخششیں کہاں، مہربانیاں کہاں خلعتیں اور عزت بڑھانے والے تحفے کہاں، ہدیے اور ضیافتیں کہاں (ان باتوں میں اور ابن عمید میں زمین و آسمان کا بُعد ہے)۔ ریاست بے حقیقت چیزوں سے حاصل نہیں ہوتی، اور عزت جھوٹے قصوں سے ہاتھ آتی ہے، کیا تم نے شاعر کا یہ قول نہیں سنا:

اباجعفر لیس فضل الفتیٰ — اذا راح فی فرطِ اعجابہ
اے ابوجعفر نوجوان کی خوبی اس میں نہیں جبکہ — وہ انتہائی خودپسندی سے چلے۔

ولا فی فراھۃ برذونہ ولا فی ملاحۃ اثوابہ

اور نہ اس کی خوبی اُس کے گھوڑے کی چھل بل میں ہے۔ اور نہ اس کے کپڑوں کی رونق میں۔

ولکنہ فی الفعال الجمیل والکرم الاشرف النابہ

لیکن اس کی خوبی نیک کاموں میں ہے، اور ایسی بزرگی میں جس میں شرافت اور دانائی پائی جائے

اس کتاب کے مؤلف کے بھی اسی مضمون میں یہ شعر ہیں:۔

لیس فضل الفتی علی الناس فی ثوب ودار وبغلۃ ولجام

جوان کی فضیلت لوگوں میں، کپڑوں پر، مکان، خچر اور لگام پر مبنی نہیں ہے۔

انما الفضل فی تفقد جار ونسیب وصاحب وغلام

فضیلت تو صرف ہمسائے کی خبر گیری میں، اور عزیز و قریب اور آقا و غلام کی خبر گیری میں ہے۔

لوگوں نے کہا سیاست کی پانچ قسمیں ہیں گھر کی سیاست، گاؤں کی سیاست، شہر کی سیاست، لشکر کی سیاست، اور ملک کی سیاست، پس جس کی سیاست گھر میں اچھی ہوگی اس کی سیاست گاؤں میں بھی اچھی ہوگی اور جس کی سیاست گاؤں میں اچھی ہوگی اس کی سیاست شہر میں بھی اچھی ہوگی اور جس کی سیاست شہر میں اچھی ہوگی اس کی سیاست لشکر کے لیے بھی اچھی ہوگی، اور جس کی سیاست لشکر کے لیے اچھی ہوگی اس کی سیاست ملک کے لیے بھی اچھی ہوگی۔ لیکن میں اس کو لازمی نہیں سمجھتا، کیونکہ بہت سے عام لوگ ایسے ہیں کہ وہ اپنی گھر کی سیاست میں تو کامیاب ہیں لیکن (گھر سے باہر) امور کی سیاست کی قابلیت نہیں رکھتے اور بہت سے بادشاہوں کی سیاست اپنی مملکت کے لیے قابلِ ستائش ہوتی ہے لیکن ان کے گھر کی سیاست اچھی نہیں ہوتی

ملک کی حفاظت تلوار سے ہوتی ہے اور قلم سے اس کی تدبیر اور انتظام، سیف وقلم کے متعلق اختلاف ہے کہ ان دونوں میں کونسی چیز افضل اور قابلِ ترجیح ہے۔ ایک جماعت کا خیال ہے کہ قلم تلوار پر غالب ہے اور وہ اپنے خیال کی تائید میں یہ دلیل

پیش کرتے ہیں کہ تلوار سے قلم کی حفاظت ہوتی ہے، لہذا تلوار محافظ اور خادم کی قائم مقام ہے، ایک دوسری جماعت تلوار کو غالب قرار دیتی ہے، اور دلیل یہ بیان کرتی ہے کہ قلم تلوار کی خدمت کرتا ہے، اس کے لیے کہ وہ ارباب سیف کو ان کی روزی پہنچاتا ہے، لہذا قلم تلوار کے لیے بطور خادم کے ہوا۔ اور کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ دونوں برابر ہیں اور ایک دوسرے سے بے نیاز نہیں ہو سکتے۔

کہتے ہیں کہ ملک سخاوت سے سرسبز، انصاف سے آباد اور عقل سے مستحکم، اور شجاعت سے محفوظ ہوتا ہے، اور ریاست سے اس کی سیاست عمل میں لائی جاتی ہے اور یہ بھی کہتے ہیں کہ شجاعت تو صاحب حکومت ہی کا حصہ ہے۔

حکماء کی وصیتوں میں سے ایک یہ ہے کہ جب تمام تدبیروں سے عاجز آجاؤ تو اپنے دشمن سے لڑنا آخری تدبیر قرار دو۔ اور جس وقت فرصت ممکن ہو اُسے غنیمت سمجھو۔ انتظامات قابل افراد کے سپرد کرو، جو شخص جلد باز کی کے گھوڑے پر سوار ہوگا وہ ٹھوکر کھانے سے بے خوف نہیں رہ سکتا، اور جو شخص ایسے آدمی سے دشمنی اختیار کرے جس کے مقابلے کی اس میں طاقت نہ ہو تو اس کے لیے مناسب رائے یہی ہے کہ اس کی خاطر تواضع کرے۔ اور اس کے ساتھ نرمی و انکسار سے پیش آئے تاکہ نجات کے ایک طریقے کو کام میں لاکر اس کے شر سے محفوظ رہے۔

بادشاہ کو اپنے دشمنوں سے اور دشمنوں کے بھائیوں سے نرمی کرنا چاہیے کیونکہ ان کے ساتھ ہمیشہ احسان کرنے سے ان کی عداوت دور ہو جائے گی اور باوجود شاہی احسانات کے وہ دشمنی پر قائم رہیں تو گویا وہ اس کے خلاف بغاوت کرتے ہیں، اور جس (جائز بادشاہ) کے خلاف بغاوت کی جاتی ہے تو خدا ضرور اُس (بادشاہ) کی مدد کرتا ہے۔

ایک حکیم نے ایک لائق بادشاہ کو نصیحت کرتے ہوئے کہا دنیا ایک گردش کا

Marfat.com

نام ہے، دُنیا کی جو چیز تمہارے فائدے کی ہے وہ ضرور تمہارے پاس پہنچ کر رہے گی اور جو چیز تمہارے نقصان کی ہے اُسے تم اپنی طاقت سے دور نہ کر سکو گے۔

بُرائی ایک خوفناک چیز ہے اور صرف عقلمند اس سے ڈر سکتا ہے، بھلائی سے امیدیں وابستہ ہوتی ہیں اور ہر شخص اسے طلب کرتا ہے، بسا اوقات (بھلائی پیدا ہونے والی) جہت سے بُرائی اور (برائی دکھنے والی) جہت سے بھلائی پیش آتی ہے۔ اور یہ نکتہ خداوند تعالیٰ کے اس قول سے ماخوذ ہے:۔

وَعَسَىٰ اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَعَسَىٰ اَنْ تُحِبُّوْا شَيْئًا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۔	شاید ایک چیز کو تم ناپسند کرو اور وہ حقیقت میں تمہارے لیے بہتر ہو، اور شاید تم ایک چیز کو پسند کرو اور وہ حقیقت میں بُری ہو اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

یہاں ایک حکایت نقل کرنے کا موقع ہے اور وہ یہ کہ نورالدین فرمانروائے شام نے صلاح الدین یوسف بن ایوب کے چچا اسدالدین شیرکوہ کے پاس جاکر اسے کسی ایسے کام کے لیے (جس کے انجام دینے پر اس نے اسدالدین کو مجبور کیا تھا) مصر جانے کا حکم دیا، اسدالدین نے کہا اے میرے آقا میں اس کام کو اُس وقت تک نہیں کر سکتا جب تک کہ میرا بھتیجہ یوسف یعنی صلاح الدین میرے ساتھ نہ ہو۔ نورالدین نے صلاح الدین کو بھی اس کے چچا شیرکوہ کے ساتھ مصر جانے کا حکم دیا۔ صلاح الدین نے نورالدین سے (مصر) روانہ ہونے سے معافی چاہی اور کہا میرے پاس (اسبابِ سفر) تیار نہیں، نورالدین نے اس کے موانع (سفر) دور کرنے کا حکم دے کر اُسے روانگی کا قطعی حکم دے دیا، صلاح الدین کہتا تھا کہ میں اپنے چچا کے ساتھ بادل ناخواستہ روانہ ہوا، اور میری حالت اس شخص جیسی تھی جسے مقتل کی طرف کھینچا جا رہا ہو، جب ہم مصر پہنچے اور ہم نے وہاں ایک مدت تک قیام کیا۔

Marfat.com

تو میرے ہاتھ سے مصر پر قبضہ ہونے کے سلسلہ میں وہ سب کچھ ہوا جو ہونا تھا (یعنی جس کام کو وہ ابتدا میں اپنے لیے بُرا خیال کرتا تھا اُس کے نتیجہ میں) وہ مصر کا مالک بن بیٹھا اس کی مملکت وسیع ہوئی، اور فتح مصر کے بعد اُس نے شام پر بھی قبضہ کر لیا، دولت صلاحیہ کے بیان میں اِس واقعہ کا ذکر نہایت تفصیل کے ساتھ آ گیا ہے آئے گا۔

دشمن دو قسم کے ہوتے ہیں، ایک وہ جس نے تم پر ظلم کیا ہو، اور ایک وہ جو تمہارے ظلم کا شکار ہو، لہٰذا جس دشمن پر تم نے ظلم کیا ہو، اُس پر بھروسہ مت کرو اور جہاں تک ہو اُس سے بچتے رہو، لیکن جس نے تم پر ظلم کیا ہو، تو اُس سے زیادہ ڈرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ یہ ممکن ہے کہ اُسے تم پر ظلم کرنے سے شرم آ جائے، اور نادم ہو کر وہ اپنا خیال بدل دے اور ایسے کام کرے جو تمہیں پسند ہوں۔ اور اگر وہ تم پر برابر ظلم کرتا رہے تو تمہاری دادرسی وہ ذات کرے گی جو مظلوموں کی جائے پناہ ہے۔

کبھی دشمن نفع پہنچاتا ہے، اور دوست سے نقصان پہنچتا ہے، سکندر کا قول ہے کہ میں نے اپنے دوستوں کے مقابلہ میں دشمنوں سے زیادہ نفع حاصل کیا اس لیے کہ میرے دشمن مجھے عار دلاتے تھے اور میرے عیب مجھ پر ظاہر کر دیتے تھے اور اس طرزِ عمل سے میری غلطیوں پر مجھے متنبہ کر دیتے تھے اور میں ان کی اصلاح کر لیتا تھا، بخلاف اس کے میرے دوست میری غلطیوں کو خوشنما کر کے پیش کرتے تھے اور مجھے اُن پر عمل کرنے کا حوصلہ دلاتے تھے، شاعر کہتا ہے:

وما ساءنی الا الذین عرفتہم جزی اللہ خیرا کل من لست اعرف

مجھے اُنہی لوگوں نے رنج پہنچایا جنہیں میں جانتا تھا۔ خدا اُن لوگوں کو نیک بدلہ دے جنہیں میں نہیں پہچانتا تھا۔

سکندر سے پوچھا گیا کہ باوجود کم عمری کے تم نے یہ عظیم الشان سلطنت کس

Marfat.com

ذریعہ سے حاصل کی، اُس نے کہا کہ دشمنوں کی دلجوئی سے، کیونکہ احسان اور سلوک ہی کے ذریعہ سے دشمن دوست بن جاتے ہیں اور نیز دوستوں کے ساتھ غیر معمولی احسان اور انتہائی خاطر تواضع سے (یہ مرتبہ حاصل کیا ہے)

ایک حکیم کا قول ہے کہ زبردست دشمن کی عداوت کو تذلل اور خاکساری کے سوا کوئی چیز دور نہیں کر سکتی (اور اس طرح انسان اُس کے شر سے محفوظ رہتا ہے) جس طرح کہ نرم اور نازک گھاس اپنی نرمی کی وجہ سے ہوا کے سخت جھونکوں میں صحیح و سالم رہتی ہے کیونکہ جس رُخ ہوا چلتی ہے اُسی طرف وہ بھی جھک جاتی ہے۔

بادشاہوں کو شکار کھیلنے سے زیادہ کسی اور چیز سے شغف نہیں رہا ہے۔ شکار ایسی چیز ہے جس میں اکثر اوقات عجیب و غریب دلچسپ واقعات اور نادر اتفاقات پیش آجاتے ہیں، خلیفہ معتصم شکار کے شائقوں میں سب سے بڑھا ہوا تھا، اُس نے دجیل کی سرزمین میں ایک دیوار بنوائی تھی، جس کا طول کئی فرسنگ تھا، جب وہ شکار کے لیے گھیراڈالتا تھا تو لوگ اس گھیرے کو آہستہ آہستہ تنگ کرتے جاتے تھے اور اُس کو برابر گھیرتے ہوئے دیوار کے پرے کر دیتے تھے، اور وہ دریائے دجلہ اور دیوار کے درمیان گھر جاتا تھا، اور اُسے بھاگنے کا کوئی راستہ نہیں ملتا تھا، اور جب شکار اُس جگہ پھنس جاتا، تو معتصم، اُس کے لڑکے، عزیز و اقارب اور خاص مصاحبین داخل ہو کر احتیاط سے اُسے مارتے تھے، وہ جتنے (جانور) چاہتے تھے شکار کرتے تھے اور باقی چھوڑ دیتے تھے۔

کہتے ہیں کہ معتصم نے چند گورخروں پر داغ لگا کر کچھ نشانات بنا دیئے تھے، اور اُنھیں چھوڑ دیا تھا، کیونکہ اُسے بتایا گیا تھا کہ اُن کی عمر دراز ہوتی ہے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں مجھے ایک دلچسپ واقعہ یاد آیا، مجھ سے صفی الدین عبدالمومن

Marfat.com

بن قاضی ارموی نے بروایت مجاہدالدین ایبک دویدار صغیر بیان کیا کہ ایک مرتبہ ہم خلیفہ مستعصم کے ساتھ شکار کے لیے نکلے، اور ہم نے حلبہ کے، جو بغداد اور حلہ کے درمیان ایک گاؤں ہے، شکار کے لیے گھیرا ڈالا، گھیرا یہاں تک تنگ ہوا کہ سوار جانور کو ہاتھ سے شکار کرسکتا تھا، (شکار میں) جہاں اور گورخر نکلے وہاں ایک موٹا گورخر بھی سامنے آیا جس پر ایک نشان تھا جب ہم نے اسے پڑھا تو وہ معتصم کا بنایا ہوا نشان نکلا، جب اُسے مستعصم نے دیکھا تو اُس نے اس پر اُس پر اپنا نشان بنا کر چھوڑ دیا۔ معتصم اور مستعصم کے درمیان تقریباً پانچ صدی کا زمانہ ہے

شکار کا ایک اور عجیب واقعہ بغداد کے ایک ادیب نے مجھ سے بیان کیا۔ اُس نے کہا کہ مجھ سے محمد بن صالح بازیاری نے بیان کیا تھا کہ سلطان اباقہ کے سامنے ایک مرتبہ ہم شکار کھیل رہے تھے، ہم سلطان کے سامنے کھڑے تھے کہ اتنے میں تین کلنگ ہمارے سروں پر سے سیدھے اڑتے چلے گئے، ہم نے اپنا باز چھوڑا، باز اونچا اُڑا اور اُس نے سب سے اوپر والے کلنگ پر جھپٹ مارا، وہ کلنگ دوسرے پر گرا اور دوسرا تیسرے پر اور تینوں سلطان کے سامنے آن پڑے، بادشاہ نے اس واقعہ پر بڑا تعجب کیا، اور ہم سب کو اُس نے انعامات دیئے۔

صاحب علاء الدین نے جہاں کشا میں لکھا ہے کہ چنگیز خاں کے حلقہ شکار کی مسافت تین مہینے کی راہ تھی، لیکن میرے خیال میں یہ بات بعید از عقل ہے۔

بادشاہوں کو جو شکار کا شوق اس شدت سے رہا ہے اور انھوں نے اس پر اس درجہ فریفتگی ظاہر کی ہے، اور باز پالنے والوں کو گراں قدر انعامات اور ان کو بڑی بڑی جاگیریں دی ہیں، اور اُن کو باریاب کرنے میں آسانیاں بہم پہنچائی ہیں، اور اپنے وقت کا ایک بڑا حصہ شکار میں صرف کیا ہے تو یہ لاحاصل

Marfat.com

اور بے کار نہیں ہے، اس لیے کہ شکار میں ایسے بہت سے فائدے پائے جاتے ہیں جن کا نفع خاص اہمیت رکھتا ہے، منجملہ ان فوائد کے (۱) لشکر کو گھوڑے دوڑانے، حملہ کرنے، اور اُن کو موڑنے کی مشق کرانا، (۲) لشکر کو شہسواری کا عادی بنانا، (۳) انھیں ہمیشہ تیراندازی پر لگائے رکھنا، (۴) تلوار سے وار کرنا، (۵) قتل اور خونریزی کی عادت ڈالنا، (۶) خون بہانے کی پروا نہ کرنا، (۷) زبردستی جان لے لینا، اور یہی باتیں دراصل شکار کی اصل غایت ہیں۔ اسی طرح شکار کے بعض فوائد میں گھوڑوں کی آزمائش ہے اور یہ معلوم کرنا ہے کہ (گھوڑدوڑ میں) مسلسل دوڑتے رہنے میں اُن کا دم کب تک قائم رہتا ہے، شکار کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ اس میں دوڑ دھوپ کرنا ایک جسمانی ریاضت ہے جو ہضم کو مدد دیتی ہے اور صحت مزاج کی حفاظت کرتی ہے، اور ایک یہ بھی فائدہ ہے کہ شکار کا گوشت دوسرے گوشت سے بہتر ہوتا ہے اس لیے کہ شکاری جانوروں کے پریشان کرنے سے اُس گوشت کی حرارت غریزی بھڑک اُٹھتی ہے (جس کو کھانے سے) انسان کی حرارت میں اضافہ ہوتا ہے، ایک حکیم کا قول ہے کہ بہترین گوشت وہ ہے جسے شکاری جانور نے خوب پریشان کیا ہو۔

شکار کے فائدوں میں سے وہ عجیب اتفاقات بھی ہیں جو شکار میں پیش آجاتے ہیں، ان میں سے بعض کا ذکر پہلے بھی گذر چکا ہے۔

یزید بن معاویہ شکار سے شغف رکھنے والوں میں سب سے بڑھا ہوا تھا، وہ ہمیشہ (دوسرے کاموں کو چھوڑ کر) شکار میں لگا رہتا تھا وہ شکاری کتوں کو کنگن اور زربفت کی جھولیں پہناتا تھا اس نے ہر کتے کے لیے ایک غلام دے رکھا تھا جو اس کی خدمت کرتا تھا، کہتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) عبیداللہ بن زیاد نے کوفہ کے ایک شخص سے چار لاکھ دینار جرمانہ وصول کر کے بیت المال میں داخل

Marfat.com

کرلیا۔ اُس شخص نے کوفہ سے روانہ ہوکر دمشق کا قصد کیا تاکہ یزید سے اپنی حالت کے متعلق شکایت کرے۔ دمشق اُس زمانہ میں پایۂ تخت تھا جب وہ شخص دمشق کے نواح میں پہنچا تو اُس نے یزید کے متعلق دریافت کیا، لوگوں نے بتایا کہ وہ شکار میں ہے، اس نے یزید کی عدم موجودگی میں شہر میں داخل ہونا پسند نہیں کیا اور شہر کے باہر ہی اپنا خیمہ نصب کرلیا۔ اور یزید کی شکار سے واپسی کا انتظار کرنے لگا، ایک روز وہ اپنے خیمے میں بیٹھا ہوا تھا کہ یکایک ایک کتیا اس کے پاس خیمے میں گھس آئی، اس کے پیروں میں سونے کے کنگن تھے اور اس کی پیٹھ پر ایک بیش قیمت جھول پڑی ہوئی تھی، وہ اس قدر پیاسی اور تھکی ہوئی تھی کہ قریب تھا کہ پیاس اور تھکن سے مرجائے، وہ سمجھ گیا کہ یہ کتیا یزید کی ہے اور اس کے پاس سے بھٹک کر آگئی ہے، وہ اُٹھ کر اُس کے پاس گیا اور اُس کے سامنے پانی لاکر رکھ دیا، اور بذات خود اس کی خبر گیری کرنے لگا، اُسے کچھ خیال نہ تھا کہ یکایک ایک خوبصورت جوان گھوڑے پر سوار شاہی لباس پہنے اس نے اپنے سامنے موجود دیکھا جس کے (کپڑے غبار آلود تھے) اس نے کھڑے ہوکر اس جوان کو سلام کیا، جوان نے پوچھا تم نے کوئی کتیا تو یہاں سے گذرتے ہوئے نہیں دیکھی؟ ۔ اُس نے کہا جی ہاں حضور وہ خیمہ میں موجود ہے اُس نے پانی بھی پی لیا اور آرام بھی کرچکی ہے اور جب وہ یہاں آئی تھی تو حد درجہ پیاسی اور تھکی ہوئی تھی، جب یزید نے اس کی باتیں سنیں تو وہ اتر کر خیمہ میں گیا اور جب اُس نے دیکھ لیا کہ کتیا آرام کرچکی ہے تو وہ اس کی ڈوری پکڑ کر اسے باہر نکالنے کے لیے کھینچنے لگا، (اس موقع پر) اس شخص نے اپنا حال بیان کرتے ہوئے (عبید اللہ بن زیاد) کی شکایت کی اور بتایا کہ اس نے اُس سے کتنی رقم حاصل کرلی ہے، یزید نے (دوات اور قلم) طلب کیا۔ اور عبید اللہ نے جو کچھ لے لیا تھا

Marfat.com

اس کے واپس کرنے اور ایک خلعتِ فاخرہ دینے کا بھی حکم لکھا اور پھر وہ کتیا کو لے کر چلا گیا، وہ شخص اسی وقت کوفہ کی طرف واپس چلدیا اور دمشق میں داخل بھی نہ ہوا،

سلطان مسعود کو بھی شکار میں بڑا غلو تھا، وہ کتوں کو اطلس کی جھولیں اور کنگن پہناتا تھا (کتوں کی مصروفیت کی وجہ سے) بعض اوقات امین الدولہ بن تلمیذ عیسائی طبیب کی طرف سے جو ایک فاضل ظریف شخص تھا بے التفاتی اختیار کرتا تھا تو وہ کہتا تھا:۔

من کان یلبس کلبہ	جو شخص اپنے کتے کو بوٹے دار کپڑے پہناتا ہے،
وشیاً ویقنع لی بجلدی	اور میرے لیے صرف میرا چمڑا کافی سمجھتا ہے، تو گویا
فالکلب خیرٌ عندہٗ	اس کے نزدیک کتا مجھ سے بہتر ہے، (لیکن) میرے
وخیر منہ عندی	نزدیک کتا اس سے بہتر ہے۔

امیر فخر الدین بغدی بن قشتمر نے مجھ سے بیان کیا کہ میرے دادا بادشاہ قشتمر نے (ایک مرتبہ) شکار کے لیے پھندہ بچھوایا، اتفاق سے اس میں ایک نہایت ہی چھوٹے قد کا آدمی پھنس گیا، اس کا قد پانچ سال کے بچّے کے برابر تھا، اس کے ناخن اور بدن کے بال بہت زیادہ بڑھے ہوئے تھے، لوگ اس کو پکڑ کر ناصر کے پاس لے گئے، لوگوں نے (ہر چند) چاہا کہ وہ کچھ بولے مگر وہ نہ بولا، پھر اُس کے لیے کھانا لائے، وہ بھی اُس نے نہیں کھایا، اور پانی لائے تو وہ بھی اُس نے نہیں پیا، ہر ممکن طریقہ سے کوشش کی گئی کہ وہ بولے مگر وہ چپ ہی رہا اور ایک بات بھی اُس کے منہ سے نہ نکلی، پھر حاضرین میں سے ایک شخص نے پوچھا کہ تو کیا چاہتا ہے پھر بھی وہ نہ بولا، پھر اُس سے پوچھا کہ کیا تو یہ چاہتا ہے کہ ہم تجھے آزاد کردیں اُس نے سر ہلایا یعنی ہاں (آزاد کردو) پھر ناصر کے حکم سے چھوڑ اگیا تو وہ ہرن

سے بھی زیادہ تیز دوڑتا ہوا جنگل میں گھس گیا۔

جب بزرجمہر سے اردشیر کے متعلق پوچھا گیا تو اُس نے جواب دیا کہ حکمت کی باتیں سوچنے کے لیے رات کو جاگتا تھا، اور دن (کی فرصت) کو امورِ سیاست کے لیے وقف کرتا تھا۔ کسریٰ کے متعلق بھی اُس سے سوال کیا گیا کہ اُس نے کیوں تمام رعایا پر اپنا احسان عام کر دیا تھا، اُس نے کہا اس لیے کہ کہیں کوئی مستحق باقی نہ رہ جائے، پھر بزرجمہر سے پوچھا گیا کہ اپنے احسان کو تمام رعایا پر عام کرنا اس کے لیے کیونکر ممکن تھا، اُس نے کہا کہ اس لیے کہ وہ اُن کے حق میں خیر کی نیت رکھتا تھا، اور جب اُس نے رعایا کے لیے خیر کی نیت کر لی تو گویا اس کا احسان عام ہو گیا۔

عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ قرآن کے ذریعہ سے لوگوں کو برائی سے اتنا باز نہیں رکھتا تھا جتنا بادشاہ کے ذریعہ سے، اس لیے کہ لوگ آئندہ پیش آنے والی سزا کے مقابلے میں فوری پیش آنے والی سزا سے زیادہ ڈرتے ہیں۔

جو بادشاہ (شاہی اوصاف میں) کامل ہے اُس کے لیے یہ مناسب نہیں کہ وہ اپنی مجلس میں کھانوں کے تذکرے اور (عورتوں کے اوصاف بیان کرنے میں زیادہ حصہ لے تاکہ وہ اِس (دلچسپی) میں عام لوگوں کے ساتھ شریک نہ ہو جائے، اس لیے کہ عوام اپنی زندگی میں ادنیٰ چیز پر اکتفا کرتے اور اسی پر قانع رہتے ہیں۔ اور بلند مقاصد چھوڑ دیتے ہیں۔ اور جب کسی چیز کے تذکرے میں منہمک ہونا چاہتے ہیں تو ان کے لیے کھانے کی قسموں اور (عورتوں کے اوصاف کے سوا کوئی چیز (دلچسپی) کی نہیں ہوتی، احنف بن قیس کا قول ہے کہ ہماری مجلس سے عورتوں اور (کھانوں کا ذکر دور رکھو، کیونکہ مجھے اس بات سے نفرت ہے کہ کوئی شخص اپنے پیٹ (کی حریصانہ خواہش) کی حد درجہ تعریف، یا اپنی شہوانی خواہش کی مدح سرائی کرے، اور (اپنی مخلصانہ محبت

مخلصانہ محنت سے عورتوں کی طرف مائل رہے۔

پرویز نے اپنے لڑکے سے کہا اپنے لشکر والوں کو اتنا زیادہ مال نہ دو کہ وہ تم سے بے نیاز ہوجائیں، اور نہ اُن پر اتنی تنگی روا رکھو کہ وہ بد دل ہوجائیں، بلکہ ان کے ساتھ اعتدال سے داد و دہش کرو اور اگر کبھی محروم کرو تو وہ بھی خوبصورتی کے ساتھ، ان کو وسیع پیمانے پر امیدیں تو دلاؤ لیکن وسیع پیمانے پر داد و دہش نہ کرو۔ جب منصور نے یہ بات سُنی تو اِس (نصیحت) نے منصور کی ذات میں ایسی جگہ پائی، جو بخل کی اس خصلت سے مناسبت رکھتی تھی، جو اس پر غالب تھی، اس نے کہا کہ بس رائے کی بات تو یہی ہے اور یہی اُس شخص کا مطلب بھی ہے جو کہتا ہے کہ اپنے کتے کو بھوکا رکھو تاکہ وہ تمہارے پیچھے پیچھے پھرتا رہے، یہ سن کر منصور کے ایک فوجی سردار نے کہا امیرالمومنین مجھے ڈر ہے کہ کہیں دوسرا شخص اُسے روٹی دکھائے اور وہ آپ کو چھوڑ کر اس کے پیچھے ہوجائے کہتے ہیں کہ ریاست کی سیاست قائم کرنا ریاست سے مشکل ہے، جس طرح کہ خدمت کے فرائض خدمت سے دشوار ہیں، اور جس طرح کہ دوا پینا پرہیز سے مشکل ہے، اور اسی طرح احسان کو مکمل کرنا نفسِ احسان سے مشکل ہے۔ رئیس پر یہ بھی لازم ہے کہ وہ زمانے کی سختیوں میں صبر سے کام لے۔

ایک ترک حکیم کا قول ہے کہ سپہ سالار لشکر میں دس حیوانی خصلتوں کا پایا جانا ضروری ہے، شیر کی جرأت، خنزیر کا حملہ، لومڑی کا کترانا، زخموں پر کتے کی طرح صبر کرنا، بھیڑیئے کی طرح (گھات میں بیٹھ کر) حملہ کرنا، مرغ کا ایثار، مرغی کی سی شفقت جو اپنے بچوں پر کرتی ہے، کوے کا چوکنا رہنا، تغرو کا موٹاپا، (تغرو خراسان میں ایک جانور ہوتا ہے جو سفر اور مشقت میں موٹا ہوجاتا ہے)

ریاست کے طلبگاروں میں سب سے زیادہ قابل وہ شخص ہے جس کے مزاج میں حالات شناسی طبعی طور پر پائی جائے، قوتِ تمیزی کی صحت (فطری طور پر) اُس میں

Marfat.com

موجود ہو، زمانے کی گردش اور حکومتوں کے انقلاب سے جو دنیا میں پیش آتے ہیں، اُن سے علم (و تجربہ) حاصل کرے، دشمنوں کی خاطر و تواضع کا ڈھنگ جانتا ہو، اور اپنے راز کو حد درجہ پوشیدہ رکھتا ہو، اس لیے راز کی حفاظت قطب کی طرح ہے جس کے گرد سیاست گردش کرتی ہے، (طالب ریاست کو چاہیے کہ) عقلمندوں کی عقل سے اپنی عقل کے لیے امداد حاصل کرے اس لیے کہ انفرادی عقل تنہا کافی نہیں ہو سکتی۔ بادشاہ کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ اختلافِ آرا کے وقت دانائی سے کام لینے والا اور مختلف خواہشوں کے موقع پر فیصلہ کن ارادے رکھنے والا ہو، تاکہ (اختلافی فیصل) دور ہو جائے۔

حزم (یعنی انضباط اور اعتماد کے ساتھ کام شروع کرنا) ایسی بنیادی صفت ہے جس پر مملکت کے استحکام میں بھروسہ کیا جاتا ہے، کتاب کی ابتدا ہی میں اس صفت کا ذکر ضروری تھا، جہاں اسی قسم کی اور اچھی صفتوں کا ذکر ہے، لیکن چونکہ عقل اس صفت پر حاوی ہے، اس لیے صرف عقل ہی کے ذکر پر اکتفا کیا گیا، تاہم اس موضوع پر یہاں کچھ لکھ دینے میں مضائقہ نہیں۔

اہلِ علم کہتے ہیں کہ زیادہ ہوشیار بادشاہ وہ ہے کہ اُس کی سنجیدگی مذاق پر قابو رکھتی ہو، اور عقل جذبات پر، اُس کے افعال اُس کے ضمیر کی ترجمانی کریں، اور اُس کی ہوا پرستی اُسے (حق کے خلاف) دھوکے میں نہ ڈالے، اور نہ اُس کا غصّہ اُس کی حکمت عملی میں خلل انداز ہو، یہ بھی کہا گیا ہے کہ ہوشیار بادشاہ وہ ہے کہ خود اپنے اوپر جاسوس مقرر کرے اور اپنے نفس کا مطالعہ کرتا رہے تاکہ وہ دوسروں سے زیادہ اپنے عیبوں سے باخبر رہے، سب سے زیادہ ہوشیار بادشاہ وہ ہے جو رعایا کو نرمیٔ اخلاق، بہترین ذرائع، اور لطیف پیرایہ میں تدریجی طور پر اخلاق و آداب اختیار کرنے پر آمادہ کرے۔

Marfat.com

اسی مضمون کے متعلق ایک لطیف نکتہ میری سمجھ میں آیا ہے اور وہ یہ کہ جب رعایا تدریجاً بادشاہ کے اخلاق و آداب اختیار کرنے لگے گی، تو وہ بادشاہ کے حالات اور افعال کو بھی اچھا سمجھے گی، کیونکہ وہ خود بھی ایسے کام کرتی ہوگی اور اِنہی کاموں پر اُس کو اعتماد ہوگا، لہذا بادشاہ کی سیرت کو کوئی بھی بُری نظر سے نہ دیکھے گا، اور نہ اُس پر عیب لگائے گا، بخلاف اس کے اس صورت میں جب ان کی طبیعت بادشاہ کے خلاف اور ان کے اخلاق بادشاہ کے اخلاق کے منافی ہوں گے تو وہ دوسروں کو بھی اُس پر عیب لگانے اور اس کے افعال کی برائی کرنے پر آمادہ کریں گے، یہ ایک خاص راز ہے جو اہلِ نظر) کے کلام میں پوشیدہ ہے۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ ہوشیار بادشاہ وہ ہے جو ضرورت پیش آنے سے پہلے مستحکم تدبیر سے کام لے اور کسی خطرناک مہم پیش آجانے سے قبل ہی اس کا تدارک کرلے۔

سکندر سے پوچھا گیا دوامِ حکومت کی کیا علامت ہے؟ اُس نے کہا "ہر بات میں حزم (واحتیاط) کی پیروی اور سعیٔ بلیغ" پھر اُس سے پوچھا گیا کہ زوالِ حکومت کی کیا نشانی ہے؟ اُس نے کہا ہر بات میں غیر سنجیدگی اختیار کرنا۔

نوشیرواں کا قول ہے، حزم کے یہ معنی ہیں کہ جو چیز تمہاری سپردگی میں دی جائے اُس کی حفاظت کرو، اور جو چیز تم کو نہ ملے اُس کا خیال چھوڑ دو۔ ایک دوسرا (حکیم) کہتا ہے حزم والا بادشاہ وہ ہے جو اپنے امور پر قابو حاصل کرلے، اپنی عادتوں سے عقل کے مطابق کام لے، خواہشاتِ نفس کو دبائے رکھے، اور اپنے جذبات پر غالب رہے، کہتے ہیں کہ بادشاہ کو سب سے پہلے حزم (واحتیاط) سے کام لینا چاہیے اور جب معاملہ پیش ہی آجائے تو اُس وقت پوری سعی و کوشش ہونی چاہیے۔

ایک لائق بادشاہ سے پوچھا گیا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ جب آپ کے پاس کوئی آتا ہے تو آپ بڑی دیر تک اُسے اپنے پاس بٹھاتے ہیں، اور بعض اوقات وہ اس کا اہل بھی نہیں ہوتا، اُس نے جواب دیا کہ کسی شخص کی حقیقتِ حال ایک یا دو ملاقاتوں میں معلوم نہیں ہوتی، اسی وجہ سے میں دیر تک اس کے ساتھ ملاقات کا سلسلہ قائم رکھتا ہوں اور کئی ملاقاتوں میں اس کو آزماتا ہوں، اگر وہ قابل نکلتا ہے تو اُسے اپنے لیے منتخب کر لیتا ہوں اور اگر وہ نااہل ثابت ہوتا ہے تو اُسے چھوڑ دیتا ہوں، ایک دوسرے شخص کا قول ہے کہ کسی کو یہ نہ چاہیے کہ وہ حزم و احتیاط کسی ایسی کامیابی کو دیکھتے ہوئے چھوڑ دے جو (حزم و احتیاط سے) عاجز رہنے نے حاصل کر لی ہو، (یعنی باوجود حزم و احتیاط سے عاجز رہنے کے حاصل ہو گئی ہو) اور نہ کسی ایسی مصیبت کو دیکھ کر (حزم و احتیاط) کو ہاتھ سے دینے کی رغبت کرنا چاہیے، جو کسی صاحب حزم پر نازل ہو گئی ہو، یہ بھی کہا گیا ہے حزم آگے نہ بڑھائے گا اُسے حزم سے عاجز رہنا پیچھے ہٹا دے گا۔

عبد الملک بن مروان سے پوچھا گیا، کہ حزم کیا چیز ہے اُس نے کہا کہ لوگوں کو مال دے کر دھوکہ دینا، اور اس کے ذریعہ سے اُن کے دل اپنے ہاتھوں میں لے لینا، کیونکہ لوگ مال کے بندے ہیں جہاں مال ہوتا ہے وہ بھی وہیں ہوتے ہیں اور جدھر وہ ڈھلکتا ہے وہ بھی ڈھلک جاتے ہیں۔

ایک بادشاہ نے کسی حکیم سے پوچھا کہ کس موقع پر دشمن پر اعتماد کرنا حزم ہو سکتا ہے، اُس نے کہا اس وقت جبکہ دشمن سے ایسے امر کے متعلق مشورہ لو جس میں تم دونوں کا فائدہ ہو۔

مسلمہ بن عبد الملک کا قول ہے کہ مجھے اُس کامیابی پر کبھی خوشی نہیں ہوئی جس کی ابتدا میں، بغیر ضبط و اعتماد کے میں نے کام کیا ہو، اور نہ مجھے اُس ناکامی پر افسوس ہوا جس کے شروع میں، ضبط و اعتماد سے میں نے کام لیا تھا۔

Marfat.com

رازپوشیدہ رکھنے کے مسئلے پر غور کرنا، اور اپنے بھیدوں کو افشا و اشاعت سے بچانا اور مضبوطی سے ان کی حفاظت و نگرانی کرنا بھی ایک قابل بادشاہ کے لیے ضروری ہے۔ یہ ایک ایسا موضوع ہے جس میں عجلت نہ کرنے کی ضرورت ہے۔ اس لیے کہ ایک راز کی اشاعت سے کتنی ہی سلطنتیں تباہ اور کتنی ہی جانیں ضائع ہوگئیں، راز کی حفاظت اور اسے پوشیدہ رکھنا اُن بہترین صفات میں سے ہے جن کی طرف انسان نے خاص توجہ کی ہے، حدیث میں اس کے متعلق آیا ہے۔ "جس نے اپنے راز کی حفاظت کی اُس نے اپنے معاملہ پر قابو حاصل کر لیا" حضرت علیؓ نے فرمایا ہے کہ راز کی حفاظت بڑی رائے کی بات ہے۔

ایک شخص نے کسی سے کوئی راز کی بات بیان کی اور (ساتھ ہی) اُس کو پوشیدہ رکھنے کا بھی حکم دیا، جب بات ختم ہوئی تو اُس شخص نے کہا کیا "تم سمجھ گئے" اُس نے کہا نہیں بلکہ بھول گیا،

عمرو بن العاص کا قول ہے کہ اگر میں اپنا بھید اپنے دوست سے کہدوں اور وہ اُسے شائع کردے تو ملامت کے قابل میں ہوا، نہ کہ وہ، اُن سے پوچھا گیا کہ یہ کیوں کہا "اس لیے کہ اُس کے مقابلہ میں میرے لیے راز چھپانا زیادہ اولیٰ تھا" اِس باب میں جو اشعار رکھے گئے) ہیں اُن میں سے (ایک شعر) یہ ہے:-

اذا ضاق صدر المرء عن سر نفسه فصدر الذی یستودع السر اضیق

(جب انسان کا سینہ اپنے راز کی حفاظت سے تنگ ہو جائے۔ تو اُس کا سینہ تو اور بھی زیادہ تنگ ہے جس کو راز کا امین بنایا جائے۔)

کہا گیا ہے کہ صرف ایک شخص بادشاہ کا رازدار ہونا چاہیے، کیونکہ جب رازدار ایک ہی شخص ہوگا، تو وہ امید یا خوف کی بنا پر اُسے ظاہر کرنے کے قابل نہ ہو سکے گا۔

Marfat.com

اس لیے کہ اگر راز افشا ہو گیا، تو بادشاہ کو یقین ہو گا کہ راز کا افشار اُسی شخص کی طرف سے ہوا ہے، (بخلاف اِس کے) اگر ایک جماعت رازدار بنے گی، اور پھر بھید ظاہر ہو گا تو ہر ایک دوسرے کو فاش کرنے والا بتائے گا۔ ایسی صورت میں اگر بادشاہ سب کو سزا دے گا، تو سوائے ایک کے وہ سب پر ظلم کرے گا، اور اگر انھیں سزا نہ دے گا تو سب کو افشائے راز کی طمع ہو گی، اور اُن کو اس کا موقع ملتا رہے گا، شاعر کہتا ہے :۔

وسرك ما كان عند امرءٍ　　　وسر الثلاثة غير الخفي

تیرا راز تو وہی ہے جو صرف ایک شخص کے پاس (محفوظ) ہو۔ اور تین آدمیوں کے (درمیان اگر) راز ہے تو وہ پوشیدہ نہیں ہے)

اگر ایک جماعت ہی پر بادشاہ کو راز ظاہر کرنے کی ضرورت ہو تو مناسب یہ ہے کہ ہر ایک کو انفرادی طور پر رازدار بنائے اور ہر ایک کو پوشیدہ رکھنے کی ہدایت کرے اور اشارتاً ہر ایک کو یہ بھی بتا دے کہ اُس نے یہ راز کسی دوسرے پر ظاہر نہیں کیا ہے۔ یہ صورت راز پوشیدہ رکھنے کے لیے زیادہ مناسب ہے۔

فارس کے ایک بادشاہ نے اپنے وزیروں سے کسی مسئلہ میں مشورہ لیا، ان میں سے ایک نے کہا کہ بادشاہ کے لیے یہی مناسب ہے کہ ہم میں سے ہر ایک سے تنہائی میں مشورہ لے کیونکہ ایسا کرنا راز کو زیادہ محفوظ رکھتا ہے، رائے کی زیادہ احتیاط اسی میں ہے، سلامتی کے لیے بھی یہی زیادہ مناسب ہے، اور (یہی طرزِ عمل) ہم کو آپس کے فسادات سے بچاتا ہے۔

بھیدوں کو چھپانے اور اُن کو محفوظ رکھنے میں دولتِ عباسیہ سے زیادہ کسی سلطنت نے توجہ نہیں کی۔ اس باب میں دولتِ عباسیہ کے عجیب و غریب واقعات ہیں — عباسیوں نے صرف ایک نقل کی ہوئی (راز کی) بات، یا ایک بیان کیے ہوئے واقعہ

Marfat.com

کی پاداش میں کتنے ہی اربابِ نعمت کو ان کی نعمتوں سے علیحدہ کر دیا، اور کتنی ہی جانوں کو زندگی سے محروم
خلیفہ ناصر کے عہد میں ایک دلچسپ واقعہ پیش آیا جس کا ذکر اس موقع پر بیجا نہ ہوگا،
ناصر کے دو لڑکے یعنی دو پوتے تھے، ناصر نے خوزستان کا علاقہ اُن کی جاگیر میں دے
رکھا تھا، اور وہ دونوں وہاں چلے گئے تھے، اور وہیں رہتے تھے، ایک رات ناصر کو اُن
کے متعلق فکر پیدا ہوئی، اور ان کے دیکھنے کا اشتیاق ہوا، اُسے اندیشہ ہوا کہ ان اطراف
میں اُن پر کوئی واقعہ پیش نہ آیا ہو۔ اُس نے فوراً اپنے وزیر قمی کے پاس کسی کو بھیجکر
اُسے طلب کیا، اور کہا اسی وقت اُن دونوں بچوں کے پاس ایک شخص کو بھیجو جو
انھیں بغداد آنے کی ہدایت کرے لیکن کسی شخص کو اس (راز) سے ذرا بھی آگاہ نہ
کرنا وزیر نے فوراً ایک "نجّاب" (یعنی حاضر باش سوار) کو بلایا، ایسے سواروں کی
ایک جماعت ہر رات "دیوان" کے دروازے پر حاضر رہتی تھی، جب یہ لوگ سوتے تھے
تو ان کے سرہانے سفر کا سامان اور توشہ اور خرچ (کی رقم) موجود رہتی تھی، اور وہ اپنے
گھر والوں سے رخصت ہو کر آجاتے تھے، اگر رات کو کوئی اہم ضرورت پیش آتی تو وہ
اس کے لیے روانہ ہو جاتے تھے، جب "نجّاب" وزیر کے پاس آیا، تو وزیر نے
(ناصر کا پیام) اُسے زبانی سنایا، اور اُس سے کہا کہ اسی وقت روانہ ہو جاؤ لیکن
خبردار کسی کو اِس کی اطلاع نہ ہونے پائے، ورنہ اس کا بدلہ تمہاری جان ہوگی۔
پھر وزیر نے شہر پناہ کے ایک دروازے کی چابی لے جانے کا حکم دیا، جب وہ (شہر
پناہ سے) باہر نکلنے کے لیے روانہ ہوا اور وہ شہر کی ایک گلی سے گزر رہا تھا کہ مقابل
کے دو جھروکوں میں اُس نے دو عورتوں کو باتیں کرتے ہوئے پایا، ایک نے دوسری
سے کہا تم کو معلوم ہے یہ سوار اس وقت کہاں جا رہا ہے؟ اُس نے کہا کہ یہ دستر کے
مقام کو خلیفہ کے بچوں کو لینے کے لیے جا رہا ہے، اس لیے کہ خلیفہ کو ان کے
متعلق ڈر پیدا ہو گیا ہے، اور وہ اُنھیں دیکھنے کا مشتاق ہے، اُن کو وہاں (رہتے

Marfat.com

ہوئے) ایک عرصہ ہو گیا ہے" جب سوار نے یہ سُنا تو وہ فوراً واپس ہوا، اور وزیر کے پاس پہنچ کر اُس سے ملنے کی اجازت چاہی، جب وزیر کو اس کی واپسی کا علم ہوا تو وہ بہت گھبرایا اور اُسے بلا کر واپسی کا سبب دریافت کیا، سوار نے کہا حضور فلاں گلی میں ایسا ایسا واقعہ ابھی پیش آیا، اور مجھے یہ خوف ہوا کہ اگر میں چلا جاؤں اور یہ خبر مشہور ہو جائے تو آپ کو یہی شک ہوگا کہ میں نے ہی یہ راز ظاہر کیا ہے اور یہی میری ہلاکت کا سبب ہوگا، وزیر نے کہا اچھا یہ تو ہم کو معلوم ہو گیا، تم اب نکلو اور خدا کی امان میں روانہ ہو جاؤ، (تمہارا اس میں کوئی قصور نہیں) یہ تو شیاطین ہیں جو اہم خبریں (انسانوں کا راز ظاہر کرنے کے لیے) منتقل کرتے رہتے ہیں،

اِسی نوعیت کا ایک دوسرا واقعہ ہے جس کو مجھ سے ایک بغداد کے رہنے والے نے بیان کیا تھا، اُس نے اپنے ایک دوست کی روایت سے بیان کیا کہ ہم ایک کھجواڑے کے رہٹ کے پاس سے گزر رہے تھے، ہمارا ارادہ تھا اُس کے آخری سرے تک چلے جائیں کہ ہم نے کسی کہنے والے کی آواز سُنی، جو کہہ رہا تھا "اباقا مر گیا" ہم نے اِدھر اُدھر دیکھا لیکن کوئی دکھائی نہ دیا ہم نے اس دن کی تاریخ یاد رکھی، اور جب اباقا کے موت کی خبر شایع ہوئی تو ویسا ہی ہوا جیسا کہ اُس (غیبی آواز) نے کہا تھا، (یعنی اسی تاریخ اباقا کی موت واقع ہوئی تھی)۔

کہا گیا ہے کہ والیٔ موصل غالباً بدرالدین نے مجدالدین ابن اثیر جزری سے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ تم میرے لیے اِسی وقت ایک متدین اور امانت دار شخص نامزد کردو جو رازدار بننے کے قابل ہو، تاکہ میں اُس کی زبانی خلیفہ تک ایک راز پہنچا دوں، اور وہ اسی وقت روانہ ہو سکے، ابن اثیر تھوڑی دیر سوچتا رہا، پھر اس نے کہا حضور والا! میں اپنے بھائی کے سوا کسی میں یہ وصف نہیں پاتا، بدرالدین نے کہا جاؤ اور اسے میرے پاس بھیجدو تاکہ میں اُس سے زبانی گفتگو کر لوں، اور وہ اسی وقت

روانہ ہو جائے، مجدالدین اپنے گھر آیا، اور بادشاہ سے جو گفتگو ہوئی تھی اسے اپنے بھائی سے بیان کر دیا اور کہا بخدا میرے بھائی! میں نے تمہاری نسبت جو کچھ کہا ہے وہ اُن صفات کی بنا، پر ہے جو مجھے تمہارے متعلق معلوم ہیں، لہذا بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو جاؤ اور وہ تمہیں جو کچھ حکم دے اس کی تعمیل کرو۔ ابن اثیر (یعنی مجدالدین کا بھائی) بادشاہ کے پاس حاضر ہوا، اور بادشاہ نے (جو پیام بھیجنا تھا) اس سے زبانی کہدیا، اور اسی وقت روانہ ہو جانے کے لیے کہا، ابن اثیر اپنے بھائی سے رخصت ہونے کے لیے گھر آیا، اور اُسے دہلیز میں کھڑا ہوا منتظر پایا، اُس نے پوچھا کیا بادشاہ نے تم سے (راز کی بات) بیان کر دی؟ اس نے کہا ہاں۔ اُس نے دریافت کیا وہ کیا بات تھی، ابن اثیر نے جواب دیا میرے بھائی! ابھی تو تم نے بادشاہ کے سامنے میری دین داری، امانت اور رازداری کی گواہی دی ہے، کیا یہ جائز ہے کہ میں ابھی آپ کو جھٹلا دوں، بادشاہ نے مجھ سے ایک ایسی بات کہی ہے جسے میں صرف اسی شخص سے بیان کر سکتا ہوں جس سے وہ بات کہنے کے لیے مجھے حکم دیا ہے، کہتے ہیں کہ (یہ سنکر) مجدالدین رونے لگا، اور اس نے اسُ کے لیے دعا کی۔

منجملہ اُن اشعار کے جو اس باب میں کہے گئے ہیں حماسی کا یہ قول بھی ہے:

وفتیان صدق لست مطلع بعضھم　　علی سر بعض غیر انی جماعھا

بہت سے ایسے سچے نوجوان ہیں کہ میں اُن میں سے کسی کا راز دوسرے کو بیان نہیں کرتا بجز اس کے کہ میں اُن کا محافظ ہوں۔

لکل امرءٍ شعب من القلب فارغ　　وموضع نجوی لا یرام اطلاعھا

ہر شخص کے دل میں ایک خالی گوشہ موجود ہے اور ایک سرگوشی کی جگہ ہے جس پر (لوگوں کو) مطلع نہیں کیا جاتا۔

یظلون شتی فی البلاد و سرھم　　الی صخرۃ اعیی الرجال انصداعھا

وہ ملکوں میں متفرق پھرتے ہیں اور اُن کا راز ایک پتھر کے نیچے ہوتا ہے جس کے توڑنے پر لوگ قدرت نہیں رکھتے ۔

لا تسئالی القوم ما مالی و کثرته　　وسائلی القوم ما مجدی وما خلقی

لوگوں سے یہ نہ پوچھ کہ میرا مال کیا ہے اور اُس کی کتنی کثرت ہے ۔ بلکہ لوگوں سے یہ دریافت کر کہ میری شرافت اور اخلاق کیا ہیں ۔

هل اطعن الطعنة النجلاء عن عرض　　واکتم السر فیه ضربة العنق

کیا میں (نیزے سے) ایک چوڑا زخم (نہیں) لگاتا ہوں اور کیا میں ایسے بھید کی حفاظت نہیں کرتا جس میں گردن ماری جانے کا اندیشہ) ہے ۔

صابی کا قول بھی اِس مضمون میں خوب ہے ۔

فقل لصدیقی کن علی السر آمنا　　اذا لم یکن بینی وبینک ثالث

میرے دوست سے کہدو کہ رازداری میں امین بن جا جب کہ میرے اور تیرے درمیان کوئی تیسرا نہ ہو ۔

ایک دوسرے (شاعر) کا کہنا ہے ۔

وانك کلما استودعت سرا　　انم من النسیم علی الریاض

جب تم نے اپنا راز (کسی کے) پاس امانت رکھدیا تو وہ اُس نسیم سے بھی زیادہ چغلخور ہوگا جو باغوں پر گزرتی ہے ۔

مؤلف کتاب کے بھی اس مضمون پر کچھ اشعار ہیں ۔

وما احتفر الاصحاب للسر حفرة　　کصدری ولو جار الشراب علی عقلی

کسی دوست نے اپنا راز (دفن کرنے) کے لیے میرے سینے کی طرح کوئی گڑھا نہیں کھودا اگرچہ شراب میری عقل پر غالب آجائے ۔

اسی مضمون پر اُس کا یہ شعر بھی ہے ۔

وان یکن الزجاج ینم طبعًا فسیدنا انم من الزجاج

اگر شیشہ طبعی طور پر چغلی کھاتا ہے، تو ہمارا سردار شیشے سے بھی زیادہ چغلخور رہے۔

چغلخوری کے متعلق پوری تحقیقات کرنا اور کامل غور و خوض سے کام لینا بھی ایک ضروری بات ہے، کیونکہ اکثر اوقات بہت سے چغلخور اور بُرائی کرنے والے اپنے غصّہ کو تسکین دینے کے لیے ایک بے قصور مسکین کو ایک ظالم بادشاہ کے سامنے تہمت کا شکار کر دیتے ہیں، دراں حالیکہ وہ بے قصور ہوتا ہے، پھر حاکم کے نزدیک معاملہ مشتبہ ہو جاتا ہے تو وہ اس بے قصور شخص کو بغیر کسی گناہ کے ہلاک کر دیتا ہے، پھر جب اُسے صورتِ حال کا علم ہوتا ہے تو اُس کو پشیمانی ہوتی ہے، جب کہ پشیمانی لاحاصل ہے۔ اس چغلخوری کا نقصان چغلخور، اور جس کے پاس چغلی کی گئی، اور جس کے متعلق چغلی کھائی گئی اِن تینوں کو گھیر لیتا ہے، کیوں کہ (اول الذکر) دونوں شخصوں نے اپنے اِس فعل سے اپنا دین برباد کر دیا، اور جس کی چغلی کی گئی اُس کو یوں نقصان پہنچا کہ وہ (بغیر قصور کے) جلد ہی سزا کا شکار ہو گیا۔

قرآن میں اس کے متعلق آیا ہے۔ اے ایمان والو اگر کوئی فاسق تمہارے پاس

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَكُمْ کوئی خبر لے کر آئے تو اُس کی پوری تحقیقات

فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا اَنْ تُصِيْبُوْا کرو ایسا نہ ہو کہ تم کسی قوم کو لاعلمی کی حالت میں

قَوْمًاۢ بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى نقصان پہنچا دو، پھر اپنے کیے پر ندامت

مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ ۝ کرو۔

حدیث میں اس کے متعلق جو آیا ہے اُس میں سے (ایک حدیث) یہ ہے، جو شخص اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے وہ اپنے مسلمان بھائی کا کوئی عیب ہمارے سامنے ہرگز پیش نہ کرے۔

Marfat.com

ایک شخص نے یحییٰ بن خالد برمک کے سامنے ایک قضیہ پیش کیا کہ ایک غریب الوطن تاجر مر گیا ہے اور اُس نے ایک خوبصورت کنیز، ایک شیر خوار بچہ اور بہت سا مال چھوڑا ہے، اور وزیر (یعنی یحییٰ) ان سب کا زیادہ مستحق ہے، یحییٰ نے اُس (اطلاعی پرچہ پر) یہ لکھ دیا کہ مرنے والے پر تو اللہ رحم کرے، رہی کنیز تو اللہ اُس کی حفاظت فرمائے، اور بچے کی اللہ نگہداشت کرے، اور مال میں خدا ترقی دے اور جس نے ہمارے پاس اس کی مخبری کی ہے اُس پر اللہ کی لعنت ہو۔

جب عبدالعزیز بن مروان دمشق کا والی مقرر ہوا، اور بنی امیہ میں اُس سے زیادہ کوئی ہوشیار شخص بھی نہ تھا، اور وہ کم سن بھی تھا، تو دمشق والوں نے اُس کی کم سنی سے فائدہ اٹھانا چاہا، اور کہا کہ یہ ایک بچہ ہے جو (دنیا کی) باتوں سے واقف نہیں، جو کچھ ہم اس سے کہیں گے مان لیا کرے گا، چنانچہ ایک شخص اس کے پاس گیا اور اس نے کہا خدا امیر کا بھلا کرے میں (آپ کو ایک) نصیحت کرنا چاہتا ہوں، عبدالعزیز نے کہا کاش مجھے معلوم ہوتا کہ وہ کیا نصیحت ہے جو تم مجھے پہلے ہی سے کرنا چاہتے ہو، حالانکہ اس سے پہلے میں نے تمہارے ساتھ کوئی احسان نہیں کیا ہے۔ اچھا لاؤ تمہاری نصیحت کیا ہے، اس نے کہا "میرا ایک ہمسایہ ہے اور وہ نافرمان ہے اور آپ کی اطاعت سے سرتابی کرنے والا ہے" اس شخص نے اُس کے اور بھی عیب بیان کیے، عبدالعزیز نے کہا اے شخص نہ تو تجھے خدا کا خوف ہوا، نہ تو نے اپنے امیر کا احترام کیا، اور نہ تو نے اپنے حق ہمسائگی ....کی رعایت کی اگر تو چاہتا ہے تو جو کچھ تو نے کہا ہے ہم اُس پر غور کریں گے، اگر تو سچا نکلا تو یہ بات ہماری طرف تجھے کوئی فائدہ نہیں پہنچائے گی، اور اگر جھوٹا نکلا تو ہم تجھے سزا دیں گے اور اگر تو ہم سے معافی چاہتا ہے تو ہم معاف کیے دیتے ہیں، اُس نے کہا اے امیر! آپ تو مجھے معاف کر دیجیے، عبدالعزیز نے کہا جہاں تیرا جی چاہے چلا جا۔ خدا کی

Marfat.com

توفیق) تیرا ساتھ نہ دے، میں تجھے نہایت بُرا آدمی سمجھتا ہوں۔

مقتدر باللہ کا وزیر علی بن محمد بن فرات چغلخوری سے سخت نفرت رکھتا تھا جب کوئی اُس کے پاس کوئی ایسا قصہ لے جاتا جس میں کسی کی چغلخوری ہوتی تو اس کا حاجب دروازے سے باہر آتا جہاں مختلف طبقوں کے لوگ کھڑے ہوتے تھے پھر وہ کہتا تھا کہ اس چغلی (کو لانے) والا کہاں ہے، وزیر نے اس کے متعلق ایسا ایسا کہا ہے، اُس شخص کو مجمع میں بڑی فضیحت ہوتی تھی، چنانچہ اسی بنا پر لوگوں نے اس کے زمانے میں چغلخوری چھوڑ دی تھی۔

عبدالرحمٰن بن عوف کا قول ہے کہ جس شخص نے کسی کے متعلق کوئی بُری بات معلوم کرلی، پھر اُسے طشت ازبام کر دیا، تو گویا وہی اس کا مرتکب ہوا۔

بادشاہ قباد نے اپنے بیٹے (کی رہبری) کے لیے ایک عہد نامہ لکھا، منجملہ اور نصیحتوں کے اُس میں ایک بات یہ بھی تھی، کہ اے بیٹے اپنے مشورے میں کسی بخیل کو شامل مت کرنا، اس لیے کہ وہ (بخل کا مشورہ دے کر) تیری مہربانیوں کو کم کردے گا، اور نہ بزدل کو شریک کرنا، اس لیے کہ وہ موقع پاتے ہی معاملات کو تیرے خلاف دشواری میں ڈال دے گا، تیری رعایا میں تیرا سب سے بڑا دشمن وہ شخص ہے جو تجھ پر لوگوں کے عیب زیادہ ظاہر کرتا ہے، بیشک لوگوں میں عیب تو ہوتے ہیں لیکن تجھے ان کے چھپانے کا زیادہ حق پہنچتا ہے، اور (کسی کا) عیب ظاہر ہونے سے تجھے زیادہ نفرت ہونی چاہیے، تیرا کام تو صرف ظاہری باتوں پر حکم لگانا ہے، لہذا رعایا کے حق میں ان باتوں سے نفرت کر جن کو تو اپنے لیے بُرا سمجھتا ہے، تو (لوگوں کی) بُری باتوں کو پوشیدہ رکھ، خدا بھی اُن باتوں کو پوشیدہ رکھے گا جن کو تو خود چھپانا چاہتا ہے۔

چغلخور کی تصدیق میں جلدی نہ کرنی چاہیے، اس لیے کہ چغلخور درحقیقت دھوکہ

Marfat.com

دینے والا ہوتا ہے، اگرچہ اُس کی گفتگو ناصح کی طرح ہوتی ہے، تو لوگوں کو اسی طرح معافی دے جس طرح کہ تو چاہتا ہے کہ وہ ذات تجھے معافی عطا فرمائے جو تجھ سے برتر ہے۔

مہیار شاعر کا قول اِس موضوع پر نہایت دلچسپ ہے جس میں وہ ایک وزیر کو مخاطب کرتا ہے۔

یا سیف نصری والمهند تابعی　　وربیع دهری والزمان مصاف

اے میری فتحمندی کی تلوار جبکہ بہترین تلوار میری تابع ہے، اور اے میرے زمانے کی بہار حالانکہ یہ وقت گرمی کا موسم ہے۔

ومعید ایامی علی بدائنا　　سمنا وهن علی الانام عجاف

اور اے (وہ شخص) جس نے میرے زمانے کو موٹی اونٹنیوں کی طرح بنادیا۔ حالانکہ وہ (دوسرے لوگوں کے لیے دُبلی اونٹنیوں کی طرح ہے۔

اخلاقك الغر السجایا ما لها　　حملت قذی الواشین وهی سلاف

تیرے روشن عادتوں والے اخلاق کو کیا ہوا جو اپنی آنکھوں میں) چغلخوروں کے میل اور کچرے کے حامل ہیں۔ حالانکہ وہ بادۂ ناب کی طرح صاف ہیں۔

والافك فی مرآة رایك ماله　　یخفی وانت الجوهر الشفاف

بہتان کو کیا ہوا کہ وہ تیرے آئینۂ خیال میں چھپ جاتا ہے، حالانکہ تو ایک شفاف جوہر ہے

ایک اور کہنے والے نے اِس مضمون میں کیا دلچسپ بات کہی ہے:

سعی الیك بی الواشی فلم ترنی　　اهلا لتکذیب ما القی من الخبر

چغلخور نے تیرے پاس میری چغلی کھائی لیکن تو نے مجھے اُس خبر کے جھٹلانے کا اہل نہ سمجھا جو (تیرے دل میں) اُس نے ڈالی ہے۔

ولوسعی بك عندی فی الذکری　　طیف الخیال لبعت النوم بالسهر

اگر میٹھی نیند میں بحالت خواب، آنے والا خیال مجھ سے تیری چغلی کھائے تو میں نیند کو بیداری کے بدلے بیچ ڈالوں، (تاکہ تیری چغلی کا موقع ہی پیش نہ آسکے)۔

لوگ (اس مسئلہ میں) مختلف ہیں کہ آیا ظالم اور جابر بادشاہ بہتر ہے یا معتدل رویہ رکھنے والا کمزور بادشاہ، بعض لوگوں نے ظالم اور قاہر بادشاہ کو فضیلت دی ہے، اور دلیل یہ پیش کی ہے کہ طاقتور ظالم اپنی رعایا کو (دوسرے لوگوں کی طمع سے بچاتا ہے، اور اپنی قوت کے ذریعہ سے ان کو دوسروں کے ظلم سے) محفوظ رکھتا ہے، اس میں ایک غیرت ہوتی ہے جو دوسروں کے شر سے رعایا کو بچاتی ہے، اُس کی رعایا کی مثال اُس شخص کی سی ہوتی ہے جو تمام لوگوں کے شر سے محفوظ رہ کر صرف ایک شخص کے شر میں مبتلا ہو گیا ہو، رہا درمیانی رویہ والا کمزور بادشاہ تو وہ اپنی رعایا کو چھوڑ بیٹھتا ہے، ہر شخص کا اس کی رعایا پر تسلط ہو جاتا ہے اور ہر گھوڑے کا سُم انھیں پامال کرتا رہتا ہے، اس کی رعایا کی مثال اس شخص کی طرح ہوتی ہے کہ وہ ایک شخص کے شر سے محفوظ ہو کر تمام لوگوں کے شر میں مبتلا ہو گیا، (اب تم خود غور کرو) کہ دونوں صورتوں میں کتنا فرق ہے۔

ایک حکیم کا قول ہے کہ وہ بادشاہ جس سے رعیت ڈرتی ہو اُس بادشاہ سے بہتر ہے جو خود رعیت سے ڈرتا ہو۔

نوشیرواں نے کہا ہے کہ میرے نزدیک جو شخص (اپنی حرکات سے) خود کو قتل کے لیے پیش کر دے، اُسے قتل کرنا، جو اپنی حد سے تجاوز کر جائے، اُسے سیدھا کر دینا اور جو اپنے رویے میں زیادتی اختیار کرے اُس کا قلع قمع کرنا قرینِ مصلحت ہے۔

ایک حکیم نے کہا ہے کہ دو جلیل القدر چیزیں ایسی ہیں جن میں سے ایک صرف انفراد اور استبداد (یعنی دوسروں کی عدم شرکت) سے ٹھیک رہتی ہے اور دوسری چیز کی درستی (اور لوگوں کی) شرکت پر منحصر ہے جو چیز صرف انفراد سے ٹھیک رہتی ہے

Marfat.com

وہ بادشاہت ہے اس لیے کہ جب اس میں شرکت ہوگی تو (ملک میں) فساد برپا ہو جائے گا، اور جو چیز بغیر (دوسروں کے) شریک ہوئے ٹھیک نہیں رہتی وہ رائے ہے، رائے میں جب شرکت واقع ہوگی تو اس کی صحت پر اعتماد کیا جائے گا،

بادشاہ کے لیے یہ مناسب نہیں کہ وہ اپنے خیال میں دشمن کی طاقت کو حقیر سمجھے، اگرچہ حقیقت میں وہ حقیر ہی کیوں نہ ہو، اسی طرح بادشاہ کے مصاحبوں کو یہ جائز نہیں کہ وہ بادشاہ کی نظر میں اس کے دشمن کی طاقت کو حقیر قرار دیں، اس لیے کہ اگر وہ اسے حقیر قرار دیں اور وہ بادشاہ پر غالب آجائے تو یہ اس کی کمزوری (اور ذلت) ہوگی کہ وہ ایک حقیر دشمن سے ہار گیا۔ اور اگر وہ خود اس پر غالب ہو جائے تو وہ کوئی خاص فائدہ حاصل نہ کرے گا۔

جب رسول اللہ ؐ واقعۂ بدر سے واپس تشریف لائے، اور آپ کے ساتھ قیدی بھی تھے اور مالِ غنیمت بھی، اور بہت سے مشرک سرداروں کو خدا موت کے گھاٹ اتار چکا تھا، تو لوگوں نے مدینے سے کئی میل باہر آپ کا استقبال کیا اور (جنگ) فتح کرنے پر آپ کو مبارکباد دینے لگے، اور جو لوگ مارے گئے تھے اور جو بچ رہے تھے، ان کے متعلق آپس میں ایک دوسرے سے پوچھنے لگے، ایک صحابی نے کہا کہ ہم نے تو صرف بال اُڑی ہوئی بوڑھیوں کو قتل کیا ہے، (یہ سن کر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابی کی طرف ملامت کرتے ہوئے مخاطب ہوئے، پھر اُس کی طرف سے ایک نفرت کرنے والے کی طرح (منہ پھیرے) رہے اُس صحابی سے فرمایا،

"اے بھتیجے وہ تو "قوم" تھی۔"

اسی مضمون پر جن دلچسپ خیالات کا میں نے مطالعہ کیا ہے اُن میں ایک ہندی حکیم کا قول بھی ہے جو اس نے اپنے ایک بادشاہ سے کہا تھا، "دشمنوں کی حالت کو ہرگز حقیر نہ سمجھنا چاہیے اگرچہ وہ حقیر (ہی کیوں) نہ ہوں، اس لیے کہ ریشے جب

(۸) الفخری

Marfat.com

جمع ہو جاتے ہیں، تو اُن سے ایسی (مضبوط) رسّی بن جاتی ہے جس سے مست ہاتھی باندھا جا سکتا ہے۔

بار بار غور کر کے رائے قائم کرنا بھی ایک اہم بات ہے، بہترین رائے وہ ہے جس میں آہستگی اور (غور و خوض سے کام لیا گیا ہو، ایسا کرنے سے (انسان) رائے کی لغزش سے محفوظ ہو جاتا ہے، احنف بن قیس نے حضرت علیؓ کے ساتھیوں سے کہا "بار بار سوچ کر رائے قائم کرو، ایسا کرنا خالص (یعنی صحیح) رائے تم پر واضح کر دے گا۔

ایک عقلمند سے کسی بات میں مشورہ لیا گیا، لیکن وہ خاموش رہا اس سے پوچھا گیا کہ تم بولتے کیوں نہیں - - - - - - - - - - - اس نے کہا کہ میں تو صرف باسی روٹی پسند کرتا ہوں (یعنی فوری رائے دینا پسند نہیں کرتا بلکہ غور و خوض کے بعد رائے دینا بہتر خیال کرتا ہوں)۔

جب خارجیوں نے عبداللہ بن وہب راسبی سے بیعت کرنے کا ارادہ کیا، اور اس کے متعلق خود اُس کی رائے معلوم کرنا چاہی تو اُس نے کہا کہ میں فوری رائے اور زبردستی بات (کہلوانے) سے قاصر ہوں، جب لوگ بیعت سے فارغ ہوئے، تو عبداللہ نے کہا "اس رائے پر ایک دن رات گزر جانے دو" عبداللہ فوری رائے دینے سے پناہ مانگتا تھا۔

کہتے ہیں کہ حارث بن زید احنف بن قیس کے پاس گیا، احنف نے کہا کہ اگر تو جلد باز نہ ہوتا، تو میں ضرور تجھ سے مشورہ لیتا، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ لوگ بے سوچے سمجھے رائے دینے کو بُرا سمجھتے تھے۔

جب تک بھوکا آدمی سیر نہ ہو جائے، جب تک قیدی آزاد نہ ہو۔ جب تک ضرورت والے کی ضرورت پوری نہ ہو، جب تک پیاسا سیراب نہ ہو، جب تک بھٹکا

ہوا راستے پر نہ لگ جائے، اس وقت تک (دانش مند لوگ ایسے آدمیوں سے) مشورہ نہیں لیتے تھے، ایک شاعر ایک عقلمند شخص کی اس طرح تعریف کرتا ہے۔

علیم باعقاب الامور کانما   یخاطبہ من کل امر عواقبہ

وہ معاملات کے انجام سے باخبر ہے گویا کہ ہر معاملہ کا انجام اُس سے مخاطب رہتا ہے۔

جلد بازی کی رائے پر سوچ سمجھ کر رائے دینے کو جو فضیلت ہے اُس کے متعلق ابن رومی سے بہتر کسی کا قول میرے نظر سے نہیں گزرا۔

نار الرویۃ نار جد منضجۃ   وللبدیھۃ نار ذات تلویح

سوچی سمجھی رائے ایک اصلی آگ ہے جو (چیز کو) پکانے والی ہے۔ اور فوری رائے کی آگ تو صرف (چیز کو) گرم کرنے والی ہے۔

وقد یفضلھا قوم لعاجلھا   لکنہ عاجل یمضی مع الریح

کچھ لوگ اُس کے جلد حاصل ہونے کی وجہ سے اُسے بہتر سمجھتے ہیں۔ لیکن وہ ایسی جلد آنے والی چیز ہے جو ہوا کے ساتھ چل دیتی ہے۔

عقل صحیح کا یہ تقاضا ہے کہ انسان ایسے کام میں نہ پڑے جس سے باہر نکلنا دشوار ہو، شاعر کہتا ہے۔

ما من الحزم ان تقارب امراً   تطلب البعد عنہ بعد قلیل

یہ دانش مندی نہیں کہ تم ایسے کام کے نزدیک جاؤ جس سے کچھ عرصے کے بعد تم دور ہونا چاہو۔

فاذا ما ھممت بالشیٔ فانظر   کیف منہ الخروج بعد الدخول

جب تم کسی کام کا ارادہ کرو تو پہلے یہ دیکھ لو کہ اس کام میں پڑنے کے بعد اُس سے نجات پانے کی کیا صورت ہے۔

کہا گیا ہے کہ اس سے زیادہ بہتر یہ ہے کہ انسان ایسے کام میں پڑے ہی نہیں جس سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لیے فکر کرنے کی ضرورت پیش آئے، معاویہؓ

Marfat.com

نے عمرو بن العاص سے کہا کہ تمہاری ہوشیاری اور چالاکی کی حد کیا ہے؟ عمرو نے کہا کہ میں ایسے ہی کام میں پڑا جس سے میں عہدہ برآ ہو سکا۔ اس پر معاویہ رضؓ نے کہا کہ میں اُس کام کو اختیار ہی نہیں کرتا جس سے عہدہ برآ ہونے میں مجھے غور و فکر کی ضرورت پیش آئے۔

بادشاہ کے لیے یہ بھی ایک اہم چیز ہے کہ وہ قاصدوں کے بھیجنے میں اچھی طرح غور کرے، کیونکہ قاصد ہی کے حال سے (قاصد) بھیجنے والے کے حال کا پتہ چلتا ہے، ایک حکیم کا قول ہے کہ اگر تم سے کسی شخص کا حال پوشیدہ ہوا ور تم اس کی عقل کا اندازہ نہ کر سکو تو اُس کے خط اور قاصد کو دیکھو، یہ دونوں ایسے گواہ ہیں جو جھوٹ نہیں بولتے۔

قاصد میں چند صفات کا پایا جانا ضروری ہے، منجملہ اُن کے ایک عقل ہے، تاکہ اس کے ذریعہ سے وہ سیدھے اور پیچیدہ معاملے میں تمیز کر سکے، اسی طرح ایک صفت امانت اور ناجائز باتوں سے باز رہنے کی ہے، تاکہ بھیجنے والے کے حق میں وہ خیانت نہ کرے، کیونکہ بہت سے قاصد ایسے ہوتے ہیں کہ جب اُن کو اس شخص کی طرف سے جس کے پاس وہ بھیجے جاتے ہیں، ذرا سی طمع کی جھلک نظر آتی ہے تو اُسی کی طرفداری کرنے لگتے ہیں اور اپنے بھیجنے والے کی جانبداری چھوڑ دیتے ہیں۔

معاویہ رضؓ نے بادشاہ روم کے پاس اپنے عزیزوں میں سے ایک قاصد بھیجا جس پر انھیں اعتماد تھا، تاکہ عارضی صلح کی شرطیں طے کرے معاویہ رضؓ نے (اس صلح میں) نہایت سخت شرطیں عائد کی تھیں، جب قاصد بادشاہ روم کے پاس پہنچا تو اُس نے اس کے ذریعہ سے شرائط میں تخفیف کی کوشش کی لیکن قاصد نے منظور نہیں کیا، پھر بادشاہ نے اس سے خفیہ ملاقات کی اور کہا مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم مفلس آدمی ہو، اور جب تم معاویہ کے پاس سوار ہو کر جانا چاہتے ہو، تو (سواری کے لیے) جانور (کسی سے) مستعار

لیتے ہو، اُس نے کہا کہ بات تو یہی ہے، بادشاہ نے کہا میں دیکھتا ہوں، کہ تم اپنے فائدے کے لیے تو کچھ نہیں کرتے، ہمارے پاس مال بہت زیادہ ہے، تم اس میں سے اتنا لے لو جو ہمیشہ کے لیے تمہیں بے نیاز کر دے، اور معاویہ کو چھوڑ دو، (یہ کہہ کر) بادشاہ نے اس کے لیے بیس ہزار دینار منگوائے، قاصد نے یہ رقم لے لی اور شرطوں میں تخفیف کر دی، اور صلح کے کام کو ختم کر دیا، پھر قاصد معاویہ کے پاس واپس آیا، جب معاویہ نے صلح نامہ دیکھا تو حقیقت حال معلوم کر لی اور کہا کہ میں تو یہ دیکھتا ہوں کہ تم نے تو اُسی کے حق میں کارروائی کی ہے۔ اور انھوں نے اُسے سزا دینے کا ارادہ کیا، اس نے کہا اے امیر المومنین! مجھے معاف کر دیجئے، معاویہ نے کہا اچھا جاؤ معاف کر دیا لیکن اُس کی طرف سے بے توجہی اختیار کر لی۔

جب کمال الدین محمد بن شہر زوری کو اتابک زنگی والیٔ موصل نے اس غرض سے بغداد بھیجا کہ خلیفہ راشد کی خلافت کو (دوبارہ) قائم کرے، تو جو کچھ اُس نے کیا اس میں ہمارے لیے ایک خاص تنبیہ ہے کہ قاصدوں کے انتخاب میں تحقیق و تنقیح سے کام لینا چاہیے، (واقعہ یہ ہے کہ) جب خلیفہ راشد کو معزول کیا گیا تو وہ اتابک زنگی سے مدد لینے کے لیے موصل پہنچا، اور اُس سے تنہائی میں ملا، اس نے اتابک سے وعدہ کیا اور امید دلائی کہ اگر وہ اُسے دوبارہ خلیفہ بنا دے گا تو وہ اتابک کے ساتھ خاص سلوک اور احسان کرے گا، ان باتوں سے اتابک زنگی کو بھی حرص پیدا ہوئی، اور اس نے سلطان مسعود کے ساتھ راشد کے تعلقات خوشگوار کرنے کا ذمہ لے لیا پھر اتابک نے بغداد کے "دیوان" سے اس مسئلے میں خط و کتابت کرنے کا ارادہ کیا اور قاصد کی خدمت انجام دینے کے لیے کمال الدین بن شہر زوری کو انتخاب کر کے بھیجا، اور اسے ہدایت کی کہ راشد کی خلافت کو قائم کرنے میں اور مقتفی کی خلافت کے متعلق جو کچھ انھوں نے (یعنی بغداد والوں نے) طے کر لیا ہے اُس کے توڑنے میں (ہر قسم کی) دلیلوں سے

Marfat.com

کام لے اور کوئی کسر اُٹھا نہ رکھے، چنانچہ کمال الدین بغداد روانہ ہوا، ابن اثیر مورخ اپنے والد کی روایت سے اور وہ خود کمال الدین کی روایت سے بیان کرتا ہے کہ کمال الدین نے کہا کہ جب میں "دیوان" میں حاضر ہوا، تو مجھ سے کہا گیا کہ کیا تم امیرالمومنین کے ہاتھ پر بیعت کروگے؟ میں نے کہا کہ امیرالمومنین تو ہمارے پاس موصل میں ہیں، اور لوگوں کی گردنوں میں اُن کی بیعت (کی ذمہ داری) پہلے ہی سے موجود ہے، اس مسئلہ پر پھر دیر تک گفتگو ہوتی رہی، پھر میں اپنی جائے قیام پر واپس آگیا، جب رات ہوئی تو چپکے سے ایک بڑھیا آئی اور مجھ سے ملی اور اس نے مقتفی کی طرف سے ایک خط مجھے دیا، جس میں میری (گزشتہ) گفتگو پر اظہارِ عتاب تھا، اور (جو کچھ میں نے کہا تھا) اس کے متعلق مجھ سے خواہش کی گئی تھی کہ میں اپنا خیال بدل لوں، میں نے کہا کہ کل میں ایسی خدمت کروں گا جس کا اثر خود نمایاں ہوجائے گا، دوسرے دن میں ایوان میں حاضر ہوا، اور مجھ سے بیعت کے متعلق کہا گیا، میں نے کہا کہ میں فقیہ آدمی ہوں اور قاضی بھی، میرے لیے یہ اس وقت تک جائز نہیں جب تک پہلے خلیفہ (راشد) کی معزولی میرے نزدیک ثابت نہ ہوجائے۔ چنانچہ ان لوگوں نے گواہوں کو حاضر کردیا، اور انھوں نے میرے سامنے راشد کے فسق و فجور کی گواہی دی، میں نے کہا اب تو یہ ثابت ہوگیا، اور اس میں کوئی کلام باقی نہیں رہا، لیکن اِس دعوے کے ثابت کرنے کے (صلے) میں ہمارا بھی کچھ حصہ ہونا چاہیے، اس لیے کہ "امیرالمومنین مقتفی خدا کی زمین میں اس کا خلیفہ اور بادشاہ بن گیا، اور اس کو اس شخص سے نجات ملی جو (اس کے خلاف) خلافت کے حصول کا ارادہ رکھتا تھا"، چنانچہ مقتفی کے سامنے یہ مسئلہ پیش کیا گیا۔ اس نے حکم دیا کہ "اتابک زنگی کو صریفین، درب ہارون اور حربی بحیثیت بادشاہ کے (یعنی اُس کی بادشاہی میں) دیدیا جائے، (اِس سودے) پر میں نے مقتفی کے ہاتھ پر بیعت کرلی، اور بہت سا مال اور تحفے لے کر واپس ہوا"۔

Marfat.com

بخدا میں نہیں سمجھتا کہ کمال الدین کی کس حرکت پر تعجب کروں، آیا اُس کی خیانت پر جو اُس نے اُس شخص کے حق میں کی جس نے اُسے قاصد بنا کر بھیجا تھا، اس نے بھیجنے والے کا منہ کالا کیا، اور اُس کا بھی جس نے اُس کے پاس پناہ لی تھی، اس لیے کہ کمال الدین کے بھیجنے سے بجز اس کے اور کوئی فائدہ نہیں ہوا کہ مقتفی کے معاملے کو اور تقویت پہنچ گئی، اور راشد کی معزولی اور زیادہ مضبوط ہو گئی، یا کمال الدین کی اپنے متعلق اس ناشائستہ حرکت کی روایت پر تعجب کروں۔

اسی سے ملتا ہوا سلطان طغرل بیگ کے وزیر عمید الملک کندری کا ماجرا ہے جب کہ اس کو سلطان نے ایک عورت کے پاس اپنا پیام دینے کے لیے بھیجا کندری نے جا کر خود اپنا پیام دے دیا اور اس سے شادی کر لی اور طغرل بیگ سے باغی ہو گیا، جب طغرل بیگ نے اس پر قابو پایا، تو اُسے قتل تو نہیں کیا بلکہ خصی کر کے اپنی خدمت میں رکھ لیا کیونکہ طغرل کو اس کی قابلیت سے کام لینے کی ضرورت تھی، اس کے متعلق باخرزی شاعر جو کندری کا مصاحب بھی تھا کہتا ہے:-

قالو محا السلطان عنه لعزبه   سمة الفحول وکان قرماً صائلاً

لوگ کہتے ہیں کہ بادشاہ نے اُس کے (دائمی) کنوارے ہونے سے اُس کے نر ہونے کی علامت کو مٹا دیا، حالانکہ وہ ایک بہادر اور حملہ آور شخص تھا۔

قلت اسکتوا فالآن زاد فحولة   لما غدا من اُنثیه عاطلا

میں نے کہا خاموش رہو، اب تو اس کی مردمی اور بڑھ گئی، جبکہ وہ اپنے انثیین (کٹ جانے سے) بیکار ہو گیا،

والفحل یانف ان یسمی بعضه   انثی لذلك جذها مستاصلا

اس لیے کہ نر اس بات سے نفرت کرتا ہے کہ اُس کے ایک جزو کو انثی کہا جائے، اس لیے بادشاہ نے اسے جڑ سے کٹوا دیا۔

اسی مضمون (یعنی قاصد کی صفات کے متعلق) اشعار کے منجملہ یہ قول بھی ہے۔

Marfat.com

اذا کنت فی حاجة مرسلا　　فارسل حکیما ولا توصہ

اگر تمہیں کسی ضرورت سے قاصد بھیجنا ہو تو ایک دانش مند کو بھیجدو۔ لیکن اُسے نصیحتیں نہ کرو۔

اس مضمون سے زیادہ بہتر اور مکمل ایک دوسرے کا قول ہے۔

اذا ارسلت فی امر رسولاً　　فافہمہ وارسلہ ادیبا

جب تم کسی معاملہ میں قاصد بھیجو تو اُسے خوب سمجھاؤ اور ایسے شخص کو بھیجو جو ادیب ہو۔

فان ضیعت ذالک فلا تلمہ　　علی ان لم یکن علم الغیوبا

اگر تم سے یہ بات رہ جائے تو اس کو اس بات پر ملامت نہ کرو کہ وہ غیب کی باتیں نہیں جانتا تھا۔

رعایا کے شریف لوگوں کے ساتھ احسانات کرنا، بادشاہ کی شان بڑھانیوالی ایک چیز ہے، اس کی وجہ سے اُس کے سامنے اُن کے سر جھکتے ہیں، اور وہ اُس کے خادموں اور مصاحبوں میں داخل ہو جاتے ہیں، لایق بادشاہ ہمیشہ سے اس امر کا لحاظ کرتے چلے آئے ہیں، وہ ہمیشہ رعایا کے شریفوں کے ساتھ مختلف احسانات کر کے انھیں اپنا غلام بنا لیتے تھے۔

معاویہؓ بھی ان بادشاہوں میں سے تھے جو اس مسئلہ سے شدّت کے ساتھ شغف رکھتے تھے، وہ عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب اور عبداللہ ابن عباس کو سالانہ بڑے بڑے مالی انعامات دیا کرتے تھے، یہ بات کیا کم ہے کہ عقیل ابن ابی طالب اپنے بھائی علی بن ابی طالبؓ کو چھوڑ کر معاویہ کے پاس سخاوت کی طلب میں پہنچ گئے تھے، لیکن یہ اس لیے نہیں تھا کہ امیرالمومنین علیہ السلام میں کوئی بخل تھا، کیونکہ آپ تو جود و کرم میں ابر باراں کا مقابلہ کرتے تھے، اور جو کچھ آپ کی ملکیت میں آتا تھا، اُسے صدقات اور عطیات میں صرف کر ڈالتے تھے، بلکہ (واقعہ یہ ہے کہ عقیل مسلمانوں کے مال میں سے اپنے حق سے زیادہ طلب کرتے تھے، اور امیرالمومنین کا مذہب اس کا مقتضی نہ تھا، (بخلاف اس کے) معاویہ دنیوی مصالح کی بنا پر دادودہش

کرتے تھے، وہ اُن باتوں میں فکر نہیں کرتے تھے، جن میں امیرالمومنینؓ فکر کرتے تھے۔

کمال الدین حیدرہ بن عبداللہ حسینی موصلی کو دیکھو جو اپنے خاندان میں سردار، اور عمر، پرہیزگاری، فضیلت، اور تقویٰ کے لحاظ سے سب میں افضل تھے، کس طرح ان کو بدرالدین والی موصل نے انعام واکرام کی بدولت اپنی طرف مائل کرلیا تھا، یہاں تک کہ وہ بدرالدین کی مدح کرتے تھے اور اس کے شاعروں کے زمرے میں شامل ہوگئے تھے، چنانچہ ان کے بعض اشعار یہ ہیں:۔

هنيئا بجد ساعدتك سعوده — وتهرك يوم التفاخر عيده

وبشرى باقبال اهل بشيره — كما وفدت عند الهناء وفوده

واني لبدر الدين ذي الفضل والعلى — نديد وكلا ان يصاب نديده

باوجودیکہ کمال الدین بدرالدین کے شاعروں اور اُس کے مدّاحوں میں شامل ہوگیا تھا، لیکن بدرالدین، اس کے مرنے کے بعد جب اُس کی قبر پر گزرتا، جو موصل کے باہر ایک تنہا جگہ میں تھی اور جنوب کی طرف بجانب قبلہ واقع تھی تو وہ اپنے لشکر کو چھوڑ کر وہاں پہنچتا، اس کی زیارت کرتا، اور اپنے لیے اس قبر کے پاس دعا مانگتا تھا۔ خدا ان دونوں پر اپنا رحم فرمائے۔

Marfat.com

دوسری فصل

(علیحدہ علیحدہ ہر ایک دولت کے حالات پر)

امورِ سلطنت اور سیاستِ مملکت کا ذکر ہوچکا، جس سے وہ صفات جو لائق اور مستحقِ حکومت بادشاہ کے لیے (ضروری) ہیں: وہ خصوصیات جو بادشاہ کو رعایا سے ممتاز کرتی ہیں، وہ حقوق جو بادشاہ کے رعایا پر واجب ہیں، وہ حقوق جو رعایا کے بادشاہ پر واجب ہیں، ان سب کا علم حاصل ہوگیا، اور اثنائے کلام میں مختلف دولتوں کے (بعض) اصولی حالات کا ذکر بھی اجمالی طور پر آچکا۔

گذشتہ اوراق میں جن حکیمانہ نکات، اور انسانی خوبیوں کی تفصیل گذر چکی ہے، ان میں سے اللہ تعالیٰ نے ہمارے آقائے (عالیجاہ) اور بادشاہِ فضیلت پناہ کا حصہ زیادہ رکھا ہے، خدائے برتر اپنی مختلف مہربانیاں اُس کے شاملِ حال رکھے، اور اپنی امداد و حاجت روائی سے اُس کو مقاصد کی انتہائی منزلوں تک پہنچائے، کیونکہ خداوند تعالیٰ نے اپنی سابقہ عنایت سے نیک اخلاق کی طرف اس کی رہنمائی فرمائی ہے، اور اپنی پوشیدہ مہربانی سے بہت سی قوموں پر اُسے فضیلت بخشی ہے۔

(پہلی فصل ختم ہوچکی اور) اب موقع آگیا ہے کہ علیحدہ علیحدہ ہر ایک دولت کے حالات پر گفتگو شروع کی جائے۔

Marfat.com

پہلی دولت

یہ چاروں (خلفاء) کی دولت ہے، جس کی ابتدا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے ہوتی ہے جب کہ ابوبکر بن ابی قحافہؓ کے ہاتھ پر ۱۲ھ میں بیعت ہوئی اور انتہا ۴۰ھ میں امیر المومنین علی بن ابی طالبؓ کے واقعۂ قتل پر ہوتی ہے۔

آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ یہ دولت دنیا کی دوسری سلطنتوں کے طرز پر نہ تھی، وہ (اپنے حالات میں) امور نبوت سے زیادہ مشابہ اور احوالِ آخرت سے زیادہ متعلق تھی) اس کا طرز انبیاء کا طرز، اور مسلک اولیاء کا مسلک تھا اور فتوحات بڑے بڑے بادشاہوں کی طرح تھیں۔ زندگی میں تکلیف دہ سادگی، اور طعام ولباس میں کمی اس دولت کا شعار رہا تھا، ان میں سے کوئی (عمرؓ) پیوند لگا ہوا، آدھی پنڈلی تک کا کُرتہ پہنے ہوئے، پیروں میں چپل ڈالے ہوئے، ہاتھ میں دُرّہ لیے بازاروں میں پھرتا تھا، اور جس پر کوئی شرعی سزا عائد ہوتی تھی تو وہ اُسے (بذاتِ خود) دیدیتا تھا، ان کا کھانا فقیروں کے ادنیٰ ترین کھانوں سے بھی بڑھ کر نہ ہوتا تھا۔ امیر المومنینؓ نے شہد اور صاف روٹی کو مثل کے طور پر بیان کیا ہے، چنانچہ آپ اپنے ایک کلام میں فرماتے ہیں "اگر میں چاہتا تو اس "صاف شہد" کی طرف اِس "گیہوں کے میدے" کے ذریعہ رہبری حاصل کر لیتا۔

آپ کو معلوم رہے کہ انھوں نے کھانے اور لباس میں کمی اس لیے نہیں کی تھی کہ وہ فقیر تھے، اور بہترین لباس اور لذیذ ترین کھانوں کے حاصل کرنے سے عاجز تھے، بلکہ وہ رعایا کے غریبوں کے ساتھ ہمدردی اور غمگساری کے لیے نفس کو

Marfat.com

خواہشات سے روکنے اور اس کو ریاضت پر لگانے کے لیے ایسا کرتے تھے، تاکہ اُن کا نفس بہترین حالات پر (قائم رہنے کا) عادی بن جائے، ورنہ اُن میں سے ہر ایک دولت و ثروت کی ایک بڑی مقدار کھجوروں کے درخت اور باغات وغیرہ (جیسے) اسباب معیشت کا مالک تھا، لیکن ان کی دولت کا خرچ زیادہ تر خیرات اور صدقات میں ہوتا تھا۔

امیر المومنین علی رض کو اپنی جائداد سے بڑی آمدنی حاصل ہوتی تھی لیکن وہ سب آمدنی فقیروں اور ضعیفوں پر صرف کر دیتے تھے، اور خود وہ اور ان کی اہل و عیال سوت کے موٹے کپڑے اور جَو کی ٹکیوں پر قناعت کرتے تھے، لیکن اِس دولت کی فتوحات اور لڑائیوں پر اگر نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوگا کہ ایک طرف تو اِن کے گھوڑے افریقیہ تک (اور دوسری طرف) خراسان کے آخری حدود تک پہنچ گئے تھے، اور "نہر" کو پار کر چکے تھے، اور عبداللہ بن عباس نے سمرقند کی امارت کا عہدہ سنبھالا تھا، چنانچہ ان کا وہیں انتقال ہوا اور سمرقند ہی میں ان کی قبر ہے۔

مرتد (قبیلوں) سے جنگ

اس دولت کی سب سے پہلی لڑائی مرتد لوگوں کے ساتھ ہوئی، جس کی مختصر کیفیت یہ ہے کہ جب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی، تو قبائل عرب کے بہت سے لوگ مرتد ہوگئے، اور انھوں نے زکوٰۃ ادا کرنا روک دیا، وہ کہتے تھے کہ اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نبی ہوتے تو وفات نہیں پاتے، عقلمند اور سمجھدار لوگوں نے ان کو نصیحت کی اور کہا اچھا تم دوسرے پیغمبروں کے متعلق ہمیں بتاؤ، کیا تم اُن کی نبوت کا اقرار کرتے ہو؟ انھوں نے جواب دیا بیشک۔ پھر انھوں نے پوچھا کیا یہ پیغمبر وفات پا چکے؟ مرتدوں نے جواب دیا ہاں (وہ مر چکے) اُن لوگوں نے کہا کہ "پھر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نبوت کے متعلق وہ کیا چیز ہے جس کا تم انکار کرتے ہو"، لیکن یہ گفتگو (ان کو سمجھانے) میں کامیاب نہیں

ہوئی، پھر ابوبکرؓ نے اُن کے ہر ایک فرقہ کی طرف ایک لشکر روانہ کیا، چنانچہ فوجیں روانہ ہوگئیں اور اُن سے لڑیں، فتح اسلامی لشکر کے ہاتھ رہی، جس نے مرتدوں کو قتل یا قید کرکے اُن کا صفایا کردیا، اور جو ان میں سے باقی رہے، وہ دوبارہ اسلام میں داخل ہوئے اور انھوں نے زکوٰۃ ادا کردی۔

مسیلمۃ الکذاب اس دور کا ایک واقعہ مسیلمۃ الکذاب کا فتنہ بھی ہے جس کا مختصر حال یہ ہے کہ ابوبکرؓ کے زمانے میں ایک شخص ظاہر ہوا جس کو مسیلمہ کہتے تھے، اُس نے نبوت کا دعویٰ کیا، اور کہا کہ اس پر آسمان سے وحی نازل ہوتی ہے، اُس کے قبیلے کے بہت سے آدمی اور بعض دوسرے لوگ اس کے گرد جمع ہوگئے، پھر (اسی دوران میں) ایک عورت بھی ظاہر ہوئی، جس کا نام سجاح تھا، اس نے بھی دعویٰ کیا کہ وہ نبی ہے اور اس پر وحی نازل ہوتی ہے۔ اُس کے قبیلے بنی تمیم نے اُس کی پیروی شروع کردی، پھر وہ مسیلمہ سے لڑنے کے لیے نکلی، اس کا لشکر مسیلمہ کی جمعیت سے کہیں زیادہ تھا، جب مسیلمہ کو اُس کی لشکرکشی کا علم ہوا تو اس نے اپنے ساتھیوں سے مشورہ لیا، انھوں نے کہا مناسب یہ ہے کہ تم سجاح کے حق میں دست بردار ہو جاؤ، اس لیے کہ ہم لوگوں میں اس کے مقابلے کی تاب نہیں۔ مسیلمہ نے کہا مجھے خود اس مسئلہ پر غور کرنے دو، چنانچہ اُس نے غور کیا، مسیلمہ بڑا چالاک شخص تھا، اُس نے سجاح کے پاس پیام بھیجا کہ مناسب یہ ہے کہ ہم دونوں ایک جگہ جمع ہوں، اور جو کچھ وحی ہم پر نازل ہوئی ہے اُ[illegible] کو پڑھیں، پھر (ہم میں سے) جو کوئی برحق (ثابت) ہو دوسرا اُس کی پیروی کرے، سجاح نے یہ تجویز منظور کرلی، مسیلمہ نے چمڑے کا ایک خیمہ نصب کرنے کا حکم دیا، اور یہ کہا کہ اس خیمے میں کثرت سے خوشبوئیں رکھی جائیں، اور کہا کہ عورت جب خوشبو سونگھتی ہے تو اس کی شہوانی قوت بیدار ہوجاتی ہے، پھر مسیلمہ اُس خیمے میں سجاح سے ملا، اور اسے دھوکہ دے کر اُس پر جا پڑا، جب وہ اس حرکت سے فارغ ہوا، تو سجاح نے کہا "اب

Marfat.com

ایسی صورت میں مجھ جیسی عورت کا یہ کام (نبوت) کامیاب نہیں ہوسکتا، اس لیے جب میں باہر نکلوں گی تو یہ اعتراف کروں گی کہ تو حق پر ہے اور تو میری قوم کے پاس پیام بھیجنا کہ وہ مجھے تیرے نکاح میں دیدے اور مجھے یقین ہے کہ وہ لوگ میرا نکاح تیرے ساتھ کر دیں گے، پھر میں تیرے ساتھ مل کر بنی تمیم کی قیادت کروں گی" پھر سجاح نے باہر نکل کر کہا کہ مسیلمہ نے وہ وحی پڑھ کر سنائی جو اس پر نازل ہوئی ہے، اور میں نے اس کو سچا پایا اور اب میں اُس کے حق میں دست بردار ہوگئی، پھر مسیلمہ نے شادی کا پیام بھیجا اور بنی تمیم نے اس کو مسیلمہ کے نکاح میں دیدیا، مسیلمہ نے بنی تمیم سے مہر کے بدلے عصر کی نماز معاف کردی، چنانچہ اب تک ریگستان میں رہنے والے بنی تمیم عصر کی نماز نہیں پڑھتے اور کہتے ہیں کہ یہ (معافی) ہماری خاتون کا مہر ہے۔

جب اِن واقعات کی خبر ابوبکر (رض) کو پہنچی تو انھوں نے بنی تمیم سے لڑنے کے لیے ایک لشکر روانہ کیا، اور خالد بن ولید کو اس کا سردار مقرر کیا، اور ایسی سخت جنگ ہوئی، جو اس سے پہلے مسلمانوں نے نہیں دیکھی تھی، بالآخر فتح لشکرِ اسلام کو نصیب ہوئی، اور مسیلمہ مارا گیا۔

شام کی فتح

اس دولت کی بڑی فتوحات میں سے شام کی فتح بھی ہے جس کی تفصیل یہ ہے، جب ۱۳ھ شروع ہوا، اور یہ وہی سال تھا جس میں ابوبکرؓ کا انتقال ہوا تھا، تو انھوں نے حج سے واپس ہوکر شام (پر چڑھائی کرنے) کے لیے لشکر کی تیاری شروع کی اور ایک بڑی فوج روانہ کی، اور اس کی ہر جماعت پر ایک علیحدہ سردار مقرر کیا اور ہر سردار کے لیے ایک شہر بھی نامزد کر دیا، کہ اگر وہ اس شہر کو فتح کرلے گا تو وہ شہر اس کا ہو جائے گا (یعنی وہی اس کا حاکم بنا دیا جائے گا) اس کے بعد بہ سرکردگی خالد بن ولیدؓ دس ہزار سپاہیوں سے اِس لشکر کی امداد کی۔ اب شام میں پورے چھیالیس ہزار لڑنے والوں کی جمعیت پوری ہوگئی اور چھوٹی بڑی لڑائیوں کا

Marfat.com

سلسلہ جاری رہا یہاں تک کہ ابوبکرؓ کا انتقال ہوا اور عمر بن الخطاب کے ہاتھ پر بیعت کی گئی۔ عمر (رضؓ) نے خالد بن الولیدؓ کو جو پہلے سے امیر لشکر تھے، امارتِ لشکر سے معزول کر دیا، اور ابوعبیدہ بن جراحؓ کو سردارِ لشکر مقرر کیا، اتفاق سے قاصد ابوعبیدہؓ کے پاس اُن کے تقرر اور خالد کی معزولی کی خبر لے کر اس وقت پہنچا جب کہ فوج لڑائی میں مصروف تھی، لوگ قاصد سے اس کے آنے کا سبب دریافت کرنے لگے، اس نے کہا کہ سب خیریت ہے اور یہ بھی کہا کہ ان کے لیے مدد بھی آ رہی ہے، اُس نے لوگوں سے ابوبکرؓ کی موت کی خبر پوشیدہ رکھی، پھر جب وہ ابوعبیدہؓ کے پاس پہنچا اور خفیہ طور پر ان کو ابوبکرؓ کی موت کی خبر سنائی اور عمرؓ کا خط ان کو دیا، جس میں اُن کے تقرر اور خالدؓ کی معزولی کا لکھا تھا، تو ابوعبیدہؓ کو خالدؓ سے شرم آئی اور معزولی کی خبر اُن تک ایسی حالت میں پہنچانا پسند نہیں کیا جب کہ وہ جنگ میں بڑی کوشش سے کام لے رہے تھے، ابوعبیدہ نے اس خبر کو خالد سے چھپائے رکھا، اور فتح کی تکمیل کا انتظار کیا، اور خالد کے نام سے خط لکھا، پھر اُن کو ابوبکرؓ کی موت اور اُن کی معزولی کی خبر دی، خالد نے لشکر ابوعبیدہؓ کے سپرد کیا، خالد بن ولید نے ۱۴ھ میں عمر بن الخطاب کے عہدِ خلافت میں دمشق فتح کیا۔

اسی دولت کے زمانے میں عراق فتح ہوا اور کسریٰ سے ملک چھین لیا گیا۔

خاندان آکاسرہ سے عرب کی طرف بادشاہت کی منتقلی اور اس کا ابتدائی حال

اللہ تعالیٰ اپنے علمِ سابق، حکمتِ بالغہ اور قدرتِ کاملہ سے جب کسی امر کا ارادہ کرتا ہے تو اُس کے اسباب بھی مہیا کر دیتا ہے، چنانچہ اُس نے خود اپنی توصیف اپنے اس قول میں (اس طرح) کی ہے۔

قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَاۤءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَاۤءُ

اے پیغمبر تم کہو اے میرے اللہ، مالک الملک تو جس کو چاہے بادشاہت دیتا ہے اور جس سے چاہے بادشاہت

تُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ ۔ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۔

چھین لیتا ہے، تو جسے چاہے عزت دیتا ہے، اور جسے چاہے ذلیل کرتا ہے، تیرے ہاتھ میں بھلائی ہے، بیشک تو ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے ۔

جب خدا نے جو بڑی شان والا اور زبردست قوت والا ہے، یہ چاہا کہ فارس سے عرب میں بادشاہت منتقل کردے، تو اُس نے (پہلے) خوف دلانے والی نشانیاں) پیدا کیں جن سے فارس والوں کے اور اُن کے سرداروں کے دل بہت زیادہ خوفزدہ ہوگئے۔ سب سے پہلا واقعہ ایوان کسریٰ کا لرزنا، اور اُس کے کنگروں کا گر جانا ہے، جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے وقت پیش آیا، پھر آتشکدہ فارس کا بجھ جانا ہے جو گزشتہ ایک ہزار سال سے کبھی نہیں بجھا تھا، یہ حادثے نوشیروانِ عادل کے زمانے میں ہوئے، جب نوشیرواں نے کنگروں کا گرنا اور محل کا شق ہونا دیکھا تو ان (واقعات) نے اُسے بہت غمگین کیا، وہ اپنا تاج پہن کر تخت پر بیٹھا، اور اس نے اپنے وزیروں کو جمع کرکے اس کے متعلق مشورہ لیا، اسی اثنا میں فارس سے آتشکدے کے بجھنے کی اطلاع کا خط پہنچا جس سے پہلے غم پر ایک اور غم کا اضافہ ہوگیا اور اسی وقت آتش پرستوں کے پیشوا نے کھڑے ہوکر اپنا خواب بیان کیا اے بادشاہ خدا آپ کا بھلا کرے، میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ دُبلے اور کمزور اونٹ عربی گھوڑوں کو کھینچ رہے ہیں، اور یہ اونٹ دریائے دجلہ کو پار کرکے ملک میں پھیل گئے ہیں۔ کسریٰ نے پوچھا کہ اس کی کیا تعبیر ہوسکتی ہے، اُس نے جواب دیا، خدا بادشاہ کا بھلا کرے کوئی بڑا حادثہ عرب کی طرف سے واقع ہونے والا ہے" یہ خبر فارس میں مشہور ہوئی اور لوگ اس کے متعلق چہ میگوئیاں کرنے لگے، اُن کے دلوں میں رعب بیٹھ گیا، اور عربوں کی ہیبت اُن پر چھا گئی۔ پھر اسی قسم کی خوف پیدا کرنے والی نشانیاں اُن کے آخری انجام تک ظاہر ہوتی رہیں۔ چنانچہ

Marfat.com

جب رستم سعد بن وقاص سے لڑنے کے لیے نکلا تو اُس نے خواب میں دیکھا کہ ایک فرشتہ آسمان سے اترا اور اس نے فارس والوں کی تمام کمانیں جمع کر کے اُن پر مُہر لگائی اور اُن کو لے کر آسمان پر چڑھ گیا (اِن سب باتوں کے ساتھ یہ (حقیقت بھی) شامل ہو گئی کہ وہ دیکھتے تھے کہ عرب اپنی بات کے پکّے اور سچے ہیں، اُن کے دل مطمئن ہیں، اور نہایت صبر و استقلال سے سختیاں برداشت کرتے ہیں، آخر میں (اُن کے زوال کا) ایک سبب یہ بھی ہوا کہ شہر یار کے مرنے، اور یزدجرد کے تخت نشین ہونے پر اُن میں اختلافات پیدا ہو گئے، یزدجرد بچہ اور کمزور رائے والا تھا، اِس کے بعد وہ آخری قیامت کبریٰ آتی ہے یعنی قادسیہ کی لڑائی میں اُن کے خلاف ایسا سخت ہوا کا طوفان برپا ہوتا ہے جو اُن کی آنکھوں کو گرد و غبار سے اندھا کر دیتا ہے، اور اُن کی عام ہلاکت کا کا باعث ہوتا ہے، اس لڑائی میں رستم مارا جاتا ہے اور ان کی فوج پراگندہ ہو جاتی ہے۔

اب اُن کے بے یار و مددگار رہنے کے اسباب پر (عبرت کی) نظر ڈالو اور سمجھ لو کہ خدا کا ایک ارادہ ہوتا ہے جسے وہ پورا کر کے چھوڑتا ہے،

فارس کی سرحد (فتح کرنا) عربوں کو ایک دشوار (کام معلوم ہوتا) تھا اُن کے خیال میں وہ ایک بڑی چیز تھی جس کی ہیبت اُن کے دلوں پر چھائی ہوئی تھی، وہ اس پر حملہ کرنا پسند نہیں کرتے تھے، اور اُس سے بچتے رہتے تھے، اس لیے کہ وہ شاہان فارس کی شان کو بہت بڑی خیال کرتے تھے، اور اس وجہ سے بھی کہ ان بادشاہوں کے متعلق قوموں کے تہ و بالا کرنے کی (روایات) مشہور تھیں، یہاں تک کہ ابوبکرؓ کا آخری زمانہ آیا، اور ایک صحابی المثنیٰ بن حارثہ اُٹھے اور انھوں نے لوگوں کو ایرانیوں سے لڑنے کی دعوت دی، اور اس کام کو نہایت آسان بتاتے ہوئے اس کے لیے اُن کو دلیر بنایا چنانچہ ایک جماعت (اُن کی دعوت کو) لبیک کہتی ہوئی اُن کے ساتھ ہو گئی، اور

Marfat.com

لوگوں کو وہ وعدہ بھی یاد آگیا جو شاہانِ فارس کے خزانوں کا مالک بننے کے متعلق رسول اللہ فرمایا کرتے تھے۔ یہ امر (یعنی ایران فتح کرنے کا مسئلہ) ابو بکرؓ کی خلافت میں تکمیل تک نہیں پہنچا، یہاں تک کہ عمر بن الخطابؓ کا زمانہ آگیا، اور مثنیٰ بن حارثہ نے اُن کے پاس ایک خط بھیجا جس میں ان کو فارس کی بدنظمی، یزدجرد بن شہریار کی تخت نشینی، اور اس کی کم عمری کی خبر دی گئی، (اور یہ واقعہ بھی تھا کہ) جس وقت یزدجرد تخت پر بیٹھا تو اس کی عمر اکیس سال کی تھی، یہ خبریں سن کر عربوں کو فارس فتح کرنے کی خواہش زیادہ ہو گئی۔

فارس پر حملہ کرنے کے لیے حضرت عمرؓ کی تیاری

(ایک روز) عمرؓ نکلے اور مدینے کے باہر انھوں نے لشکر جمع کیا۔ لوگوں کو آپ کے ارادے کا علم نہ تھا، ان کو عمرؓ سے کسی بات کے دریافت کرنے کی جرأت نہیں ہوتی تھی، یہاں تک کہ ایک شخص نے جب لشکر کی روانگی کا وقت دریافت کیا تو آپ نے اُسے ڈانٹا اور (وقت) نہیں بتایا، جب لوگوں کو کوئی مشکل پیش آتی تھی، اور عمرؓ سے اُس کا معلوم کرنا ضروری ہوتا تھا، تو اس کے معلوم کرنے میں وہ عثمان بن عفانؓ اور عبدالرحمٰن بن عوفؓ سے مدد لیتے تھے، اور اگر معاملہ زیادہ سخت ہوتا تھا تو (ان دونوں کے ساتھ) عباسؓ کو بھی شریک کر لیتے تھے، چنانچہ عثمانؓ نے عمرؓ سے دریافت کیا کہ آپ کو کیا خبریں ملی ہیں؟ اور آپ کا کیا ارادہ ہے؟ عمرؓ نے آواز دی "الصلوٰۃ جامعۃ" (یعنی نماز کے لیے سب جمع ہو جاؤ) یہ سن کر لوگ اُن کے پاس جمع ہو گئے پھر عمرؓ نے اُن کو (اصل معاملہ کی) خبر دی اور (جنگ کے متعلق) سب کو ضروری ہدایات فرمائیں، اور اُن کے لیے اس مہم کو نہایت آسان بتایا۔ چنانچہ سب نے اطاعت کرنے کا اقرار کیا، پھر لوگوں نے اُن سے خواہش کی کہ وہ خود لشکر کے ساتھ روانہ ہوں، آپ نے کہا میں ایسا کروں گا، بشرطیکہ اس سے بہتر کوئی رائے کی بات (خیال میں) آئے۔

اس کے بعد عمرؓ نے صاحب رائے، جلیل القدر، اور ارباب عقل صحابہ کو بلا کر

Marfat.com

جمع کیا اور اُن سے مشورہ لیا، سب نے یہ مشورہ دیا کہ آپ (یہیں) قیام رکھیں، اور لشکر
کے ساتھ کسی بڑے صحابی کو بھیجدیں، اور خود یہیں رہ کر اُن کی امداد کریں، اگر فتح ہوئی
تو یہی ہمارا مقصد ہے اور وہ شخص (سپہ سالار) مارا جائے تو آپ (اس کی جگہ)
کسی دوسرے کو روانہ کردیں جب اِس رائے پر سب نے اتفاق کیا تو عمرؓ ممبر پر چڑھے
اور یہ عرب کا دستور تھا کہ جب وہ لوگوں سے کوئی عام خطاب کرنا چاہتے تھے تو ان میں
سے ایک شخص ممبر پر چڑھ کر لوگوں کو مخاطب کرکے اپنا منشا ظاہر کردیتا تھا، حضرت عمرؓ
نے کہا "اے لوگو! تمہارے ساتھ روانہ ہونے کا میرا پکّا اِرادہ تھا لیکن تمہارے سمجھدار
اور رائے والے لوگوں نے مجھے اس رائے (پر عمل کرنے) سے باز رکھا اور یہ مشورہ دیا
کہ میں یہیں قیام کروں اور صحابہ میں سے ایک شخص روانہ کردوں جو جنگ کا انتظام
اپنے ہاتھ میں لے۔ پھر عمرؓ نے (اس بات میں بھی) مشورہ لیا کہ وہ کس شخص کو بھیجیں،
(اتفاق سے) اُسی اثنا میں سعد بن وقاص کا ایک خط اُن کے پاس پہنچا، جو کسی کام سے
باہر گئے ہوئے تھے، سب نے عمر (رضؓ) کو سعد (رضؓ) کے متعلق مشورہ دیا، اور کہا کہ وہ
(بہادری میں) حملہ آور شیر کی طرح ہیں، سعد کے متعلق عمر (رضؓ) کی جو (پہلے سے) اچھی رائے
تھی وہ بھی (اس انتخاب) کے موافق رہی، چنانچہ آپ نے سعد بن وقاص (رضؓ) کو طلب
کرکے جنگِ عراق کی سپہ سالاری اُن کے سپرد کی اور لشکر اُن کے حوالے کردیا، سعدؓ
لشکر لے کر روانہ ہوئے، اور کئی میل تک عمر (رضؓ) بھی اُن کے ساتھ گئے، پھر آپ نے
ان کو (لڑائی کے متعلق) ہدایات کیں اور اُن کو جہاد پر برانگیختہ کیا، پھر انھیں رخصت
کرکے مدینے واپس ہوئے، اِدھر سعد بھی روانہ ہوئے اور حجاز اور کوفے کے درمیانی
صحرا میں چلتے رہے۔ (دوران سفر میں وہ ہر قسم کی) اطلاعات حاصل کرتے جاتے تھے
عمر (رضؓ) کے پاس سے بھی قاصد یا خطوط اُن کے پاس پہنچتے رہتے تھے، جن کے ذریعے
سے وہ یکے بعد دیگرے اپنی رائے انھیں بتاتے رہتے تھے، اور فوجوں پر فوجیں اُن

Marfat.com

کی امداد کے لیے پہنچے تھے، یہاں تک کہ عمرؓ نے قادسیہ کا قصد کرنے کی رائے قائم کی جو فارس کی مملکت کا دروازہ تھا۔

جب سعدؓ نے قادسیہ میں قیام کیا تو ان کو اور ان کی قوم کو رسد و خوراک کی ضرورت پیش آئی، انھوں نے کچھ بکریاں اور گائیں فراہم کرنے کا حکم دے کر لوگوں (کیونکہ قادسیہ والے ان کے آنے سے) پہلے ڈر کے مارے بھاگ گئے تھے، (اتفاق سے) انھیں ایک آدمی ملا، جس سے انھوں نے بکریوں اور گایوں کے متعلق دریافت کیا، اس نے کہا مجھے اس کا کچھ علم نہیں، حالانکہ وہ خود چرواہا تھا جس نے مویشی کو قریب کے ایک گھنے جنگل میں چھپا رکھا تھا، لوگ کہتے ہیں کہ مویشی میں سے ایک بیل نے آواز دی کہ چرواہا جھوٹا ہے، ہم تو یہاں جنگل میں موجود ہیں، لشکر والے جنگل میں گھس گئے۔ اور وہاں سے کچھ مویشی ہانکتے ہوئے ان کو سعدؓ کے پاس لے کر پہنچے، اس خوشخبری سے سعد کو بہت خوشی ہوئی، اور انھوں نے خیال کیا کہ یہ خدا کی طرف سے ایک مدد ہے، اگرچہ بیل نے چرواہے کو جھٹلانے کے لیے صریح الفاظ منہ سے نہیں نکالے تھے، لیکن ایسے وقت میں اس کا بولنا جب کہ مویشی کی شدید ضرورت ہو اور اس کے بولنے سے اس کا پتہ چلے، چرواہے کی شدید تکذیب کا (مرادف) تھا۔ یہ واقعہ ان عظیم اتفاقات میں سے ہے جو امداد (خداوندی) اور حصول (ملک) کا پتہ دیتے ہیں، اور ان سے (آئندہ فتح کی) خوش خبری حاصل کرنا ایک لازمی بات ہے

یہ موقع ایک واقعہ (بیان کرنے) کا ہے، جو (گذشتہ مضمون سے) مناسبت رکھتا ہے، اور اس کے بیان کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اور وہ یہ کہ مجھ سے ملک الدین ... نے بیان کیا کہ وہ دو بیدار صغیر کے لشکر میں تھا، جبکہ وہ ۵۵۶ھ کے غزوہ واسطہ کیا، اور وہاں سے لڑنے کے لیے مدینۃ السلام (بغداد) کی مغربی جانب نکلا ... نے کہا کہ نہر شیر پر ہمارا مقابلہ شروع ہوا جو دجیل کے متعلقہ علاقہ میں

اقعہ ہے، جب ہمارا سوار عربی گھوڑے پر بیٹھ کر اور مکمل ہتھیار لگاتے ہوئے لڑنے کے لیے نکلتا تھا، تو ایسا معلوم ہوتا تھا، کہ ایک بڑا پہاڑ ہے، پھر اُس کے مقابلے کے لیے تاتاریوں کا ایک سوار نکلتا جس کے نیچے گدھے کی طرح ایک گھوڑا ہوتا تھا اور ہاتھ میں تکلے جیسا ایک نیزہ، اس کے بدن پر نہ کپڑے ہوتے تھے اور نہ (دوسرا) کوئی ہتھیار، ایسے حال میں جو اُسے دیکھتا تھا ہنستا تھا، لیکن وہ دن ختم ہونے بھی نہیں پایا کہ فتح اُنہی کے حصے میں آئی، اور تاتاریوں نے ہم کو ایسی فاش شکست دی (جو آگے چل کر) تمام مصیبتوں کا پیش خیمہ ثابت ہوئی، اس کے بعد جو کچھ ہوتا تھا وہ رستم اور سعد رضی اللہ عنہ کے درمیان قاصدوں کی آمد و رفت شروع ہوئی، (سعد رضی اللہ عنہ کا قاصد) ایک بدوی، رستم کے دروازے پر آتا تھا جبکہ وہ ایک سونے کے تخت پر بیٹھا ہوتا تھا، اُس کے لیے زربفت کے تکیے لگے رہتے تھے، اور زربفت ہی کا فرش بچھا رہتا تھا، عجمی لوگ تاج پہن کر اپنی شان دکھاتے تھے، اُنھوں نے اپنی مجلس کے آس پاس ہاتھیوں کو باندھ رکھا تھا، اُدھر (بدوی) قاصد اس حالت میں آتا تھا کہ ہاتھ میں نیزہ، گلے میں تلوار، اور کاندھے پر کمان ہوتی تھی، وہ اپنا گھوڑا رستم کے تخت کے پاس باندھ دیتا تھا۔ ایرانی چیختے اور اُسے منع کرنا چاہتے تھے، لیکن رستم انھیں روک دیتا تھا، اور قاصد کو اپنے پاس بلا لیتا تھا، پھر وہ (قاصد) اپنا [illegible] اور فرش اور تکیوں کو روندتے ہوئے چلتا تھا، اور اپنے نیزے کی نوک سے اُن کو چیر ڈالتا تھا، اور وہ سب دیکھتے رہ جاتے تھے، پھر جب وہ رستم کے پاس پہنچتا تو گفتگو میں اس سے بحث کرنے لگتا تھا اور رستم اثنائے کلام میں اُس سے ایسی حکیمانہ باتیں اور جواب سنتا تھا جو اُسے خوف و دہشت میں ڈال دیتے تھے۔ چنانچہ انھیں (جوابات) میں سے بعض یہ ہیں۔

سعد رضی اللہ عنہ ہر مرتبہ ایک نیا قاصد بھیجتے تھے، رستم نے ایک قاصد سے جو اُس کے پاس

بھیجا گیا تھا، کہا کہ ہمارے کل والے صاحب کو انھوں نے کیوں نہیں بھیجا، اُس نے جواب دیا کہ ہمارا امیر ہمارے درمیان سختی اور نرمی میں انصاف سے کام لیتا ہے، رستم نے ایک روز ایک اور قاصد سے کہا "یہ تکلے کی طرح تمہارے ہاتھ میں کیا چیز ہے، اُس نے جواب دیا کہ انگارے کے لیے اُس کا چھوٹا ہونا (اُس کے اثر میں) کوئی کمی پیدا نہیں کرتا، ایک مرتبہ اُس نے ایک دوسرے قاصد سے کہا کہ تمہاری تلوار کو کیا ہوا، یہ تو مجھے بہت پُرانی معلوم ہوتی ہے، اُس نے جواب دیا یہ پرانے میان والی ضرور ہے، مگر تیز دھار والی ہے۔

رستم نے جو کچھ دیکھا اُس سے وہ بہت مرعوب ہوا، اور اُس نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ ان لوگوں کی بات یا تو سچی ہوگی یا جھوٹی اگر یہ جھوٹے ہیں تو ایک ایسی قوم جو اپنے راز کو اس حد تک محفوظ رکھتی ہے، اور کسی امر میں باہم اختلاف نہیں رکھتی، اور سب نے راز چھپانے پر اس طرح عہد کر لیا ہے کہ اُن میں سے کوئی بھی اپنا بھید دوسرے لوگوں پر ظاہر نہیں کرتا تو ضرور یہ بڑی سخت اور طاقتور قوم ہے، اور اگر یہ لوگ سچے ہیں تو کوئی بھی ان کے مقابلے میں کھڑا نہیں ہو سکتا، یہ سن کر اُس کے آس پاس کے لوگ چلا اُٹھے، اور بولے خدا سے ڈر خدا سے، کہیں ان باتوں کی بنا پر جو تو نے ان (نعوذ باللہ) کتوں کی دیکھی ہیں، اپنے ارادے کو نہ چھوڑ دینا، بلکہ تو ان سے لڑنے کا پکا ارادہ کر لے رستم نے کہا کہ بات تو وہی ہے جو میں تم سے کہتا ہوں، لیکن تم جو کچھ چاہتے ہو میں (اُس کے کرنے میں) تمہارے ساتھ ہو لیا، اس کے بعد (لڑائی شروع ہوئی) اور لڑائی دوپہر تک ہوتی رہی یہاں تک کہ ہوا اُن کے خلاف چلنے لگی، اور گرد و غبار نے انھیں اندھا کر دیا، رستم مارا گیا اور لشکر بھاگ گیا، اُن کا مال لوٹ لیا گیا اور وہ مارے ڈر کے بھاگے، اور دریائے دجلہ کے پایاب حصے تلاش کرنے لگے، تاکہ مشرقی جانب (جا کر) جان بچا سکیں۔ اِدھر سعدؓ نے اُن کا پیچھا کیا، اور دریا کے اُتھلے حصوں کو پار کر کے دوسری مرتبہ جلولاء کے مقام پر انھیں قتل کیا، اُن کا مال لوٹ لیا، اور

(اس معرکے میں) کسریٰ کی ایک بیٹی بھی گرفتار ہو گئی۔

پھر سعدؓ نے عمرؓ کو فتح (کی خوش خبری دینے کے لیے) خط لکھ کر بھیجا، عمرؓ کو ان دنوں فوج کے حالات معلوم کرنے کا بے چینی سے انتظار رہتا تھا، وہ ہر روز خبریں معلوم کرنے کے لیے مدینے کے باہر پیدل نکل جاتے تھے کہ شاید کوئی شخص انھیں مل جائے اور فوج کی حالت سے انھیں مطلع کرے۔ چنانچہ (ایک روز) سعدؓ کا قاصد فتح کی خوش خبری لے کر ان کے پاس آیا، عمرؓ نے اسے دیکھ کر پوچھا "تم کہاں سے آ رہے ہو؟" اس نے کہا عراق سے آ رہا ہوں، انھوں نے سوال کیا، "سعد اور اس کے لشکر کا کیا ہوا؟" اس نے جواب دیا "اللہ نے ان کو فتح نصیب فرمائی" یہ سب کچھ وہ شخص اپنی اونٹنی پر بیٹھے ہوئے کہتا جا رہا تھا، اور عمرؓ اس کی رکاب کے پاس ساتھ ساتھ پیدل چل رہے تھے، وہ نہیں جانتا تھا کہ یہ خود عمرؓ ہیں، جب لوگ جمع ہوئے اور عمرؓ کو امیر المومنین کہہ کر سلام کیا، تب جا کر اس بدوی قاصد نے ان کو پہچانا، اور اس نے کہا خدا آپ پر رحم فرمائے، آپ نے مجھے کیوں نہیں بتا دیا کہ آپ امیر المومنین ہیں عمرؓ نے کہا "میرے بھائی کچھ ڈر کی بات نہیں" پھر عمرؓ نے سعد کو خط لکھا کہ جہاں ہو وہیں ٹھہر جاؤ اور ان کا پیچھا نہ کرو، اور اسی پر قناعت کرو۔ مسلمانوں کے لیے (وہاں) ایک دارِ ہجرت کی تعمیر شروع کر دو۔ اور ایک شہر باؤ جہاں وہ رہیں چنانچہ سعدؓ نے ان کے لیے شہر کوفہ کی بنا (شروع کرتے ہوئے) جامع مسجد کی داغ بیل ڈالی اور لوگوں نے بھی اپنے لیے مکانات کی حدود متعین کیں، اور سعدؓ نے کوفے کو شہر بنا دیا، پھر انھوں نے مدائن میں حکومت کی اور وہاں کے خزانوں اور ذخیروں پر قابض ہو گئے۔

بعض دل چسپ باتیں جو فتح کے وقت پیش آئیں	ایک عرب کو ایک چمڑے کی تھیلی ملی جس میں کافور تھا، وہ اسے اپنے ساتھیوں کے پاس لے گیا، وہ سمجھے کہ یہ نمک ہے

Marfat.com

انھوں نے کھانا پکا کر اُس میں وہ کافور ڈال دیا لیکن اُنھیں کھانے میں اس کا کچھ مزہ نہ آیا، وہ نہ سمجھ سکے کہ یہ کیا چیز ہے، ایک شخص نے اُس تھیلی کو دیکھا اور پہچان گیا کہ اُس میں کیا ہے۔ اُس نے ایک پُرانا کرتا دے کر جس کی قیمت دو درہم سے زیادہ نہ ہوگی، وہ کافور خرید لیا۔

ایک بدوی کو یاقوت کا ایک بڑا پتھر مل گیا، جو نہایت ہی بیش قیمت تھا، اور وہ خود اس کی قیمت سے واقف نہ تھا، (اتفاق سے) ایک شخص نے اُسے دیکھ لیا جو اس کی قیمت جانتا تھا، اور اُس نے اُس بدوی سے وہ یاقوت ایک ہزار درہم میں خرید لیا، اس کے بعد اُس کو اُس کی اصلی قیمت معلوم ہوا۔ اور اس کے ساتھیوں نے بھی اُسے ملامت کیا کہ تو نے اس سے زیادہ قیمت کیوں نہیں مانگی، اُس نے جواب دیا کہ اگر مجھے یہ علم ہوتا کہ ہزار کے بعد بھی کوئی عدد ہے جو ہزار سے بھی بڑا ہوتا ہے تو میں اُس سے ضرور (زیادہ قیمت) طلب کرتا۔

ایسا بھی ہوا ہے کہ اُن میں سے ایک شخص زرِ سُرخ ہاتھ میں لیکر نکلتا تھا اور کہتا تھا کہ "کون شخص یہ پیلا لے کر مجھے سفید دیتا ہے"، وہ خیال کرتا تھا کہ چاندی سونے سے بہتر چیز ہے۔

یزدجرد کا انجام

پھر یزدجرد خراسان کی طرف بھاگ گیا، اور روز بروز اُس کی حالت کمزور ہوتی گئی۔ یہاں تک کہ ۳۱ھ میں وہ خراسان میں مارا گیا، یزدجرد اکاسرہ کا آخری بادشاہ تھا۔

دیوان قائم کرنے کی تفصیل

اسی دولت کے زمانہ میں دیوان قائم کیا گیا، اور مسلمانوں کے لیے وظائف اور تنخواہیں" مقرر ہوئیں، اس سے پہلے وہ نہیں جانتے تھے کہ دیوان کیا چیز ہے۔ دیوان قائم کرنے کی تفصیل یہ ہے کہ مسلمان [illegible] شامل تھے ان کی لڑائی صرف دین کے لیے [illegible] خاطر تھی، ان میں ایسے لوگ بھی تھے جو اپنے مال کا ایک مناسب حصہ

(نیک کاموں میں) صرف کرتے تھے، وہ اپنے اسلام کا یا آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو مدد دینے کا کوئی بدلہ سوائے خدا کے کسی اور سے نہیں چاہتے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اور نہ ابوبکرؓ نے اُن کے لیے کوئی خاص حصہ مقرر کیا تھا، البتہ جب وہ جہاد کو جاتے اور مال غنیمت حاصل کرتے تھے، تو اس میں سے وہ حصہ لے لیتے تھے جو شریعت نے ان کے لیے مقرر کیا تھا، اور جب کسی ملک سے مدینے میں مال آتا تھا، تو وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں لایا جاتا تھا اور آپؐ جس طرح مناسب خیال فرماتے تھے اس کو تقسیم فرما دیتے تھے، اسی کے مطابق ابوبکرؓ کے زمانۂ خلافت میں عمل ہوتا رہا، جب ۱۵ھ شروع ہوا، جو عمرؓ کی خلافت کا زمانہ ہے تو عمرؓ نے دیکھا کہ فتوحات پے در پے ہو رہی ہیں، شاہانِ فارس کے خزانے ملکیت میں آگئے ہیں، اور سونے، چاندی قیمتی جواہرات اور نفیس کپڑوں کے انبار پیہم چلے آ رہے ہیں، تو آپ نے یہ مناسب خیال فرمایا کہ مسلمانوں کے لیے زیادہ آسانی بہم پہنچائی جائے، اور یہ مال اُن میں تقسیم کیا جائے (وہ یہ نہیں جانتے تھے کہ تقسیم کو باقاعدہ رکھنے میں) کیا طریقہ اختیار کریں، اور کس طرح اس کو ضبط میں لائیں۔

مدینے میں ایرانی مرزبانوں میں سے ایک شخص رہتا تھا، جب اُس نے عمرؓ کی پریشانی دیکھی تو کہا، اے امیر المومنین شاہانِ فارس کا ایک دیوان ہوتا ہے جس میں ان کی تمام آمدنی اور خرچ کا اندراج کیا جاتا ہے۔ اور کوئی چیز اس میں سے باہر نہیں ہوتی، تنخواہ والوں کی تنخواہیں یا وظائف اس میں علیحدہ علیحدہ لکھے رہتے ہیں، (اس طرح پر اُن کے حساب میں) کوئی خرابی واقع نہیں ہوتی۔ عمرؓ کو جب اس کا علم ہوا تو آپ نے اُس مرزبان سے کہا کہ اس کو ذرا تفصیل سے بیان کرو۔ چنانچہ مرزبان نے تفصیل بیان کی، اور عمرؓ اس کو خوب سمجھ گئے، پھر آپ نے دیوان (حساب کے کھاتے) قائم کرکے وظائف متعین کر دیئے، اور ہر ایک مسلمان کا ایک مخصوص حصہ مقرر کیا، اسی طرح آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کی ازواجِ (مطہرات)، آپ کی کنیزوں، اور رشتہ داروں کے حصے بھی تجویز کیے یہاں تک کہ تمام آمدنی ختم کردی، اور بیت المال میں کوئی چیز ذخیرے کے طور پر نہ چھوڑی، لوگ کہتے ہیں کہ عمرؓ کے پاس ایک شخص آیا اور کہنے لگا کہ اگر آپ بیت المال میں کچھ حصہ چھوڑ دیتے جو آئندہ کسی ضرورت کے پیش آنے پر ذخیرے کا کام دیتا، (تو مناسب تھا) آپ نے اس شخص کو ڈانٹا اور کہا کہ "یہ ایک ایسی بات ہے جو شیطان نے تیرے منہ میں ڈالی ہے، خدا اس کے شر سے مجھے محفوظ رکھے، دراصل یہ ذخیرہ میرے بعد آنے والے لوگوں کے لیے فتنہ بن جائے گا، میں کسی آنے والے حادثے کے لیے بجز خدا اور رسول کی اطاعت کے کوئی ذخیرہ نہیں چھوڑتا، اور یہی وہ ذخیرہ ہے جس کے ذریعہ سے ہم اس حد تک پہنچ گئے ہیں" پھر عمرؓ نے اسلام میں (صحابہ کی) اولیت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت کو جو انھوں نے لڑائیوں کے موقع پر آپ کو دی تھی تقسیم وظائف کا معیار مقرر کیا اور دیوان (مرتب کرنے) کے لیے لکھنے والوں کو ملازم رکھا اور ان کو حکم دیا کہ لوگوں کے مختلف طبقوں کو علیحدہ علیحدہ ترتیب دیں اور ان کے وظائف ضبط تحریر میں لائیں، اس پر انھوں نے سوال کیا کہ اے امیرالمومنین ہم کس طبقے سے شروع کریں، صحابہ میں سے کسی نے مشورہ دیا کہ آپ خود اپنی ذات سے ابتدا کریں اور کہا کہ آپ امیرالمومنین ہیں، آپ (کے نام) کو پہلے لکھنا ضروری ہے، حضرت عمرؓ نے اس کو برا سمجھا اور کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے چچا عباسؓ سے اور خاندانِ بنی ہاشم سے شروع کرو۔ پھر جو لوگ بنی ہاشم کے بعد ہیں ان کو لکھتے جاؤ۔ اور آلِ خطاب (خاندانِ عمرؓ) کو وہاں رکھو جہاں خدا نے انھیں رکھا ہے، چنانچہ آپ ہی کے مشورے کے مطابق (ترتیب) قائم کی گئی۔

عمرؓ اور عثمانؓ کے عہدِ خلافت میں اسی پر عمل ہوتا رہا۔ عمرؓ کو اپنے آخری زمانۂ خلافت میں اس رائے کو تبدیل کرنے کا خیال پیدا ہوا، اور وہ اس طرح پر کہ ہر ایک

Marfat.com

مسلمان (سپاہی) کے لیے چار ہزار (درہم) مقرر کریں، آپ نے کہا کہ جب وہ لڑائی پر جائے تو ایک ہزار اُس کے اہل و عیال کے مصارف کے لیے، ایک ہزار لڑائی کی تیاری کے لیے، ایک ہزار اپنے ساتھ لے جانے کے لیے، اور ایک ہزار (ضرورت کے وقت) مدد حاصل کرنے کے لیے مقرر کیے جائیں۔ لیکن عمرؓ نے اس تجویز پر عمل کرنے سے پہلے ہی وفات پائی۔

جنگِ جَمَل

اِس دولت کے مشہور واقعات میں سے ایک واقعۂ جَمَل بھی ہے جس کی ابتدا اور تفصیلی حالات یہ ہیں کہ جب عثمان بن عفانؓ کو قتل کیا گیا تو لوگ جمع ہو کر امیرالمومنین علیؓ کے مکان پر پہنچے اور اُن سے مسلمانوں کی امارت قبول کرنے کی خواہش کی، آپ نے انکار کیا اور کہا کہ مجھے تمہاری امارت (قبول کرنے) کی کوئی ضرورت نہیں ہے، اس پر لوگوں نے شدید اصرار کیا، اور تمام اطراف سے لوگ آپ کے پاس جمع ہوگئے اور آپ سے یہی خواہش کرنے لگے، یہاں تک کہ آپ نے قبول کر لیا، اور لوگوں نے آپ کے ہاتھوں پر بیعت کی۔

علیؓ نے لوگوں (کے معاملات میں) حق و انصاف کی سیرت پر عمل کیا، خدا (کے احکام بجالانے) میں آپ کسی ملامت کرنے والے کا اثر نہیں لیتے تھے، آپ کی حرکت و سکون سب خدا کے لیے اور خدا کی راہ میں تھا اور آپ کسی کی ملامت کے ڈر سے کسی کے حق میں فیصلہ نہیں کرتے تھے، اگر آپ کوئی چیز لیتے یا دیتے تو محض عدل و حق شناسی کی بنا پر، حتیٰ کہ آپ کے بھائی عقیل نے جو ماں اور باپ دونوں کی طرف سے آپ کے حقیقی بھائی تھے، جب بیت المال میں سے کچھ طلب کیا جس کا اُن کو حق نہیں پہونچتا تھا، تو آپ نے اُس کے دینے سے انکار کیا، اور کہا کہ اے میرے بھائی! اِس مال میں تمہارا اتنا ہی حق تھا جو میں تم کو دے چکا ہوں۔ لیکن تم اس وقت تک صبر کرو جب تک خود میرا مال نہ آ جائے، اس میں سے تم جتنا چاہتے ہو لینا

تم کو دیدوں گا، عقیل اِس جواب پر راضی نہ ہوئے اور آپ کو چھوڑ کر معاویہ کے پاس شام چلے گئے۔

اسی طرح آپ حسنؓ اور حسینؓ کو بھی اُن کے حق سے زیادہ کچھ نہیں دیتے تھے، اب تم خود اس شخص کو دیکھو جس کی پرہیزگاری نے اُسے مجبور کر دیا ہو کہ وہ اپنے دونوں بیٹوں اور حقیقی بھائی کے ساتھ ایسا منصفانہ عمل کرنے پر مجبور کیا تھا۔

جب علیؓ نے لوگوں کے حق میں ایسی (منصفانہ) راہ اختیار کی تو بعض لوگوں پر آپ کا یہ فعل گراں گزرا، اور انھوں نے منصب (خلافت) پر آپ کا قائم رہنا بُرا سمجھا، چنانچہ زبیر اور طلحہ آپ سے بیعت کرنے کے بعد مکہ چلے گئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ (مطہرہ) حضرت عائشہؓ بھی مکہ میں تھیں جہاں وہ عثمانؓ کے محصور ہونے کے زمانے میں چلی گئی تھیں۔ طلحہ اور زبیر نے عائشہؓ کے ساتھ مل کر علیؓ کی امارت پر راضی نہ رہنے اور عثمانؓ کے خون کا بدلہ لینے پر اتفاق کر لیا، اور علیؓ کی طرف انھوں نے یہ بات منسوب کی کہ علیؓ نے لوگوں کو عثمان کے خلاف جمع کیا تھا، اور اُن کو عثمان کے قتل پر جرأت دلائی تھی، حالانکہ علیؓ ہمیشہ عثمانؓ کے مدد کرنے والے اور (دشمنوں) سے اُن کو بچانے والے تھے اور عثمان بھی ہمیشہ (دشمنوں کی) مدافعت میں انھیں کی طرف رجوع کرتے تھے، اور اس مدافعت میں علیؓ قابلِ تعریف کوشش کرتے تھے، آخر وقت میں جب عثمانؓ محصور ہوئے تو انھوں نے اپنے صاحبزادے حسنؓ کو ان کی مدد کے لیے بھیجا تھا، حسن نے عثمانؓ کی مدد میں خود کو خطرے میں ڈالا، حالانکہ وہ اُن کو اس سے باز رہنے کو کہتے تھے، لیکن وہ اُن کو مدد دینے کی قسم کھاتے تھے اور اُن کی امداد میں اپنی جان دینے کے لیے (تیار) تھے اس کے برعکس طلحہ عثمانؓ کے خلاف (اُن کے مخالفوں کی) شدت سے مدد کرنے والے تھے، ان (واقعات کی صحت) پر تمام تاریخیں گواہ ہیں، اُدھر عائشہؓ عثمانؓ کے محاصرے ہی کے زمانے میں

مدینے سے نکل کر مکہ کی طرف جا چکی تھیں۔ پھر وہ مدینے کی طرف روانہ ہوئیں، راستہ میں اُن کو ان کے ایک ماموں ملے، عائشہ رضؓ نے اُن سے دریافت کیا کہ تمہارے پاس کیا خبر ہے، اُس نے کہا عثمان رضؓ قتل کر دیئے گئے، پھر انھوں نے پوچھا کہ اُن کے بعد لوگوں نے کیا کیا، اُس نے کہا علی رضؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی یہ سُن کر وہ بولیں کہ اگر تمہارے ساتھی (علی رضؓ) کی امارت مکمل ہو، تو کاش آسمان زمین سے آ لگے، پھر وہ یہ کہتی ہوئی مکہ واپس ہوئیں بخدا عثمان مظلوم مارے گئے، خدا کی قسم میں اُن کے قتل کا بدلہ لوں گی۔ اُس شخص نے کہا، نہیں بخدا جس نے سب سے پہلے عثمان کا نام بگاڑا تھا وہ آپ ہی ہیں۔ آپ ہی کہا کرتی تھیں کہ "نعثل" کو مار ڈالو کیونکہ وہ کافر ہو گیا ہے۔ نعثل عثمان کا لقب بن گیا تھا، حضرت عائشہ رضؓ نے جواب دیا کہ لوگوں نے عثمان رضؓ سے توبہ کرا لی تھی پھر ان کو قتل کیا تھا، میں نے ان کے خلاف کچھ کہا ضرور تھا، اور لوگوں نے بھی کہا تھا لیکن میری بعد کی بات پہلی بات سے بہتر ہے

عائشہ رضؓ نے مکہ واپس ہو کر زبیر اور طلحہ کے ساتھ عثمان رضؓ کے قتل کا انتقام لینے اور علی رضؓ کی امارت پر ناراضی کا اظہار کرنے کے لیے اتفاق کیا جیسا کہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں۔ ان کے ساتھ مروان بن الحکم بھی مل گیا جو عثمان رضؓ کا چچا زاد بھائی تھا، ان لوگوں نے کہا کہ مختلف شہروں کے باغیانہ گروہ اور مدینے کے غلام اُس مسکین یعنی عثمان کے خلاف جمع ہو گئے انھوں نے اُس پر ظلم اور زیادتی کی اور انھیں قتل کر ڈالا۔ اور اس طرح انھوں نے اس خون کو جس کا بہانا حرام تھا، بلد الحرام میں، شہر الحرام (قابل حرمت مہینے) میں بہایا۔

پھر انھوں نے (یعنی طلحہ اور زبیر وغیرہ نے) کچھ لوگوں کو اپنے ساتھ شامل کر کے بصرے روانہ ہونے کا قصد کیا، اور بصرے والوں کو اپنی طرف مائل کرنے اور علی رضؓ کے خلاف اُن سے قوت حاصل کرنے کی کوشش کی۔ جب امیر المومنین کو اس کی خبر ملی تو آپ نے کھڑے ہو کر لوگوں کو خطبہ دیا اور صورت حال سے اُن کو آگاہ کیا، اور کہا کہ یہ ایک آزمائش ہے، اور میں امر خلافت کو اُس وقت تک اپنے ہاتھ میں رہنے دوں گا جب تک

Marfat.com

ورنہ میرے ہاتھ میں رہے۔ پھر جب آپ کے پاس اُن کی جمعیتوں کی خبر پہنچی، اور یہ کہ لڑائی کا انھوں نے مستقل ارادہ کرلیا ہے تب اُن کے مقابلے کے لیے روانہ ہوگئے۔

بصرے کی طرف جاتے ہوئے عائشہ رضؓ کا گزر ایک پانی پر ہوا، وہاں کے کتّے ان پر بھونکنے لگے، انھوں نے رہبر سے دریافت کیا کہ اِس جگہ کا کیا نام ہے اُس نے کہا "حوَأب" یہ سُن کر عائشہ رضؓ نے چیخ کر کہا مجھے یہاں سے واپس لے جاؤ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی بیویوں میں یہ کہتے ہوئے سنا تھا کہ تم میں سے کسی پر حوأب کے کتّے بھونکیں گے۔ پھر انھوں نے واپسی کا ارادہ کیا لیکن لوگوں نے اُن سے کہا کہ راستہ بتانے والے نے جھوٹ بولا ہے، دراصل وہ اِس جگہ کو جانتا نہیں ہے، انھوں نے یہ بھی کہا کہ اگر آپ اِس جگہ سے نہیں چلیں گی تو علی بن ابی طالب یہاں پہنچ جائیں گے، اور تم سب ہلاک ہوجاؤ گے، چنانچہ عائشہ رضؓ روانہ ہوئیں، اور اُدھر سے علی رضؓ بھی روانہ ہوئے اور بصرے کے باہر میدان میں دونوں لشکروں کا مقابلہ ہوا، اور بڑے اہم واقعات اور معرکے پیش آئے، ایک واقعہ میں حضرت علی رضؓ اور طلحہ رضؓ اور زبیر رضؓ کا مقابلہ ہوا، علی رضؓ نے طلحہ رضؓ سے کہا اے طلحہ کیا تم عثمان رضؓ کے خون کا انتقام چاہتے ہو، خدا عثمان رضؓ کے قاتلوں پر لعنت کرے۔ اے طلحہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجۂ (مطہرہ) کو لے کر آگئے ہو، اور خود اپنی بیوی کو تم نے گھر میں چھپا رکھا ہے، کیا تم نے میرے ہاتھ پر بیعت نہیں کی، طلحہ نے جواب دیا بیعت تو کی تھی لیکن ایسی حالت میں کہ تلوار میرے گلے پر لٹکی ہوئی تھی، پھر علی رضؓ نے زبیر رضؓ سے مخاطب ہو کر کہا تم کو کس نے (لڑائی کے لیے) گھر سے نکالا ہے، انھوں نے کہا تم نے نکالا ہے، اور ہم نہ تم کو خلافت کا اہل سمجھتے ہیں اور نہ تم کو اپنے مقابلے میں خلافت کے لیے افضل خیال کرتے ہیں، پھر علی رضؓ نے کہا ہم تم کو عبدالمطلب کی اولاد میں شمار کرتے تھے، یہاں تک کہ تمہارا بیٹا (عبداللہ بن زبیر) جو ایک بُرا بیٹا ہے آ پہنچا اور ہمارے اور تمہارے درمیان اُس نے پھوٹ پیدا کردی۔

پھر علیؓ نے زبیر کو بہت سی باتیں یاد دلائیں اور کہا کیا تمہیں یاد نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ تم اُن سے (علیؓ سے) لڑو گے جب کہ تم ہی اُن پر ظلم کرنے والے ہو گے، زبیرؓ نے کہا، بیشک مجھے یاد ہے، اور اگر اس سے پہلے مجھے یاد آتا تو میں (آپ سے لڑنے کے لیے) اپنا یہ سفر اختیار نہیں کرتا، اور اب میں خدا کی قسم کھاتا ہوں کہ تم سے کبھی نہیں لڑوں گا، پھر امیرالمومنین علیؓ اپنے ساتھیوں کی طرف واپس ہوئے، اور (اُن سے) کہا کہ "زبیر نے خدا سے عہد کر لیا ہے کہ وہ تم سے نہیں لڑے گا" اس کے بعد زبیر نے لڑائی چھوڑ دینے کا پکا ارادہ کر لیا۔ لیکن اُن کے لڑکے عبداللہ نے اُنھیں دھوکہ دیا اور وہ اُن کے پیچھے پڑا رہا یہاں تک کہ زبیر اپنی قسم کا کفارہ دے کر لڑائی میں شریک ہو گئے۔

جب دونوں لشکر مقابل ہوئے تو عائشہؓ، طلحہؓ، اور زبیر کا لشکر تیس ہزار تھا، اور علی رضی اللہ عنہ کا لشکر بیس ہزار، جنگ شروع ہونے سے پہلے امیرالمومنین علیؓ نے ان کو نصیحت فرمائی اور صلح کر لینے کی دعوت دی، جس کی وجہ سے وہ صلح کی طرف مائل ہو گئے اور اسی خیال کو لیے ہوئے انھوں نے رات گزاری لیکن جب صبح ہوئی تو دونوں فریق میں جنگ شروع ہو گئی، اور بہت سے چھوٹے بڑے مقابلے اور لڑائیاں ہوئیں جن کے نتیجہ میں فتح امیرالمومنین کے لشکر کو ہوئی۔

زبیرؓ نے جب دیکھا کہ (فریقِ مقابل) کو اُن پر فتح حاصل ہو گئی ہے تو وہ اپنے گھوڑے کا مُنہ پھیر کر چل دیئے۔ بصرے کے عربوں میں سے ایک شخص نے اُن کا پیچھا کیا، پھر عمیر بن جرموز بھی پیچھے پڑ گیا، یہاں تک کہ اُس نے وادی السباع میں ان کو مار ڈالا اور علیؓ کے پاس اُن کی تلوار لے کر پہنچا، اور دربان سے کہا کہ زبیر کے قاتل کے لیے اجازت حاصل کر، علیؓ نے فرمایا کہ ابن صفیہ کے قاتل کو دوزخ کی خوشخبری سنا دو۔ صفیہ زبیر کی ماں کا نام تھا اور وہ امیرالمومنین علیؓ کی پھوپھی تھیں، پھر جب آپ نے زبیر کی تلوار کو دیکھا تو فرمایا کہ یہ وہ تلوار ہے جس نے بارہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

کے چہرے سے مصیبت کو دور کیا ہے۔

طلحہ کے پیر میں ایک تیر آ لگا جو اُن کی ہلاکت کا سبب بن گیا وہ اپنے غلام کے ساتھ سوار ہو کر بصرے میں داخل ہوئے، اُن کا موزہ خون سے بھر گیا تھا، وہ کہتے تھے کہ اے خدا عثمانؓ کے خون کا بدلہ میری طرف سے لے لے۔ یہاں تک کہ تو راضی ہو جائے۔ ان کا انتقال بصرے کے ایک ویران مکان میں ہو گیا۔ ان کی قبر اس وقت بصرے میں ہے جو بصریوں کے لیے ایک بڑی قابلِ احترام زیارت گاہ ہے۔ جب وہاں کوئی خوف زدہ یا تھکا ہوا پناہ لیتا ہے تو چاہے کوئی بھی ہو وہ اُس کے نکالنے کی جرأت نہیں کرتا، آج تک بصرے والوں کا طلحہ پر بڑا اعتقاد ہے، یہ بھی کہا گیا ہے کہ مروان بن الحکم نے طلحہ کو قتل کیا تھا

عائشہ رضؓ کا قصہ یہ ہے کہ وہ اونٹ پر ایک کجاوے میں بیٹھی تھیں اور اُن کے کجاوے کو زرہیں اور لوہے کے بنے ہوئے جال پہنا دیئے گئے تھے، جب لڑائی سخت ہوئی اور ان کی فوجیں فرار ہو گئیں تو ان کے اونٹ کے گھٹنے کی رگیں پیچھے سے کاٹ دی گئیں اور وہ گر پڑا۔ پھر اُس کو اٹھا کر لوگوں سے دور ایک جگہ رکھ دیا گیا، عائشہ رضؓ کے بھائی محمد بن ابی بکر علی رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں میں شامل تھے، اور وہ اُن کی بیوی اسماء بنت عمیس کے بیٹے بھی تھے، حضرت علیؓ نے ان کو حکم دیا کہ وہ اپنی بہن کے پاس جائیں، اور دیکھیں کہ وہ خیریت سے ہیں یا ان کو کچھ زخم لگا ہے۔ چنانچہ محمد عائشہ رضؓ کے پاس گئے اور دیکھا کہ وہ بالکل خیریت سے ہیں، پھر محمد ان کو رات کے وقت شہر بصرہ کے اندر لے گئے، اس کے بعد امیر المومنین علیؓ نے لوگوں کو اجازت دی کہ وہ مقتولین کو دفن کر دیں دونوں گروہوں کے مقتولین کی تعداد دس ہزار تھی، پھر آپ نے مالِ غنیمت جمع کرنے کا حکم دیا اور بصرے کی جامع مسجد میں اُس کو داخل کیا، اور لوگوں میں یہ اعلان کیا کہ جو شخص اپنا سامان پہچانے وہ اُسے اُٹھا لے۔

پھر امیر المومنین علیؓ نے عائشہ رضؓ کے ساتھ نہایت درجہ احسان فرمایا اور آپ جیسی

Marfat.com

شخصیت) کے مناسب جس چیز کی ضرورت تھی، اُس کے مطابق اُن کے لیے تیاری کی اور مدینہ واپس جانے کی اُن کو اجازت دیدی، اور آپ کے ساتھ آنے والے لوگوں میں سے جو بچ رہے تھے اُن سب کو بھی آپ کے ساتھ مدینے بھیج دیا، بجز اُن لوگوں کے جنھوں نے خود وہاں ٹھہرنا پسند کیا، اور بصرے کی عورتوں میں سے چالیس عورتوں کو (جو اپنے اچھے حالات کے اعتبار سے مشہور و معروف تھیں آپ کے ساتھ کردیا، تاکہ راستے میں آپ کا دل بہلائیں۔ حضرت علی رضؓ نے عائشہ رضؓ کو ان کے بھائی محمد بن ابی بکر کی معیت میں نہایت عزت و احترام کے ساتھ روانہ کیا جب روانگی کا دن آیا تو علی رضؓ آئے، اور لوگ بھی جمع ہوئے عائشہ رضؓ نے کہا، اے میرے بیٹو! اور یہ اس لیے کہا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی بیویاں مسلمانوں کی مائیں ہیں، خدا تعالیٰ اور اس کے رسول نے اسی طرح فرمایا ہے۔ "تم ایک دوسرے کو بُرا نہ کہو میرے اور علی کے درمیان ابتدا سے اسی قدر (رنجش) تھی جو عورت اور اُس کے دیور کے درمیان ہوتی ہے، اور باوجود میرے عتاب کے وہ نیک لوگوں میں ہیں۔ علی رضؓ نے کہا خدا کی قسم انھوں نے سچ کہا میرے اور اُن کے درمیان صرف یہی بات تھی، بیشک وہ دُنیا اور آخرت میں تمہارے نبی کی بیوی ہیں"۔ پھر عائشہ رضؓ روانہ ہوئیں اور علی رضؓ کئی میل تک اُن کے ساتھ گئے اور اپنے بیٹوں کو ایک دن کی مسافت تک ان کے ساتھ بھیجا۔ عائشہ رضؓ نے پہلے مکہ کا قصد کیا اور وہاں حج کے زمانے میں ٹھہری رہیں پھر حج کر کے مدینہ چلی گئیں۔ جمل کا واقعہ ۳۶ھ میں ہوا ہے۔

جنگِ صفین

اس دولت کے مشہور واقعات میں صفین کا واقعہ بھی ہے، اس کی تفصیل یہ ہے کہ جب امیرالمومنین علی رضؓ جنگِ جمل سے واپس ہوئے تو آپ نے معاویہ کے پاس ایک قاصد بھیجا اور ان کو یہ خبر دی کہ لوگ ان کی بیعت پر متفق ہو گئے ہیں، اور واقعۂ جمل میں جو کچھ پیش آیا تھا اُس کی بھی انھیں اطلاع دی اور اُن کو حکم دیا کہ (ان کی بیعت) جس میں مہاجرین اور انصار داخل ہو گئے ہیں وہ بھی اُس میں داخل ہو جائیں۔

معاویہ رضؓ، عثمان رضؓ کی طرف سے شام کے امیر تھے اور اُن کے چچازاد بھائی بھی تھے جب

Marfat.com

معاویہ کے پاس امیرالمومنین علیؓ کا قاصد پہنچا تو معاویہؓ کو علیؓ سے خوف پیدا ہوا اور انھیں یقین آگیا کہ جب حضرت علیؓ کی امارت مضبوط ہوجائے گی تو وہ انھیں معزول کردیں گے اور یہ واقعہ بھی ہے کہ ابن عباسؓ اور مغیرہ بن شعبہ نے حضرت علیؓ کو مشورہ دیا تھا کہ معاویہ کو اُس وقت تک شام کا حاکم رہنے دیا جائے جب تک کہ لوگ بیعت کرلیں اور آپ کو استحکام حاصل ہوجائے اس کے بعد اُن کو معزول کردیں لیکن آپ نے اُن کا مشورہ نہیں مانا اور کہا کہ "اگر میں (اس طرح پر) ایک روز بھی معاویہ کو امارت پر قائم رکھوں تو میں اُس روز خدا کی نافرمانی کرنے والا ہوؤں گا"۔ بات یہ ہے کہ دھوکہ دینا اور حیلہ بازی کرنا حضرت علیؓ کا مذہب نہ تھا آپ کے پاس سوائے تلخ صداقت کے اور کچھ نہ تھا۔

جب قاصد معاویہ کے پاس پہونچا تو وہ (معاملہ کو) ٹالتے رہے، پھر انھوں نے عمرو بن العاص سے مشورہ لیا۔ عمرو بن العاص عرب کے مشہور چالاک آدمیوں میں سے تھے۔ معاویہ نے ان کو اپنا دوست بنا کر انھیں اپنی طرف مائل کر رکھا تھا تاکہ ان کی رائے اور ہوشیاری سے تقویت حاصل کریں، عمرو بن العاص نے معاویہ کو یہ مشورہ دیا کہ وہ عثمان بن عفان کا وہ کُرتہ نکالیں جس میں انھیں قتل کیا گیا تھا، اور ان کی بیوی کی کٹی ہوئی انگلیاں بھی نکال لیں اور ان چیزوں کو ممبر پر رکھیں پھر لوگوں کو جمع کریں اور ان کو دکھا دکھا کر روئیں اور عثمانؓ کے قتل کو علیؓ کی طرف منسوب کردیں، اور اُن سے عثمان کے خون کا مطالبہ کریں، تاکہ شام والے اُن کی طرف مائل ہوجائیں اور ان کے ساتھ مل کر لڑیں، چنانچہ معاویہؓ نے وہ کُرتہ اور انگلیاں نکالیں اور اُن کو ممبر پر لٹکا دیا۔ اور خود روئے اور لوگوں کو بھی رُلایا اور سب کو عثمانؓ (پر گذری ہوئی) مصیبت یاد دلائی، شام والے ہر طرف سے جمع ہوگئے، اور اُن کی (ہمنوائی) کے لیے عثمانؓ کے خون کا مطالبہ کرنے اور ہر اُس شخص سے لڑنے کے لیے اپنی خدمات پیش کردیں جس نے عثمانؓ کے قاتلوں کو پناہ دی تھی۔ اس کے بعد معاویہ نے امیرالمومنین کو ایک خط لکھا جس میں ان سب باتوں کا ذکر تھا۔

Marfat.com

خط پہونچنے پر علیؓ نے لڑائی کی تیاری شروع کر دی، اور لوگوں سے خط و کتابت کی تاکہ وہ اُن کے ساتھ (لڑنے کے لیے) جمع ہو جائیں، ادھر معاویہ نے بھی ایسا ہی کیا، پھر ملک شام میں صفین کے مقام پر مقابلہ شروع ہوا اور دونوں فریقوں کے درمیان جھڑپیں اور لڑائیاں ہوتی رہیں جن میں سب سے پہلا واقعہ یہ ہے کہ معاویہ اور اُن کے ساتھی پہلے سے پانی پر جانے کے راستے پر قابض ہو گئے، اور امیرالمومنین کے ساتھیوں کو پانی (تک پہونچنے) سے روک دیا، اور پانی پر جانے کے لیے اس کے علاوہ کوئی دوسرا راستہ بھی نہ تھا۔ جب علیؓ کو اس کی خبر دی گئی تو انھوں نے معاویہؓ کے پاس ایک قاصد بھیجا جس نے ان سے کہا کہ ہمارا مذہب یہ ہے کہ ہم اس وقت تک تم سے لڑائی شروع نہ کریں جب تک تم پر کوئی حجت قائم نہ کر دیں، اور اُس مقصد پر غور کریں جس کے لیے ہم آئے ہیں اور تم بھی اس پر غور کرو! اب صورتِ حال یہ ہے کہ تمہارے ساتھیوں نے لوگوں کو پانی پر جانے سے روک دیا ہے، لہذا تم کسی کو بھیجو کہ وہ پانی کا راستہ کھول دے اور اگر تم چاہو کہ ہم اُس مقصد کو چھوڑ دیں جس کے لیے (یہاں) آئے ہیں، اور ہماری اور تمہاری لڑائی صرف پانی کے لیے ہو، اور غالب وہی سمجھا جائے جو (پانی تک پہنچ کر) پانی پی لے تو ہم ایسا ہی کریں گے، معاویہ نے اپنے ساتھیوں سے پوچھا کہ تمہارا کیا مشورہ ہے، بنی امیہ کے کچھ لوگوں نے کہا کہ ہماری رائے تو یہ ہے کہ آپ اُن پر پانی روک دیں تاکہ وہ پیاس سے مر جائیں۔ یا (کہیں اور) پانی کی تلاش میں واپس ہو جائیں، اور یہ دراصل اُن کی شکست ہوگی، عمرو بن العاص نے کہا کہ میری رائے تو یہ ہے کہ تم اُن کے لیے پانی کا راستہ چھوڑ دو۔ کیونکہ یہ لوگ پیاسے نہیں رہ سکتے، جب کہ تم خوب پانی پیتے ہو، یہ سُن کر معاویہ نے جواب دینے میں دیر لگائی اور کہا کہ میں اس پر غور کروں گا۔ اُدھر لوگ پانی پر لڑ پڑے علیؓ نے اپنے ساتھیوں کی مدد کی اور معاویہ نے اپنے ساتھیوں کی لڑائی شدت سے شروع ہوئی اور علیؓ کے ساتھیوں نے پانی پر قبضہ کر لیا، اور انھوں نے چاہا کہ معاویہؓ کے آدمیوں کو

Marfat.com

پانی سے روک دیں، علیؓ نے اُن کے پاس آدمی بھیج کر کہلوایا کہ تم اپنی ضرورت کا پانی لے لو اور اُن کو پانی لینے سے مت روکو۔

کچھ دنوں یہی حالت رہی، اور قریب تھا کہ علیؓ کا لشکر غالب آجائے، اور فتح کی علامتیں بھی ظاہر ہونے لگی تھیں کہ عمرو بن العاص کو تباہی کا خوف ہوا اور انھوں نے معاویہ کو یہ مشورہ دیا کہ قرآن شریف کے نسخے نیزوں پر اٹھائے جائیں، اور لوگوں کو خدا کے حکم کی طرف بلایا جائے جو قرآن میں لکھا ہے، جب قرآن کے نسخے اٹھائے گئے تو اکثر لوگ لڑنے سے سست پڑ گئے اور امیرالمومنین کے پاس آکر کہنے لگے اے علیؓ کتاب اللہ کا حکم مان لو۔ اور خدا کی قسم اگر تم نے ایسا نہیں کیا، تو ہم زبردستی تم کو اٹھا کر معاویہ کے پاس لے جائیں گے، یا تمہارے ساتھ ہم وہی عمل کریں گے جو عثمان کے بیٹے کے ساتھ ہم نے کیا تھا، علیؓ نے اُن سے کہا کہ یہ ان کا دھوکہ ہے اور ان میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہے جو ان مصاحف پر عمل کرتا ہو، کیا تمہارے پاس خدا کی طرف سے قائم کی ہوئی حجت نہیں ہے، لہٰذا اپنا کام کیے جاؤ اور اپنے دشمن سے لڑتے رہو، لیکن انھوں نے ایسا نہیں کیا، اور علیؓ پر غالب آگئے، یہ دیکھ کر علیؓ نے لڑائی بند کرنا منظور کرلیا، پھر آپ نے معاویہ کے پاس ایک قاصد بھیجا، اور کہلوایا کہ قرآن کے نسخے اٹھانے سے تمہارا کیا مقصد ہے، انھوں نے جواب دیا کہ مقصد یہ ہے کہ ہم اور تم ایک ایک شخص کو ثالث (یعنی پنچ) مقرر کردیں اور دونوں کو قسم دلائیں کہ وہ امت کے حق میں خیر خواہانہ فیصلہ کریں، اور قرآنی احکام کے مطابق عمل کریں، اور جو چیز قرآن میں نہ ملے اس کے لیے سنت اور جماعت سے دلیل حاصل کریں، یہ دونوں ثالث جس بات کا حکم دیں گے اس کو ہم قبول کرلیں گے، امیرالمومنین کے علاوہ سب لوگ اس پر راضی ہوگئے، بالآخر آپ نے بھی مجبور اور معذور ہوکر رضامندی کا اظہار کیا، اسی طرح اشتر اور ابن عباس جیسے آپ کے خاندان کے تھوڑے سے افراد بھی اس تجویز پر راضی نہ تھے۔

دو آدمیوں کو ثالث بنانے پر اجماع (یعنی سب کا اتفاق) ہوگیا، شام والے اس پر

Marfat.com

متفق ہوئے کہ اُن کی طرف سے عمروبن العاص عرب کے مشہور چالاک شخص کو ثالث بنایا جائے، عراق والوں نے ابوموسیٰ اشعری کو بلایا جو بوڑھے اور ضعیف العقل انسان تھے، امیرالمومنین نے اُن کو ثالث بنائے جانے کا اہل نہیں سمجھا اور فرمایا کہ اگر ثالث بنانا ہی ضروری ہے تو مجھے عبداللہ بن عباسؓ کو (ثالث بناکر) بھیجنے دو۔ لوگوں نے کہا بخدا ہرگز (ایسا) نہیں ہوگا، اس لیے کہ تم اور ابن عباس تو ایک ہی ہو، آپ نے کہا اچھا تو اشتر کو بنانے دو۔ انھوں نے کہا کیا دنیا میں اشتر کے علاوہ کسی اور نے آگ لگائی ہے، آپ نے فرمایا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم ابوموسیٰ اور عمروبن العاص کے علاوہ کسی کو نہیں چاہتے، انھوں نے کہا ہاں ہم تو انھیں کو چاہتے ہیں، آپ نے کہا اچھا جو تمہارا دل چاہے کرو۔" اب لوگ ابوموسیٰ اشعری اور عمروبن العاص پر متفق ہو گئے، اور چند مہینوں تک (مسئلہ کو ملتوی کرنے کا) اُن کے آپس میں وعدہ ہو گیا، لڑائی ختم گئی اور لوگ اپنے اپنے شہروں کو واپس ہو گئے، معاویہ شام کی طرف اور امیرالمومنین عراق کی طرف لوٹے۔ پھر چند مہینوں کے بعد دونوں ثالث روانہ ہو کر مقام دومۃ الجندل میں جمع ہوئے جو اُن دونوں کے (فیصلے) کے لیے مقرر کیا گیا تھا، صحابہ میں سے بھی بہت سے لوگ روانہ ہوئے تاکہ وہ بھی اُس جگہ جمع ہو جائیں۔ امیرالمومنین حضرت علیؓ نے اپنے آدمیوں کے ساتھ عبداللہ بن عباسؓ کو بھیجا، جب دونوں پنچ اکٹھے ہو گئے تو عمرو بن العاص نے ابوموسیٰ اشعری سے کہا اے ابوموسیٰ کیا تم کو علم نہیں کہ عثمان مظلوم مارے گئے، ابوموسیٰ نے کہا میں اس کی گواہی دیتا ہوں پھر کہا کیا تم نہیں جانتے کہ معاویہ اور اُن کا خاندان عثمان کے اولیا ہیں، ابوموسیٰ نے کہا ہاں، پھر عمرو بن العاص نے کہا آپ کے لیے (معاویہ کو امیر بنانے میں) کونسی بات مانع ہے حالانکہ وہ خاندانِ قریش سے ہیں جیسا کہ تم کو علم ہے اگر تم کو اس بات کا خوف ہے کہ لوگ یہ کہیں گے کہ اُن کو اسلام میں اولیت حاصل نہیں ہے تو تم یہ کہہ دینا کہ "میں نے معاویہ

کو خلیفہ، مظلوم عثمان کا ولی، اُن کے انتقام کا طالب، اور سیاست و تدبیر میں بہتر پایا
اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجۂ (مطہرہ) اُم حبیبہؓ کے بھائی، اور آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے کاتبِ (وحی)۔ اور آنحضورؐ کی صحبت میں رہ چکے ہیں۔“ عمرو بن العاص نے
معاویہ کی طرف سے ابو موسیٰ کو والی مقرر کرنے اور بہت سی دوسری چیزوں کے دینے کا
وعدہ کیا۔ لیکن ابو موسیٰ نے انکار کیا اور کہا کہ معاذاللہ میں معاویہ کو خلیفہ بناؤں اور ا
کے حکم میں رشوت قبول کروں، پھر عمرو نے کہا ”میرے بیٹے عبداللہ کے متعلق تمہاری کیا
رائے ہے“ عمرو بن العاص کا ایک بیٹا عبداللہ نامی تھا، جس کا شمار خیارِ صحابہ ہیں۔
ابو موسیٰ نے عبداللہ کو (امیر بنانے سے) انکار کر دیا، اور عمرو سے کہا کہ تم نے اُس کو بھی
اس فتنے میں ڈبو دیا لیکن کیا تمہارا خیال عمر بن الخطاب کے نام کو زندہ کرنے کا (نہیں)
ہے؟“ یہ کہہ کر انھیں دعوت دی کہ وہ عبداللہ بن عمر کو امیر بنائیں، لیکن عمرو نے اس کو
نہ مانا، جب وہ دونوں (کسی فیصلہ) پر متفق نہیں ہوئے، تو عمرو نے کہا اے ابو موسیٰ تم
کیا رائے ہے، ابو موسیٰ نے کہا، میری رائے یہ ہے کہ ہم علی اور معاویہ دونوں کو امارت
سے معزول کر دیں اور لوگوں کو اس فتنے سے نجات دیں، اور اُن کا معاملہ شوریٰ پر چھوڑ
دیں (یعنی مشورہ کرنے والی جماعتؒ) لوگوں کا جس پر اتفاق ہو جائے گا اُسے امارت
کے لیے انتخاب کرلیں گے، عمرو نے کہا تمہاری رائے نہایت اچھی ہے اور میں اس
تجویز میں تمہارے ساتھ ہوں۔“ اب عمرو کی سمجھ میں چال چلنے کی صورت آگئی، انھوں
نے پہلے سے ابو موسیٰ کو اس کا عادی بنا لیا تھا کہ پہلے وہ بات کریں۔ عمرو نے اُن سے
کہا کہ آپ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں، اور عمر میں بھی بڑے ہیں ا
موسیٰ اس کے عادی ہو گئے تھے کہ پہلے وہ بات کریں اس کے بعد عمرو بولیں، چنانچہ
ابو موسیٰ آگے بڑھے اور بولے کہ میں نے اور عمرو نے ایک ایسے امر پر اتفاق کر لیا ہے
جس میں ہم کو مسلمانوں کی بہتری کی امید ہے، عمرو نے آگے بڑھ کر کہا انھوں نے ٹھیک

کہا اور یہ بالکل سچے ہیں۔ (پھر ابوموسیٰ سے مخاطب ہوکر کہا) اے موسیٰ آگے بڑھو اور لوگوں کو اس تجویز کی خبر دو جس پر ہم دونوں نے اتفاق کیا ہے، اتنے میں ابن عباس رضؓ کھڑے ہوئے اور انھوں نے ابوموسیٰ سے کہا تمہارا بُرا ہو، میں تو سمجھتا ہوں کہ عمرو نے تمہیں دھوکہ دیدیا ہے، اور تم کو یہ باور کرادیا ہے کہ جو کچھ تم چاہتے ہو اُس پر وہ تمہارے ساتھ متفق ہیں، پھر اُس نے گفتگو شروع کرنے کے لیے تم کو مقدم رکھا ہے تاکہ تم اس کا اعتراف کرلو (کہ وہ تمہارے ساتھ متفق ہیں) اور جب تم اس کا اعتراف کرلوگے تو وہ انکار کرجائیں گے یہ دھوکہ باز ہیں، اگر درحقیقت تم دونوں نے کسی امر پر اتفاق کرلیا ہے تو تم اُن کو آگے کردو تاکہ وہ تم سے پہلے بات شروع کریں۔ ابوموسیٰ نے جواب دیا کہ ہم دونوں متفق ہوچکے ہیں، پھر کہا ہم اس امر پر متفق ہوگئے ہیں کہ علی اور معاویہ دونوں کو معزول کردیں اور مسلمانوں کا مسئلہ اُن کے باہمی مشورے پر چھوڑدیں اور جس پر اُن کا اتفاق ہوجائے وہ اُس کو منتخب کرلیں، میں نے علی رضؓ اور معاویہ کو خلافت سے اس طرح علیحدہ کردیا ہے جس طرح انگوٹھی انگلی سے علیحدہ کی جاتی ہے۔ یہ سُن کر عمرو بن العاص آگے بڑھے اور بولے جو کچھ ابوموسیٰ نے کہا تم نے سُن لیا انھوں نے اپنے "ساتھی" کو معزول کردیا اور میں بھی اُن کے ساتھ متفق ہوکر اُسے معزول کرتا ہوں اور اپنے ساتھی یعنی معاویہ کو (خلافت پر) قائم کرتا ہوں۔ ابوموسیٰ نے اس سے انکار کیا اور کہا اِس شخص نے دھوکہ دیا اور یہ جھوٹا ہے، اس بات پر تو ہم نے اتفاق نہیں کیا تھا، لیکن اُن کی بات نہ سُنی گئی اور لوگ منتشر ہوگئے، عمرو بن العاص اور شام والے معاویہ کے پاس پہونچے اور اُن کو خلافت کا سلام کیا، ابن عباس اور حضرت علی رضؓ کے ساتھی امیرالمومنین علی کے پاس گئے اور جو کچھ پیش آیا تھا اُس کی ان کو خبر دی۔ اِدھر ابوموسیٰ کو شام والوں نے تلاش کیا لیکن وہ مکہ کی طرف فرار ہوگئے، اور اس طرح پر صفین کے جھگڑے کا خاتمہ ہوا۔ اِس کی ابتدا ۳۶ھ میں اور انتہا ۳۷ھ میں ہوئی۔

Marfat.com

خارجیوں کا ذکر
ان کے پیدا کیئے ہوئے حالات اور اُن کا انجام

جب ثالث بنانے کا مسئلہ اس طریقے پر ختم ہوا جس کی تفصیل اوپر بیان کی گئی ہے تو جن لوگوں نے ثالث بنانے کا مشورہ دیا تھا اور امیرالمومنین کو اس پر راضی ہونے کے لیے مجبور کیا تھا وہ واپس ہوئے اور اپنے کیے پر پشیمان ہوئے، پھر وہ روانہ ہو کر حضرت علیؓ کے پاس پہنچے اور کہنے لگے لَا حُکْمَ اِلَّا لِلّٰہِ (یعنی خدا کے سوا کسی کا حکم نہیں ہے) حضرت علیؓ نے بھی جواب میں یہی فرمایا کہ لَا حُکْمَ اِلَّا لِلّٰہِ اِس پر اُن لوگوں نے کہا پھر آپ نے لوگوں کو کیوں ثالث بنایا تھا، آپ نے فرمایا، میں ثالث بنانے پر راضی نہ تھا، بلکہ تم ہی اِس پر راضی ہو گئے تھے، میں نے تو تم کو بتا دیا تھا کہ یہ شام والوں کا ایک فریب ہے، اور میں نے تم کو تمہارے دشمن سے لڑنے کا حکم دیا تھا، لیکن تم نے انکار کیا اور ثالث مقرر کرنے کے علاوہ کسی بات پر راضی نہ ہوئے اور اپنے اصرار سے میری رائے پر غالب آ گئے، اس لیے جب ثالث بنانے کے سوا کوئی چارہ باقی نہیں رہا تو میں نے دونوں ثالثوں سے ضمانت لی اور اُن پر یہ شرط لگائی کہ وہ کتاب اللہ پر عمل کریں اور اُس چیز کو زندہ کریں جس کو کتاب اللہ نے زندہ کیا ہے اور اس کو مٹا دیں جس کو کتاب اللہ نے مٹایا ہے، لیکن دونوں ثالثوں نے (فیصلے کے وقت) اختلاف کیا اور کتاب اللہ کے خلاف عمل کیا، اور اپنی ذاتی خواہش کے مطابق کام کیا، مگر اُن (دشمنوں) سے لڑنے کے لیے ہم اپنی پہلی رائے پر قائم ہیں، خارجیوں نے کہا اس میں شک نہیں کہ ابتدا میں ہم ثالث بنانے کے مسئلے پر راضی ہو گئے تھے، لیکن اب ہم اُس پر نادم ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہم غلطی پر تھے۔ لہذا تم اگر اپنے اوپر کفر کا اقرار کرو اور اپنے گناہ اور فروگزاشت پر، اور لوگوں کو ثالث بنانے پر استغفار کرو تو ہم بھی تمہارے ساتھ تمہارے اور ہمارے دشمن سے لڑنے کے لیے واپس ہو جائیں گے، ورنہ ہم تمہارے خلاف لڑائی کا اعلان کر دیں گے۔ حضرت علیؓ نے ان کو ہر طرح کی بات کہہ کر سمجھایا اور ہر طرح سے اُن کی چشم بصیرت کھولنے کی کوشش

Marfat.com

کی مگر وہ اپنے خیال سے باز نہ آئے اور بصرے اور کوفے کے بہت سے مختلف لوگ اور ان کے علاوہ اور بہت سے آدمی جمع ہو گئے اور انھوں نے مقام نہروان کا قصد کیا ان کی رائے یہ بھی کہ کسی مستحکم شہر میں پہنچ کر وہاں قلعہ بند ہو جائیں اور وہاں لڑائی شروع کر دیں، پھر ان لوگوں سے کچھ ایسی باتیں صادر ہوئیں جن میں اختلاف تھا، اور جن سے یہ پتہ چلتا تھا کہ وہ اندھی اونٹنی کی طرح بھٹکتے پھرتے ہیں، چنانچہ ایک دفعہ ایسا ہوا کہ کھجور کے ایک درخت سے ایک تازہ خرما کا دانہ گرا جس کو ایک شخص نے اٹھا کر اپنے منہ میں رکھ لیا، لوگوں نے اُس سے کہا یہ تو نے غصب کر کے کھایا ہے اور بغیر قیمت کے حاصل کیا ہے اُس نے فوراً اُسے تھوک دیا، ایک دوسرا واقعہ یہ ہے کہ کسی گاؤں والے کا ایک خنزیر اُن کے پاس سے گزرا اُن میں سے ایک شخص نے اس پر تلوار کا وار کر کے مار ڈالا۔ لوگوں نے کہا کہ (تیری یہ حرکت تو) زمین پر فساد مچانا ہے، یہ سن کر وہ شخص خنزیر کے مالک کے پاس گیا اور اسے راضی کر لیا، اُن کا ایک عمل یہ بھی تھا کہ وہ اُن (بے گناہوں) کی جان بھی لے لیتے تھے جن کا مارنا بغیر کسی شرعی حق کے جائز نہ تھا، چنانچہ انھوں نے عبداللہ بن خبابؓ کو قتل کر ڈالا (جن کے باپ) خباب ایک جلیل القدر صحابی تھے، انھوں نے بہت سی عورتوں کو بھی قتل کیا اور بہت سی عورتوں کو لونڈیاں بنا کر بھی لے گئے، اور اسی قسم کے اور بہت سے برے کام کیے حضرت علیؓ کو ان واقعات کی خبر اُس وقت ہوئی جب کہ وہ کوفہ میں لوگوں کو جمع کر کے خطبہ دے رہے تھے اور شام والوں سے جنگ کرنے کی ان کو دعوت دے رہے تھے، اور حکم دے رہے تھے کہ لڑائی از سر نو شروع کی جائے۔ لوگوں نے کہا اے امیرالمؤمنین ان (خارجیوں) کو چھوڑ کر ہم کہاں جائیں، یہ ہمارے پیچھے ہمارے بال بچوں اور مال و دولت کو برباد کر دیں گے، ہم کو (پہلے) اِن لوگوں سے لڑنے کے لیے لے چلیے۔ جب ہم اِن کی لڑائی سے فارغ ہو جائیں گے تو پھر اپنے دشمن شامیوں سے لڑنے کے لیے، روانہ ہوں گے، چنانچہ حضرت علیؓ ان کو لے کر خارجیوں سے لڑنے کیلئے نکلے

Marfat.com

نہروان کے مقام پر اُن سے مقابلہ ہوا، اور آپ نے اُن سب کو ہلاک کر دیا، گویا اُن سے کہا گیا کہ تم مرجاؤ اور وہ مر گئے۔

حضرت علی کی ایک کرامت

جب نہروان کے مقام پر خارجیوں سے مقابلہ ہوا تو وہ حضرت علیؓ کے سامنے سے خوف زدہ ہو کر پل کی طرف بھاگے، لوگوں کا خیال ہوا کہ وہ پل پار کر چکے ہیں، چنانچہ انھوں نے حضرت علی سے عرض کیا کہ وہ پل پار کر چکے ہیں لہذا اُن کے دور نکل جانے سے پہلے اُن سے مقابلہ کر لیجیے امیر المومنین علیؓ نے فرمایا کہ" انھوں نے پل ابھی تک پار نہیں کیا ہے او راُن کے مقتل پل سے اسی طرف ہیں اور خدا کی قسم تم میں سے دس بھی مارے نہیں جائیں گے، اور ان میں سے دس بھی باقی نہ بچیں گے"۔ لوگوں نے آپ کی بات میں شک کیا، لیکن جب اونچی جگہ سے پل کی طرف نظر ڈالی تو دیکھا کہ وہ پار نہیں ہوئے ہیں، حضرت علیؓ کے ساتھیوں نے اللہ اکبر کا نعرہ لگایا، اور کہا کہ اے امیر المومنین واقعہ ایسا ہی ہے جیسا کہ آپ نے فرمایا"، آپ نے ارشاد فرمایا،" بخدا نہ میں نے جھوٹ بولا اور نہ میں کبھی جھٹلایا گیا"، جب یہ واقعہ ختم ہوا اور لڑائی فرو ہوئی تو حضرت علی کے ساتھیوں میں سے جو مارے گئے تھے اُن کو شمار کیا گیا، اُن کی تعداد سات تھی، اُدھر خارجیوں کی ایک جماعت لڑائی شروع ہونے سے پہلے ہی چلی گئی اور اُنھوں نے کہا خدا کی قسم ہم کو یہی نہیں معلوم کہ ہم کس بات پر علی بن ابی طالب سے لڑیں۔ ہم ایک گوشہ اختیار کیے لیتے ہیں، تاکہ دیکھیں کہ مسئلہ کا انجام کیا ہوتا ہے لیکن باقی لوگ جمے رہے، اور لڑے اور نتیجے میں سب کے سب مارے گئے۔

خارجیوں کا قصہ ختم ہونے پر حضرت علیؓ کوفہ واپس ہوئے اور لوگوں کو انھوں نے شام والوں سے لڑنے کے لیے بلایا، لیکن وہ سُست پڑ گئے۔ آپ نے دوبارہ ان سے گفتگو کی، اُن کو نصیحت کی، اور جہاد پر برانگیختہ کیا، انھوں نے کہا اے امیر المومنین!

Marfat.com

ہماری تلواریں کُند ہوگئیں، تیر ختم ہو چکے اور ہم لڑائی سے اُکتا گئے، ہم کو آپ اتنی مہلت دیں کہ ہم اپنے حالات درست کرلیں اور (اپنے گھروں کو) روانہ ہوجائیں" حضرت علیؓ نے کوفے سے باہر لشکر جمع کیا تھا، آپ نے (ان کی خواہش کے مطابق) مہلت دیدی، لیکن یہ حکم دیا کہ لڑنے کی عادت اور دلچسپی اپنے اندر قائم رکھیں، اور اپنی بیویوں کے پاس اُسوقت تک نہ جائیں جب تک کہ (دوسری مہم کے لیے روانہ ہوکر اور اُسے سر کرکے) شام سے واپس نہ آجائیں، مگر یہ لوگ چپکے چپکے نکل کر کوفہ میں داخل ہوتے جاتے تھے، یہاں تک کہ لشکر گاہ خالی ہوگئی، اور اسی وجہ سے (جنگ کے متعلق) حضرت علیؓ کی رائے بھی ختم ہوگئی۔

خلفائے اربعہ کی وفات

ان میں سب سے پہلے ابوبکرؓ کی وفات ہوئی، ان کا انتقال مدینہ میں اپنی موت سے ۱۳ھ میں ہوا، اُن کا مرض اُس سانپ کے کاٹے کا خراب اثر ہوجانے سے تھا جس نے اُن کو غار کی رات کاٹا تھا، وہ اپنی بیٹی اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجۂ (مطہرہ) حضرت عائشہؓ کے حجرے میں رسول اللہ صلعم کے پاس دفن ہوئے، رسول اللہ صلعم کی وفات عائشہؓ کے حجرے میں واقع ہوئی تھی، ابوبکرؓ کو آنحضرتؐ کے پاس دفن کیا گیا۔

عمر بن خطابؓ کا قتل

جب عمر بن الخطابؓ نے خراج (یعنی ٹیکس جو آدمی پر لگایا جاتا ہے) مقرر کیا تو مغیرہ بن شعبہ کا غلام ابو لؤلؤہ سخت برہم ہوا، کیونکہ عمرؓ نے مغیرہ کے غلام پر خراج عائد کر دیا تھا، عمر بن الخطاب ابو لؤلؤہ سے ملے اور کہا میرے لیے ایک چکی بنادو۔ ابو لؤلؤہ نے کہا میں ضرور آپ کے لیے ایک ایسی چکی بناؤں گا جو زمانے کے ساتھ چلتی رہے گی، عمرؓ نے کہا یہ غلام مجھے دھمکی دیتا ہے، پھر اُس نے عمرؓ کو نماز کی حالت میں خنجر ماردیا جس کے بعد تین روز تک آپ زندہ رہے، پھر ان کا انتقال ہوگیا، اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی تربت (کے قریب) دفن ہوئے، یہ واقعہ ۲۳ھ کا ہے۔ ابو لؤلؤہ پر لوگ ٹوٹ پڑے، اُس نے ان میں سے کبھی کئی ایک کو

Marfat.com

مار ڈالا، پھر اُسے پکڑ لیا گیا، اور مار ڈالا گیا۔

شوریٰ اور اُس کی تفصیل جب عمرؓ خنجر سے زخمی ہوئے تو لوگ آپ کے پاس جمع ہوئے انھوں نے دریافت کیا آپ کے بعد کون خلیفہ ہوگا۔ عمرؓ نے خلافت کا مسئلہ شوریٰ (کے فیصلے پر موقوف) کر دیا۔ شوریٰ کے معنی لغت میں باہمی مشورہ کرنے کے ہیں، فیصلۂ شوریٰ کا مطلب (اور اس کی تفصیل) یہ ہے کہ جب عمرؓ کو اپنی موت کا یقین ہوا تو انھوں نے اُن اشخاص کی نسبت غور کیا، جن پر خلافت کی ذمہ داری عائد کی جائے اور امورِ اُمت اُن کے سپرد کیے جائیں۔ غور کرنے پر اُن کی رائے میں (مستحقینِ خلافت میں سے اپنے فیصلے سے) کسی ایک شخص کو خلیفہ بنانا ٹھیک نہیں معلوم ہوا، چنانچہ انھوں نے اکابر صحابہ میں سے چھ افراد میں خلافت کو محدود کر دیا یہی لوگ اصحابِ شوریٰ ہیں۔ یعنی حضرت علیؓ، حضرت عثمانؓ بن عفان، حضرت طلحہؓ حضرت زبیرؓ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ، اور حضرت سعد بن ابی وقاصؓ، حضرتِ عمرؓ نے کہا ان میں سے ہر ایک میرے بعد خلافت کے لیے موزوں ہے۔ پھر انھوں نے اصحابِ شوریٰ کو حکم دیا کہ تین روز تک آپس میں غور کر کے اِن چھ میں سے ایک پر اتفاق کرلیں، طلحہؓ موجود نہ تھے، عمرؓ نے کہا اگر تین روز سے پہلے طلحہ آجائیں (تو بہتر ہے) ورنہ اپنا کام شروع کر دو اور انصار میں سے ایک شخص اُن پر متعین کیا اور کہا خدا نے تمہارے ذریعہ سے اسلام کو قوت دی ہے، تم انصار سے پچاس آدمی منتخب کرو، اور اس جماعت کو مجبور کرو کہ ایک شخص کو منتخب کرلیں، اور کہا کہ اگر پانچ اتفاق کر کے ایک شخص کو منتخب کرلیں اور ایک انکار کرے تو اُس کا سر تلوار سے اُڑا دو، اور اگر چار اتفاق کریں اور دو انکار کریں، تو اِن دو کے سر اُڑا دو، اور اگر تین ایک شخص کا انتخاب کریں اور تین دوسرے کا تو عبداللہ بن عمر (یعنی عمرؓ کے بیٹے) کو ثالث بنا دو جس فریق کے متعلق وہ فیصلہ کریں اس فریق کا آدمی مقرر کر دیا جائے۔" عمرؓ نے اس مجلس میں

Marfat.com

اپنے بیٹے کی موجودگی کا حکم صرف مشیر کی حیثیت سے دیا تھا، اور خلافت کے متعلق اُن کے لیے کوئی موقع نہیں رکھا تھا۔

"اور اگر عبداللہ بن عمر کے فیصلے کو اختیار نہ کریں تو اُس فریق کے ساتھ ہو جانا جن میں عبدالرحمٰن بن عوف ہوں، اور باقی لوگوں کو قتل کر دینا اگر وہ اُس فیصلے سے روگردانی کریں جس پر لوگوں کا اتفاق ہو جائے۔

عمرؓ نے جو کچھ کہا تھا اس میں سے کچھ بھی واقع نہیں ہوا بلکہ جب اُن کا انتقال ہوا، تو عثمان بن عفانؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی گئی اور واقعات کے سلسلہ میں جو کچھ ہوا وہ ہوا۔

عثمان بن عفانؓ کا قتل اور اس کے اسباب

مسلمانوں میں سے کچھ لوگوں نے عثمانؓ کی اس زیادتی کو بُرا سمجھا جو انھوں نے اپنے دونوں رفیقوں ابوبکرؓ اور عمرؓ کے طریقے یعنی کم صرف کرنے اور مسلمانوں کے مال سے باز رہنے کے خلاف اختیار کر لیا تھا، انھوں نے مال کا ایک حصہ اپنے رشتہ داروں میں تقسیم کر دیا تھا، اور اپنے اہل وعیال کے لیے بھی آسانیاں بہم پہنچائی تھیں، منجملہ اُن کی ایسی باتوں کے ایک یہ بھی ہے کہ انھوں نے عبداللہ بن خالد بن اسید کو پچاس ہزار درہم دیئے اور مروان بن الحکم کو پندرہ ہزار مسلمان اُس وقت تک ایسی فضول خرچیاں (دیکھنے) کے عادی نہ تھے اور ابوبکرؓ اور عمرؓ کے کفایت شعارانہ انضباط کو دیکھے ہوئے اُن کو تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا، وہ ایسی باتوں سے بچتے رہے اور ان کے اور عثمانؓ کے درمیان (ان مسائل پر) عتاب آمیز گفتگو اور قیل وقال رہی، عثمانؓ نے اُن کے سامنے یہ عذر پیش کیا کہ ابوبکرؓ اور عمرؓ نے خود کو اور اپنے اہل وعیال کو بہ نظر ثواب (اس مال سے) باز رکھتے ہوئے اپنے حق کو چھوڑ رکھا تھا، میں ایک عیال دار شخص ہوں اس لیے میں نے (اس مال کی طرف) ہاتھ بڑھایا، اور اس مال کا کچھ حصہ صرف کر کے اپنے اور اپنے اہل وعیال کے لیے مالی آسانیاں بہم پہنچائیں، اگر تم اس بات پر ناراض ہو تو میں اپنے معاملہ میں تمہارا تابع ہوں"۔ لوگوں نے کہا آپ نے اچھا

Marfat.com

جواب دیا اور منصفانہ بات کی، لیکن آپ نے عبداللہ بن خالد کو پچاس ہزار اور مروان بن الحکم کو پندرہ ہزار کی رقم دی ہے، انھوں نے کہا یہ میں اُن سے واپس لے لوں گا، چنانچہ انھوں نے واپس لے لی۔

جب لوگ عثمانؓ سے صادر ہونے والے اعمال پر اعتراض کرتے تھے جن پر انھیں مروان بن الحکم آمادہ کرتا اور اُن اعمال کو وہ اچھا بتاتا تھا تو کبھی وہ اُن لوگوں (اعتراض کرنے والوں کے مشورے پر پابند ہونے کا اظہار کرتے اور کبھی اپنے کیے کی تائید میں) دلیلیں پیش کرنے لگتے تھے، یہاں تک کہ اس معاملے نے شہرت اختیار کرلی، اور مختلف شہروں کے لوگ اُن سے لڑنے کے لیے جمع ہوگئے، مصر والے آئے، اور دوسرے لوگ بھی اطراف ملک سے آپہونچے اور انھوں نے ان کے مار ڈالنے کا ارادہ کیا۔

عثمانؓ رات کو نکل کر امیرالمومنین علیؓ کے پاس گئے، اور کہا "اے میرے چچازاد بھائی! میرا تم پر حق ہے، میں تمہارے پاس آیا ہوں، اِن لوگوں کی نظر میں آپ کی بڑی قدر و منزلت ہے اور وہ آپ کی بات مانتے ہیں، اور آپ نے وہ جرأت بھی دیکھ لی جو وہ میرے مقابلے میں رکھتے ہیں، آپ اُن کے پاس جائیے، اور اُن کو مجھ سے باز رکھیے"۔ یہ سُن کر علیؓ سوار ہو کر نکلے، اور لوگوں کو اُن سے باز رکھا، اور عثمانؓ کی طرف سے لوگوں کے ساتھ بہتر سلوک کی ضمانت دی، جس پر لوگ واپس چلے گئے۔

چند روز کے بعد مسئلہ نے اور زیادہ مشکل صورت اختیار کی، اور مروان بن الحکم نے بعض باتیں اُن کے سامنے خوب صورت پیرایہ میں پیش کیں، جن کو لوگوں نے بُرا سمجھا، چنانچہ وہ مختلف اطراف سے جمع ہوئے، اور انھوں نے عثمانؓ کو اُن کے گھر میں گھیر لیا عثمان نے علیؓ کے پاس خبر بھیج کر اُن سے مدد چاہی، آپ نے اپنے بیٹے حسنؓ کو بھیجا، حسنؑ نے اُن کی طرف سے خوب مقابلہ کیا، یہاں تک کہ وہ عثمانؓ کو اپنی پناہ میں لیے ہوئے لڑتے جاتے تھے، اور اُن کو بچانے کے لیے خود اپنی جان دے رہے تھے، پھر لوگوں کا ہجوم

Marfat.com

زیادہ ہوا اور وہ مکان میں گھس گئے اور تلواروں سے اُن پر حملہ آور ہوئے، عثمان روزے سے تھے، قرآنِ پاک اُن کی گود میں تھا اور وہ اُس کی تلاوت کر رہے تھے، قرآن اُن کے سامنے گر پڑا اور اس پر خون بہنے لگا، اُن کی بیوی کھڑی ہوگئیں تاکہ تلوار کا وار اپنے ہاتھ سے بچائیں، لیکن تلوار ان کی انگلیوں پر پڑی جس سے انگلیاں کٹ کر الگ ہوگئیں، (بعد میں) انھیں انگلیوں کو معاویہ شام میں عثمان کی قمیص کے ساتھ ممبر پر لٹکایا کرتے تھے تاکہ اُن کے ذریعے سے لوگوں کو اپنے ساتھ کر لیں، بیوی دہشت سے پیٹھ پھیر کر بھاگیں، تو جس شخص نے (اُن کی انگلیاں کاٹی تھیں) اُس نے تلوار اُن کی سُرین میں چبھو دی اور کہا کہ یہ تو بڑی سُرین والی ہے۔ پھر عثمانؓ کو مار ڈالا گیا، اور لوگوں نے اُن کا سر کاٹ لیا، اُن کی عورتیں اُن پر گر پڑیں اور رونے چیخنے لگیں، قاتلوں میں سے ایک شخص بولا اب اس کو چھوڑ دو۔ چنانچہ اُنھیں (یعنی لاش کو) چھوڑ دیا گیا۔ پھر کوفے کے ایک شخص نے جس کا نام عمیر بن صابی البرجمی تھا عثمان کو اپنے پیروں سے روند کر اُن کی پسلیاں توڑ ڈالیں، اس کے بعد اُن کا گھر لوٹا گیا، یہاں تک کہ جو کچھ عورتوں پر تھا وہ بھی لوٹ لیا گیا، چند روز کے بعد دفن کرنے کے لیے اُن کو ایک تابوت میں بند کر کے اٹھایا گیا، یہ دیکھ کر کچھ لوگ راستے میں بیٹھ گئے جو تابوت کو سنگسار کرنا چاہتے تھے، حضرت علیؓ نے آدمی بھیج کر اُن کو اِس حرکت سے باز رکھا اور وہ بقیع کے پاس دفن کر دیئے گئے۔ اس کے بعد معاویہ نے قبر کے آس پاس کی زمین خرید کر اُس کو مسلمانوں کے قبرستان سے ملحق کر دیا، اور لوگوں کو عثمان (کی قبر) کے گرد (اپنے مُردے) دفن کرنے کی اجازت دیدی یہ واقعہ ۳۵ھ کا ہے، عثمانؓ کے قتل کا دن یوم الدار کہلاتا ہے کیونکہ لوگوں نے اُن کے دار (گھر) پر حملہ کیا تھا، اور گھر ہی میں اُن کو شہید کیا تھا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قتل

مختلف روایتوں سے منقول ہے کہ امیر المومنین حضرت علیؓ ہمیشہ کہا کرتے تھے کہ ”تم میں سے جو سب سے زیادہ بدبخت

ہے اُس کے لیے کونسا امر مانع ہے کہ اِس کو اس کے خون سے رنگین کرے" یعنی ڈاڑھی کو سر کے خون سے، اور جب وہ عبدالرحمٰن بن ملجم کو دیکھتے تھے تو یہ شعر پڑھتے تھے ؎

ارید حباءہ فیرید قتلی عذیرک من خلیلک من مراد

اور جب آپ کی زبان پر ایسے الفاظ آتے تھے تو آپ سے کہا جاتا تھا۔ اے امیر المومنین آپ اُسے قتل کیوں نہیں کر دیتے، تو آپ فرماتے تھے "میں اپنے قاتل کو کس طرح قتل کروں" یہ اس بات کی دلیل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منجملہ دوسری باتوں کے آپ کو اس سے بھی آگاہ کر دیا تھا، اس کی تائید میں انس بن مالک کی یہ روایت بھی ہے کہ (ایک مرتبہ) حضرت علیؓ بیمار ہوئے تو میں عیادت کے لیے اُن کے پاس گیا، وہاں ابوبکرؓ اور عمرؓ بھی تھے، ہم اُن کے پاس ایک گھڑی بیٹھے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، آپ نے حضرت علیؓ کے چہرے کو غور سے دیکھا، ابوبکرؓ نے عرض کیا "اے رسول اللہ ہمارے خیال میں تو یہ مرنے والے ہیں، آپؐ نے فرمایا یہ اُس وقت تک ہرگز نہ مریں گے اور اس وقت تک ہرگز نہ مریں گے جب تک کہ غیظ و غضب سے نہ بھر جائیں، اور یہ بغیر اس کے مارے نہ جائیں (اپنی موت سے) ہرگز نہ مریں گے۔

علیؓ ہمیشہ ابن ملجم لعنۃ اللہ کے ساتھ احسان فرمایا کرتے تھے، روایت ہے کہ جب رمضان ۴۰ھ شروع ہوا، تو آپ نے یہ معمول اختیار کیا کہ ایک رات حسنؓ کے پاس اور ایک رات حسینؓ کے پاس اور ایک رات اپنے چچا زاد بھائی عبداللہ بن جعفر کے پاس افطار فرماتے تھے، اور تین لقموں سے زیادہ کبھی نہیں کھاتے تھے، پھر آپ نے فرمایا کہ امر خداوندی واقع ہونے میں اب صرف ایک یا دو راتیں باقی رہ گئی ہیں جب کہ میں بھوکا ہوں گا، اس کے بعد چند راتیں بھی نہیں گزریں کہ آپ شہید کیے گئے۔

بعض کہتے ہیں کہ آپ ربیع الثانی کے مہینے میں شہید ہوئے لیکن پہلی روایت

Marfat.com

صحیح ہے اور وہی قابلِ اعتبار ہے۔

واقعۂ قتل کی تفصیل یہ ہے کہ آپ فجر کے اول وقت کوفے میں اپنے گھر سے باہر نکلے، آپ (لوگوں کو نماز کے لیے یہ کہہ کر) پکارتے جا رہے تھے، نماز! نماز!! اللہ تم پر رحم کرے کہ اتنے میں ابن ملجم لعنۃ اللہ نے آپ کے سر پر تلوار کا وار کیا اور کہا، "حکم صرف خدا کا ہے، اے علیؓ! تمہارا حکم نہیں ہے" لوگوں نے چیخ پکار مچائی اور ابن ملجم بھاگ گیا، امیر المومنین علیؓ نے فرمایا ایسا نہ ہو کہ وہ شخص تم کو نہ ملے۔ لوگوں نے اس پر دھاوا بول دیا اور اُسے گرفتار کر لیا حضرت علیؓ نے صبح کی نماز کے لیے اپنے ساتھیوں میں سے ایک شخص کو اپنا قائم مقام بنا دیا پھر اُن کو گھر میں لایا گیا، آپ نے فرمایا اُس شخص کو میرے سامنے حاضر کرو، جب وہ آپ کے پاس حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا، اے خدا کے دشمن! کیا میں نے تیرے ساتھ احسان نہیں کیا تھا، اُس نے کہا ہاں کیا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ پھر تجھے اس فعل پر کس بات نے مجبور کیا تھا، اُس نے جواب دیا کہ میں اس تلوار کو چالیس روز سے تیز کر رہا تھا، اور میں نے خدا سے دُعا کی تھی کہ وہ اِس کے ذریعہ سے اپنی بدترین مخلوق کو قتل کرے"

آپ نے فرمایا کہ "میں یہی دیکھ رہا ہوں کہ تو ہی اِس تلوار سے مارا جائے گا، اور میں تجھی کو خدا کی بدترین مخلوق سمجھتا ہوں" پھر آپ نے فرمایا "جان کا بدلہ جان ہے' اگر میں مر گیا تو اس کو بھی مار ڈالنا جس طرح کہ اُس نے مجھے مارا ہے، اور اگر میں بچ گیا تو میں خود اس کے متعلق غور کر لوں گا۔ اے عبد المطلب کے فرزندو! ہر طرف سے جمع ہو کر یوں نہ کہنا کہ امیر المومنینؓ مارے گئے، میرے بدلے میں صرف میرا قاتل مارا جائے' پھر آپ نے اپنے بیٹے حسنؓ کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا، " دیکھ اے حسن! (رضی) اگر میں (تلوار کے) اس وار سے مر گیا تو اس کو بھی اِس وار کے بدلے ایک ہی وار سے مار ڈالنا لیکن اِس شخص کا مُثلہ ہرگز نہ کرنا، کیونکہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا تھا کہ مُثلہ کرنے سے بچتے رہو اگرچہ (جس کا تم مُثلہ کرنا چاہو) وہ کٹنا کتا ہی کیوں نہ ہو،

Marfat.com

پھر آپ نے اپنے فرزندوں کو یہ وصیتیں فرمائیں۔

اللہ سے ڈرنا، وقت پر نماز پڑھنا، ادائی کا وقت آجانے پر زکوٰۃ دینا، اچھی طرح وضو کرنا، قصور معاف کرنا، غصہ کو ضبط کرنا، صلہ رحمی کرنا، جاہل سے درگزر کرنا، علم دین میں مہارت حاصل کرنا، ثابت قدم رہنا۔ قرآن پر عمل کرنا، ہمسایہ کے ساتھ اچھا سلوک کرنا، اچھی باتوں کا حکم دینا، بُری باتوں سے منع کرنا، اور بُرے کاموں سے باز رہنا۔ اس کے بعد آپ نے اپنی وصیت لکھی، اور مرتے دم تک لا الٰہ الا اللہ کے سوا (کوئی لفظ) نہیں بولا۔

حضرت علیؓ کی وفات کے بعد حسنؓ نے ابن ملجم کو بُلایا، جب وہ حاضر ہوا تو اُس نے حسنؓ سے کہا کہ کیا آپ کو خلافت کی خواہش ہے۔ بخدا میں نے خدا سے یہ عہد کیا ہے کہ میں کوئی ایسا عہد نہ کروں گا جس کو وفا نہ کروں، اور میں نے حطیم کے پاس خدا سے یہ عہد کیا ہے کہ میں علیؓ اور معاویہؓ کو قتل کروں گا، یا خود مارا جاؤں گا۔ لہٰذا مجھے اور معاویہ کو تنہا چھوڑ دیجیے تاکہ میں اُن کو مار ڈالوں۔ اور میں آپ کے سامنے خدا سے عہد کرتا ہوں کہ اگر میں ان کو قتل نہ کروں، یا قتل کر دوں اور صحیح وسلامت بچ جاؤں تو میں آپ کے پاس آجاؤں گا اور آپ کے ہاتھ پر بیعت کر لوں گا،

حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا، بخدا (ایسا نہ ہوگا) بلکہ تجھے دوزخ کا مزہ چکھنا ہی پڑے گا، پھر اُسے آگے کیا اور قتل کر ڈالا۔ اور لوگوں نے اُس (کی لاش) کو چٹائی میں لپیٹ کر جلا دیا۔

اب رہا حضرت علیؓ کے مدفن کا حال، تو وہ رات کے وقت مقام غری میں دفن کیے گئے۔ پھر آپ کی قبر کا نشان مٹا دیا گیا، یہاں تک کہ وہ (آگے چل کر) پھر نمایاں ہوگئی جہاں وہ آج زیارت گاہ بنی ہوئی ہے۔

ابن ملجم کو جس چیز نے قتل پر آمادہ کیا وہ یہ ہے کہ وہ ایک خارجی تھا، وہ دو اور

Marfat.com

خارجیوں سے ملا۔ ان سب نے آپس میں اُن خارجیوں کا ذکر کیا جن کو حضرت علی رضؓ نے نہروان کے واقعہ میں مار ڈالا تھا، وہ کہنے لگے کہ ہمارے ساتھیوں کے مارے جانے کے بعد اب زندہ رہنے میں کوئی فائدہ نہیں، ان تینوں نے باہم یہ طے کیا کہ اُن میں سے ہر ایک علی بن ابی طالب، معاویہ، اور عمرو بن العاص میں سے ایک ایک کو مار ڈالے۔ ابن ملجم نے کہا میں تمہارے لیے علی رضؓ کو دوسرے نے کہا میں معاویہ کو اور تیسرے نے کہا عمرو کو مار ڈالنے کے لیے کافی ہوں۔

ابن ملجم لعنۃ اللہ کی نظر ایک خارجی لڑکی پر پڑی اور وہ اُس پر فدا ہوگیا ابن ملجم نے اُس کے پاس پیام بھیجا، لڑکی نے کہا میں ایک خاص بات چاہتی ہوں، میری خواہش ہے کہ تم علی بن ابی طالب کو مار ڈالو، ابن ملجم نے کہا کہ میں تو اُنھیں کو مارنے کے لیے آیا ہوں، اُس نے اُس عورت کو (خوش کرنے کے لیے) یہ کام اپنے ذمے لیا کہ وہ ضرور حضرت علی کو مار ڈالے گا پھر اُس نے آپ کو مار ڈالا اور خود بھی مارا گیا۔

دوسرا شخص معاویہ کے پاس پہنچا اور اُن کو مارنے کے لیے (چھپ کر) اُن کے سُرین پر تلوار کا وار کیا جو بیکار ثابت ہوا۔ معاویہ نے اُس زخم کا علاج کیا اور وہ اچھے ہو گئے، اور وہ شخص مارا گیا، بعض کہتے ہیں کہ اُسے قتل نہیں کیا۔

تیسرا شخص عمرو بن العاص کو مارنے کے لیے مصر پہنچا، اور چھپ کر (راستہ میں) بیٹھ گیا۔ اتفاق سے اُس رات عمرو کی طبیعت خراب ہوگئی تھی۔ اس لیے وہ صبح کی نماز کے لیے گھر سے نہیں نکلے، اور انھوں نے (نماز پڑھانے کے لیے) اپنے کسی ساتھی کو اپنا قائم مقام بنا دیا، جب وہ قائم مقام نکلا تو اُس شخص نے خیال کیا کہ یہی عمرو ہیں، اُس نے تلوار کا ایک وار کر کے اُس کو مار ڈالا، لوگ اُسے گرفتار کر کے عمرو کے پاس لائے، جب اُس شخص نے دیکھا کہ لوگ ان کو بحیثیت امیر کے سلام کر رہے ہیں تو اس نے پوچھا یہ کون ہیں؟ لوگوں نے کہا عمرو بن العاص ہیں۔ اُس نے کہا تو پھر

Marfat.com

میں نے کس کو مار ڈالا، لوگوں نے کہا اُن کے نائب کو، جس کا نام خارجہ ہے، اُس شخص نے پھر عمرو بن العاص سے کہا اے فاسق میں نے تو تیرے ہی مارنے کا ارادہ کیا تھا عمرو نے کہا تو نے میرے مارنے کا اور خدا نے خارجہ کو مارنے کا ارادہ کیا تھا۔ پھر عمرو نے اُسے قتل کر ڈالا۔

جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس حضرت علیؓ کے قتل کی خبر پہنچی تو انھوں نے یہ شعر پڑھا:۔

فالقت عصاھا واستقرت بھا النوی
کما قر عینًا بالایاب المسافر

Marfat.com

دولتِ امویہ

معاویہ بن حرب

(جس نے دولتِ اولیٰ (خلفائے اربعہ) سے حکومت حاصل کی)

جب امیرالمومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ شہید کیے گئے تو لوگوں نے حسن بن علیؓ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ چند مہینوں تک حضرت حسنؓ اسی حالت (خلافت) پر رہے، اس کے بعد انھوں نے اور معاویہؓ نے آپس میں صلح کرلی۔ جس کی بنا ایک ایسی مصلحت وقت پر تھی جس سے صرف حسنؓ ہی زیادہ واقف تھے۔ حسنؓ نے خلافت معاویہ کے سپرد کردی اور خود مدینے کی طرف روانہ ہو گئے۔ اب معاویہ کے ہاتھوں پر خلافتِ عامہ کی بیعت ہوئی اور انھیں امیرالمومنین کے خطاب سے یاد کیا گیا، یہ واقعہ ۴۱ھ کا ہے۔

معاویہ کی اجمالی سیرت اور بعض مختصر حالات

ان کا نام معاویہ بن ابی سفیان بن حرب بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف ہے۔ ان کے باپ ابوسفیان کا شمار مکہ کے شیوخ میں تھا، یہ اُس سنہ میں ایمان لائے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ فتح کیا۔ معاویہ بھی اسلام لے آئے تھے اور ان لوگوں کے ساتھ وحی لکھا کرتے تھے جو وحی لکھنے کی خدمت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے انجام دیتے تھے۔ اُن کی ماں ہند بنت عتبہ قبیلۂ قریش میں شریف سمجھی جاتی تھی، یہ فتح مکہ کے سال ایمان لائی۔ ہند جنگِ اُحد میں موجود تھی جب کہ حضرت حمزہ سیدنا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے چچا خنجر

Marfat.com

کے زخم سے شہید ہوئے، اور ہند نے اُن کا مثلہ[1] کیا۔ اور ان کے جگر کا ایک ٹکڑا نکال کر چبا گئی کیونکہ حمزہ رضؓ نے اُس کے بہت سے اقارب قتل کر ڈالے تھے۔ اسی وجہ سے معاویہ کو ابن آکلۃ الاکباد (کلیجے کھانے والی کا بیٹا) کہا جاتا ہے۔

جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے مکہ فتح کیا تو ہند بھی اُن عورتوں کے ساتھ بھیس بدلے ہوئے حاضر ہوئی جو آپ سے بیعت کرنے کے لیے آئی تھیں۔ جب ہند بیعت کے لیے آگے بڑھی تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اسلام کی شرطیں اُس کے سامنے پیش کیں آپ کو یہ خبر نہ تھی کہ یہ ہند ہے، چنانچہ اُس نے باوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خائف ہونے کے سخت جوابات دیئے۔ آپ نے کیا فرمایا اور اس نے کیا جواب دیا اس کے متعلق چند سوال و جواب یہ ہیں :۔

رسول اللہؐ :۔ "تم اس شرط پر مجھ سے بیعت کرو کہ اپنی اولاد کو قتل نہ کرو گی" (لوگ زمانۂ جاہلیت میں اپنی اولاد کو مار ڈالتے تھے۔)

ہند :۔ "ہم نے تو اپنی اولاد کو بچپن میں پرورش کیا، اور جب وہ بڑی ہو گئی تو آپ نے جنگ بدر میں اُن کو مار ڈالا"

رسول اللہؐ :۔ "اور اس شرط پر کہ تم نیک کام میں میری نافرمانی نہ کرو گی"

ہند :۔ "ہم اِس مجلس میں یہ خیال لے کر بیٹھے ہی نہیں کہ آپ کی نافرمانی کریں"

رسول اللہؐ :۔ "اور اس شرط پر کہ تم چوری نہ کرنا"

ہند :۔ "میں نے بخدا اپنی عمر میں کوئی چیز نہیں چرائی، البتہ میں ابوسفیان کے مال میں سے کچھ لے لیا کرتی تھی"

ہند کے شوہر ابوسفیان بھی وہاں موجود تھے اُس وقت رسول اللہؐ کو علم ہوا کہ یہ ہند ہے۔

[1] عرب میں بعض وقت لوگ انتہائی غیظ و غضب اور جاہلانہ جوشِ انتقام میں مقتول کے ہاتھ پاؤں، یا ناک کان وغیرہ کاٹ ڈالتے تھے۔ اس حرکت کو مثلہ کرنا کہتے ہیں۔

Marfat.com

رسول اللہ ﷺ: "کیا تم ہند ہو؟"

ہند :- "جی ہاں، رسول اللہ ﷺ!"

پھر آپ نے اس سے کچھ نہیں کہا اس لیے کہ اسلام نے پہلے کی تمام باتیں محو کر دیں۔

رسول اللہ ﷺ :- "اور اس شرط پر کہ تم زنا نہ کرو گی"

ہند :- "کیا شریف اور آزاد عورت (جو لونڈی نہ ہو) زنا بھی کرتی ہے"

کہا جاتا ہے کہ پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے عباس رضی کی طرف دیکھا اور تبسم فرمایا۔

معاویہ دنیوی معاملات میں عقلمند، ہوشیار، عالم، بردبار اور صاحب قوت بادشاہ تھے۔ دنیوی امور میں حُسنِ سیاست اور حُسنِ تدبیر کے مالک تھے۔ عقل و حکمت سے کام لیتے تھے، اور فصیح و بلیغ بھی تھے۔ بردباری کے موقع پر بردباری سے، اور سختی کے موقع پر سختی سے کام لیتے تھے، لیکن حلم کی خصلت اُن پر غالب تھی۔ معاویہ فیاض، مال و دولت صرف کرنے والے، ریاست اور امارت کے دلدادہ تھے، اور (حکومت کا) خاص شغف رکھتے تھے۔ وہ اپنی رعایا کے شرفا پر بڑے احسانات کرتے تھے، عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن زبیر، عبداللہ بن جعفر طیار، عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن ابی بکر، ابان بن عثمان جیسے شرفائے قریش اور آلِ ابی طالب کے دوسرے افراد دمشق میں ان کے پاس پہنچتے تھے، معاویہ نہایت اچھی طرح اُن کی خاطر تواضع اور مہمان نوازی کرتے۔ اور اُن کی ضروریات پوری کیا کرتے تھے۔ یہ لوگ ہمیشہ اُن سے نہایت سخت گفتگو کرتے تھے اور نہایت نامناسب الفاظ اُن کے مقابلہ میں استعمال کرتے، اور ان کو بری طرح مخاطب کرتے تھے۔ لیکن وہ کبھی تو مذاق میں ٹال جاتے اور کبھی چشم پوشی کر جاتے تھے، اور ہمیشہ ان کو گراں قدر انعامات اور تحائف دے کر واپس کرتے تھے۔

ایک روز معاویہ رضی نے قیس بن سعد بن عبادہ سے جو قبیلۂ انصار کے ایک شخص تھے کہا "بخدا میری خواہش تھی کہ میرے اور علی کے درمیان جو لڑائی ہو وہ تمہاری زندگی ہی میں

ختم ہو جاتی"۔ قیس نے جواب دیا "بخدا مجھے اِس بات سے نفرت تھی کہ لڑائی ختم ہو اور آپ امیرالمومنین بن جائیں"۔ یہ سن کر معاویہ نے کچھ نہیں کہا، یہ تھے وہ مہذب ترین الفاظ جن سے معاویہ کو خطاب کیا جاتا تھا۔

ایک مرتبہ معاویہ نے ایک انصاری کے پاس پانسو دینار بھیجے، انصاری نے اُن کو کم سمجھا، اور اپنے بیٹے سے کہا کہ ان کو لے کر معاویہ کے پاس جاؤ اور اُن کے مُنہ پر مار کر واپس کردو۔ اور اُس کو قسم دلائی کہ وہ ایسا ہی کرے۔ چنانچہ وہ رقم لے کر معاویہ کے پاس آیا۔ اور کہا "اے امیرالمومنین میرے باپ کے مزاج میں سختی اور جلدبازی ہے اور اُس نے مجھے ایسا ایسا حکم دیا ہے اور قسم بھی دلائی ہے، اور میں اُس کی مخالفت کرنے کی قدرت نہیں رکھتا"۔ معاویہ نے ہاتھ اپنے مُنہ پر رکھا اور کہا جو کچھ تیرے باپ نے کہا ہے اُس کی تعمیل کر لیکن اپنے چچا سے ذرا نرمی کا سلوک کرنا۔ لڑکے کو شرم آ گئی اور اُس نے وہ درہم پھینک دیئے۔ معاویہ نے ان کی تعداد دوچند کر کے اُن انصاری کے پاس بھیج دیا جب اس واقعہ کی خبر معاویہ کے بیٹے یزید کے پاس پہنچی تو وہ نہایت غصّہ میں اُن کے پاس آیا اور کہنے لگا "آپ نے تو بردباری کی حد کر دی ہے، اور اب تو مجھے یہ ڈر ہے کہ یہ (طرزِ عمل) کہیں آپ کی کمزوری اور بزدلی پر محمول نہ کیا جائے"۔ معاویہ نے جواب دیا "اے بیٹے! حلم کے ہوتے ہوئے انسان کو کبھی ندامت نہیں ہوتی اور نہ کوئی اُس کی بُرائی کرتا ہے تم تو جاؤ اور اپنا کام کرو اور مجھے میرے خیال پر چھوڑ دو"۔

دراصل معاویہ کے یہی اخلاق تھے جن کی بدولت وہ ساری دُنیا کے خلیفہ بن گئے اور مہاجرین و انصار کے ہر اُس فرزند نے بھی اُن کی اطاعت قبول کر لی جو اپنے کو اُن سے زیادہ خلافت کا اہل سمجھتا تھا۔

اس میں شک نہیں کہ معاویہ بڑے ہوشیار سیاست داں تھے۔ عمر بن خطاب سے روایت ہے کہ انھوں نے اپنے ہمنشینوں سے کہا کہ تم کسریٰ اور قیصر اور ان کی سیاسی

Marfat.com

چالوں کا ذکر کرتے ہو حالانکہ تمہارے پاس معاویہ خود موجود ہے۔

معاویہ کی ہوشیاری کی ایک مثال یہ بھی ہے کہ انھوں نے عمرو بن العاص کو اپنی طرف مائل کر لیا جن کا شمار (عرب کے) مشہور اور چالاک لوگوں میں تھا۔ جب حضرت علیؓ اور معاویہؓ کے درمیان فتنۂ جنگ برپا ہوا تو اس وقت عمرو دونوں فریق سے بے تعلق تھے۔ معاویہ نے یہ مناسب خیال کیا کہ انھیں اپنی طرف مائل کریں اور اُن کی رائے ہوشیاری، اور چالاکی سے اپنی قوت میں اضافہ کریں، چنانچہ معاویہ نے عمرو کو اپنی طرف مائل کر کے اُن کی قوت کو اپنی قوت میں شامل کر لیا اور ان کو مصر کا گورنر مقرر کر دیا اور ان کے ساتھ متفق ہو کر اُن کے کاموں میں شریک ہو گئے اور جنگ صفین میں بھی اُن سے وہ کام ہوئے جو سب کو معلوم ہیں۔ لیکن باوجود اِس (ظاہری اتفاق) کے دلوں میں سچی محبت نہیں تھی اور پوشیدہ طور پر وہ ایک دوسرے سے دشمنی رکھتے تھے۔ اور بسا اوقات یہ کیفیت اُن کے چہروں سے اور اُن الفاظ سے عیاں ہو جاتی تھی جو دفعتہً (ان کے مُنہ سے) نکل جاتے تھے۔

حضرت علیؓ نے جنگ صفین میں معاویہ کو دعوت دی کہ وہ (لشکر سے نکل کر) تنہا اُن سے مقابلہ کریں۔ عمرو بن العاص نے کہا کہ علیؓ نے تمہارے ساتھ اس وقت بڑے انصاف سے کام لیا ہے اور اُن کے مقابلے سے پیچھے ہٹنا آپ کے لیے کچھ اچھا نہیں۔ معاویہ نے کہا تم مجھے دھوکہ دیتے ہو اور چاہتے ہو کہ میں مارا جاؤں، کیا تمہیں معلوم نہیں کہ جو شخص ابو طالب کے بیٹے سے لڑنے نکلتا ہے وہ مارا ہی جاتا ہے۔

ایک روز معاویہ نے اپنے مصاحبین سے سوال کیا کہ عجیب ترین چیز کونسی ہے یزید نے کہا سب سے عجیب تر چیز ابر ہے جو آسمان اور زمین کے درمیان ٹھہرا ہوا ہے اور نیچے سے کوئی چیز اُسے تھامے ہوئے نہیں ہے اور نہ اوپر کسی شئے سے اُس کا تعلق ہے، ایک دوسرے شخص نے کہا عجیب تر وہ خوش نصیبی ہے جو کسی جاہل کو مل جائے اور وہ بدنصیبی ہے جو

Marfat.com

کسی عاقل کے حصّہ میں رہے۔ ایک دوسرے شخص نے کہا عجیب ترین چیز وہ ہے جس کی مثال دیکھنے میں نہ آئی ہو۔ عمرو بن العاص نے کہا "عجیب ترین چیز یہ ہے کہ غیر مستحق مستحق پر غالب آجائے"۔ عمرو کے اس جواب میں علیؓ اور معاویہ کی طرف اشارہ تھا۔" معاویہ نے کہا" بلکہ عجیب ترین یہ ہے کہ ایک انسان کو دراں حالیکہ اُس سے کسی کو خوف بھی نہ ہو، ایک (ایسی چیز) دے دی جائے جس کا وہ مستحق قرار نہ پائے"۔ یہ معاویہ کا اشارہ تھا عمرو بن العاص اور مصر کی طرف (جہاں کے وہ حاکم بنائے گئے تھے۔) معاویہ اور عمرو نے اپنی گفتگو میں وہ نفرت ظاہر کردی جو ہر ایک کے دل میں دوسرے کی طرف سے پائی جاتی تھی۔ معاویہ حکومت کو ترقی دینے والے قوموں میں سیاست قائم کرنے والے اور ملکوں کی نگہبانی کرنے والے تھے۔ اپنی حکومت میں انھوں نے ایسی چیزیں ایجاد کیں جو اُن سے پہلے کسی کو نہ سوجھی تھیں۔ مثلاً سب سے پہلے معاویہ نے شاہی حشم رکھا، اور بادشاہوں کے سامنے خنجر لے کر چلنے کی رسم نکالی، اور (مسجد میں) ایک حجرہ بنوایا جہاں بادشاہ یا خلیفہ لوگوں سے علیحدہ نماز پڑھے۔ درحقیقت معاویہ نے یہ اُس خوف کی وجہ سے کیا تھا جو ان کے دل میں امیرالمومنین علیؓ کو پیش آنے والے واقعات سے پیدا ہوگیا تھا، چنانچہ معاویہ نے حجرے میں تنہا نماز پڑھنا شروع کیا، جب وہ سجدہ کرتے تھے تو محافظ تلوار لے کر ان کے سر پر کھڑا ہو جاتا تھا۔

معاویہ نے سب سے پہلے برید (ڈاک) کا سلسلہ شروع کیا تاکہ خبریں سُرعت کے ساتھ پہنچ سکیں۔ برید کا مطلب یہ تھا کہ تیز رفتار، چھریرے بدن کے گھوڑے مختلف مقامات پر رکھے جائیں، اور جب تیز رفتار قاصد ان مقامات میں سے کسی ایک جگہ پہنچے، اور اُس کا گھوڑا تھک جائے تو دوسرے تازہ دم گھوڑے پر سوار ہو جائے اور اسی طرح آئندہ مقامات پر کرتا رہے، یہاں تک کہ جلدی سے منزل مقصود تک پہنچ جائے۔ برید کے لغوی معنی بارہ میل کے ہیں اور میرے خیال میں وہ مسافت

Marfat.com

جو ایک برید اور دوسرے کے درمیان رکھی گئی تھی وہ اسی قدر تھی۔ صاحب علاء الدین عطا ملک "جہاں کشائی" میں لکھتے ہیں "منجملہ دوسری چیزوں کے انھوں نے برید مقرر کیا تھا تاکہ مال کی حفاظت ہو، خبروں کی اطلاع ہوتی رہے، اور جدید حالات علم میں آتے رہے ہیں"۔ میرے نزدیک برید کا فائدہ سوائے خبروں کے جلد پہنچنے کے اور کچھ نہیں، مال کی حفاظت سے اس کا کیا تعلق ہو سکتا ہے۔

معاویہ نے انتظام ملک کے سلسلہ میں جو اختراعات کی تھیں اُن میں سے ایک دیوانِ خاتم (دفترِ مہر) بھی تھا، جو ایک نہایت اہم اور ضروری دفتر تھا۔ یہ دفتر بنی عباس کے درمیانی زمانہ تک قائم رہا پھر حذف کر دیا گیا۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ دیوان خاتم ایک دفتر تھا جس میں قابلِ اعتبار عملہ رکھا جاتا تھا، اور جب کسی امر کے متعلق خلیفہ کا کوئی حکم صادر ہوتا تو پہلے وہ حکم اس دیوان میں آتا تھا اور وہاں اُس کی نقل رکھ لی جاتی تھی، اور اصل حکم کو ایک ڈورے میں باندھ کر اُس پر موم سے مہر لگا دی جاتی تھی، جیسا کہ آج کل قاضیوں کے خطوط کے ساتھ عمل کیا جاتا ہے، اور پھر اُس حکم پر اُس دفتر کے افسر کی مہر لگائی جاتی تھی اس دفتر کے قائم کرنے پر معاویہ کو جس امر نے آمادہ کیا وہ یہ تھا کہ معاویہ رضؓ نے ایک شخص کو ایک لاکھ درہم دے کر زیاد بن ابیہ امیر عراق کے پاس بھیجا۔ وہ شخص وہاں پہونچا اور اس نے وہ خط (پہلے سے) پڑھ لیا۔ اُس وقت تک احکام بغیر مہر کے صادر ہوتے تھے، اس نے ایک لاکھ کو دو لاکھ بنا دیا، جب زیاد نے اپنا حساب معاویہ کے سامنے پیش کیا تو انھوں نے اس سے انکار کیا اور کہا کہ "میں نے تو صرف ایک لاکھ درہم دینے کا حکم دیا تھا"، پھر زائد رقم اُس شخص سے واپس حاصل کی۔ اور دیوانِ خاتم قائم کیا۔ اس کے بعد سے احکام مُہر لگا کر صادر کیے جانے لگے۔ کسی کو خبر نہیں ہوتی تھی کہ اُن میں کیا لکھا ہے اور نہ کوئی اُن میں تغیر و تبدل کر سکتا تھا۔

معاویہ کی توجہ امورِ دنیا کی طرف منعطف رہا کرتی تھی اور جب انتظام ملک درست

ہو جاتا تو ہر چیز اُن کے لیے آسان ہو جاتی تھی۔

عبدالملک بن مروان نے معاویہ کی تعریف (جن الفاظ میں) کی ہے وہ قابل لحاظ ہیں، کیونکہ عبدالملک نے معاویہ میں کچھ ایسی ہی باتیں دیکھی تھیں۔ لوگ کہتے ہیں کہ عبدالملک بن مروان کا گزر معاویہ کی قبر پر ہوا اور اُس نے قبر کے پاس کھڑے ہو کر) دعائے مغفرت کی ایک شخص نے دریافت کیا اے امیرالمومنین یہ کس کی قبر ہے، عبدالملک نے جواب دیا کہ یہ ایک ایسے شخص کی قبر ہے کہ جب وہ بولتا تھا تو پوری واقفیت کے بعد اور خاموش ہوتا تھا تو بردباری کے خیال سے، اور جب بخشش کرتا تھا تو لوگوں کو بے نیاز بنا دیتا تھا اور جب لڑنے پر آتا تھا تو مخالفین کو فنا کر ڈالتا تھا۔

ابن عباس رضؓ جو بڑے تنقید کرنے والے شمار کیے گئے ہیں۔ معاویہ کے متعلق کہتے ہیں کہ "میں نے امارت کے لیے معاویہ جیسے ڈیل ڈول والے انسان سے زیادہ موزوں کوئی دوسرا شخص نہیں دیکھا۔"

ایک اموی نے معاویہ سے کہا کہ "اگر تم زنگیوں کو شامل کر کے (اپنے ہم نوا) لوگوں کی تعداد بڑھا سکتے تو انتظام ملک کی خاطر تم ایسا کرنے سے بھی ہرگز دریغ نہ کرتے۔"

معاویہ باوجود اپنی سخاوت اور کرم کے کھانے کے معاملہ میں بخیل اور حریص تھے ان کی اشتہا اِس درجہ بڑھی ہوئی تھی کہ وہ دن میں پانچ مرتبہ کھاتے تھے، آخری مرتبہ کھانے کی مقدار سب سے زیادہ ہوتی تھی۔ وہ (کھانا کھاتے کھاتے) آخر میں یہ کہنے لگتے تھے کہ اے لڑکے اب تو دسترخوان اٹھالے خدا کی قسم پیٹ تو بھرا نہیں مگر جی اُکتا گیا۔

کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ معاویہ کے لیے ایک بھنا ہوا بچھڑا تیار کیا گیا وہ اُس کے ساتھ ایک ڈھیر میدے کی روٹیاں، چار تنوری روٹیاں ایک بکری کا بچہ گرم اور ایک ٹھنڈا اسوا اور اقسام طعام کے کھا گئے۔ ایک مرتبہ اُن کے سامنے ایک سو رطل باقلا رکھا گیا جس کو انھوں نے ختم کر دیا، رہا کھانے کے متعلق ان کا بخل (تو اُس کا ایک

لہ اعطاف۔

Marfat.com

واقعہ یہ ہے) کہ ابن ابی بکرہ اُن کے پاس آئے اور اُن کے ساتھ اُن کا ایک بیٹا بھی تھا (جب کھانے کا موقع آیا) تو اُن کے لڑکے نے بے تحاشا کھانا شروع کیا، معاویہ اُسے گھور گھور کر دیکھ رہے تھے، ابن ابی بکرہ معاویہ کے غصّے کو تاڑ گئے، اور چاہا کہ اپنے بیٹے کو زیادہ کھانے سے روکیں، لیکن اتفاق سے وہ ایسا نہ کر سکے، پھر دونوں معاویہ کے پاس سے باہر چلے گئے۔ دوسرے روز صرف باپ آیا اور بیٹا اُس کے ساتھ نہ تھا، معاویہ نے دریافت کیا، تمہارے بیٹے کو کیا ہوا، کہاں رہا؟۔ انھوں نے جواب دیا "اے امیر المومنین اُس کی طبیعت ناساز ہے"۔ معاویہ نے کہا یہ تو میں پہلے ہی سے جانتا تھا کہ یہ کھانا بغیر بدہضمی کیے ہوئے اُسے نہ چھوڑے گا۔

ایک دل چسپ حکایت

اس موقع پر ایک دلچسپ حکایت کا بیان کرنا بے محل نہ ہوگا جو کرم، مروّت، اور دانشمندی کی ایک خاص مثال ہے۔ ایک وزیر کھانے کا بڑا شایق تھا۔ اور ہر اس شخص کو پسند کرتا تھا جو اُس کے ساتھ کھانا کھائے اور جو شخص زیادہ کھانا کھاتا وہ اُس کے خاص مقربین میں شامل ہو جاتا تھا۔ اتفاقاً وزیر علوی خاندان کے ایک بڑے شخص کے پاس گیا اور اُس پر رقم خراج اور ضمانت وغیرہ کی رقوم کا مطالبہ قائم کر کے تقاضا کیا۔ اور وزیر نے اس کو خود اپنے گھر میں نظر بند رکھا۔ ایک روز جب وزیر کے سامنے دستر خوان بچھایا گیا تو علوی نے اُن لوگوں سے جو اُس کی نگرانی پر مامور تھے کہا کہ "میں بھوکا ہوں، کیا تم مجھے دستر خوان تک پہنچنے کی اجازت دو گے۔ تم میرے ساتھ رہنا میں کھانا کھا کر اپنی جگہ واپس آجاؤں گا"۔ علوی اِس معاملے میں (یعنی کھانے کے شوقین ہونے میں) وزیر کی طبیعت سے آگاہ ہو چکا تھا۔ ان لوگوں کو شرم آئی اور انھوں نے اجازت دے دی۔ علوی نکلا اور دستر خوان کے آخری سرے پر بیٹھ گیا، اور نہایت حریصانہ انداز سے کھانے لگا۔ وزیر نے اُسے اس طرح کھانے میں مصروف دیکھ کر اپنے پاس بلا لیا اور مجلس کے صدر مقام پر اُسے

جگہ دی۔ اور اچھے اچھے کھانے اس کی طرف بڑھائے، جیسے جیسے وہ کھانے میں زیادتی کرتا تھا وزیر کی خوشی اور خندہ پیشانی بڑھتی جاتی تھی۔ جب کھانا اٹھایا گیا تو وزیر نے ایک انگیٹھی طلب کی جس میں آگ بھری ہوئی تھی۔ اور وہ حساب بھی منگوایا جس کا مطالبہ علوی پر قائم کیا گیا تھا، پھر وزیر نے علوی سے کہا " اے سردار خدا نے تم کو اس مال کے مطالبہ سے آزاد کر دیا۔ اور اب تم اس سے بری الذمہ ہو۔ خدا کی قسم اور تمہارے دادا (حضرت علیؓ) کے حق کی قسم نہ میرے پاس اور نہ دفتر میں اس حساب کی کوئی نقل ہے" پھر اس فرد حساب کو وزیر نے انگیٹھی میں ڈال دیا اور وہ جل گئی اور علوی کو آزاد کر دیا اور اُسے گھر جانے کی اجازت دیدی۔

زیاد بن ابیہ کے نسب کا الحاق

منجملہ اُن مسائل کے جو لوگوں پر عموماً اور بنی امیہ پر خصوصاً شاق گزرے (زیاد کے) نسب کا الحاق ہے معاویہ نے زیاد بن ابیہ کے نسب کا الحاق اپنی طرف اس لیے کیا اور اپنا بھائی اس لیے بنایا کہ اس کی وجہ سے (اُن کے معاونین) کی تعداد بڑھ جائے اور زیاد کی رائے اور چالاکی سے اُن کو قوت حاصل ہو۔ اس الحاق کی مختصر کیفیت یہ ہے کہ زیاد کی ماں سُمیّہ عرب کی ایک بدکار عورت تھی اور عبید نامی اس کا ایک شوہر بھی تھا۔ اتفاقاً ایک بار معاویہ کے باپ ابوسفیان نے ایک بادہ فروش کے پاس قیام کیا جس کا نام ابومریم تھا۔ ابوسفیان نے اُس سے ایک فاحشہ عورت بلوائی۔ اُس نے کہا کیا تم سُمیّہ کو پسند کرتے ہو، اور ابوسفیان اُس سے واقف بھی تھے، ابوسفیان نے جواب دیا خیر باوجود اس کی عفونتِ شکم اور درازیٔ پستان کے اُسی کو لے آؤ، چنانچہ ابومریم اُسے لے آیا، اور ابوسفیان اُس کے ساتھ خلوت میں رہا جس سے زیاد پیدا ہوا، لیکن سُمیّہ نے زیاد کو اپنے شوہر عبید کا بیٹا بنایا، جب زیاد بڑا ہوا اور اُس نے اچھی تربیت حاصل کی (اور اُس زمانہ کے کمالات میں) دوسروں پر سبقت لے گیا، اور مختلف عہدوں پر ترقی پاگیا

Marfat.com

تو عمر بن الخطابؓ نے بھی اُسے ایک عہدے پر مامور کیا، جس کے فرائض اُس نے اچھی طرح انجام دیئے۔ ایک روز زیاد عمرؓ کی مجلس میں حاضر ہوا جہاں اُس وقت جلیل القدر صحابہ موجود تھے، اور اُن میں ابو سفیان بھی تھا، زیاد نے ایک ایسی بلیغ تقریر کی کہ لوگوں نے کبھی نہیں سُنی تھی۔ عمرو بن العاص نے کہا کہ یہ لڑکا بہت ہی خوب ہے، اگر اس کا باپ قریشی ہوتا تو یہ تمام عرب کو اپنی لاٹھی سے ہانکتا۔ ابو سفیان نے کہا خدا کی قسم میں اس کے باپ کو جانتا ہوں جو رحم مادر میں اُس کی پیدائش کا سبب تھا (یعنی اُس کا اصلی باپ) اور اس سے وہ خود اپنی ذات مراد لے رہا تھا۔

یہ سن کر اُس سے امیر المومنین علیؓ نے فرمایا اے ابو سفیان چُپ رہو اگر عمرؓ نے یہ بات سُن لی تو فوراً تمہاری خبر لے ڈالیں گے۔

جب حضرت علیؓ خلیفہ ہوئے تو انھوں نے زیاد کو فارس کا گورنر مقرر کیا اور زیاد نے پورے انضباط سے بندوبست کیا، قلعوں کی حفاظت کی اور قابلِ تعریف طریقہ پر وہاں کا انتظام کیا۔ جس کی وجہ سے اُس کی قابلیت نے شہرت حاصل کی، یہاں تک کہ معاویہ کو بھی اس کی خبر پہنچی اور اُن کو پسند نہ آیا کہ زیاد جیسا آدمی علی کے ساتھیوں میں شامل رہے اور اُسے اپنے لیے پسند کیا۔ چنانچہ انھوں نے زیاد کو خط لکھا جس میں اس کو دھمکیاں دیتے ہوئے اشارتاً یہ بھی ظاہر کر دیا کہ وہ ابو سفیان کا بیٹا ہے اور اُس سے کہا کہ تم تو میرے بھائی ہو۔

لیکن زیاد نے اس کی طرف کوئی توجہ نہیں کی۔ جب اس کی خبر حضرت علیؓ کو پہنچی تو انھوں نے زیاد کو لکھا "میں نے تجھ کو جہاں کا حاکم بنانا چاہا بنا دیا، اور میں تجھ کو اس کا اہل بھی سمجھتا ہوں، ابو سفیان سے بے سوچے سمجھے ایک حرکت ہو گئی تھی جس کی بنا نفسانی خواہش اور نفس کے دھوکے پر تھی۔ یہ لغزش تمہارے لیے میراث کا سبب نہیں بن سکتی۔ اور نہ تمہارے نسب کو ابو سفیان کے لیے جائز ٹھہرا سکتی ہے۔ معاویہ کی

عادت ہے کہ وہ آدمی پر دائیں بائیں اور آگے پیچھے ہر طرف سے گھیرا ڈالتے ہیں اُن سے تم بچتے رہو۔ بچتے رہو۔ والسلام۔

جب حضرت علیؓ شہید ہوئے تو معاویہ نے زیاد سے دوستانہ تعلقات پیدا کرنے، اس کو اپنی طرف مائل کرنے اور اپنے زمرے میں شامل کرنے کی کوشش کی چنانچہ اُن دونوں میں ابو سفیان کے اُس واقعہ کا ذکر چھڑا جو زیاد کی) پیدائش کا سبب تھا۔ پھر اُن دونوں میں اتفاق ہوا کہ اُس کو نسب میں شامل کر لیا جائے۔ معاویہ کی مجلس میں گواہ پیش ہوئے، اور انھوں نے گواہی دی کہ زیاد ابو سفیان کا بیٹا ہے۔ منجملہ گواہوں کے ابو مریم مے فروش بھی تھا جس نے سمیّہ کو ابو سفیان کے سامنے پیش کیا تھا۔ ابو مریم اسلام لا چکا تھا، اور اُس کا اسلام بھی اچھا تھا۔ معاویہ نے کہا اے ابو مریم تم کس بات کی گواہی دیتے ہو، اُس نے کہا اِس امر کی گواہی دیتا ہوں کہ ابو سفیان میرے پاس آئے اور انھوں نے ایک فاحشہ عورت لانے کے لیے مجھ سے کہا میں نے کہا میرے پاس سمیہ کے سوا کوئی دوسری نہیں ہے ابو سفیان نے کہا کہ باوجود اُس کی گندگی اور میلے پن کے اُسی کو لے آؤ، چنانچہ میں نے اُسے حاضر کیا اور وہ اُس کے ساتھ خلوت میں رہا، پھر وہ اُس کے پاس سے باہر آئی اور گندگی کے قطرے اُس کے جسم سے ٹپک رہے تھے، زیاد نے کہا خاموش رہو، تم کو گواہی دینے کے لیے بلایا گیا ہے نہ کہ گالیاں دینے کو۔ معاویہ نے اس (شہادت کی بنا پر) زیاد کو اپنے نسب میں شامل کر لیا۔ کہتے ہیں کہ یہ الحاقِ نسب سب سے پہلا مسئلہ ہے جس میں احکام شریعت علانیہ طور پر مسترد کیے گئے۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایسے مسئلہ میں) اولاد کے متعلق فیصلہ کیا ہے کہ ناجائز ہمبستری سے جو اولاد پیدا ہوگی وہ ماں کی طرف منسوب رہے گی۔ اور زانی کو پتھر کے سوا (کچھ نہیں) ملے گا۔

بعض لوگوں نے معاویہ کی طرف سے یہ عذر بیان کیا ہے کہ معاویہ کا زیاد کو نسب

Marfat.com

میں شامل کرلینا اس لیے درست ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں نکاح کئی قسم کے ہوتے تھے، منجملہ ان کے ایک نکاح یہ بھی تھا کہ اگر ایک جماعت کسی بدکار عورت سے مجامعت کرے پھر اُس عورت سے اولاد پیدا ہو تو اس عورت کو یہ اختیار رہوتا تھا کہ اولاد کو جس کی طرف چاہے منسوب کردے اور اس مسئلہ میں عورت ہی کا قول معتبر سمجھا جاتا تھا۔ جب اسلام آیا تو اُس نے اِس قسم کا نکاح حرام قرار دیا، لیکن اسلام نے ہر بچہ کے نسب کو اُس کے باپ کی طرف منسوب رکھا جس کی طرف وہ پہلے سے منسوب تھا خواہ وہ اُن کے نکاحوں میں سے کسی نکاح سے پیدا ہوا ہو۔ اسلام نے اِن نکاحوں میں کسی قسم کی تفریق نہیں کی دوسرے لوگ (اس کے جواب میں) یہ کہتے ہیں کہ یہ تو ٹھیک ہے لیکن معاویہ نے غلط طریقے پر یہ خیال کرلیا کہ اِس مسئلہ کی بھی یہی صورت ہے۔ اور جاہلیت اور اسلام کے الحاق میں فرق نہیں کیا، اس لیے کہ زیاد جاہلیت میں ابوسفیان کی طرف منسوب نہیں تھا بلکہ عبید کی طرف منسوب تھا، لوگ اُسے زیاد بن عبید کہتے تھے، دونوں صورتوں میں بڑا فرق ہے۔ ایک شاعر اس مسئلہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتا ہے۔

الا ابلغ معاویة بن حرب مغلغلة عن الرجل الیمانی

معاویہ بن حرب کے پاس یمنی شخص کا یہ پیام پہونچا دو

اتغضب ان یقال ابوك عف وترضی ان یقال ابوك زان

کیا تمہیں اس بات پر غصہ آتا ہے کہ تمہارے باپ کو پاک دامن کہا جائے اور یہ پسند کرتے ہو کہ اسے بدکار کہا جائے۔

فاقسم ان رحمك من زیاد کرحم الفیل من ولد الاتان

میں قسم کھاتا ہوں کہ زیاد سے تمہاری قرابت ایسی ہے جیسے ہاتھی کی قرابت خچر کی اولاد سے۔

اس کے بعد زیاد معاویہ کا آدمی اور اُن کا خاص مددگار بن گیا۔ معاویہ نے اس کو بصرہ خراسان سیستان کا والی مقرر کیا اور اِن ملکوں کے ساتھ ہندوستان، بحرین اور

Marfat.com

عمان کا بھی الحاق کر دیا۔ اور آخر میں کوفہ کو بھی اس میں شامل کر دیا۔ اب زیاد اپنے خطوط کی ابتدا، اس طرح کرنے لگا۔

"منجانب زیاد بن ابی سفیان ......"

اس سے پہلے لوگ اس کو کبھی زیاد بن عبید اور کبھی زیاد بن سمیہ کہا کرتے تھے، اور جو حق بات کہنا چاہتا تھا وہ زیاد بن ابیہ کہتا تھا۔

زیاد بڑا چالاک، ماہر سیاست، پُر ہیبت، سلیم العقل، پختہ کار، ہوشیار، سمجھدار، اور فصیح و بلیغ شخص تھا۔

معاویہ نے سنہ ۶۰ھ میں وفات پائی، جب اُن کی وفات کا وقت قریب آیا تو انھوں نے اپنے بیٹے یزید کو بلا کر ایسی وصیتیں کیں جو ان کی عقل، دانائی، واقف کاری اور مردم شناسی پر دلالت کرتی ہیں، لیکن یزید نے ان میں سے ایک پر بھی عمل نہیں کیا، میں ان وصیتوں کو اُن کی خوبی کی بنا پر یہاں نقل کرتا ہوں۔

لوگ کہتے ہیں کہ جب معاویہ مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو انھوں نے اپنے بیٹے یزید کو بلا کر کہا ——— "اے بیٹے! میں نے تم کو پالان کسنے اور سفر کرنے سے بے نیاز کر دیا ہے دشواریوں کو آسان، دشمنوں کو تابع اور عرب کی (مغرور) گردنوں کو مطیع بنا دیا ہے، میں نے تمہارے لیے وہ چیزیں فراہم کر دی ہیں جو اس سے پہلے کسی نے فراہم نہیں کیں، تم اہلِ حجاز کا خاص طور پر لحاظ رکھنا، اس لیے کہ یہی لوگ تمہاری اصل ہیں، اُن میں سے جو شخص بھی تمہارے پاس آئے تم اُس کے ساتھ سلوک کرنا، اور جو دور رہو اُس کی بھی خبر گیری کرتے رہنا، عراق والوں کے ساتھ بھی احسان کرتے رہنا، اگر وہ کہیں کہ روز ایک عامل بدلا جائے تو بدلتے رہنا اس لیے کہ سو تلواروں کے بے نیام ہونے میں ایک عامل کا معزول کر دینا آسان ہے۔ اہلِ شام بھی قابلِ لحاظ ہیں انھیں تم اپنے خاص رازدار آدمی بنائے رکھنا، اگر تم کو اپنے دشمنوں کی طرف سے کوئی شک ہو تو اُن سے مدد حاصل کرنا، اور جب تم اپنے دشمنوں پر غالب آجاؤ تو

Marfat.com

یوں کو اپنے ملک کی طرف واپس کر دینا کیونکہ اگر وہ یہاں ٹھہر جائیں گے تو اُن کے اخلاق بھی بدل
جائیں گے، قبیلۂ قریش کے چار آدمیوں کے علاوہ مسئلہ خلافت میں تم سے جھگڑا کرنے کا خوف
کسی کی طرف سے نہیں ہے (اور وہ چار آدمی یہ ہیں) حسین بن علی، عبداللہ بن عمر، عبداللہ
زبیر، اور عبدالرحمٰن بن ابوبکر۔

عبداللہ بن عمر ایک ایسا شخص ہے جس کو کثرتِ عبادت نے توڑ رکھا ہے۔ اس لیے
جب تمام لوگ تم سے بیعت کر لیں گے اور صرف وہ باقی رہ جائے گا، تو وہ بھی بیعت کر لے گا۔
حسین بن علی ایک سیدھے سادھے شخص ہیں، عراق والے اُن کو تمہاری مخالفت میں کھڑا کیے
بغیر نہ رہیں گے، اس لیے اگر وہ (مخالفت کے لیے) نکلیں، اور تم کو اُن پر فتح حاصل ہو، تو
ان سے درگذر کرنا، کیونکہ ان کی رشتہ داری بہت ہی قریب کی ہے، اُن کا حق بھی زیادہ ہے،
اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم سے اُن کی قرابت ہے، رہے محمد بن ابوبکر تو وہ جس طرح اپنے
ساتھیوں کو کرتے دیکھیں گے خود بھی ویسا ہی کرنے لگیں گے، ان کو تو صرف عورتوں سے
اور کھیل کود سے دلچسپی ہے۔

مگر وہ شخص جو شیر کی طرح تمہاری گھات میں بیٹھے گا، اور لومڑی کی طرح پینترے
بدلے گا، اور موقع پاتے ہی تم پر کود پڑے گا وہ عبداللہ بن زبیر ہے اگر وہ تم پر حملہ
کر بیٹھے، اور فتح تم کو نصیب ہو تو اُس کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالنا، لیکن جہاں تک ہو سکے
اپنی قوم میں خونریزی کرنے سے باز رہنا۔"

یہ وصیت اس حقیقت پر دلالت کرتی ہے کہ معاویہ کو تدبیر مملکت سے بڑی دلچسپی
تھی، اور وہ امارت اور ریاست کے بھی بڑے گرویدہ تھے۔

Marfat.com

(۲) یزید بن معاویہ

معاویہ کے بعد اُن کا بیٹا یزید حکمراں ہوا۔ وہ کھیل کود، شکار، مے نوشی، عورتوں کی صحبت، اور شاعری کا بڑا شایق تھا۔ وہ ایک فصیح و بلیغ، صاحبِ کرم، اور باکمال شاعر تھا، اسی وجہ سے لوگ کہتے ہیں کہ شاعری کی ابتدا ایک بادشاہ سے ہوئی اور خاتمہ بھی ایک بادشاہ پر ہوا۔ یعنی امرء القیس (سے شروع ہوکر) یزید (پر ختم ہوگئی) یزید کے بعض اشعار یہ ہیں:۔

جاءت بوجه كان البدر برقعه نورا على مائس كالغصن معتدل

وہ ایسی حالت میں آئی گویا کہ چودھویں رات کے چاند نے اس کے چہرے پر نور کا نقاب ڈال رکھا تھا۔ اس کا چہرہ ایک معتدل قامت کو زیب دے رہا تھا جو ایک تازہ شاخ کی طرح لچکدار تھی۔

احدى يديها تعاطيني مشعشعة كخدها عصفرته صبغة الخجل

اُس کا ایک ہاتھ مجھے آب آمیز شراب دے رہا تھا جس کا رنگ اُس کے رخسار سے مشابہ تھا جن پر شرم کی سُرخی چھائی ہوئی تھی۔

ثم استبدت وقالت وهي عالمة بما تقول وشمس الراح لم تفل

پھر وہ (ناز و انداز سے) پیش آئی اور بولی دراں حالیکہ وہ جو کچھ کہنی تھی اُسے خوب سمجھتی تھی، اور ابھی تک آفتاب شراب غروب نہیں ہوا تھا۔

لا ترحلن فما ابقيت من جلدي ما استطيع به توديع مرتحل

تو رخصت مت ہو کیونکہ تو نے مجھ میں اتنا صبر جس سے میں کسی کوچ کرنے والے دوست کو رخصت کر سکوں۔ نہیں چھوڑا ہے۔

ولا من النوم ما القى الخيال به ولا من الدمع ما ابكي على طلل

اور نہ نیند ہی باقی چھوڑی جس سے میں سوتے میں تیرے خیال سے مل سکوں اور نہ (میری آنکھوں میں

نوچھوڑے جن کو لے کر تیرے گھر کے کھنڈروں پر رو سکوں۔

صحیح روایت کے مطابق یزید کی حکومت کا زمانہ تین سال اور چھ مہینہ کا تھا۔ پہلے سال
ں نے حسین بن علی رضی اللہ عنہ کو شہید کیا۔ دوسرے سال مدینہ لوٹا، جہاں تین دن
ے اُس نے قتل و خون جائز رکھا، اور تیسرے سال کعبہ پر حملہ کیا، اب ہم پہلے
ین رضی اللہ عنہ کا واقعۂ قتل بیان کرتے ہیں۔

ا واقعہ کی مختصر کیفیت

میں اس واقعہ کو اُس کی انتہائی بُرائی اور نفرت خیز حالت کی
بنا پر زیادہ تفصیل سے لکھنا نہیں چاہتا۔ کیونکہ اسلام میں اس
ے زیادہ قبیح کوئی دوسرا واقعہ پیش نہیں آیا۔ بخدا امیرالمومنین رضہ کا قتل قیامت کبریٰ
نزور ہے۔ لیکن اس حادثہ میں قتلِ شنیع، گرفتاری اور ہاتھ پاؤں وغیرہ کاٹنے کے جو
قعات پیش آئے ہیں اُن کے خیال سے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں، چونکہ یہ واقعات
ہت مشہور رہیں اس لیے میں اِن کی تفصیل نظر انداز کرتا ہوں۔ اس میں شک نہیں کہ
دُنیا کا سب سے مشہور قیامت خیز سانحہ ہے۔ خدا ہر اُس شخص پر لعنت کرے جو
حسین رضہ کے خلاف) اِس میں شریک ہوا، یا اس کے متعلق حکم دیا، یا اس میں سے کسی
جزء پر راضی ہوا۔ خدا نہ اُس کی فرض یا نفل عبادت قبول کرے اور اُس کو اِن لوگوں
میں شامل کرے:۔

الاخسرین اعمالا الذین	جو اپنے اعمال کے لحاظ سے سخت نقصان میں ہیں اور جن
ضل سعیھم فی الحیٰوۃ الدنیا	کی کوششیں (نیکی کے لیے) دنیا کی زندگی میں ناکام رہیں
ھم یحسبون انھم یحسنون	حالانکہ وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ وہ نیک کام کر رہے
صنعا۔	ہیں۔

القصہ یزید بن معاویہ سے جب بیعت کی گئی، تو اُس کے نزدیک سب سے
زیادہ اہم مسئلہ حسین رضی اللہ عنہ اور ان لوگوں سے بیعت حاصل کرنا تھا جن کے متعلق

اُس کے باپ نے پہلے ہی سے متنبہ کر دیا تھا کہ وہ (بیعت کے مسئلہ میں) عام جماعت
الگ ہو جائیں گے) چنانچہ اُس نے ولید بن عتبہ بن ابوسفیان کے پاس حکم بھیجا جو
وقت مدینہ کا حاکم تھا، اور اُس کو حکم دیا کہ اُن لوگوں سے بیعت حاصل کرے، چنا
اُس نے اُن کو بلایا، جب حسینؓ اس کے پاس پہونچے، تو ولید نے معاویہ کی موت کی
دیتے ہوئے اُن کو (یزید کے ہاتھوں پر) بیعت کرنے کی دعوت دی، حسینؓ نے فرمایا "م
شخص خفیہ طور پر بیعت نہیں کرے گا، البتہ جب سب لوگ جمع ہو جائیں گے تو ہم بھی
کریں گے اور تم بھی غور کرنا" پھر حسینؓ اُس کے پاس سے باہر آئے، اور اپنے لوگوں
جمع کیا، اور یزید کی بیعت سے انکار، اور اُس کی رعایا میں شامل ہونے سے نفرت
اظہار کرتے ہوئے مدینہ سے نکل کر مکہ کا قصد کیا۔ جب آپ مکہ میں جاکر ٹھیرے اور ک
والوں کو یہ خبر ملی کہ آپ نے یزید کی بیعت سے انکار کر دیا ہے تو انھوں نے حسین
مراسلت شروع کی۔ کوفہ والے بنی امیّہ سے عام طور پر اور یزید سے خاص طور پر
کرتے تھے، کیونکہ وہ نہایت قبیح سیرت شخص تھا اور علی الاعلان معاصی کا مرتکب تھا
نہایت بیباکی سے برے کاموں میں مبتلا رہتا تھا۔ کوفہ والوں نے خطوط بھیج کر حسین
کوفہ آنے کی دعوت دی اور وعدہ کیا کہ وہ بنی امیہ کے خلاف ان کی مدد کریں گے، اور ا
نے جمع ہو کر آپس میں اس بات پر عہد بھی کیا۔ اور حسینؓ کے پاس اس مسئلہ کے متعلق
درپے خطوط بھیجے، حسینؓ نے اپنے چچا زاد بھائی مسلم بن عقیل بن ابی طالب کو ان کے
بھیجا، جب وہ کوفہ پہونچے، اور عبیداللہ بن زیاد کو اس کی خبر ملی۔ تو اُس نے ہانی
عروہ سے مسلم کو حوالہ کرنے کا مطالبہ کیا، ہانی کوفہ کے شرفا میں سے تھے، اور مسلم اُن
مکان میں پناہ گزین تھے، یزید نے عبیداللہ کو اُسی وقت سے کوفہ کا حاکم بنا دیا
جب اس کو یہ خبر ملی تھی کہ کوفہ والے حسینؓ سے مراسلت کر رہے ہیں (خدا کی لعنت
پر نازل ہو، اور خدا اُس کو دوزخ میں جگہ دے۔) جب عبیداللہ نے ہانی سے مسلم کو طلب

Marfat.com

کیا اور جب انھوں نے انکار کیا تو اُس نے تلوار سے اُن کے چہرے کو زخمی کر ڈالا۔ پھر مسلم بن عقیل حاضر کیے گئے اور محل کے اوپر سے اُن کی گردن اُڑا دی گئی۔ اُن کا سر اُڑتا ہوا زمین پر گرا، اور اُس کے پیچھے اُن کا بدن، ہانی کا یہ انجام ہوا کہ ان کی گردن سر بازار اُڑا ئی گئی۔ اسی واقعہ کے متعلق فرزدق کہتا ہے۔

وَان کنتِ لاتدرین ما الموت فانظری الی ھانیٔ فی السوق وابن عقیل

اگر تجھے خبر نہیں کہ موت کیا چیز ہے تو ہانی کو بازار میں (قتل ہوتے ہوئے) اور ابن عقیل کو دیکھ، یعنی اُس

الی بطل قد ھشم السیف وجھہ واٰخر یھوی من طمار قتیل

بہادر کو جس کے چہرے کو تلوار نے زخمی کر دیا ہے اور اُس دوسرے (مقتول مسلم) کو جو بلند جگہ سے گر رہا ہے۔

پھر حسین رضؓ مکہ سے کوفہ کی طرف روانہ ہوئے، اور اُن کو مسلم کے حال کی خبر نہ تھی۔ جب آپ کوفہ کے قریب پہنچے تو اِس واقعہ کا علم ہوا، کچھ لوگ اُن سے آکر ملے اور (مسلم کے قتل کی) اُن کو خبر دی اور کوفہ جانے سے اُن کو منع کیا۔ مگر آپ واپس نہ ہوئے اور کوفہ جانے کا مصمم ارادہ کر لیا۔ اور یہ ارادہ آپ نے کسی ایسی وجہ سے کیا جس کو دوسرے لوگوں سے زیادہ وہی خوب جانتے تھے۔ اُدھر سے ابن زیاد نے اُن کے مقابلے کے لیے لشکر بھیجا جس کا سردار عمر بن سعد بن ابی وقاص تھا، جب دونوں لشکر مقابل ہوئے تو حسین رضؓ اور اُن کے ساتھیوں نے ایسا مقابلہ کیا جس کو اس سے پہلے کسی نے نہ دیکھا تھا، یہاں تک کہ ان کے تمام رفیق مارے گئے اور صرف حسین رضؓ اور ان کی خاص جماعت باقی رہ گئی اور وہ بھی ایسے لڑے کہ لوگوں نے ایسی جنگ کبھی نہیں دیکھی تھی۔ اب صرف حسین رضؓ باقی رہ گئے جن کو نہایت بیدردی سے قتل کر ڈالا گیا۔

حسین رضؓ نے صبر، احتساب، شجاعت، تقویٰ، فنونِ جنگ سے واقفیت اور فصاحت و بلاغت کے ایسے جوہر دکھائے جن کی مثال (دنیا کی تاریخ میں) نہیں پائی جاتی۔ اسی طرح آپ کے عزیزوں اور ساتھیوں نے، اعانت، ایثارِ نفس، آپ کے بعد زندگی

Marfat.com

سے نفرت کرنے، اور آپ کے سامنے دیدہ و دانستہ اپنی جان دینے کا جو نمونہ پیش کیا اس کی نظیر کبھی دیکھنے میں نہیں آئی۔ اس کے بعد آپ کے لشکر اور اہل و عیال میں لوٹ مار اور گرفتاریاں شروع ہوئیں۔ پھر عورتوں کو اور آپ کے سرِ مبارک کو یزید بن معاویہ کے پاس دمشق بھیج دیا گیا۔ یزید نے آپ کے دانتوں کو چھڑی سے کھٹکھٹایا، پھر اس نے آپ کی عورتوں کو مدینہ واپس کر دیا۔ (لعنۃ اللہ علیٰ یزید وعلیٰ اعوانہ وانصارہ) حسینؓ کا قتل عاشورہ کے دن ۶۱ھ میں واقع ہوا۔

واقعۂ حرہ کی تفصیل

یزید کا دوسرا کام سیدنا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے شہر والوں سے لڑنے کا ہے۔ اس جنگ کا نام حرہ ہے۔ اس کی ابتدا اس طرح ہوئی کہ مدینہ والوں نے یزید کی خلافت سے نفرت کا اظہار کرتے ہوئے اُسے معزول کر دیا، اور مدینہ میں جتنے بنی امیہ تھے اُن کا محاصرہ کیا اور دھمکیاں دیں بنی امیہ نے یزید کے پاس قاصد بھیجا اور اپنی حالت سے اُس کو مطلع کیا جب قاصد یزید کے پاس پہنچا اور اُس کو اس واقعہ کی خبر دی تو اُس نے بطور مثال یہ شعر پڑھا۔

لقد بدلوا الحلم الذی فی سجیتی   فبدلت قومی غلظۃ بلیان

لوگوں نے بردباری کو جو میری خصلت میں داخل تھی تبدیل کر دیا۔ اس لیے میں نے بھی اپنی قوم سے نرمی کرنے کے مقابلے میں سختی اختیار کرلی ہے۔

یزید نے مدینہ کی طرف عمرو بن سعید کو بھیجنا چاہا، لیکن اُس نے پہلوتہی کی اور یزید کے پاس یہ کہلا بھیجا میں نے تمہارے تمام کام انجام دیئے اور ملکوں کا انتظام کیا لیکن اب جبکہ قریش کا خون زمین پر بہایا جارہا ہے تو میں (اس مہم کی) قیادت اپنے ذمے لینا نہیں چاہتا۔ پھر اُس نے عبیداللہ بن زیاد کو اس کام کے لیے بلایا، لیکن اُس نے بھی معذرت کی اور کہا کہ میں فاسق (کی خوشنودی کے لیے) دو گناہ جمع نہیں کر سکتا۔ کیا میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے فرزند کو بھی قتل کر دوں، اور مکہ اور مدینہ پر بھی چڑھائی کروں، آخرکار

اس نے مسلم بن عقبہ مری کو اس کام کے لیے طلب کیا۔ یہ ایک بڈھا شخص تھا اور مریض بھی، لیکن اُس کا شمار عرب کے مشہور ظالم اور شیطان لوگوں میں تھا۔ بعض یہ بھی کہتے ہیں کہ یزید کے باپ (معاویہ) نے اُس سے کہا تھا کہ اگر مدینہ والے تمہاری مخالفت کریں تو (اُن پر قابو پانے کے لیے) مسلم بن عقبہ کو بھیج دینا،

مسلم بیماری کی حالت ہی میں روانہ ہوا، اور حرہ کی جانب سے اُس نے مدینہ کا محاصرہ کیا۔ حرہ مدینہ کے باہر ایک جگہ کا نام ہے۔ دونوں صفوں کے درمیان مسلم کے لیے ایک کرسی لگادی گئی تھی، جس پر وہ بیٹھ کر اپنے ساتھیوں کو لڑائی پر آمادہ کرتا تھا۔ یہاں تک کہ اُس نے مدینہ فتح کرلیا، اس واقعہ میں شرفائے مدینہ کی ایک بڑی جماعت ماری گئی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابی ابوسعید خدری رض خوف کے مارے اپنی تلوار لے کر قریب ہی ایک غار کی طرف نکل گئے تاکہ اُس میں گھس کر پناہ لیں، یہ دیکھ کر ایک شامی نے اُن کا پیچھا کیا۔ ابوسعید اُس سے خائف ہوئے اور اس کو ڈرانے کے لیے اپنی تلوار کھینچ لی۔ اس پر شامی نے بھی اپنی تلوار نکالی اور جب وہ ابوسعید کے پاس پہنچا تو ابوسعید نے کہا۔

لَئِنْ بَسَطْتَ اِلَیَّ یَدَكَ لِتَقْتُلَنِیْ مَآ اَنَا بِبَاسِطٍ یَّدِیَ اِلَیْكَ لِاَقْتُلَكَ

اگر تو اپنا ہاتھ مجھے قتل کرنے کے لیے بڑھائے تو میں اپنا ہاتھ تجھے قتل کرنے کو نہ بڑھاؤں گا

شامی نے پوچھا تم کون ہو، اُنھوں نے جواب دیا میں ابوسعید ہوں، اس نے کہا کیا تم رسول اللہ صلعم کے صحابی ہو، انھوں نے کہا ہاں۔ شامی نے انھیں چھوڑ دیا اور چلا گیا۔

مسلم بن عقبہ نے تین روز تک مدینہ میں لوٹ مار اور کشت و خون کی اجازت دیدی اُس نے لوگوں کو قتل کیا۔ لوٹا اور گرفتار کیا، کہتے ہیں کہ اس واقعہ کے بعد جب مدینہ والے اپنی لڑکی کا نکاح کرتے تھے تو اُس کی دوشیزگی کی ذمہ داری نہیں لیتے تھے، اور کہتے تھے کہ شاید واقعہ حرہ میں اس کی عصمت دری کردی گئی ہو۔ مسلم بن عقبہ

کا نام مُسرف (ظالم) رکھا گیا۔

کعبہ پر چڑھائی

یزید کی تیسری (ظالمانہ حرکت) کعبہ پر چڑھائی کرنا ہے۔ جب مسلم بن عقبہ مدینہ کی مہم سے فارغ ہوا۔ تو یزید نے اُسے کعبہ پر حملہ کرنے کا حکم دیا اور مسلم مکہ کی طرف روانہ ہوا جہاں عبداللہ بن زبیر (حاکم بن گئے) تھے اور اُنھوں نے لوگوں کو (اپنی بیعت) کی دعوت دے رکھی تھی، چنانچہ مکہ والے اُن کے ساتھ ہو گئے تھے۔

مسلم راستہ ہی میں مر گیا، اور اُس نے (مرنے سے پہلے) اُس شخص کو اپنا قائم مقام مقرر کر دیا تھا جس کے متعلق یزید کا حکم تھا کہ اگر مسلم مر جائے تو اُس کو امیر لشکر بنا دیا جائے، وہ شخص فوج لے کر روانہ ہوا اور اُس نے مکہ کا محاصرہ کر لیا۔ ابن زبیر مکہ والوں کو لے کر اس کے مقابلہ کے لیے نکلے، اور جنگ شدّت سے شروع ہو گئی۔ اُس وقت ایک شامی رجز خواں نے یہ شعر پڑھا۔

خطّارۃٌ مثل الفنیق المزبد   یرمی بھا اعواد ھذا المسجد

یہ منجنیق شدّت سے برسنے والے اور جھاگ پیدا کرنے والے ابر کی طرح ہے جس سے اس مسجد (کعبہ) کی لکڑیوں پر (پتھر) برسائے جائیں گے۔

وہ اسی حال میں تھے کہ یکایک یزید کے مرنے کی خبر پہنچی اور لشکر واپس ہو گیا۔

Marfat.com

(۳) معاویہ بن یزید

یزید کے بعد اُس کا بیٹا معاویہ بن یزید حکمراں ہوا، یہ ایک کمزور اور نوعمر لڑکا تھا، صرف چالیس دن تک اُس نے حکومت کی بعض کہتے ہیں تین مہینہ تک۔ پھر اُس نے لوگوں سے کہا میں تم پر حکومت کرنے سے عاجز آگیا ہوں، میں نے تمہارے لیے عمر بن الخطاب جیسے شخص کو تلاش کیا مگر نہیں ملا، پھر میں نے "اہلِ شوریٰ" کے چھ آدمیوں کو ڈھونڈا لیکن وہ بھی مجھے نہ مل سکے، تم اپنا کام مجھ سے بہتر کر سکتے ہو، لہٰذا جس کو چاہو انتخاب کرلو۔ میں مرنے کے بعد خلافت (کے بار) کو اپنے ساتھ لے جانا نہیں چاہتا۔ میں نے زندگی کی حالت میں بھی اُس سے کوئی فائدہ نہیں اُٹھایا۔ اس کے بعد وہ اپنے گھر میں چلا گیا، اور کئی روز تک غائب رہا، پھر مر گیا۔ بعض کہتے ہیں اُسے زہر دے دیا گیا۔ اُس کے حالات میں کوئی قابلِ ذکر واقعات بھی نہیں پائے جاتے۔

Marfat.com

(۴) مروان بن الحکم

معاویہ کے بعد مروان بن الحکم حکمراں ہوا، اُس کا سلسلہ نسب یہ ہے، مروان بن الحکم بن ابی العاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف ۔

معاویہ بن یزید کے مرنے پر لوگوں میں گڑ بڑ پیدا ہوئی۔ شام والے بنی امیہ کو چاہتے تھے، اور دوسرے لوگ عبداللہ بن زبیر کو پسند کرتے تھے۔ آخر کار وہ فریق غالب آگیا جو بنی امیہ کا طرفدار تھا۔ لیکن یہ اختلاف پھر بھی باقی رہا کہ کس کو خلیفہ بنایا جائے، بعض لوگ خالد بن یزید بن معاویہ کی طرف مائل ہوئے، یہ ایک فصیح و بلیغ شخص تھا، اس کے متعلق یہ بھی کہا گیا ہے کہ بچپن کے زمانے میں اِس کو کیمیا کا نسخہ مل گیا تھا، یہ بھی نوعمر لڑکا ہی تھا۔ دوسرے لوگوں نے مروان بن الحکم کی طرف اپنا رجحان ظاہر کیا وہ بوڑھا اور سن رسیدہ تھا، انھوں نے خالد کو اُس کی نوعمری کی وجہ سے پسند نہیں کیا، بالآخر مروان کے ہاتھوں پر انھوں نے بیعت کرلی۔

مروان نے فوج کشی کر کے مصر فتح کیا، مروان کو ابن طرید یعنی نکالے ہوئے کا بیٹا کہتے تھے، کیونکہ اِس کے باپ الحکم کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مدینے سے نکال دیا تھا۔ جب عثمان بن عفان خلیفہ ہوئے تو الحکم کو اپنے پاس بلا لیا۔ مسلمانوں نے اُن کی یہ بات پسند نہیں کی۔ عثمانؓ نے یہ حجت بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے الحکم سے اُس کو واپس بلانے کا وعدہ فرمالیا تھا۔

حکم بن العاص اور اُس کی نسل پر لعنت بھیجنے کے متعلق متعدد روایتیں اور حدیثیں بیان کی گئی ہیں، بعض لوگوں نے اِن کو ضعیف بھی بتایا ہے۔ جو شخص مروان کی برائی کرتا، اور اُس کو عیب لگانا چاہتا تھا وہ اُسے زرقار کے بیٹے کہہ کر پکارتا تھا۔ زرقار

Marfat.com

مروان کی دادی کا نام تھا، اور یہ اُن عورتوں میں سے تھی جن کے گھروں پر زمانۂ جاہلیت میں جھنڈیاں اس لیے لگی رہتی تھیں تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ یہ بدکار عورتوں کا گھر ہے، اسی وجہ سے لوگ ابن زرقا کہہ کر مروان کی برائی کرتے تھے۔ جب مروان سے بیعت کی گئی تو اُس نے خالد کی ماں یعنی یزید بن معاویہ کی بیوی سے نکاح کر لیا، تاکہ اس طریقہ پر خالد کی شان کم ہو اور وہ خلافت کے درجہ سے گر جائے، ایک روز خالد مروان کے پاس گیا۔ مروان نے اُسے "ابن رطبہ" کہہ کر پکارا، اور احمق بنایا اور یہ اس لیے کہ وہ شام والوں کی نظروں سے گر جائے۔ خالد کو بڑی شرم آئی اور وہ اپنی ماں کے پاس گیا اور جو کچھ مروان نے کہا تھا اُس کی خبر دی، ماں نے کہا کہ یہ کسی کو ہرگز معلوم نہ ہونا چاہیے کہ تم نے مجھے اس بات کی اطلاع دی ہے۔ میں تمہاری طرف سے (بدلہ لینے کے لیے) کافی ہوں۔

ایک رات جبکہ مروان اپنی بیوی (خالد کی ماں) کے (گھر) سو رہا تھا بیوی نے اُس کے منہ پر ایک تکیہ رکھ دیا اور اُس وقت تک نہیں اُٹھایا جب تک کہ وہ مر نہیں گیا، مروان کے بیٹے عبدالملک نے چاہا کہ اُسے مار ڈالے۔ لیکن اُس سے کہا گیا کہ (ایسا نہ کرو ورنہ) لوگ کہا کریں گے کہ تیرا باپ ایک عورت کے ہاتھ سے مارا گیا تھا، یہ سن کر عبدالملک نے اُسے چھوڑ دیا۔

مروان کی حکومت نو مہینے سے کچھ زیادہ تھی اور یہ دراصل امیرالمومنین علیؓ کے اس قول کا مطلب تھا کہ مروان کی امارت صرف اتنی دیر رہے گی جتنی دیر کتا اپنی ناک چاٹتا ہے۔

اسی زمانے میں شیعوں نے (بنی امیہ سے) حسینؓ کا انتقام لیا جس کی مختصر کیفیت یہ ہے کہ جب حسینؓ کی شہادت کے بعد فتنہ ختم ہوا، اور یزید بن معاویہ بھی مر گیا، تو کوفے کے کچھ لوگ جمع ہوئے اور انھوں نے اس امر پر اظہار ندامت کیا کہ انھوں نے حسینؓ کو بے یار و مددگار چھوڑ دیا تھا اور اُن سے لڑے، اور اُن کے قتل

Marfat.com

میں (دشمنوں) کی مدد کی۔ حالانکہ خود انھوں نے حسینؓ کے پاس (خطوط) بھیج کر اُن کی امداد کرنے کا وعدہ کیا تھا، اور اپنے پاس بُلانے کی استدعا کی تھی۔ اِن لوگوں نے ان تمام (گناہوں) سے توبہ کی، اور اسی وجہ سے ان کا نام "توابین" رکھا گیا، پھر انھوں نے آپس میں قسم کھائی کہ وہ اپنا جان و مال حسینؓ کے انتقام لینے اور ان کے قاتلوں سے لڑنے میں صرف کردیں گے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلِ بیت میں سے کسی کو بھی خلیفہ بنا کر حق اُس کو دلادیں گے جو دراصل حقدار ہے۔ انھوں نے اپنی جماعت میں سے ایک شخص سلیمان بن صُرَد کو سردار بنایا اور مختلف شہروں میں شیعوں کے پاس بھیج کر اس تحریک کی دعوت دی، سب نے اس تجویز سے اتفاق کرتے ہوئے جلد ہی (اس پر کاربند ہونے کا اقرار) کرلیا۔

اسی زمانہ میں مختار بن عبید ثقفی کا ظہور ہوا۔ یہ شخص شریف طبیعت، بلند ہمت، اور فیاض تھا، اِس نے محمد بن علی بن ابی طالب کے لیے دعوت شروع کی، جو محمد ابن الحنیفہ کے لقب سے مشہور تھے، یہ زمانہ بڑے فتنہ و فساد کا تھا۔ ایک طرف مروان شام اور مصر میں خلیفہ بن کر تختِ سلطنت پر بیٹھا تھا۔ اور اُس کے ہاتھوں پر بیعت ہوچکی تھی۔ دوسری طرف عبداللہ بن زبیر کو حجاز اور بصرے میں خلیفہ مان لیا گیا تھا اور اُن سے بھی لوگ بیعت کرچکے تھے، اِن کے پاس فوج اور سامانِ جنگ بھی موجود تھا، اُدھر مختار بن عبید کوفہ میں تھا اور اس کے پاس بھی لشکر اور ہتھیار تھے، اُس نے امیر کوفہ کو نکال دیا تھا، اور خود امیر بن بیٹھا تھا۔ اور محمد بن الحنیفہ (کی خلافت) کے لیے لوگوں کو بُلا رہا تھا۔

مختار کی قوت بڑھتی گئی، یہاں تک کہ اُس نے حسینؓ کے قاتلوں پر اچانک حملہ کردیا اور عمر و بن سعد اور اس کے بیٹے کو مار ڈالا، اور کہا کہ یہ حسینؓ اور علیؓ کا بدلہ ہے، اور خدا کی قسم اگر میں قریش کے دو تہائی آدمیوں کو مار ڈالوں تو وہ سب حسین کے ایک پورے

کے برابر بھی نہ ہوں گے، پھر مروان نے عبیداللہ بن زیاد کو ایک بڑے لشکر کے ساتھ مختار سے لڑنے کے لیے) روانہ کیا۔ اِدھر مختار نے ابراہیم بن مالک الاشتر کو اُس کے مقابلہ کے لیے بھیجا ابراہیم نے عبیداللہ کو موصل کے قریب مار ڈالا، اور اس کا سر مختار کے پاس بھیجدیا، وہ سر دوسرے سروں کے ساتھ) محل میں ڈالدیا گیا، کہتے ہیں کہ ایک باریک سانپ اور مقتولین کے سروں پر سے گزرتا ہوا عبیداللہ کے منہ میں گھس کر اُس کے نتھنوں سے نکل گیا، پھر نتھنوں سے گھس کر منھ سے نکلا اور اسی طرح اُس نے کئی بار کیا۔ ان واقعات کے بعد عبداللہ بن زبیر نے اپنے بھائی مصعب کو جو بڑا بہادر آدمی تھا، مختار کے مقابلے کے لیے بھیجا، اور اُس نے مختار کو مار ڈالا۔

مروان بن الحکم ۶۵ھ میں مر گیا، اور اُس کے بیٹے عبدالملک کے ہاتھ پر بیعت ہوئی۔

(۵) عبدالملک بن مروان

اس کے بعد عبدالملک بن مروان حکمراں ہوا۔ وہ ایک عقلمند، عالم اور زبردست بادشاہ تھا، (رعایا پر) اُس کا رُعب زیادہ، اور سیاست سخت تھی، وہ دنیوی معاملات میں حُسنِ تدبیر سے کام لیتا تھا، اس کے زمانے میں دفتر فارسی سے عربی میں منتقل ہوا، اور عربوں میں شامل ہونے والوں کا نیا اندازِ تحریر پیدا ہوگیا، عبدالملک پہلا شخص ہے جس نے لوگوں کو خلفار کے دربار میں زیادہ گفتگو کرنے، اور ایک بات کو بار بار دہرانے سے منع کیا، حالانکہ لوگ اِس سے پہلے اس قسم کی جرأت کے عادی تھے۔ جیسا کہ پہلے تفصیل سے گزر چکا ہے۔

عبدالملک ہی نے حجاج بن یوسف (جیسے ظالم) کو لوگوں پر مسلط کیا، اور

کعبہ پر حملہ کر کے عبداللہ بن زبیر کو اور اس سے قبل اُن کے بھائی مصعب کو مار ڈالا
اس موقع پر ایک دلچسپ بات یہ پیش آئی کہ جب یزید بن معاویہ نے مدینہ والوں سے
لڑنے اور کعبہ پر حملہ کرنے کے لیے فوج روانہ کی تھی تو عبدالملک بہت برافروختہ ہوا
تھا، وہ کہتا تھا کہ کاش آسمان زمین پر ٹوٹ پڑے، لیکن جب وہ خلیفہ ہوا تو خود اس
نے یہی کام کیا، بلکہ اس سے زیادہ ظلم اور تشدد سے، کیونکہ اُس نے حجاج کو ابن زبیر
کے محاصرے اور مکہ پر حملہ کرنے کے لیے بھیجا۔

خلافت سے پہلے عبدالملک کا شمار مدینہ کے مشہور فقہا میں تھا لوگ اُس کو مسجد
کا کبوتر کہتے تھے کیونکہ وہ ہمیشہ قرآن شریف کی تلاوت میں مصروف رہتا تھا، باپ
کے مرنے پر جب اُسے خلافت کی خوش خبری سنائی گئی تو اس نے قرآن شریف فوراً
بند کر دیا اور کہا۔

هذا فراق بيني وبينك یہ میرے اور تیرے درمیان جدائی کا وقت ہے۔

اس کے بعد وہ دُنیا کے جھگڑوں میں پڑ گیا، ایک روز عبدالملک نے سعید بن المسیب
سے کہا "سعید! اب میرا یہ حال ہو گیا ہے کہ جب میں کوئی نیک کام کرتا ہوں تو میرے
دل کو کوئی خوشی نہیں ہوتی، اور جب کوئی بُرائی کرتا ہوں تو اس کا کچھ رنج بھی نہیں ہوتا،
سعید نے کہا (اس کی وجہ یہ ہے کہ) اب تمہارے دل کی موت مکمل ہو چکی ہے۔

عبدالملک کے زمانے میں عبداللہ بن زبیر اور اُن کے بھائی مصعب امیر عراق
مارے گئے، عبداللہ بن زبیر مکہ میں پناہ گزین تھے، اور حجاز اور عراق والوں نے ان
کے ہاتھ پر بیعت کر لی تھی، لیکن وہ بہت بخیل آدمی تھے اس لیے وہ (حصولِ خلافت
میں) کامیاب نہ ہو سکے، عبدالملک نے حجاج کو اُن کے مقابلے کے لیے روانہ
کیا، حجاج نے مکہ میں اُن کا محاصرہ کر لیا، اور کعبہ پر منجنیق سے پتھر برسائے اور
وہ عبداللہ سے لڑا، لیکن عبداللہ کے عزیز واقارب اور ساتھیوں نے اُن کو بے یار

مددگار چھوڑ دیا، عبداللہ اپنی ماں کے پاس گئے اور کہنے لگے، اماں جان مجھے لوگوں نے چھوڑ دیا، یہاں تک کہ اب میری اولاد ——— اور عزیزو اقارب تک مدد نہیں کرتے، اور اب تو میرے پاس بہت تھوڑی جمعیت رہ گئی ہے اور وہ بھی صرف گھڑی بھر لڑنے کی تاب رکھتی ہے۔ اِس وقت یہ لوگ (بنی اُمیہ) دُنیا کی (دولت میں سے) جو کچھ میں طلب کروں مجھے دینے کے لیے تیار ہیں، ایسی صورت میں آپ کی کیا رائے ہے، ماں نے جواب دیا تم خود اپنے ضمیر کی حالت سے باخبر ہو، اگر تم اپنے خیال میں حق پر ہو تو اپنا کام کیے جاؤ، اور اپنی گردن بنی امیہ کے لونڈوں کے سپرد نہ کرو، اور اگر تم دُنیا طلبی کے لیے اُٹھے ہو تو تم (خدا کے) بدترین بندے ہو، تم خود بھی ہلاک ہوئے اور اپنے ساتھیوں کو بھی تم نے ہلاک کر دیا، تم دنیا میں ایسے کتنے دن زندہ رہو گے، اس لیے تمہارا تو مارا جانا ہی بہتر ہے، ابن زبیر نے کہا مجھے ڈر ہے کہ کہیں یہ لوگ مجھے مار کر میرا مثلہ نہ کر دیں۔ (یعنی ناک کان وغیرہ نہ کاٹ ڈالیں) ماں نے کہا بیٹے جب بکری ذبح ہو جاتی ہے تو کھال کھینچنے سے اُس کا کیا نقصان ہوتا ہے۔ غرض وہ ان باتوں سے اور اسی قسم کے اور فقروں سے اُن کو (لڑنے کے لیے) برانگیختہ کرتی رہی، یہاں تک کہ وہ باہر آئے اور لڑنے کا مصمم ارادہ کر لیا، آخر کار وہ مارے گئے، اور حجاج نے اُن کے قتل کی خوشخبری عبدالملک کے پاس بھیج دی، یہ واقعہ ۷۳ھ میں پیش آیا۔

ابن زبیر کے بھائی مصعب امیر عراق ایک بہادر، خوبصورت، اور جلیل القدر شخص تھے، (شاعروں نے اپنے کلام میں) ان کی بڑی تعریفیں کی ہیں، انھوں نے سکینہ بنت حسین رضؓ اور عائشہ بنت طلحہ رضؓ سے نکاح کر لیا تھا، اور وہ اُن دونوں کو اپنے گھر میں رکھتے تھے، ایک روز عبدالملک نے اپنے مصاحبوں سے پوچھا سب سے زیادہ بہادر شخص کون ہے؟۔ انھوں نے کہا "آپ ہیں"۔ عبدالملک نے کہا نہیں، بلکہ سب سے زیادہ بہادر شخص وہ ہے، جس نے اپنے گھر میں عائشہ بنت طلحہؓ اور سکینہ بنت حسین رضؓ

Marfat.com

کو جمع کر دیا ہے، یعنی مصعب۔

عبدالملک نے مصعب سے لڑنے کی تیاری شروع کی اور جب وہ اپنی بیوی عاتکہ بنت یزید بن معاویہ سے رخصت ہونے لگا تو اُس نے رونا شروع کیا، اُس کو روتا دیکھ کر اس کی کنیزیں بھی رونے لگیں، یہ حالت دیکھ کر عبدالملک نے کہا "عزہ کے عاشق کثیر پر خدا کی مار ہو، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اُس نے ہماری حالت کو پیش نظر رکھ کر یہ شعر کہے ہیں :۔

اذا ما اراد الغزو لم يثن همه　　حصان عليها نظم در يزينها

جب وہ لڑائی کا ارادہ کرتا ہے تو اُس کے عزم کو وہ پاک دامن عورت نہیں روک سکتی جس کے گلے کو موتیوں کا ہار زینت دیئے ہوئے ہے۔

نهته فلما لم تر النهي نافعاً　　بكت فبكى مما شجاها قطينها

اُس نے اس کو منع کیا لیکن جب اُس نے اپنے منع کرنے کا کچھ فائدہ نہ دیکھا تو وہ رونے لگی اور اُس کے رنج کا سبب دیکھ کر اُس کے گھر والے بھی اس کے رونے میں شریک ہوگئے۔

پھر عبدالملک فوراً مصعب سے لڑنے کے لیے روانہ ہوگیا، سرزمینِ دُجیل میں دونوں میں مقابلہ ہوا، سخت جنگ برپا ہوئی اور مصعب مارے گئے، یہ واقعہ ۷۱ھ کا ہے۔

عبدالملک ہوشیار، لائق اور ادیب شخص تھا، شعبی کہتے ہیں کہ جب میں نے کسی شخص سے علمی گفتگو کی تو میں نے اپنے ہی کو اُس کے مقابلہ میں زیادہ لائق پایا بجز عبدالملک بن مروان کے، اس لیے کہ جب کبھی میں نے اُس سے کسی مسئلہ میں گفتگو کی تو اُس نے میری معلومات میں کچھ اضافہ ہی کیا، یا جب میں نے کوئی شعر پڑھا تو اس نے اُس کے ساتھ اور اشعار بھی پڑھ دیئے (جو مجھے یاد نہ تھے)۔

عبدالملک سے لوگوں نے کہا آپ تو بہت جلد بوڑھے ہوگئے اُس نے جواب دیا

Marfat.com

"مجھے ممبروں پر چڑھنے، اور (اپنی تقریر میں) زبان کی غلطی کرنے کے خوف نے بوڑھا کر دیا" زبان میں اعراب کی غلطیاں کرنا عرب کے نزدیک بدترین قسم کی برائی سمجھی جاتی تھی۔

ایک مرتبہ عبدالملک نے، جبکہ وہ نو عمر لڑکا ہی تھا مسلم بن عقبہ مری کو (واقعہ حرہ کے موقع پر) ایک مشورہ دیا تھا (جو اُس کی ہوشیاری پر دلالت کرتا ہے) یہ وہ وقت تھا جبکہ مسلم کو یزید بن معاویہ نے مدینہ والوں سے لڑنے کے لیے بھیجا تھا، جب مسلم وہاں پہنچا تو بنی امیہ مدینہ میں محصور تھے، پھر انھیں مدینہ سے باہر نکال دیا گیا، جب وہ مسلم بن عقبہ سے آ کر ملے تو اُس نے عبدالملک بن مروان سے جو اُس وقت ایک نوعمر لڑکا ہی تھا (حملہ کے متعلق) مشورہ لیا، اُس نے کہا مناسب رائے یہ ہے کہ تم اپنے ساتھیوں کو لے کر روانہ ہو جاؤ، اور جب مدینہ کے کسی قریب ترین نخلستان تک پہنچو تو وہاں قیام کر لو۔ تمہارے آدمی اس کے سایہ میں آرام کر سکیں گے اور اُس کے چُنے ہوئے پھل کھا کر (تازہ دم) ہو جائیں گے۔ پھر صبح کے وقت وہاں سے کوچ کرو اور گھوم کر مدینے کو بائیں جانب چھوڑتے ہوئے، اُس سیاہ پتھریلے میدان میں پہنچ جاؤ جو مدینہ کے مشرق میں واقع ہے، پھر تم اُن کا رُخ کرو۔ (ایسی صورت میں) جب تم ان کا مقابلہ کرو گے، تو اُس وقت آفتاب نکل چکا ہوگا، اور وہ تمہارے آدمیوں کی پشت کی جانب ہوگا، اور انھیں تکلیف نہ دے گا، بلکہ اُس کی ایذا مدینہ والوں کو پہنچے گی، تمہارے خودوں، نیزوں، تلواروں، اور زرہوں کی چمک اُن کی نظروں کو خیرہ کر دیگی، اور خود تم کو اس وقت تک اُن کے ہتھیاروں کی چمک نظر نہ آئے گی، جب تک کہ وہ تم سے مغرب میں رہیں گے۔ پھر تم اُن سے مقابلہ کرنا اور خدا سے مدد مانگنا۔

ایک روز عبدالملک نے اپنے مصاحبوں سے کہا کہ اس شعر کے متعلق تمہاری کیا رائے ہے:-

اھیم بدعد ما حییت فان امت   فواحربا ممن یھیم بھا بعدی

جب تک میں زندہ ہوں دعد کے عشق میں سرگرداں رہوں اور اگر مرگیا تو نہایت افسوس ہے دمیرے بعد
اس شخص کی حالت کا تصور کرکے جو میرے بعد اس پر فریفتہ ہوگا۔

مصاحبوں نے جواب دیا مضمون اچھا ہے، عبدالملک نے کہا یہ مرنے والا بکواس کرنے والا شخص ہے، یہ مضمون اچھا نہیں ہے۔ مصاحب بولے آپ بجا فرماتے ہیں۔ عبدالملک نے کہا تو پھر اُسے کیا کہنا چاہیے تھا، اس پر ان میں سے ایک شخص بولا یوں کہتا تو زیادہ مناسب تھا۔

اھیم بدعد ما حییت فان امت　　اوکل بدعد من یھیم بھا بعدی

جب تک میں زندہ ہوں دعد کے عشق میں سرگرداں رہوں گا، اور اگر مرگیا تو دعد کے لیے ایسا شخص مقرر کر جاؤں گا جو میرے بعد اُس پر سرگرداں رہے۔

عبدالملک نے کہا یہ مرنے والا تو "بڑا بے غیرت" ہوا، مصاحبوں نے کہا کہ پھر شاعر کس طرح کہنا چاہیے تھا، اُس نے کہا اِس طرح:۔

اھیم بدعد ما حییت فان امت　　فلا صلحت دعدٌ بذی خلۃ بعدی

میں عمر بھر دعد کی محبت میں سرگرداں رہوں گا، اور اگر مرگیا تو (میری دعا ہے) کہ میرے بعد دعد کسی محبت کرنے والے کے قابل ہی نہ رہے۔

اُن لوگوں نے کہا امیرالمومنین آپ تو (عرب کے) تینوں مشہور شعرا سے شاعری میں بڑھے ہوئے ہیں۔

(جب عبدالملک بیمار ہوا) اور اُس کے مرض نے شدت اختیار کی تو اُس نے کہا مجھے کسی اونچی جگہ پر چڑھا دو۔ چنانچہ اُس کو ایک بلند مقام پر چڑھا دیا گیا۔ جہاں اُس نے تازہ ہوا میں سانس لی۔ پھر کہنے لگا "اے دُنیا تو کتنی اچھی ہے۔ تیری طویل زندگی بھی دراصل مختصر ہے، اور تیرا بہت کچھ (دیا ہوا) بھی تھوڑا ہے۔ بیشک ہم تیرے متعلق دھوکے ہی میں رہے، پھر اُس نے بطور مثال یہ دو شعر پڑھے۔

Marfat.com

ان تناقش یکن تناقشك یارب   عذابا لاطوق لی بالعذاب

اے پروردگار اگر تو نے گرفت کی تو تیری گرفت ایک عذاب ہوگی، اور مجھ میں عذاب برداشت کرنے کی طاقت نہیں ہے۔

وَاِن تجاوز فانت رب صفوح   عن مسیئ ذنوبه کالتراب

اور اگر تو معاف کر دے تو ایسے گنہگاروں کا بھی تو معاف کرنے والا ہے جن کے گناہ مٹی (کے ذروں) کی طرح بے شمار ہوں۔

جب عبدالملک مر گیا تو اُس کے بیٹے ولید نے اُس کے جنازے کی نماز پڑھائی اُس وقت اس کے دوسرے بیٹے ہشام نے تمثیلاً یہ شعر پڑھا۔

فما کان قیس ھُلکہ ھلك واحدٍ   ولکنه بنیان قوم تھدّ ما

قیس کی موت تنہا ایک شخص کی موت نہ تھی، وہ دراصل ایک قوم کی بنیاد تھی جو منہدم ہو گئی۔

ولید نے کہا خاموش ہو جا، تو شیطان کی زبان سے بول رہا ہے، تو نے اس طرح کیوں نہیں کہا جس طرح کہ ایک دوسرا شاعر کہتا ہے:۔

اذا مات منا سیدٌ قام سیدٌ   قؤلٌ لما قال الکرام فعولٌ

جب ہم میں سے کوئی سردار مر جاتا ہے تو دوسرا سردار کھڑا ہو جاتا ہے۔ اور وہ وہی کہتا اور کرتا ہے جو نیک اور شریف کہتے اور کرتے ہیں۔

عبدالملک نے جب اپنے بھائی عبدالعزیز کو جب کہ وہ مصر کا حاکم (گورنر) بن کر جا رہا تھا، یہ نصیحت کی کہ "سب کے ساتھ خندہ پیشانی اور نرمی سے پیش آنا، اور تمام باتوں میں نرمی اختیار کرنا، کیونکہ یہی (خوبیاں) تم کو کامیاب بنائیں گی، دربان کا خاص طور پر لحاظ رکھنا، دربان تمہارے عزیزوں میں سے بہترین شخص ہونا چاہیے، کیونکہ وہی تمہاری صورت اور زبان کی نمایندگی کرے گا۔ جو شخص تمہارے دروازے پر کھڑا ہو، تو دربان پر لازم ہے کہ اُس کے اصلی مرتبہ سے تمہیں آگاہ کرے، تاکہ تم خود ہی

اُس کو باریاب کرنے یا واپس کرنے کا فیصلہ کر سکو اور جب تم اپنے دربار میں جاؤ تو خود پہلے سلام کرو، تاکہ لوگ تم سے مانوس ہو جائیں، اور اُن کے دلوں میں تمہاری محبت جگہ کرلے، اور جب تمہیں کوئی مشکل مسئلہ پیش آئے تو مشورہ کی مدد سے اُس کو حل کرو۔ اس لیے کہ مشورہ کر لینے سے مشکل کام آسان ہو جاتے ہیں، اور جب تم کسی پر ناراض ہو تو اُسے سزا دینے میں جلدی نہ کرو۔ کیونکہ دیر لگانے کے بعد بھی تم سزا دے سکتے ہو لیکن جب تم نے سزا دیدی تو اُس کو واپس لینا تمہارے امکان سے باہر ہو جاتا ہے۔

عبدالملک نے ۸۶ھ میں انتقال کیا۔

(۶) ولید بن عبدالملک

عبدالملک کے بعد اُس کا بیٹا ولید فرماں روا ہوا، شام والوں کے نزدیک حُسنِ سیرت کے لحاظ سے ولید بنی امیہ کا بہترین خلیفہ شمار کیا جاتا ہے۔ ولید نے متعدد جامع مسجدیں۔ جامع دمشق، جامع مدینہ اور مسجد اقصیٰ تعمیر کیں جذامیوں کے وظائف مقرر کیے اور انھیں بھیک مانگنے سے منع کیا، اُس نے ہر ایک اپاہج کے لیے ایک خادم اور ہر اندھے کے لیے ایک لکڑی پکڑنے والا مقرر کیا۔

ولید کی خلافت میں بڑی بڑی فتوحات ہوئیں، جن میں اندلس، کاشغر اور ہندوستان خاص طور پر قابل ذکر ہیں) اُس کو کارخانے قائم کرنے، عمارات بنانے، اور زمین آباد کرنے کا بڑا شوق تھا۔ ولید کے زمانے میں جب لوگ آپس میں ملتے تھے تو عمارتوں کا تذکرہ کرتے تھے، بخلاف اس کے اُس کے بھائی سلیمان کو کھانا کھانے اور نکاح کرنے کا شوق تھا، چنانچہ اُس کے زمانے میں جب لوگ باہم ملتے تھے تو کھانوں اور نکاحوں کا تذکرہ کیا کرتے تھے۔

عمر بن عبدالعزیز عبادت اور تلاوت کے دلدادہ تھے، ان کے عہد میں جب لوگ

ایک دوسرے سے ملتے تو دریافت کرتے کہ آج رات تم نے کونسا وظیفہ پڑھا ہے، تم کو کتنا قرآن حفظ ہے اور مہینہ میں کتنی راتیں تم شب بیداری میں گزارتے ہو، دراصل یہ (یعنی رعایا کا بادشاہ کے ذوق میں شریک ہونا) بادشاہ کا ایک قدرتی اثر ہے، جس کا ذکر پہلے آچکا ہے۔

ولید عربی غلط بولتا تھا، اس کی نحو اچھی نہ تھی، ایک روز اُس کے پاس ایک اعرابی آیا، جو اپنی قرابت ظاہر کرتے ہوئے تقرب چاہتا تھا، ولید نے اُس سے پوچھا مَنْ خَتَنَكَ (تیرا ختنہ کس نے کیا ہے؟) ولید نے (غلطی سے) نون کو زبر دے دیا۔ اعرابی نے یہ سمجھتے ہوئے کہ وہ ختنہ کے متعلق دریافت کرتا ہے، جواب دیا کہ ایک طبیب نے (میرا ختنہ کیا ہے) ولید کے بھائی سلیمان نے اعرابی سے کہا امیرالمومنین دریافت فرماتے ہیں مَنْ خَتَنُكَ سلیمان (قاعدۂ نحو کے مطابق) نون کو پیش دے کر بولا (یعنی تیرا داماد کون ہے؟) اس پر اعرابی نے اپنا رشتہ بتاتے ہوئے کہا کہ میرا داماد فلاں شخص ہے۔

ایک مرتبہ اُس کے باپ عبدالملک نے غلط زبان بولنے پر اُس پر بہت عتاب کیا اور کہا کہ وہ شخص عرب پر حکومت نہیں کر سکتا جو ان کی زبان اچھی طرح نہ بول سکتا ہو، یہ سنکر ولید (پڑھنے کے لیے) ایک مکان میں داخل ہو گیا اور اپنے ساتھ علمائے نحو کی ایک جماعت کو بھی لے گیا۔ ولید نے وہاں ایک عرصہ تک قیام کیا اور زبان سیکھنے میں مصروف رہا، لیکن جب باہر آیا تو اُس سے بھی زیادہ جاہل تھا جبکہ وہ پڑھنے کے لیے داخل ہوا تھا جب عبدالملک کو اس کی اطلاع پہنچی تو اُس نے کہا کہ اب تو یہ معذور ہے۔

(۷) سلیمان بن عبدالملک

ولید کے بعد اُس کا بھائی سلیمان بن عبدالملک فرماں روا ہوا، اِس کے دورِ حکومت میں پے در پے فتوحات ہوئیں، سلیمان بڑا غیرت مند شخص تھا، اس کو کھانے کی بھی بڑی حرص تھی کہتے ہیں کہ جب باورچی اُس کے پاس بُھنا ہوا گوشت لاتا تھا، تو اُس کے ٹھنڈے

Marfat.com

ہونے تک صبر نہیں کرتا تھا، اور فوراً اس کو اپنی آستین سے پکڑ کر کھانے لگتا تھا، سلیمان فصیح اور بلیغ بھی تھا۔

اِس موقع پر ایک حکایت کا نقل کرنا بے جا نہ ہوگا، اصمعی کہتے ہیں کہ میں ہارون رشید سے باتیں کر رہا تھا کہ اثنائے کلام میں زیادہ کھانے والوں کا ذکر بھی آگیا، میں نے کہا سلیمان بن عبدالملک بڑا پیٹو تھا جب اُس کے پاس باورچی بھنا ہوا گوشت لاتا تھا تو جھپٹ کر اس کو آستین سے پکڑ لیتا تھا، ہارون رشید نے کہا "اصمعی تم لوگوں کے حالات سے خوب واقف ہو، چند روز ہوئے جب میں نے سلیمان کے جبوں کا جائزہ لیا تو اُن کی آستینوں پر چکنائی کا اثر پایا، میں نے خیال کیا کہ شاید یہ کوئی خوشبو ہوگی"۔ اصمعی کہتے ہیں کہ پھر ہارون نے مجھے ان میں سے ایک جُبہ دینے کا حکم دیا۔

کہتے ہیں کہ ایک روز سلیمان نے سبز جوڑا پہنا اور سبز ہی عمامہ باندھا، پھر آئینہ دیکھ کر بولا میں ایک جوان بادشاہ ہوں، اتنے میں اُس کی ایک کنیز اس کی طرف دیکھنے لگی، سلیمان نے پوچھا تو کیا دیکھ رہی ہے اُس نے یہ اشعار پڑھے۔

انت نعم المتاع لو کنت تبقی — غیر ان لا بقاء للانسان

تو بہترین سرمایہ ہے کاش تجھے بقا نصیب ہوتی۔ لیکن کیا کیا جائے بقا انسان کی قسمت ہی میں نہیں ہے۔

لیس فیما علمته فیک عیب — کان فی الناس غیر انک فان

جہاں تک مجھے علم ہے تجھ میں کوئی ایسا عیب نہیں، جو لوگوں میں پایا جاتا ہے، بجز اس کے کہ تو فانی ہے۔

اس واقعہ پر ایک جمعہ بھی گذرنے نہیں پایا کہ سلیمان مر گیا اُس کا انتقال ۹۹ھ میں ہوا۔

(۸) عمر بن عبد العزیز

سلیمان کے بعد عمر بن عبدالعزیز بن مروان حکمراں ہوا، جب سلیمان بن عبدالملک مرض الموت میں مبتلا ہوا، تو اُس نے چاہا کہ اپنے کسی لڑکے کے لیے بیعت حاصل کرے تو

اس کے ایک مصاحب نے اُسے اِس ارادہ سے باز رکھا، اور کہا کہ اے امیرالمومنین خلیفہ کو قبر میں یہی عمل امن اور چین سے رکھ سکتا ہے کہ وہ رعایا کی نگہداشت کسی نیک شخص کے سپرد کرے، سلیمان نے کہا میں خدا سے استخارہ کرنے کے بعد کچھ کروں گا، پھر سلیمان نے اُس (مصاحب سے) عمر بن عبدالعزیز کے متعلق مشورہ لیا چنانچہ اس نے عمر ہی کے حق میں رائے دی، اور اُن کی خوبیاں بیان کرتے ہوئے اُن کی بڑی تعریف کی اس کے بعد سلیمان نے عمر بن عبدالعزیز کی ولی عہدی کے متعلق ایک تحریر لکھی اور اُس کو بند کرکے مہر لگا دی، اور اپنے خاندان والوں (بنی مروان) کو بلا کر کہا کہ اُس شخص کے لیے بیعت کرو جس کو میں نے اِس تحریر میں اپنا ولیعہد بنا دیا ہے، لیکن اُن کو یہ نہیں بتایا (کہ کس کا نام اس میں لکھا ہے) چنانچہ انھوں نے بیعت کرلی، جب سلیمان مر گیا تو اُسی شخص نے بنی مروان کو جمع کیا جس نے عمر بن عبدالعزیز کی خلافت کا مشورہ دیا تھا، اُس نے سلیمان کی موت کو اُن سے چھپاتے ہوئے کہا کہ ایک مرتبہ اور بیعت کرو، چنانچہ انھوں نے دوبارہ بیعت کرلی، جب اُس نے دیکھا کہ اب اس معاملہ میں کوئی کمزوری باقی نہیں رہی ہے، تو پھر اُس نے سلیمان کے مرنے کی خبر اُن کو سنا دی۔

عمر بن عبدالعزیز بہترین خلفاء میں سے تھے، وہ عالم، زاہد، عبادت گزار، خدا ترس اور پرہیزگار آدمی تھے، اُن کی سیرت ہمیشہ پسندیدہ رہی اور وہ قابلِ تعریف کام کرتے ہوئے (اس دُنیا سے) رخصت ہوگئے۔ اُن ہی نے امیرالمومنین حضرت علیؓ کو گالیاں دینا بند کردیا۔ بنی امیہ (کا دستور تھا کہ وہ) ممبر پر حضرت علیؓ کو گالیاں دیا کرتے تھے، عمر بن عبدالعزیز کہتے ہیں کہ میرے باپ عبدالعزیز بن مروان نہایت تیزی اور روانی سے خطبہ دیتے ہوئے چلے جاتے تھے، لیکن جب امیرالمومنین حضرت علیؓ کا ذکر آتا تو اُن کی زبان رکنے لگتی تھی، جب میں نے اُن سے اِس کا ذکر کیا تو کہنے لگے بیٹا! کیا تم نے یہ بات محسوس کرلی ہے، میں نے کہا جی ہاں، وہ بولے بیٹے! اگر عام لوگوں کو

Marfat.com

حضرت علیؓ کے متعلق وہ (فضائل) معلوم ہو جائیں جو ہم کو معلوم ہیں تو وہ ہمیں چھوڑ کر اُن کی اولاد سے جا ملیں گے، جب عمر بن عبدالعزیز خلیفہ ہوئے تو انھوں نے خطبہ میں گالیاں دینا چھوڑ دیا اور اس کی جگہ یہ آیت مقرر کی۔

اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيْتَاءِ ذِي الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ۔

بے شک اللہ عدل، احسان، اور اقارب کے ساتھ سلوک کرنے کا حکم دیتا ہے اور فحش باتوں ناروا فعل اور دست درازی سے روکتا ہے وہ تم کو نصیحت کرتا ہے تاکہ تم نصیحت قبول کرو۔

شاعروں نے (اس نیک عمل پر) اُس کی مدح کی، چنانچہ منجملہ دوسرے تعریف کرنے والوں کے عزہ کا (عاشق) کثیرؔ اُس کی مدح میں کہتا ہے۔

ولیت فلم تشتم علیا ولم تخف بریئا ولم تتبع مقالۃ مجرم

جب تو والیِ خلافت ہوا تو نے علیؓ کو گالیاں نہیں دیں، نہ کسی بے گناہ کو ڈرایا، اور کسی مجرم کی بات مانی۔

وقلت فصدقت الذی قلت بالذی فعلت فاضحیٰ راضیا کل مسلم

جو کچھ تو نے کہا اُسے اپنے عمل سے سچا کر دکھایا۔ جس سے ہر مسلمان راضی ہو گیا۔

وقد لبست لبس الھلوك ثیابہا وابدت لك الدنیا بخد ومعصم

حالانکہ دُنیا نے زن بازاری کی طرح (تیرے لُبھانے کے لیے) کپڑے پہنے تھے اور اُس نے اپنا رخسار اور کلائی (تجھے فریفتہ کرنے کے لیے) دکھائی تھی۔

وتومض احیانا بعین مریضۃ وتبسم عن مثل الجمان المنظم

کبھی وہ اپنی چشم بیمار سے چشمک زنی کرتی تھی، اور کبھی مسکراتے ہوئے ایسے (خوبصورت) دانت دکھاتی تھی، جو نقرئی موتیوں کی لڑی کی طرح چمکدار تھے۔

فاعرضت عنہا مشمئزا کانما سقتك مدوفا من سمام وعلقم

تو نے نفرت کرتے ہوئے اُس سے منہ پھیر لیا۔ گویا کہ وہ زہر آلود شربت اور اندرائن تجھے پلا رہی تھی۔

وقد کنت منہا فی جبال ارومہا ومن بحرہا فی زاخر السیل مفعم

حالانکہ تو دنیا کے دامنِ کوہ میں (کھڑا) تھا اور حالانکہ تو دنیا کے سمندر کے اُس مقام پر (کھڑا) تھا

جو موجزن تھا اور پانی سے لبریز (یعنی دنیا کی دولت کثرت سے تیرے پاؤں میں پڑی تھی)

شریف رضی موسوی عمر کے مرثیے میں کہتا ہے۔

(۱) اے عبدالعزیز کے بیٹے اگر امیہ کے کسی جوان پر میری آنکھ آنسو بہاتی تو میں تجھ پر بھی روتا۔

(۲) تو نے ہی گالیوں سے ہم کو نجات دلائی، اگر اس کا بدلہ ممکن ہوتا تو میں ضرور تجھے اس کا بدلہ دیتا۔

(۳) میں یہی کہوں گا کہ تو پاک ہے، اگرچہ تیرا خاندان پاک نہیں ہے،

(۴) اے خانقاہِ سمعان تجھ پر صبح کے بادل ہمیشہ برستے رہیں، کیونکہ مروان کا بہترین مرنے والا تیرے حصے میں آیا ہے۔

مشہور قول ہے کہ "سرشکستہ" اور "ناقص" بنی مروان کے سب سے زیادہ منصف مزاج (خلیفہ) تھے، سرشکستہ اشارہ ہے عمر بن عبدالعزیزؒ کی طرف، اور ناقص کا ذکر انشاء اللہ آئندہ (صفحات میں) آئے گا، عمرؒ کی وفات خانقاہِ سمعان میں سنہ ۱۰۱ھ میں ہوئی۔

(۹) یزید بن عبدالملک

عمر بن عبدالعزیز کے بعد یزید بن عبدالملک حکمراں ہوا، یہ بنی امیہ کا رند تھا اور سُلامہ اور حبابہ نامی دو کنیزوں پر مفتون تھا، اُس نے اپنا وقت انہی دونوں کے ساتھ گزار دیا، ایک دن کا ذکر ہے کہ حبابہ نے یہ شعر اُس کو گا کر سنایا۔

بین التراقی واللہاۃ حرارۃ ما تطمئن ولا تسوغ فتبرد

گلے کی ہنسلیوں اور حلق کے درمیان ایک جلن ہے۔ جو کسی طرح تسکین نہیں پاتی اور نہ گلے

اتر کر ٹھنڈی ہوتی ہے۔

یہ سن کر یزید اپنی جان دینے کے لیے جھک پڑا، کنیز نے کہا اے امیرالمومنین ابھی ہم کو آپ کی ضرورت ہے، اس نے کہا میں تو ضرور مروں گا، کنیز بولی تو پھر امت کو کس پر چھوڑ کر جاتے ہو، یزید نے جواب دیا تجھ پر، یہ کہہ کر اس نے کنیز کا ہاتھ چوم لیا، اتنے میں یزید کا ایک خادم یہ کہتے ہوئے اُدھر سے گزرا، خدا تیری آنکھیں ٹھنڈی نہ رکھے، یہ کتنا بڑا احمق ہے ذرا اس کا مقابلہ اس کے باپ عبدالملک سے تو کرو۔ جب کہ وہ مصعب بن زبیر سے لڑنے کے لیے نکلا، اور اس وقت عاتکہ بنت یزید نے اسے روکنا چاہا، مگر اس نے اس کی طرف دیکھا تک نہیں، عبدالملک نے دو شعر (موقع کے حسب حال) پڑھے (اور چل دیا) اس واقعہ کی تفصیل عبدالملک کے حالات میں گذر چکی ہے۔

یزید کی حکومت کچھ مفید ثابت نہیں ہوئی، نہ اس کے زمانہ میں فتوحات ہوئیں اور نہ کوئی قابلِ ذکر واقعات پیش آئے، یزید کی موت ۱۰۵ھ میں عشق و فریفتگی کے عالم میں واقع ہوئی۔ (واہ رے شہیدِ محبت)

(۱۰) ہشام بن عبدالملک

یزید کے بعد اس کا بھائی ہشام بن عبدالملک حکمراں ہوا، ہشام حد درجہ بخیل تھا، مگر اس کے ساتھ نہایت عقلمند، بردبار، اور پاکدامن بھی تھا، اس کا دورِ حکومت عرصۂ دراز تک رہا۔ اس کے زمانہ میں بہت سے واقعات پیش آئے، چنانچہ ان واقعات میں زید بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب کا قتل بھی ہے جس کی تفصیل یہ ہے:

زید بن علی فرقۂ زیدیہ کے امام تھے، علم، زہد، تقویٰ، شجاعت، دین داری، اور شرافت نفس کے اعتبار سے اہلِ بیت کے ایک بڑے بزرگ تھے، وہ ہمیشہ سے خلافت کے خیال کو اپنے دل میں پرورش دے رہے تھے، اور اپنے آپ کو اس کا اہل بھی سمجھتے تھے،

Marfat.com

خلافت کا خیال ہمیشہ سے اُن کے دل میں گردش کرتا رہتا تھا جو اُن کے چہرے اور بُشرے سے نمایاں تھا، اور اُن الفاظ سے بھی ظاہر ہوتا تھا جو ان کی زبان سے بے ساختہ نکل جاتے تھے، یہاں تک کہ ہشام بن عبدالملک کا زمانہ آیا، ہشام نے اُن پر یہ تہمت رکھی کہ انھوں نے خالد بن عبداللہ قسری (معزول حاکم کوفہ) کی ایک امانت پر قبضہ کر رکھا ہے) اور اُن کو یوسف بن عمر کے پاس، جو اُس زمانے میں حاکم عراق تھا، (اس فرضی الزام کو ثابت کرنے کے لیے) بھیجدیا۔ اُس نے زید سے قسم لے کر کہ ان کے پاس خالد کا کوئی مال نہیں ہے آزاد کردیا۔

اِس واقعہ کے بعد زید نے مدینے کا رُخ کیا، کوفہ والے بھی پیچھے پیچھے روانہ ہوئے اور اُن سے کہنے لگے، خدا آپ پر رحم کرے، آپ کہاں جا رہے ہیں؟، آپ کی مدد کے لیے تو یہاں ایک لاکھ تلواریں موجود ہیں، جو ہم آپ کے لیے چلانے کو تیار ہیں، یہاں بنی امیہ کی تعداد بہت کم ہے اگر ہمارا صرف ایک قبیلہ (اُن کو مارنے کا) ارادہ کرلے تو وہی خدا کی تائید سے کافی ہوگا۔ غرض کوفہ والوں نے (اس وعدے کے اظہار سے) اور اسی قسم کی اور باتوں سے ان کو (خلافت) کی ترغیب دلائی، زید نے کہا اے لوگو! مجھے تمہاری بے وفائی کا اندیشہ ہے، تم نے میرے دادا حسینؑ کے ساتھ جو کچھ کیا تھا وہ ظاہر ہے، یہ کہکر زید نے انکار کردیا، انھوں نے خدا کا واسطہ دلایا اور کہا آپ ضرور واپس چلیں، ہم اپنی جانیں آپ کے لیے قربان کردیں گے۔ ہم آپ کو یقین دلانے کے لیے قسم کھاتے ہیں، اور ہر طرح قول و قرار کرتے ہوئے اور حلف اٹھاتے ہوئے وعدہ کرتے ہیں، (کہ ضرور آپ کے لیے جان لڑادیں گے) ہم کو امید ہے کہ فتح آپ ہی کو حاصل ہوگی، اور یہ (وہی) زمانہ ہوگا جس میں بنی امیہ تباہ ہوجائیں گے، وہ اپنی کوشش پر قائم رہے یہاں تک کہ اُنھیں واپس لے آئے، جب وہ کوفہ واپس پہنچے، تو شیعہ لوگ ان کے پاس آنے لگے اور انھوں نے اُن کے ہاتھ پر بیعت شروع کردی، اور (بیعت کرنے والوں کی) تعداد

اِس حد تک پہنچ گئی کہ مدائن، بصرہ، واسط، موصل، خراسان، رَی، جرجان اور جزیرہ (میسوپوٹیمیا) کے لوگوں کو چھوڑ کر صرف کوفہ کے پندرہ ہزار آدمیوں کا شمار اُن کے دفتر نے کیا۔ یہ لوگ کئی مہینے تک کوفہ میں ٹھیرے رہے، پھر جب زید کا کام پوری طرح بن گیا، اور اُن کے سر پر جھنڈے لہرانے لگے، تو وہ بولے، میں اُس خدا کی تعریف کرتا ہوں جس نے میرے لیے میرے دین کو کامل کر دیا ہے، خدا کی قسم مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حیا آتی تھی کہ میں کل کے روز حوض کوثر پر آپ کے پاس جاؤں، درآں حالیکہ میں نے آپ کی امت کو نہ نیک کاموں کا حکم دیا ہو اور نہ بُری باتوں سے روکا ہو۔"

جب زید کے پاس لوگ جمع ہو گئے تو انھوں نے اپنے مقصد کا اعلان کر دیا، اور جو اُن سے مخالف ہوا اُس کی اُنھوں نے بھی مخالفت شروع کر دی، یوسف بن عمر اُن کے مقابلے کے لیے فوجیں جمع کر کے نکلا، دونوں نے اپنے ساتھیوں کو خوب تیار کیا تھا، دونوں لشکر مقابل ہوئے، اور سخت جنگ برپا ہوئی، زید کے ساتھی پراگندہ ہو گئے اور انھوں نے زید کو بے یار و مددگار چھوڑ دیا اور وہ ایک چھوٹی سی جمعیت کے ساتھ میدان میں رہ گئے، وہ (اس خداوندی) آزمائش میں خوب ثابت قدم رہے، اور شدت سے مقابلہ کیا، اتنے میں ایک تیر آکر اُن کی پیشانی پر لگا، (جو کسی طرح ہاتھ سے کھینچ کر نہ نکل سکا) آخر کار انھوں نے ایک لوہار بلوا کر اسے نکلوایا، اُسی تیر میں اُن کی جان اٹکی ہوئی تھی، اُس کے نکلتے ہی انھوں نے وفات پائی۔ اُن کے ساتھیوں نے ایک نہر میں اُن کی قبر کھودی اور اُنھیں وہاں دفن کر کے اوپر سے پانی بہا دیا۔ اور یہ بھی اس خوف سے کہ (کہیں دشمن قبر کا پتہ چلا کر) اُن کا مُثلہ نہ کر ڈالیں۔ جب یوسف بن عمر کامیاب ہو گیا تو اُس نے زید کی قبر کا پتہ لگانا شروع کیا، لیکن معلوم نہ کر سکا، آخر ایک غلام نے اس کو پتہ بتا دیا چنانچہ اُس نے زید کی نعش کو قبر سے نکال کر سولی پر لٹکا دیا۔ نعش ایک عرصہ تک سولی پر لٹکی رہی، پھر وہ جلا دی گئی اور اس کی راکھ دریائے فرات میں ڈال دی گئی، خدا اُن پر رحم

Marfat.com

رہے، اور ان پر ظلم کرنے والوں پر لعنت کرے جنہوں نے ان کا حق چھین لیا تھا، اس میں شک نہیں کہ زید شہادت اور مظلومیت کی حالت میں چل بسے۔

ہشام کے زمانے میں بنی عباس کے "داعی" بلادِ مشرق (خراسان) میں پھیل گئے، اور شیعوں نے خفیہ طور پر اپنی تحریک شروع کر دی، ہشام کی فوجوں نے ترکوں پر ماوراءالنہر میں چڑھائی کی اور کامیاب ہوئیں، اس کے بعد خاقان (شاہِ ترک) مارا گیا۔

(۱۱) ولید بن یزید بن عبدالملک

ہشام کے بعد ولید بن یزید بن عبدالملک حکمراں ہوا، ولید بنی امیہ کا ایک نوجوان، خوش طبع، بہادر، فیاض، اور سخت گیر شخص تھا، وہ ہمیشہ کھیل کود، شراب نوشی، اور گانا سننے میں منہمک رہتا تھا، وہ ایک اچھا شاعر بھی تھا، عتاب، غزل، اور خمریات میں اس کے اچھے اچھے اشعار پائے جاتے ہیں، اس کے بہترین کلام کے منجملہ وہ اشعار بھی ہیں، جو اس نے ہشام بن عبدالملک کو لکھ کر بھیجے تھے جبکہ ہشام نے اس کو (ولیعہدی سے) معزول کرنا چاہا تھا، اور یہ اس لیے کہ جب اس نے ولید کو علانیہ طور پر فسق و فجور میں مبتلا اور تعیشات میں منہمک پایا، تو اس کے دل میں اپنے بیٹے کو خلیفہ بنانے کی طمع پیدا ہوئی، ہشام نے چاہا کہ ولید خود اپنے کو معزول کر دے، اس نے زبانی بھی ولید سے سخت و سست کہا اور دھمکیاں بھی دیں، اس پر ولید نے یہ اشعار اس کو لکھ بھیجے:۔

كفرت يدا من منعم لو شكرتها ۔۔۔ جزاك بها الرحمٰن ذو الفضل والمن

تو نے ایک محسن کے احسان کی ناشکری کی حالانکہ تو اگر شکریہ ادا کرتا۔ تو اللہ جو صاحبِ فضل واحسان ہے ضرور تجھے نیک بدلہ دیتا۔

رأيتك تبني جاهدا في قطيعتي ۔۔۔ ولو كنت ذا حزم لهدمت ما تبني

میں دیکھتا ہوں کہ تو اپنی پوری کوشش سے میری بیخ کنی میں عمارت کھڑی کر رہا ہے۔ اگر تو دانشمند ہوتا

Marfat.com

تو جو کچھ تو نے بنایا ہے اُسے منہدم کر دیتا۔

ارالٹ علی البا قین تجنی ضغینۃ　　فیا ویحھم ان مت من شر ما تجنی

میں دیکھ رہا ہوں کہ تو پچھلے لوگوں سے کینہ پروری کر رہا ہے اب اگر تو مر گیا تو تیری ان بری حرکات سے ان کا حال کیسا کچھ افسوس ناک ہوگا۔

کانی بھم یوما واکثر قولھم　　ایا لیت انا حین "یا لیت" لا یغنی

گویا میں اُس دن کو دیکھ رہا ہوں جبکہ وہ زیادہ تر یہی کہیں گے۔ کاش ہم (ایسے ہوتے) جبکہ "کاش" سے کچھ فائدہ نہ ہوگا۔

لوگوں نے کثرت سے ولید کے مضامین چرائے اور اپنے اشعار میں شامل کر لیے، یہاں تک کہ ابونواس بھی ان لوگوں میں ہے جس نے خمریات میں اُس کے مضامین اخذ کیے ہیں۔

کہا جاتا ہے کہ (ایک مرتبہ) ولید نے قرآن میں فال نکالی تو یہ نکلی۔

وَاسْتَفْتَحُوْا وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ　　وہ (پیغمبر) کامیاب ہوئے اور ہر ایک سرکش اور معاند ناکام رہا۔

اِس پر ولید نے قرآن اُٹھا کر پھینک دیا اور اُس پر تیر بھی چلائے اور کہنے لگا۔

تھددنی بجبار عنید　　نعم انا ذاك جبار عنید

تو مجھے جبار عنید کہہ کر دھمکی دیتا ہے۔ ہاں میں وہی جبار عنید ہوں۔

اذا ما جئت ربك یوم بعث　　فقل یا رب خرقنی الولید

جب تو قیامت کے دن اپنے پروردگار کے پاس جائے تو کہدینا اے پروردگار مجھے ولید نے پھاڑ ڈالا۔

اِس واقعہ کے بعد ولید تھوڑے ہی دن زندہ رہا پھر مارا گیا اُس کے قتل کا سبب وہی تھا جو ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ وہ خلافت سے قبل ہی کھیل کود، شراب خوری اور احکامِ الٰہی کی بے حرمتی میں مصروف رہتا تھا، اور جب وہ خلیفہ ہوا تو تعیشات میں اُس کا انہماک اور علانیہ (خدا کی) نافرمانی اور بھی بڑھ گئی، اس کے علاوہ اُس نے

Marfat.com

اپنے خاندان کے بزرگوں کو بھی دشمن بنالیا، اُن کے ساتھ برائیاں کیں اور انھیں اپنے سے متنفر کردیا۔ یہ لوگ رعایا کے سرداروں سے مل گئے، اور حملہ کرکے اُسے قتل کرڈالا، یہ واقعہ ۱۲۶ھ میں یزید بن عبدالملک کی سرکردگی میں ہوا۔

(۱۲) یزید بن الولید بن عبدالملک

ولید بن یزید بن عبدالملک کے بعد یزید بن الولید بن عبدالملک حکمراں ہوا، یزید تقویٰ اور پرہیزگاری کی نمائش کرتا تھا، یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ قدریہ مذہب کا تھا، اس کو لوگ ناقص (کم کرنے والا بھی کہتے ہیں) اس لیے کہ اُس نے اہل حجاز کے وظائف میں سے وہ اضافہ کم کردیا تھا جو ولید بن یزید بن عبدالملک نے کیا تھا۔

جب یزید کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت ہوئی، تو اس نے لوگوں کو ایک خطبہ دیا، اور اُن سے نہایت اچھی باتیں کہیں، میں اُن باتوں کو اُن کی خوبیوں کی بنا پر یہاں درج کرتا ہوں، یزید نے ان کو مخاطب کرتے ہوئے ولید بن یزید اور اُس کی بددینی کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا کہ اُس کی سیرت ناپاک تھی، وہ خدا کے احکام کی بے حرمتی کرتا تھا، اسی وجہ سے میں نے اُسے مار ڈالا، پھر اُس نے کہا اے لوگو! میرے اوپر تمہارا یہ حق ہے کہ میں کسی کے پتھر پر اپنا پتھر یا کسی کی اینٹ پر اپنی اینٹ نہ رکھوں، نہ کوئی نہر کرایہ پر دوں، نہ مال جمع کرکے رکھوں، اور نہ مال ایک شہر سے دوسرے شہر میں اس وقت تک منتقل کروں جب تک کہ وہاں کی سرحد کو خوب مضبوط کرکے وہاں کے باشندوں کی ضروریات پوری نہ کردوں اِس کے بعد جو کچھ باقی رہے اُس مال کو اُس شہر کے قریب دوسرے شہر میں لے جاؤں، اپنا دروازہ تمہارے لیے کھلا رکھوں، تمہارے وظائف تم کو سالانہ ملتے رہیں، اور ماہوار خرچ بھی برابر جاری رہے، یہاں تک کہ قریب رہنے والوں کی طرح دور رہنے والے بھی آرام سے رہیں، اگر میں یہ تمام باتیں پوری

کروں جو تم سے اِس وقت کہہ رہا ہوں تو تم پر میری بات سننا، اطاعت کرنا، اور مدد کرنا لازم ہوگا، اور اگر میں اِن کو پورا نہ کروں تو تم پر لازم ہے کہ تم مجھے معزول کردو۔ اِلّا اس صورت میں کہ میں توبہ کرلوں، اور اگر تم جانتے ہو کہ کوئی نیکوکار شخص اپنے اوپر تمہارے وہی حقوق عائد کرنا چاہتا ہے جو میں نے تمہیں دیے رکھے ہیں اور تم اُس کے ہاتھ پر بیعت کرنا چاہو تو میں پہلا شخص ہوں گا، جو تمہارے ساتھ اُس کے ہاتھ پر بیعت کرے گا، خالق کی نافرمانی کی صورت میں کسی مخلوق کی اطاعت واجب نہیں رہتی۔

میں کہتا ہوں کہ یہ باتیں اُس زمانے کے اعتبار سے اور رسم و رواج کے لحاظ سے بہت اچھی تھیں، بے شک اِس قسم کی شرطیں اُن کے لیے استحقاق حکومت کے لیے لازمی تھیں، لیکن ہمارے زمانے میں اگر کوئی بادشاہ اِس امر پر فخر کرے کہ وہ نہر کا محصول نہیں لے گا یا کسی کے پتھر پر اپنا پتھر نہ رکھے گا، یا وہ اپنی رعا کو اس بات کی دعوت دے کہ وہ اُسے چھوڑ کر کسی اور کو بادشاہ بنالیں تو اُسے احمق خیال کیا جائے گا، اور اُن کے اصول کے مطابق وہ اس قابل ہوگا، کہ (اُسے معزول کرکے) دوسرے کو بادشاہ بنا دیا جائے۔

اسی زمانے میں بنی امیہ کی حالت میں خرابی پیدا ہونا شروع ہوئی اور دولتِ عباسیہ (کی تحریک) کا آغاز ہوا اور عباسیوں کے داعی شہروں میں پھیل گئے۔ یزید بن الولید ۱۲۶ھ میں مر گیا۔

(۱۳) ابراہیم بن الولید

یزید کے بعد اُس کا بھائی ابراہیم بن ولید بن عبدالملک بن مروان فرماں روا ہوا۔ اس وقت فتنہ و فساد کا دور تھا، اور بنی امیہ کی حالت میں خلل واقع ہو چکا تھا یزید بن ولید کے مرنے پر اُس کے بھائی ابراہیم کے ہاتھ پر بیعت ہوئی جو زیادہ

Marfat.com

عرصہ تک قائم نہ رہ سکی، بعض لوگ اُسے بحیثیت خلیفہ سلام کرتے تھے اور بعض بحیثیت امیر اور بعض کسی حیثیت سے بھی سلام نہ کرتے تھے، اُس کی حالت کمزور ہوتی گئی، اور وہ صرف ستر دن (خلیفہ) رہ سکا، مروان بن محمد بن مروان نے آکر اُسے معزول کر دیا، اور اُس کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت ہوگئی، اور وہ تختِ سلطنت پر بیٹھ گیا، لیکن یہ سب کچھ ایسے فتنہ وفساد اور لڑائیوں کے بعد ہوا جن کی یاد بچہ کو بوڑھا بنا دیتی ہے۔

(۱۴) مروان بن محمدؒ

مروان بنی امیہ کا آخری خلیفہ تھا، اُسی سے خلافت منتقل ہو کر بنی عباس میں پہنچی، مروان کو جعدی بھی کہتے ہیں اور حمار (گدھا) بھی، حمار کا لقب، لوگ کہتے ہیں، اس لیے دیا گیا تھا، کہ وہ لڑائی کے موقع پر (نہایت بہادری سے) ہر ایک سختی برداشت کرتا تھا، وہ بہادر، ہوشیار اور چالاک شخص تھا، اس کا زمانہ بڑے فتنہ وفساد اور گڑبڑ کا تھا، مروان کا دورِ حکومت زیادہ عرصہ تک نہیں رہا، عباسی لشکروں نے اُسے شکست دیتے ہوئے مصر تک تعاقب کیا، اور وہ بوصیر میں جو مصر بالائی کا ایک قصبہ ہے مارا گیا، یہ سنہ ۱۳۲ھ کا واقعہ ہے، مروان کے زمانے میں عبداللہ بن معاویہ بن عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب نے خروج کیا۔

اس واقعہ کی تفصیل یہ ہے، کہ جب بنی امیہ کی طاقت میں خلل واقع ہوا، اور مروان کے ہاتھ پر بیعت ہوئی، تو لوگوں میں بڑے فتنے برپا ہونے لگے، اور اختلافات پیدا ہوئے، ہر ایک شخص الگ رائے پر چلتا تھا، اور علیحدہ راستہ اختیار کرتا تھا، جعفر طیار کی اولاد میں ایک شخص عبداللہ نامی کوفہ میں رہتا تھا، وہ ایک لائق شخص تھا اور شاعر بھی، اُس کے دل میں خلافت کا خیال پیدا ہوا، اُدھر کوفہ والوں نے دیکھا کہ دمشق (بنی امیہ کے پایۂ تخت) میں اختلافات بڑھ گئے ہیں، اور بنی امیہ کی طاقت میں

Marfat.com

خلل واقع ہوگیا ہے، تو وہ عبداللہ کے پاس آئے اور اُس کے ہاتھ پر انھوں نے بیعت کی، عبداللہ کے گرد ایک مخلوق جمع ہوگئی، اُس وقت جو امیر کوفہ تھا وہ اپنے ساتھیوں کو لے کر مقابلے کے لیے نکلا، کچھ عرصے تک دونوں فریق لڑائی میں جمے رہے، بالآخر کوفہ والے شکست کھاکر اپنے لیے اور عبداللہ کے لیے امیر کوفہ سے امن کے طالب ہوئے تاکہ وہ خدا کی زمین میں جہاں چاہیں چلے جائیں، امیر کوفہ اور اس کے ساتھی بھی لڑائی سے تنگ آچکے تھے، امیر نے ان کو امن دیدیا، عبداللہ مدائن کی طرف روانہ ہوا اور دجلہ پار اتر کر حلوان اور اس کے گرد وپیش کے علاقہ پر قابض ہوگیا۔ پھر اُس نے بلادِ عجم کا رُخ کیا اور وہاں کوہستانی ملک اور ہمدان، اصفہان اور رے بھی اُس کے قبضہ میں آگئے اور بنی ہاشم کے بہت سے لوگ بھی اُس کے ساتھ ہوگئے۔ ایک عرصے تک اس کا یہی حال رہا۔ اسی اثنا میں ابومسلم خراسانی کی قوت و اقتدار میں اضافہ ہوچکا تھا۔ وہ عبداللہ کے مقابلے کے لیے نکلا، اور اُسے مار ڈالا، اس کے بعد اس نے دولت عباسیہ کا اعلان کردیا۔ اور یہیں سے دولتِ عباسیہ کا آغاز ہوا، اور عباسی دعوت نے شہرت حاصل کی۔

بنی امیہ سے بنی العباس کی طرف انتقال حکومت

اس بحث میں پڑنے سے پہلے ایک مقدمہ لکھنا ضروری ہے جس میں ابومسلم کے ابتدائی حالات مفصّل طور پر درج کیے جائیں کیونکہ یہی شخص دولت عباسیہ کی روح رواں اور دعوتِ عباسی کا علمبردار تھا، اور اُسی کے ہاتھوں (عباسیوں کو) فتح نصیب ہوئی۔

ابومسلم کا ابتدائی حال اور اُس کا نسب

ابومسلم کے نسب میں بہت اختلاف ہے، اس موقع پر تمام اختلافی اقوال نقل کرنے سے کوئی فائدہ نہیں۔ کہتے ہیں کہ وہ ایک آزاد شخص تھا، (یعنی غلام نہ تھا) اور بزرجمہر کی نسل سے تھا، وہ اصفہان میں پیدا ہوا اور کوفہ میں اس نے نشو ونما پائی، پھر وہ امام ابراہیم بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس کے پاس پہنچ گیا، انھوں نے اُس کا نام بدلا اور ابومسلم کنیت رکھی اُسے مہذب بنایا

Marfat.com

اور تعلیم دی، یہاں تک کہ اُس کے ہاتھوں سے جو بڑے کام ہونا تھے وہ ہوئے۔

بعض کا قول ہے کہ وہ دراصل غلام تھا، اور (بحیثیت غلام فروخت ہوتا ہوا) امام ابراہیم تک پہنچ گیا، جب امام نے اُسے دیکھا تو اُنھیں اُس کی ہونہاری اور عقلمندی بہت پسند آئی، اور اُنھوں نے اُسے اپنے مولیٰ (آزاد کردہ غلام) سے خرید لیا اور اس کی تعلیم و تربیت میں مصروف ہوئے، وہ اُسے اپنے طرفداروں (شیعوں) اور عباسی دعوت کے حامیوں کے پاس خراسان بھیجنے لگے، یہاں تک کہ اُس کے ذریعے سے جو بڑے واقعات رونما ہونا تھے وہ ہوئے۔

جب ابو مسلم کا اقتدار بڑھ گیا، تو اُس نے دعویٰ کیا کہ وہ سلیط بن عبداللہ بن عباس کا لڑکا ہے، سلیط کے متعلق ایک خاص قصہ ہے جو اس موقع پر مختصراً لکھا جاتا ہے، عبداللہ بن عباس کے پاس ایک کنیز تھی، عبداللہ ایک دفعہ اُس کے پاس گئے پھر ایک مدت تک اُسے چھوڑے رکھا، اُس نے ایک غلام سے عقد کرلیا، غلام کنیز کے پاس گیا، کنیز کے بطن سے ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام اُس نے سلیط رکھا، پھر اُس نے سلیط کے نسب کو عبداللہ کی طرف منسوب کردیا۔ لیکن عبداللہ نے اِس نسب سے انکار کردیا، سلیط نشو و نما پاتا رہا لیکن وہ عبداللہ بن عباس کی نظر میں دُنیا کی سب سے زیادہ مکروہ ہستی تھی، عبداللہ کے انتقال پر سلیط اُن کی وراثت کا مدعی ہوا۔ بنی امیہ کو سلیط کی یہ حرکت پسند آئی تاکہ وہ اِس کے ذریعہ سے علی بن عبداللہ کی بے عزتی کریں، چنانچہ انھوں نے سلیط کی مدد کی، اور دمشق کے قاضی کو اُس کے موافق فیصلہ کرنے کا ایما کیا، نتیجہ یہ ہوا کہ قاضی نے فیصلہ میں سلیط کی طرف داری کی اور اُس کے حق میں میراث کا حکم دیدیا اس سلسلہ میں چند اور واقعات پیش آئے، جن کی تفصیل کا یہ موقع نہیں۔

جب ابو مسلم کی طاقت بڑھ گئی تو اُس نے یہ دعویٰ کیا کہ وہ سلیط کی اولاد ہے، پھر ابو مسلم نے امام ابراہیم کے لیے خراسان والوں سے خط و کتابت شروع کی اور خفیہ طور پر

Marfat.com

اُن کے لیے دعوت دیتا رہا، اور یہ سلسلہ برابر جاری رہا، یہاں تک کہ عباسی دعوت کا اعلان ہوگیا اور کام تکمیل تک پہنچا۔

دوسرا مقدمہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے،

وَتِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ ۔ — ہم اِس زمانے کو لوگوں کے درمیان گردش دیتے رہتے ہیں۔

ایک حکیم نے ایک بادشاہ سے جس کی حکومت جاتی رہی تھی، تسلی دیتے ہوئے کہا، اگر یہ ملک دوسروں ہی کے پاس رہتی تو تیرے پاس کیونکر پہنچتی ۔

تمہیں معلوم ہونا چاہیے، اور خدا کرے کہ تمہیں اچھی باتیں معلوم ہوتی رہیں، کہ یہ دولت (دولتِ عباسیہ) دُنیا کی بڑی دولتوں میں ہے، جس نے مذہب اور سیاست کو باہم شریک کرکے دنیا پر حکمرانی کی۔ نیک اور اچھے لوگ دین کی خاطر اُس کی اطاعت کرتے تھے، اور باقی لوگ امید و بیم کی حالت میں فرماں بردار رہتے تھے، تقریباً چھ سو سال تک خلافت اور حکومت عباسیوں کے ہاتھ میں رہی، پھر اور دولتیں اُس پر غالب آ گئیں، جیسے کہ دولتِ بنی بویہ جس کی عظمت تم جانتے ہو، اور جس میں عضدالدولہ فنا خسرو جیسا صاحبِ طاقت ور شخص پیدا ہوا، اسی طرح دولتِ آلِ سلجوق جس میں طغرل بک جیسا نام آور، دولتِ خوارزم شاہی جس میں علاء الدین جیسا بادشاہ پیدا ہوا جس کا لشکر چار لاکھ سپاہ پر مشتمل تھا، اسی طرح مصر میں دولت فاطمین جس نے جوہر نامی ایک غلام کی قیادت میں (فتحِ مصر کے لیے) ایک لشکر بھیجا تھا جس سے زیادہ کثیر التعداد فوج دیکھنے میں نہیں آئی، چنانچہ اس کے متعلق اُن کا شاعر محمد بن ہانی مغربی کہتا ہے:۔

فلا عسکر من قبل عسکر جوھر — تخب المطایا فیہ عشراً و توضع

جوہر کے لشکر سے پہلے کوئی لشکر اتنا بڑا نہ تھا جس میں سانڈنیاں دس رات تک پوری چلتی رہیں، دوڑتی رہیں ۔

اسی طرح اُن کے عہد میں بہت سے باغی بڑی بڑی فوجیں لے کر کھڑے ہوئے، لیکن بایں ہمہ اُن کی حکومت قائم رہی، اور کوئی دولت نہ اُس پر غالب آسکی اور نہ اُس کے اثر کو مٹا سکی، بلکہ مذکورہ بالا دولتوں کا کوئی بادشاہ جب بڑی تعداد میں فوج جمع کر کے اپنی عظیم الشان جمعیت کے ساتھ بغداد پہنچتا تھا تو خلیفہ کے حضور میں حاضر ہو کر زمین چومتا تھا، اور اُس کی انتہائی خواہش یہ ہوتی تھی کہ خلیفہ اُسے نشان اور خلعت عطا کر کے امیر بنا دے، اور جب خلیفہ ایسا کر دیتا تھا، تو بادشاہ زمین چوم کر اس کے ساتھ پیدل جاتا تھا، اور زین پوش اُس کی بغل میں ہوتا تھا۔ جس طرح کہ سلطان مسعود نے خلیفہ مسترشد کے ساتھ کیا تھا، مسترشد اور مسعود کے درمیان کچھ مخالفت ہو گئی تھی جس کی بنا پر آخر کار لڑائی چھڑ گئی، مسترشد ایک بڑی فوج لے کر جنگ کے لیے نکلا، شہر مراغہ کے باہر تھوڑی دیر تک مقابلہ ہوتا رہا، جب غبار فرو ہوا تو مسترشد کے ساتھی فرار ہو چکے تھے، اور مسعود کا لشکر غالب آ چکا تھا۔ لیکن خلیفہ اپنے گھوڑے پر برابر جما رہا، اُس کے ہاتھ میں قرآن تھا، اور اُس کے آس پاس قاریوں، قاضیوں اور وزیروں کی جماعت تھی اور ان میں سے کوئی بھی نہیں بھاگا تھا۔ بھاگنے والے صرف سپاہی تھے، جب سلطان مسعود نے انھیں دیکھا تو اُس نے خلیفہ کے پاس ایک شخص بھیجا جو اُس کا گھوڑا پکڑ کر لے آیا، اس کو ایک خیمہ میں ٹھہرایا گیا جو اُسی کے لیے نصب کیا گیا تھا، اور خلیفہ کے تمام ارکانِ دولت کو قریب کے ایک قلعہ میں قید کر دیا گیا، پھر خلیفہ کی فوج میں جو کچھ سامان تھا اُسے لوٹ لیا گیا، کچھ دنوں بعد سلطان خلیفہ سے ملا اور اُسے لڑنے پر ملامت کی۔ پھر دونوں میں صلح ہو گئی، اور خلیفہ ایک بڑے خیمہ گاہ میں جو اُس کے لیے سلطان نے نصب کی تھی، جبکہ خلیفہ سوار ہو کر وہاں سے جا رہا تھا تو سلطان اس کا زین پکڑ کر پیدل چلا، پھر مسترشد کے قتل کا واقعہ پیش آیا جس کا ذکر ہم آئندہ کریں گے۔

Marfat.com

یہ تمام دولتیں بنی عباس پر غالب تھیں لیکن پھر بھی کوئی اُن کی حکومت چھیننے کی قدرت نہیں رکھتا تھا، اور نہ ان کے آثار کو محو کر سکتا تھا، لوگوں کے دلوں میں ان کی بڑی منزلت تھی جو کسی دوسرے کو نصیب نہیں ہوئی، یہاں تک کہ سلطان ہلاکو نے جب بغداد فتح کیا اور خلیفہ ابو احمد عبداللہ المستعصم کو قتل کرنا چاہا تو لوگوں نے اُس کے کان تک یہ بات پہنچائی کہ جب کوئی خلیفہ قتل کیا جاتا ہے تو نظام عالم درہم برہم ہو جاتا ہے، سورج چھپ جاتا ہے، پانی کا برسنا اور درختوں کا پیدا ہونا بند ہو جاتا ہے۔ یہ سُن کر اس نے اس کی تحقیق چاہی۔ پھر اُس نے ایک عالم سے حقیقتِ حال دریافت کی، عالم نے اس کے متعلق جو سچی بات تھی بیان کر دی، اُس نے کہا "علی بن ابی طالب بہ اتفاق عالم اس خلیفہ سے افضل تھے، وہ مارے گئے لیکن ایسی باتیں پیش نہ آئیں۔ ایسا ہی امام حسین کا واقعہ ہے اور اسی طرح اس خلیفہ کے آباؤ اجداد بھی قتل ہوئے، اور ہر قسم کی تکلیفیں ان کو پہنچائی گئیں لیکن نہ سورج چھپا اور نہ پانی بند ہوا، جب اس نے یہ بات سنی تو اُس کے دل میں جو اندیشہ پیدا ہو گیا تھا وہ جاتا رہا، اور اُس عالم نے لوگوں کو اس کا یہ جواب دیا کہ سلطان ہلاکو کا رعب زیادہ اور اس کی گرفت خوفناک تھی اس لیے مجھے اس کے سامنے جھوٹ بولنے کی جرأت نہ ہوئی۔

یہ تھا لوگوں کا بنی عباس کے متعلق اعتقاد! کہ کوئی سلطنت ان کا ملک فتح کرنے اور ان کے نشانات مٹانے کی جرأت نہیں رکھتی تھی، بجز اس دولتِ قاہرہ کے۔ اللہ اس کے احسانات عام اور اس کی شان بلند کرے۔ چنانچہ جب سلطان ہلاکو نے بغداد فتح کر کے خلیفہ کو قتل کیا تو اُس نے بنی عباس کے اثرات پوری طرح محو کر دیئے، اور ان کے تمام قواعد وضوابط بدل ڈالے، یہاں تک کہ اگر کوئی بنی عباس کا نام بھی زبان پر لاتا تو وہ بھی خطرے سے خالی نہ تھا، یہاں ایک قصہ نقل کرنے کا موقع ہے، نصر ملیسی حبشی سلطان رحمہ اللہ اس سلطان کی عدل گستری

وسیع اور دونوں جہان میں اس کا رتبہ بلند کرے) کا ایک خادم تھا، جو پہلے خلیفہ مستعصم کی خدمت میں رہ چکا تھا، اُس نے کہا کہ جب بغداد فتح ہوا تو مجھے بھی دوسرے خادموں کی طرح بغداد سے نکال دیا گیا، میں اُس زمانہ میں چھوٹا تھا۔ ہم کچھ روز تک درگاہ (ہلاکو) کی خدمت میں لگے رہے، جب ہم بغداد سے دور چلے گئے تو ایک روز سلطان ہلاکو کے دربار میں پہونچے، ہمارے بدن پر دارالخلافت کا لباس تھا، سلطان نے کہا اس سے پہلے تم خلیفہ کے تھے؛ اب تم میرے ہو، تم کو چاہیے کہ خیر خواہی سے خدمت انجام دو، اور خلیفہ کا نام اپنے دل سے مٹا دو، کیونکہ خلافت جس چیز کا نام تھا وہ ختم ہو چکی، اور اگر تم اس لباس کو بدل کر ہمارا لباس اختیار کر لوگے تو زیادہ بہتر ہوگا، ہم نے کہا بسروچشم، پھر ہم نے اپنا لباس چھوڑ کر ان کا لباس اختیار کر لیا۔

دولتِ عباسیہ کا آغاز

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ آپ کی زبان سے ایسے الفاظ نکلے تھے جن کا مطلب ایک ہاشمی حکومت کی خوشخبری تھی، بعض لوگوں نے خیال کیا کہ یہ حکومت آپ کی اولاد میں سے کسی کو ملے گی، اور بعض کا یہ خیال ہوا کہ آپ نے اپنے چچا عباس سے فرمایا تھا کہ یہ حکومت ان کی اولاد کو ملے گی، اور جب حضرت عباس رضؓ اپنے بیٹے عبداللہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے تو آپ نے ان کے کان میں اذان دی، اور لبِ مبارک ان کے منہ پر لگا کر کہا، اے خدا اس کو دین میں سمجھ عطا کر، اور اس کو قرآن کی تفسیر سکھا پھر فرمایا کہ لو اِس بادشاہوں کے باپ کو۔

جن لوگوں کا یہ خیال ہے وہ کہتے ہیں کہ یہ خوش خبری دولتِ عباسیہ ہی کے متعلق دی گئی تھی۔ چونکہ دولت بنی امیہ سے لوگ نفرت کرتے، اور اس پر لعنت بھیجتے تھے، وہ اپنے ظلم سے رعایا کو کچلتی تھی اور داس کے عہد میں) نہایت بیباکانہ طریقہ سے گناہوں اور برائیوں کا ارتکاب کیا جاتا تھا اس لیے شہری لوگ صبح وشام اس

Marfat.com

دولت کے انتظار میں تھے (جس کی خوش خبری دی گئی تھی)۔

محمد بن علی بن ابی طالب جو ابن حنفیہ کے لقب سے مشہور تھے، اُن کے بھا[ئی] امام حسین رضؓ کے قتل کے بعد، لوگوں کو اُن کی نسبت یہ خیال ہوا کہ یہی اُس دولت ک[ے] مالک ہیں، لیکن فرقۂ امامیہ اس کے خلاف تھا، اُن کا اعتقاد علی بن حسین زین العابد[ین] کی امامت پر تھا۔ اور اُن کے بعد یکے بعد دیگرے محمد بن حسن مہدی منتظر تک امام[ت] کا اعتقاد رکھتے تھے، جب محمد بن حنفیہ کا انتقال ہوا تو انھوں نے اپنے بیٹے ابو ہا[شم] عبداللہ کو خلافت کے متعلق وصیت کی، ابو ہاشم اہل بیت کے رکن تھے، اتفاقاً وہ ہشا[م] بن عبدالملک کے پاس دمشق پہنچے، ہشام نے اُن کے ساتھ اچھا سلوک کیا اور صلہ رحمی سے پیش آیا۔ پھر اُن کی فصاحت، عالی ہمتی، اور واقف کاری کو دیکھ کر حسد کرنے لگا، اور اس کے دل میں ان کی طرف سے اندیشہ پیدا ہوا۔ ابو ہاشم مدینے واپس ہو رہے تھے کہ ہشام نے اُن کے پاس ایک آدمی بھیجا، جس نے انھیں دودھ میں زہر ملا کر پلا دیا، جب ابو ہاشم کو اس علم ہوا تو انھوں نے (مسئلہ خلافت میں) اپنا خیال محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس کی طرف منتقل کیا، جو اُس وقت ملک شام میں بمقام حُمیمہ مقیم تھے، ابو ہاشم نے اُن کو اطلاع د[ی] کہ وہ مرنے والے ہیں، اور انھیں وصیت کی، ابو ہاشم کے ساتھ شیعوں کی ایک جماعت تھ[ی] اس کو بھی انھوں نے محمد بن علی کے سپرد کیا، اور اس جماعت کے لیے بھی انھیں وصیت کی، اس کے بعد اُن کا انتقال ہو گیا (رحمۃ اللہ علیہ) اور اُسی روز سے محمد بن علی کے دل میں خلافت کی ہوس پیدا ہوئی۔ انھوں نے خفیہ طور پر داعی مقرر کیے حالات اسی نوبت پر تھے کہ ان کا بھی انتقال ہو گیا، انھوں نے بہت سی اولاد چھوڑی، جن میں امام ابراہیم، سفّاح اور منصور بھی تھے، اب امام ابراہیم نے اپنے باپ کی وفات کے بعد (حصولِ خلافت کے لیے) اطرافِ ملک میں عموماً اور خراسان میں خصوصاً کثرت سے داعی روانہ کی[ے] اس لیے کہ ان کو دوسرے ملکوں کے باشندوں کے مقابلے میں خراسان والوں پر زیادہ

اعتماد تھا، اہلِ حجاز تعداد میں کم تھے، کوفے اور بصرے والوں سے اہلِ بیت خائف تھے، کیونکہ انھوں نے حضرت علیؓ، حسنؓ اور حسینؓ کو بے یار و مددگار چھوڑ دیا تھا، اُن کے ساتھ بے وفائی کی تھی اور خونریزی کا باعث ہوئے تھے، اور اہلِ شام اور مصر بنی امیہ کے لیے خاص اہمیت رکھتے تھے اور ان کی محبت ان کے دلوں پر غالب تھی۔ لہٰذا اہلِ ملک میں سوائے خراسان والوں کے کوئی باقی نہیں رہا تھا جس پر وہ بھروسہ کر سکتے۔

یہ کہا جاتا تھا کہ اہلِ بیت کی مدد کے لیے فتح کے سیاہ جھنڈے خراسان سے نکلیں گے، چنانچہ امام ابراہیم نے داعیوں کی ایک جماعت خُراسان بھیجی جس میں وہاں کے مشائخ اور زمیندار شامل تھے، خراسانیوں نے یہ تحریک قبول کر کے خفیہ طور پر ابراہیم کی طرف لوگوں کو دعوت دینا شروع کیا، آخر میں ابراہیم نے ابو مسلم کو وہاں بھیجا، اس نے وہاں پہنچ کر لوگوں کو جمع کیا لیکن یہ تمام کارروائی خفیہ طور پر ہوتی رہی، دعوت بالکل مخفی تھی اور اس وقت تک کوئی بات ظاہر ہونے نہیں پائی تھی۔

جب بنی امیہ کے آخری خلیفہ مروانِ حمار محمد بن مروان کا زمانہ آیا تو ملک میں گڑبڑ پیدا ہو گئی، خرابیاں پھیلیں، فتنے برپا ہوئے اور بنی امیہ کی حالت کمزور ہو کر ان میں پھوٹ پڑ گئی اور وہ ایک دوسرے کو قتل کرنے لگے، اس موقع پر ابو مسلم نے علانیہ طور پر عباسی دعوت شروع کر دی، اور خراسان کے وہ تمام لوگ اُس کے گرد جمع ہو گئے، جو اس رائے سے متفق تھے، ابو مسلم ایک بڑا لشکر لے کر نصر بن سیّار امیر خُراسان سے لڑنے کے لیے نکلا، جب نصر کو ابو مسلم اور اس کے لشکر کا حال معلوم ہوا تو وہ بڑا خوف زدہ ہوا اور اس نے مروانِ حمار کو یہ اشعار لکھ کر بھیجے۔

ارىٰ بين الرماد وميض نار ویوشك ان يكون لها ضرام

میں راکھ کے اندر آگ کی کچھ چمک دیکھتا ہوں۔ اور (وہ دن) دور نہیں جبکہ یہ آگ بھڑک اُٹھے

فان لم تطفها عقلاء قوم يكون وقودها جثث وهام

اگر قوم کے عقلا، اس آگ کو نہیں بجھائیں گے، تو اِس آگ کا ایندھن لاشیں اور کھوپڑیاں ہوں گی

فان النار بالعودین تذکی وان الحرب اولها کلام

(ابتدار میں) آگ دو لکڑیوں سے روشن ہوتی ہے اور لڑائی کی ابتدا صرف باتوں سے ہوتی ہے

فقلت من التعجب لیت شعری أأیقاظ امیۃ ام نیام

میں تعجب سے کہتا ہوں کاش مجھے خبر ہوتی، کہ بنی امیہ جاگ رہے ہیں یا سو رہے ہیں۔

مروان نے جواب دیا کہ موقع پر موجود آدمی وہ سب کچھ دیکھ سکتا ہے جو غائب نہیں دیکھ سکتا۔ لہٰذا جو مرض تمہارے ہاں پیدا ہو گیا ہے تم ہی اُس کا قلع قمع کر ڈالو، اس پر نصر بن سیار نے اپنے ساتھیوں سے کہا تمہارے آدمی (خلیفہ) نے تمہیں بتا دیا، کہ وہ تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتا۔

مروان کے پاس یہ خبریں پے در پے پہنچتی رہیں، اور جب کوئی نئی خبر اُسے ملتی تھی، تو اس کا اضطراب اور زیادہ ہو جاتا تھا، اور اُس کی حالت روز بروز کمزور ہوتی جاتی تھی، پھر اُسے یہ اطلاع ملی کہ جس کی خلافت کے لیے لوگوں کو داعی دعوت دے رہے ہیں وہ سفاح اور منصور کا بھائی ابراہیم بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس ہے۔ چنانچہ مروان نے آدمی بھیجکر اُسے گرفتار کیا۔ اور حران میں لاکر قید کر دیا، پھر قید ہی میں اُسے زہر دے کر مار ڈالا۔

اس کے بعد ابو مسلم اور نصر بن سیار وغیرہ امرائے خراسان کے درمیان لڑائیاں ہوتی رہیں۔ لیکن فتح سیاہ پوش لشکر ہی کے حصہ میں رہی ان کو سیاہ پوش اس لیے کہتے ہیں کہ بنی عباس کے لیے اِن لوگوں نے جو لباس اختیار کیا تھا وہ سیاہ تھا۔ خدا کی قدرت دیکھو کہ جب وہ کسی امر کا ارادہ کرتا ہے تو اُس کے اسباب بھی فراہم کر دیتا ہے۔ اور جب وہ کسی کام کو کرنا چاہے تو کوئی اُس کا روکنے والا نہیں ہوتا، چنانچہ جب اُس نے بنی عباس میں سلطنت منتقل کرنا چاہا تو اُس کے لیے تمام اسباب بھی فراہم کر دیئے، امام ابراہیم بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس رضؓ حجاز یا شام میں اپنے مصلّے پر بیٹھے عبادت میں مصروف تھے،

Marfat.com

اپنے بال بچوں کے کام میں مشغول، اور دُنیا سے انھیں کوئی خاص فائدہ بھی نہ تھا، لیکن خراسان والے اُن کے لیے لڑ رہے تھے، اور اپنا جان و مال اُن کی خاطر صرف کر رہے تھے، اُن میں سے اکثر اُن کو جانتے بھی نہ تھے اور ان کے نام اور شخصیت میں بھی فرق نہیں کر سکتے تھے، ابراہیم امام کو دیکھو کہ وہ اس حالت میں، دُنیا سے الگ، حجاز یا شام میں اپنے گھر گوشہ نشین تھے، لیکن دوسری طرف خراسان میں ایک عظیم الشان لشکر کے مالک تھے، جو اُن کے لیے اپنی جانیں دے رہا تھا، اور ابراہیم نہ اُن کو مال دیتے تھے، نہ ایک گھوڑا اور نہ ایک ہتھیار بلکہ وہ لوگ خود اُن کو سالانہ مال اور خراج وصول کر کے بھیج دیتے تھے، اور جب خدا نے مروان کو بے یار و مددگار چھوڑنے اور بنی امیہ کی حکومت ختم کرنے کا ارادہ کیا تو اس کے باوجود کہ مروان خلیفہ تھا، لوگ اُس کے ہاتھ پر بیعت کیے ہوئے تھے، اُس کے پاس لشکر، مال، سامانِ جنگ، غرض دُنیا کی قوت) تمام و کمال موجود تھی، لیکن لوگ اُسے چھوڑتے جا رہے تھے، اُس کی کمزوری بڑھتی گئی، یہاں تک کہ اُس نے شکست کھائی اور مارا گیا، بے شک اللہ بلند و برتر ہے۔

جب ابو مسلم خراسان پر قابض ہوا اور وہاں کے دیہات بھی اس کے قبضے میں آئے اور اس کی طاقت بڑھ گئی، تو وہ لشکر لے کر عراق کی طرف روانہ ہوا، جب مروان نے ابراہیم امام کو حران میں قید کیا تھا تو اُس کے بھائی سفّاح اور منصور اور اُن کے رشتہ دار خوف کے سبب سے بھاگ کر کوفے چلے آئے تھے۔ جہاں اُن کے طرف دار شیعہ بھی پائے جاتے تھے، انھیں میں ایک شخص ابو سلمہ حفص بن سلیمان خلّال بھی تھا، وہ کوفے کے سر برآوردہ شیعوں میں تھا، یہ شخص بعد میں سفّاح کا وزیر بھی ہو گیا تھا، اور آخر میں اُسے سفّاح نے مار ڈالا تھا، اِس واقعہ کا ذکر وزیروں کے حالات میں آگے آئے گا۔

ابو سلمہ نے کوفہ میں سفاح اور منصور کے لیے ایک مکان خالی کر دیا، اور وہ مکان انھیں کو دے دیا، اور اُس نے خود ہی اُن کی خدمت بھی اپنے ذمے لی، وہ اُن کے

Marfat.com

رازکو پوشیدہ رکھتا تھا۔

شیعہ لوگ ابوسلمہ کے پاس جمع ہوتے گئے، اور ان کی طاقت بڑھتی گئی، پھر ابومسلم خراسان سے فوجیں لے کر بنی عباس کے پاس کوفہ پہنچا، اُس نے پوچھا کہ تم میں حارثیہ کا بیٹا کون ہے، منصور نے سفّاح کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ "یہ ہے"۔ سفّاح کی ماں کا نام حارثیہ تھا، ابومسلم نے سفّاح کو سلامِ خلافت کیا، اس کے بعد سفّاح جامع مسجد کی طرف روانہ ہوا، اُس کے بھائی، چچا، عزیزواقارب اور شیعوں کے اکابر اس کے ساتھ تھے، اور ابومسلم بھی آگے آگے تھا، سفاح نے شکریہ کی نماز پڑھی، پھر اُس نے ممبر پر چڑھ کر دعوتِ خلافت کا اعلان کیا، پھر اُس نے لوگوں کو خطبہ دیا اور اس کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت ہوئی، یہ واقعہ ۱۳۲ھ کا ہے، یہیں سے دولتِ بنی عباس شروع ہوتی ہے اور دولتِ بنی امیہ ختم ہوجاتی ہے۔

پھر سفّاح نے کوفہ سے باہر لشکر جمع کیا، دوسرے شہروں سے بھی لوگ آنا شروع ہوئے، جو اُس کے ہاتھ پر بیعت کرتے جاتے تھے۔ جب لوگ اس کے پاس جمع ہوگئے اور طاقت بڑھ گئی تو سفّاح نے اپنے ایک عزیز کو مروانِ حمار سے لڑنے کے لیے بھیجنا چاہا، چنانچہ اُس کے چچا عبداللہ بن علی نے جو بنی عباس کے مخصوص آدمی تھے، اپنے کو اِس مہم کے لیے پیش کیا۔ اور مروان سے لڑنے کے لیے روانہ ہوگیا، زاب کے مقام پر مقابلہ ہوا۔ مروان کے لشکر میں ایک لاکھ بیس ہزار لڑنے والے سپاہی تھے، (اور ظاہر ہے) کہ عبداللہ کے پاس اس سے بہت کم ہوں گے، مگر خدا نے عبداللہ پر طرح طرح کے کرم کیے اور مروان کو پوری طرح ناکام کردیا، (ان واقعات کو) بغور دیکھو اور عبرت حاصل کرو۔

زاب کا واقعہ، اور مروان کا بے یار و مددگار ہوکر شکست کھانا	جب زاب کے مقام پر مروانِ حمار اور عبداللہ بن علی (کے لشکر) مقابل ہوئے تو مروان نے اپنے ایک ساتھی سے

Marfat.com

ا کہ اگر آج سورج غروب ہوگیا اور اِن لوگوں نے ہم سے مقابلہ نہیں کیا، تو خلافت ہمارے پاس رہ جائے گی، اور ہم اُسے آخر زمانے میں مسیحؑ کے سپرد کردیں گے، اس نے اپنے اتھیوں کو جنگ سے باز رہنے کا حکم دیا، اور یہ چاہا کہ دن ختم ہوجائے اور جنگ برپا نہ ہو، ں نے عبداللہ بن علی کے پاس بھی آدمی بھیج کر مصالحت کی خواہش کی، مگر عبداللہ نے اب دیا کہ وہ جھوٹا ہے سورج ڈھلنے سے پہلے ہی میں اُسے انشاءاللہ گھوڑوں سے روند ڈالوں گا پھر ایک عجیب تفاق ہوا، مروان کے خُسر نے عبداللہ کے لشکر کے ایک حصہ پر حملہ کردیا۔ اور جب روان نے اُسے واپس بلانا چاہا تو اُس نے مروان کو گالیاں دیں، اور اُس کی بات ُسنی اور آخر کار لڑائی زور شور سے شروع ہوگئی، عبداللہ بن علی نے بھی اپنے آدمیوں کو جنگ زمائی کا حکم دیا، وہ گھٹنوں کے بل ڈٹ گئے، اور سب نے نیزے سیدھے کرلیے، عبداللہ نے دعا کی کہ خدایا، ہم کب تک تیری راہ میں قتل ہوتے رہیں گے، اُدھر خراسان والوں نے پکارا ئے امام ابراہیم کا انتقام پھر لڑائی شدت سے شروع ہوگئی، اور مروان (کی بے بسی کا) یہ حال ہوا کہ جب وہ لشکر کے کسی حصّہ کو حکم دیتا تھا تو وہ کہتے تھے کہ دوسرے حصّہ کو حکم دو، آخر کار نوبت یہاں تک پہنچی کہ اُس نے اپنے محافظ (باڈی گارڈ) کو حکم دیا کہ ذرا گھوڑے سے اُترو (اور لڑائی میں شریک ہوجاؤ) اس نے کہا کہ میں تو اپنی جان ہلاکت میں نہیں ڈالتا۔ مروان نے کہا کہ تیرے حق میں اچھا نہ ہوگا، پھر اس نے دھمکیاں بھی دیں، مگر اُس نے جواب دیا کہ کاش تو ایسا کر بھی سکتا۔

جب مروان نے اپنے آدمیوں کی سستی اور عبداللہ کے آدمیوں کی جنگ جوئی دیکھی تو اُس نے بہت سا سونا لوگوں کے سامنے لاکر رکھ دیا اور کہا کہ اچھا اب لڑو، یہ سب مال تمہارا ہے، لوگ اپنے ہاتھ بڑھانے لگے اور اُس میں سے کچھ کچھ لینے لگے، اس پر کسی نے مروان سے کہا کہ لوگ تو مال کی طرف ہاتھ بڑھا رہے ہیں، مگر ہم کو اس بات کا اندیشہ ہے کہ کہیں وہ مال لے کر چل نہ دیں، مروان نے اپنے بیٹے کو حکم دیا کہ وہ لشکر کے پیچھے چلا جائے، اور

Marfat.com

جس کے پاس بھی کچھ مال پلے اُسے مار ڈالے، اس حکم کی تعمیل میں وہ اپنا جھنڈا لیے ہوئے واپس چلا، لوگوں نے جیسے ہی جھنڈے کو پیچھے لوٹتے ہوئے دیکھا تو سب چلا اُٹھے شکست شکست، یہ سن کر لوگ بھاگنے لگے اور مروان بھی فرار ہوا، اور سب دریائے دجلہ کو عبور کرنے لگے، (پھر کیا تھا) بہت سے ڈوبے اور بہت سے مارے گئے، مگر ڈوبنے والوں کی تعداد مقتولین سے کہیں زیادہ تھی، (اس حالت کو دیکھ کر) عبداللہ نے یہ آیت پڑھی۔

وَاِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ فَاَنْجَيْنٰكُمْ وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ۔

اور اُس وقت کو یاد کرو جبکہ ہم نے تمہارے لیے سمندر کو چیر دیا اور تم کو نجات دی، اور آلِ فرعون کو دیکھتے دیکھتے غرق کر دیا۔

پھر عبداللہ، مروان کے لشکر گاہ میں آیا، اور جو کچھ مال وہاں تھا اُس نے لوٹ لیا، اور سات روز تک وہاں مقیم رہا، مروان شکست کھا کر موصل پہنچا، مگر وہاں کے لوگوں نے (دریائے دجلہ کا) پل کاٹ دیا اور اُسے عبور کرنے نہیں دیا، اُس کے ساتھیوں نے پکارا اے اہلِ موصل! یہ امیر المومنین ہیں اور دریا پار کرنا چاہتے ہیں، موصل والوں نے کہا تم جھوٹے ہو، امیر المومنین کبھی نہیں بھاگتا۔ پھر انھوں نے مروان کو گالیاں دیں اور کہنے لگے، خدا کا شکر ہے جس نے تمہاری سلطنت مٹا دی، اور تمہاری دولت کا خاتمہ کر دیا اور شکر ہے کہ خدا ہمارے نبی کے اہلِ بیت کو ہمارے پاس لے آیا، جب مروان نے یہ سنا تو وہ مقام "بلد" کی طرف واپس ہوا، اور دریائے دجلہ کو عبور کر کے مقام حران میں آیا پھر وہاں سے دمشق ہوتا ہوا مصر پہنچا، عبداللہ برابر اُس کا تعاقب کرتا گیا، پھر اُس نے اس کے پیچھے اپنے ایک ساتھی کو لگا دیا۔

جس نے اُسے مصر بالائی کے ایک گاؤں میں جس کا نام بوصیر تھا دیکھ لیا، مروان رات کے وقت اُن کے مقابلے کو نکلا، عباسی لشکر کے سردار نے اپنے لشکر سے کہا کہ اگر صبح ہو گئی اور ان لوگوں نے ہماری قلیل تعداد دیکھ لی تو ہم کو مار ڈالیں گے،

Marfat.com

درہم میں سے کوئی بھی بچ نہ سکے گا اس لیے (رات ہی کو) ان سے خوب لڑو، پھر اس نے اپنی تلوار کا میان توڑ ڈالا، اس کے ساتھیوں نے بھی اس کی تقلید کی، اور مروان کے آدمیوں پر حملہ کر دیا اور وہ بھاگ گئے، ایک شخص مروان کی طرف جھپٹا اور اس پر نیزے کا وار کیا، حالانکہ اسے خبر نہ تھی کہ یہ مروان ہے، اس پر کوئی شخص چلایا کہ امیرالمومنین پچھاڑ دیئے گئے، لوگ اس کی طرف دوڑے، اور کوفہ کے ایک شخص نے آگے بڑھ کر مروان کا سر کاٹ ڈالا، پھر اس کے سر کو توڑا گیا، اور زبان کاٹ کر پھینک دی گئی، جس کو ایک بلّی نے جو وہاں موجود تھی کھا لیا، پھر اس کا سر کوفے میں سفّاح کے پاس بھیجا گیا، اسے دیکھ کر سفّاح نے سجدۂ شکر ادا کیا، پھر اس نے سر اٹھا کر کہا، خدا کا شکر ہے جس نے مجھے تجھ پر فتح دی، اور تیرے اوپر میرا انتقام باقی نہ چھوڑا۔ اس کے بعد اس نے تمثیلاً یہ شعر پڑھا۔

لو یشربون دمی لم یرو شاربھم ولا دماءھم للغیظ تروینی

اگر وہ میرا خون پئیں تو پینے والے کو سیرابی نہ ہوگی اور نہ ان کا خون بوجہ غیظ و غضب میری پیاس بجھا سکے گا۔

اب سفّاح کے لیے سارا ملک دشمنوں سے پاک و صاف ہو گیا۔

Marfat.com

دَولتِ عبّاسیہ

دولتِ عباسیہ ایک ایسی حکومت تھی جس میں دھوکہ بازی، مکر، اور بے وفائی زیادہ پائی جاتی تھی، خاص کر اُس کے آخری عہد میں قوت اور طاقت کے بجائے چال بازی اور دھوکہ کی کثرت تھی، اس لیے کہ عباسیوں کے پچھلے لوگوں نے قوت اور سختی کو چھوڑ کر مکر و حیلہ کو اختیار کر لیا تھا، چنانچہ کشاجم شاعر اہلِ سیف کی باہمی صلح جوئی اور اہلِ قلم کی باہمی عداوت اور ایک دوسرے سے لڑنے کا تذکرہ ان اشعار میں کرتا ہے۔

هنيئاً لأرباب السيوف بطالة تقضى بها اوقاتها في التنعم

اہلِ سیف کو اُن کی (تلواروں کی) بیکاری مبارک ہو جس کی وجہ سے اُن تلواروں کا وقت آرام سے گزرتا ہے۔

فكم فيهم من وادع العيش لم يهج لحرب ولم ينهد لقرن مصمم

اُن میں سے کتنے ہی آرام سے زندگی گزارنے والے ہیں، جو نہ کسی لڑائی کے لیے اُٹھے اور نہ کسی پختہ ارادے والے مقابل سے لڑنے کے لیے کھڑے ہوئے۔

يروح ويغدو عاقداً في نجاده حساماً سليم الحد لم يتثلم

وہ صبح و شام اپنی تلوار پرتلہ میں لٹکائے پھرتے ہیں جس کی دھار صحیح و سالم ہے، اور اُس میں کوئی دندانہ نہیں پڑا ہے۔

ولكن ذوو الأقلام في كل ساعة سيوفهم ليست تجف من الدم

لیکن اہلِ قلم کی تلواروں کا خون ــــــ کسی وقت بھی خشک نہیں ہوتا۔

Marfat.com

جب متوکل نے اپنے وزیر محمد بن عبد الملک زیات کو مار ڈالا تو اس کے متعلق ایک شاعر نے کہا۔

یکاد القلب من جزع یطیر　　اذا ما قیل قد قتل الوزیر

قریب تھا کہ دل مارے خوف کے اُڑ جائے۔ جبکہ یہ کہا گیا کہ "وزیر مارا گیا"

امیر المومنین قتلت شخصا　　علیہ رحا کم کانت تدور

اے امیر المومنین تو نے ایسا شخص قتل کیا، جس پر تمہاری سلطنت کی چکی گردش کرتی تھی۔

فمھلا یا بنی العباس مھلا　　لقد کویت بغدرکم الصدور

اے بنی عباس! اب تو ذرا اپنا ظلم چھوڑ دو۔ تمہاری غداری سے سینے داغدار ہو چکے ہیں۔

لیکن با ایں ہمہ اِس دولت کی خوبیاں اور احسانات بھی کچھ کم نہیں، علوم کی قدر و قیمت آداب کا رواج، مراسمِ دینی کا احترام، خیرات کی کثرت ملک کی آبادی، محرّماتِ شرعی کا لحاظ اور سرحدوں کا استحکام بھی اِس سلطنت میں پایا جاتا ہے، یہ دولت اسی حال پر تھی یہاں تک کہ اُس کا آخری زمانہ آگیا، خرابیاں پھیلیں، نظام درہم برہم ہوا، اور سلطنت دوسرو کی طرف منتقل ہو گئی، جس کا ذکر تفصیل کے ساتھ اپنے موقع پر انشاء اللہ آگے آئیگا اب ہم ہر ایک خلیفہ کا علیحدہ علیحدہ ذکر کرتے ہیں۔

(۱) سفّاح

عباسیوں کا سب سے پہلا خلیفہ جس کو حکومت ملی وہ سفّاح تھا اُس کا نام ابوالعباس عبد اللہ بن محمد بن علی بن عبد اللہ بن عباس بن عبد المطلب تھا، ۱۳۲ھ میں اُس کے ہاتھ پر بیعت ہوئی، وہ نیک طبیعت، حلیم، ذی وقار، عقلمند، باکمال، باحیا، اور خوش اخلاق تھا، جب اُس کے ہاتھ پر بیعت ہوئی، اور اُس کی حکومت کو استحکام ہوا تو اس نے باقی ماندہ بنی اُمیّہ کا پیچھا کر کے اُنھیں تلوار کے گھاٹ اُتار دیا۔

Marfat.com

ایک روز سفّاح مجلسِ خلافت میں بیٹھا ہوا تھا اور اُس کے پاس سلیمان بن ہشام بن عبدالملک بھی موجود تھا، جس کو سفّاح نے بڑی عزت کے ساتھ اپنے پاس رکھ لیا تھا کہ اس درمیان میں شریف شاعر حاضر ہوا، (سلیمان کو دیکھ کر) اُس نے یہ شعر پڑھے۔

لا یغرنک ماتری من رجال   ان تحت الضلوع داءً دویّا

تم لوگوں کی ظاہری حالت دھوکہ میں نہ ڈالے۔ بیشک سینوں کے اندر ایک چھپا ہوا مرض موجود ہے

فضع السیف وارفع السوط   حتی لا تری فوق ظھرھا امویا

لہٰذا تلوار چلاؤ اور کوڑے مارو۔ یہاں تک کہ روئے زمین پر ایک اموی بھی تم کو نظر نہ آئے۔

ایک دوسرا شاعر سفّاح کے پاس آیا جبکہ کھانا چنا جا رہا تھا، اُس وقت سفّاح کے (دسترخوان پر) تقریباً ستر آدمی بنی امیّہ کے موجود تھے، اس شاعر نے انھیں دیکھ کر یہ اشعار پڑھے:۔

اصبح الملك ثابت الاساس   بالبهالیل من بنی العباس

ملک مضبوط بنیادوں پر قائم ہوگیا۔ بنی عباس کے جامع قابلیت والے سرداروں کی بدولت

طلبوا وتر ھاشم فشفوھا   بعد میل من الزمان ویاس

انھوں نے بنی ہاشم کا انتقام چاہا اور اس سے ان کو تشفی حاصل ہوئی۔ زمانے کے ظلم اور مایوسی کے بعد

لا تقیلنّ عبد شمس عثارا   واقطعنّ کل رقلة وغراس

اے عبد شمس اُن کی کسی لغزش سے کبھی درگزر نہ کرو۔ ہر ایک اونچے (کھجور کے) درخت اور پودے کو ضرور کاٹ ڈالو۔

ذلها اظھر التودد منھا   وبھا منکم، کحز المواسی

اُن کے ذلیل ہونے نے اُن کو اظہار محبت پر مجبور کیا ہے، حالانکہ انھوں نے (تمہارے استیصال کے لیے) اُستروں کی روانی سے کام لیا تھا۔

ولقد غاظنی وغض سوائی   قربھم من نمارق وکراسی

Marfat.com

مجھے غیض و غضب میں ڈالتی ہے، اور میرے سوا دوسروں کی آنکھیں بند کیے ہوئے ہے، اور دربار میں تکیوں اور کرسیوں کے پاس اُن کا موجود رہنا۔

انزلوها بحيث انزلها الله　　بدار الهوان والا تعاس

اُنھیں نیچے اتارو جس طرح کہ خدا نے اُن کو نیچے اتار دیا ہے، ذلّت اور بدبختی کے مقام میں

واذکروا مصرع الحسين وزيدا　　وقتيلاً بجانب المهراس

اور حسینؓ اور (حضرت) زید کے مقتل کو یاد کرو۔ اور اُس (مظلوم) کو جو مہراس کے پاس مارا گیا۔

والقتيل الذی بحران اضحیٰ　　ثاويا بين غربة وتناس

اور اُس مقتول کو جس نے مقام حران میں۔ غریب الوطنی اور کس مپرسی کی حالت میں (قبر کو) ٹھکانا بنالیا۔

ایک اموی نے اپنے پاس بیٹھنے والے کو متوجہ کر کے کہا کہ اس غلام نے تو ہم کو مار ڈالا، پھر سفّاح نے اُن سب کے مار ڈالنے کا حکم دیا، چنانچہ وہ سب تلوار سے مارے گئے، اس کے بعد ان پر چمڑے بچھائے گئے، اور سفاح نے اُن پر بیٹھ کر کھانا کھایا، کھانے کے درمیان میں وہ لوگوں کی چیخ و پکار بھی (نیچے سے) سنتا جاتا تھا، یہاں تک کہ وہ سب مر گئے۔

بنی عباس نے بنی امیہ کے استیصال میں انتہائی زیادتی سے کام لیا تھا، یہاں تک کہ انھوں نے دمشق میں بنی امیہ کی قبریں تک کھدوا ڈالیں۔ انھوں نے معاویہ بن ابی سفیان کی قبر کو کھودا لیکن اس میں دھاگے کی طرح ایک غبار کی لکیر کے سوا کچھ نہ پایا، انھوں نے یزید کی قبر بھی کھود ڈالی جس میں انھیں راکھ کی طرح غبار اور ریزے ملے۔

جب سفاح نے بنی اُمیّہ کے تمام آدمیوں کو مار ڈالا، اور اُس نے اُن کے مال پر

Marfat.com

قبضہ کر لیا تو یہ اشعار پڑھے،

بنی امیۃ قد افنیت جمعکم فکیف لی منکم بالاول الماضی

اے بنی امیہ میں نے تمہاری جماعت کو فنا کر دیا۔ اب جو لوگ تم میں سے گذر چکے ہیں ان کی جانب سے مجھے کیوں کر ٹھنڈک نصیب ہو۔

یطیب النفس ان النار تجمعکم عوضتم من لظاها شر معتاض

میرے دل کو اس بات سے خوشی ہوتی ہے کہ دوزخ کی آگ تم کو جمع کرے گی۔ اور اُس کے شعلوں سے تمہیں بدترین بدلہ دیا جائے گا۔

منیتم لا اقال اللہ عثرتکم بلیث غاب الی الاعداء نهاض

تمہارے گناہ خدا معاف نہ کرے، تمہارا ایک ایسے جنگلی شیر سے پالا پڑا جو دشمنوں کی طرف شدت سے جھپٹتا ہے

ان کان غیظی لفوت منکم فلقد رضیت منکم بما ربی به راض

اگر میرا غصہ تمہاری فروگذاشتوں کی وجہ سے ہے (تو کچھ فکر نہیں) میں اُس بات پر راضی ہوں جس پر میرا رب راضی ہو۔

سفاح کا زمانہ زیادہ دیر تک نہ رہا، ۱۳۶ھ میں انبار کے مقام پر اُس نے انتقال کیا۔

سفاح کی وزارت

اِس موضوع کو شروع کرنے سے پہلے چند کلمات اِس کے متعلق لکھنا ضروری ہیں، میں کہتا ہوں کہ وزیر دراصل بادشاہ اور اس کی رعایا کے درمیان ایک واسطہ ہے، لہٰذا ضروری ہے کہ اُس کی طبیعت بادشاہ اور عوام الناس دونوں سے مناسب رکھتے ہوئے دو پہلو رکھتی ہو، تاکہ دونوں فریق کے ساتھ ایسا طرزِ عمل اختیار کرے جو دونوں کے لیے لائق قبول ہو، محبت، امانت، اور سچائی وزیر کے صفات اولین ہیں۔ مشہور مقولہ ہے کہ جب سفیر خیانت کرتا ہے تو ساری تدبیر باطل ہو جاتی ہے، یہ بھی کہا گیا ہے کہ جھوٹے آدمی کی کوئی رائے نہیں ہوتی، لیاقت اور

شرافت وزارت کے اہم ترین رکن ہیں، دانائی، بیداری، حکمتِ عملی اور احتیاط اُس کے لوازم میں داخل ہیں۔ وزیر کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ لوگوں کے ساتھ نیکی کرتا ہو اور کھانا کھلانے میں بھی فیاضی سے کام لیتا ہو، تاکہ ان صفات کی بدولت وہ لوگوں کی گردنیں اپنی طرف جھکا سکے اور ہر شخص اُس کی تعریف میں رطب اللسان نظر آئے، نرمی، بردباری، وقار، عزت، اپنے قول کو پورا کرنا اور انصرامِ امور میں جلدبازی سے کام نہ لینا وزیر کے ضروری صفات ہیں۔

جب خلیفہ ناصر نے مویدالدین محمد بن برزالقمی کو وزیر بنانا چاہا تو اُسے وزارت کا خلعت عطا کیا۔ پھر قمی منصبِ وزارت پر بیٹھا، اور سب لوگ اس کے سامنے حاضر ہوئے اس وقت دربارِ خلافت سے نہایت لطیف مضمون کا ایک خط آیا، یہ خط صرف چھوٹی انگلی کے برابر تھا اور خود خلیفہ کے ہاتھ کا لکھا ہوا تھا، پھر حاضرین کو پڑھ کر سنایا گیا مضمون یہ تھا: " بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، محمد بن برزالقمی سلطنت میں (ہمارا قائم مقام) اور رعایا میں ہمارا نائب ہے، جو شخص اُس کی اطاعت کرے گا، گویا ہماری اطاعت کرے گا، اور جو ہماری اطاعت کرے گا وہ دراصل خدا کی اطاعت کرے گا، اور جو خدا کی اطاعت کرے گا خدا اُسے جنت میں جگہ دے گا۔ اور جو اُس کی نافرمانی کرے گا، گویا وہ ہماری نافرمانی کرے گا، اور جو ہماری نافرمانی کرے گا وہ دراصل خدا کی نافرمانی کرے گا اور جو خدا کی نافرمانی کرے گا خدا اُسے دوزخ میں داخل کرے گا"۔ پھر یہ فرمان لوگوں کے روبرو قمی کو دیا گیا، اِس فرمان کی بدولت لوگوں کے دلوں میں اس کی عزت قائم ہوگئی۔

وزارت کی بنیاد کا استحکام، اور اُس کے قوانین کا انضباط دولتِ عباسیہ ہی سے شروع ہوتا ہے، اس سے پہلے نہ وزارت کسی قانون اور ضابطے کے تحت میں تھی اور نہ اُس کے لیے اُس وقت تک قوانین منضبط ہوئے تھے بلکہ ہر ایک بادشاہ کے کچھ مصاحبین اور خاص ملازمین ہوتے تھے، اور جب کوئی اہم مسئلہ پیش آتا تھا تو ذی عقل

Marfat.com

اور صائب رائے والے لوگوں سے مشورہ لے لیا جاتا تھا، گویا ان میں سے ہر ایک وزیر کا قائم مقام ہوتا تھا، جب بنی عباس کو حکومت ملی تو وزارت کے قوانین مقرر ہوئے، اور وزیر مشیر کو وزیر کا لقب دیا گیا، اس سے پہلے اُس کو کاتب یا مشیر کہتے تھے۔

وزیر کی وجہ تسمیہ علمائے لغت کہتے ہیں کہ وَزَر لغت میں جائے پناہ اور قابلِ اعتماد چیز کو کہتے ہیں، اور وِزر بوجھ کو کہتے ہیں، اس لیے وزیر یا تو وِزر سے ماخوذ ہے، (اس صورت میں وجہ تسمیہ یہ ہوئی کہ وزیر ذمہ داری کا) بوجھ اٹھاتا ہے یا وَزَر سے نکلا ہے (اور یہ اس مناسبت سے) کہ وزیر کی رائے اور تدبیر کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔ دیکھو وزیر کا لفظ جس میں جائے پناہ یا بوجھ کے معنی پائے جاتے ہیں کس طرح وزیر کے (اصطلاحی معنوں میں) منتقل ہو گیا،

سب سے پہلا وزیر جس نے سب سے پہلے خلیفہ عباسی کی وزارت کا کام کیا حفص بن سلیمان ابو سلمہ خلال تھا۔ یہ شخص بنی حارث بن کعب کا آزاد کیا ہوا غلام تھا۔ خلال (جس کے معنی سرکہ بنانے والے کے ہیں) اس کی تین وجہ تسمیہ بیان کی گئی ہیں، ایک یہ کہ کوفہ میں اس کا مکان سرکہ بنانے والوں کے محلہ سے قریب تھا، اور چونکہ یہ شخص اُن کے پاس بیٹھا کرتا تھا، اِس لیے اُن کی طرف منسوب ہو گیا جس طرح غزالی غزالین (سوت کاتنے والوں) کی طرف منسوب ہیں، کیونکہ وہ اکثر اُن کے پاس بیٹھا کرتے تھے، غزالی کی وجہ تسمیہ کے متعلق میں نے ایک اور توجیہہ دیکھی ہے اور وہ یہ ہے کہ امام غزالی کی رائے میں اُن بوڑھی عورتوں کو صدقہ دینا چاہیے جو سوت کے بازار میں جا کر اپنا سوت بیچا کرتی ہیں، وہ اُن کے ضعف افلاس، اور پیشہ کی حقارت کو دیکھ کر متاثر ہوتے، اور اُن کو کثرت سے صدقہ دیا کرتے تھے، اور لوگوں کو بھی حکم دیا کرتے تھے کہ اِن کو صدقہ دیا کریں، اسی نسبت سے اُن کو غزالی کہنے لگے۔

خلال کی دوسری وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اُس کی کچھ دوکانیں تھیں جن میں سرکہ بنایا جاتا

Marfat.com

تھا، اِس نسبت سے اس کو خلاّل کہتے ہیں تیسری وجہ یہ ہے کہ خلاّل خلل کی طرف منسوب ہے جس کے معنی تلوار کے نیام کے ہیں۔

ابو سلمہ خلال کوفے کے متمول لوگوں میں تھا، اور اپنا مال دعوتِ عباسی کے کارکنوں پر صرف کیا کرتا تھا، بنی عباس تک اس کی رسائی اِس طرح ہوئی کہ اُس کا ایک خسر بکیر بن ماہان امام ابراہیم کا کاتبِ خصوصی تھا، جب بکیر کے مرنے کا وقت آیا تو اُس نے ابراہیم امام سے کہا کہ کوفہ میں ابوسلمہ نامی میرا ایک داماد ہے اور میں نے اس کو آپ کی دعوت میں اپنا قائم مقام مقرر کیا ہے، اس کے بعد وہ مرگیا۔ امام ابراہیم نے ابوسلمہ کو اس کی اطلاع دیتے ہوئے دعوت عباسی کے متعلق اپنے خاص احکام دیئے، اب ابوسلمہ نے دعوت کا کام اپنے ہاتھ میں لے لیا، اور نہایت سرگرمی سے اس میں کوشش کی، جب ابوسلمہ نے بنی عباس کے حالات کی جانچ کی تو اُس نے اُن سے علیحدگی کا ارادہ کرکے بنو علی (رضی اللہ عنہ) کی طرف رجوع کیا، اور ان کے تین سرداروں سے مراسلت کی، ابوسلمہ نے (امام) جعفر بن محمد صادق۔ عبداللہ المحض بن حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب، اور عمر اشرف بن زین العابدین کے پاس اپنے ایک آزاد کیے ہوئے غلام کے ہاتھ خطوط بھیجے، اور اُس قاصد سے کہا کہ پہلے تم جعفر بن محمد صادق کے پاس جانا۔ اگر وہ اس تحریک سے اتفاق کریں تو بقیہ دونوں خطوط ضائع کردینا اور اگر انھوں نے اتفاق نہیں کیا تو پھر عبداللہ المحض سے جاکر ملنا، اگر انھوں نے (خلیفہ بننا) منظور کرلیا تو عمر کا خط ضائع کردینا، اور اگر عبداللہ نے بھی منظور نہیں کیا، تو پھر عمر کے پاس جانا۔ چنانچہ قاصد پہلے جعفر بن محمد کے پاس پہنچا، اور اُن کو ابوسلمہ کا خط دیا، انھوں نے کہا مجھ سے اور ابوسلمہ سے کیا تعلق ہے، وہ تو دوسرے لوگوں (یعنی بنی عباس) کا طرفدار رہے ہے، قاصد نے کہا کہ خط تو پڑھ لیجیے، صادق نے غلام سے کہا کہ ذرا چراغ تو میرے قریب لاؤ جب وہ چراغ پاس لایا، تو انھوں نے خط کو اٹھا کر چراغ کی لو سے جلا دیا۔ قاصد نے کہا کہ کیا آپ اس کا جواب نہیں دیں گے، صادق نے کہا کہ جواب تم نے دیکھ تو لیا، پھر قاصد عبداللہ المحض

کے پاس گیا، انھوں نے خط کو پڑھا، اور چوما، پھر وہ سوار ہو کر صادق کے پاس پہنچے اور کہا کہ یہ ابوسلمہ کا خط ہے جس میں وہ مجھے خلافت کی دعوت دے رہا ہے اور یہ خط ہمارے ایک خراسانی شیعہ (طرفدار) کے ذریعہ پہنچا ہے، صادق نے کہا خراسان والے کب سے تمہارے طرف دار بن گئے ہیں، کیا تم نے اُن کے پاس ابومسلم کو بھیجا ہے کیا تم ان میں سے کسی کا نام بھی جانتے ہو، یا کسی کو صورت سے پہچانتے ہو، اور جب کہ تم اُن کو نہیں جانتے، تو پھر وہ کیونکر تمہارے (شیعہ) طرف دار ہو سکتے ہیں۔ تم اُن سے اور وہ تم سے واقف تک نہیں۔ عبداللہ نے کہا کہ تمہاری یہ گفتگو کسی خاص وجہ کی بنا پر معلوم ہوتی ہے، صادق نے کہا خدا شاہد ہے میں نے ہر ایک مسلمان کو نصیحت کرنا اپنے اوپر لازم کر لیا ہے، لہٰذا تم سے اس معاملے میں کیوں بخل کروں، تم اپنے دل کو جھوٹی امیدوں سے خوش نہ کرو، یہ دولت (خلافت) ان لوگوں (بنی عباس) کے لیے تقریباً مکمل ہو چکی ہے، میرے پاس بھی اسی مضمون کا ایک خط آیا تھا، یہ سن کر عبداللہ ان کے پاس سے ناراض ہو کر چل دیئے۔

عمر بن زین العابدین نے خط واپس کر دیا، اور کہا کہ جب میں خط لکھنے والے کو جانتا ہی نہیں تو اُس کا جواب کیونکر دوں، اس طرح ابوسلمہ کی رائے کی تائید نہیں کی گئی، اُدھر دعوتِ عباسی برابر اپنا کام کرتی رہی، آخر کار سفّاح کے ہاتھ پر لوگوں نے بیعت کی، اور ابوسلمہ کی اس کارروائی کی مخبری کی گئی، جس کی وجہ سے وہ ابوسلمہ سے سخت ناراض ہوا، اور اُسے قتل کر ڈالا۔

ابوسلمہ کی سیرت اور اُس کے قتل کی مختصر کیفیت

ابوسلمہ سخی، فیاض، کثرت سے کھانا کھلانے والا، غیر معمولی طور پر بخشش کرنے والا، ہتھیاروں اور گھوڑوں کا شوقین فصیح و بلیغ، تاریخی حالات، اشعار، علم سیر، مناظرہ اور تفسیر کا عالم تھا، وہ ہر وقت بحث و حجت کے لیے تیار رہتا تھا، وہ بڑا دولت مند اور با مروّت شخص تھا،

Marfat.com

جب سفاح کے ہاتھ پر بیعت ہوئی، تو اس نے ابوسلمہ کو اپنا وزیر بنایا اور امورِ سلطنت اور حکومت کے دفاتر اُس کے سپرد کر کے اُس کو وزیرِ آلِ محمد کا لقب دیا لیکن اُس کے دل میں ابوسلمہ کی طرف سے اطمینان نہ تھا، مگر ساتھ ہی اس کو یہ خوف بھی تھا کہ اگر وہ اپنے وزیر ابوسلمہ کو قتل کرے تو ابومسلم کو اس کی اطلاع ہو جائے گی اور وہ اس کی طرف سے کینہ رکھے گا، اس لیے اُس نے ابوسلمہ کے ساتھ بظاہر نرمی کا برتاؤ رکھا، لیکن (خفیہ طور پر) ابومسلم کو ایک خط لکھ دیا جس میں اس کو ابوسلمہ کے ارادے سے آگاہ کیا کہ وہ سلطنت کو بنی عباس سے (دوسروں کی طرف) منتقل کرنا چاہتا ہے، سفاح نے یہ بھی لکھا کہ میں نے اس کے جرم (کا فیصلہ) آپ کے سپرد کر دیا ہے، لیکن خط کا مضمون اندرونی طور پر یہ بتا رہا تھا، کہ ٹھیک رائے یہی ہے کہ اُسے مار ڈالا جائے، سفاح نے یہ خط اپنے بھائی منصور کے ہاتھ بھیجا تھا، جب اس خط کو ابومسلم نے پڑھا تو سفاح کا مطلب سمجھ گیا اور اُس نے خراسان کے کچھ آدمی ابوسلمہ کے قتل کے لیے بھیج دیئے، جنہوں نے اُسے مار ڈالا، ایک شاعر اس کے متعلق کہتا ہے۔

ان الوزیر وزیر اٰل محمد　　اودیٰ فمن یشناك كان وزیرا

بیشک وزیر یعنی آل محمد کا وزیر تو ہلاک ہوگیا، اب جو تم سے دشمنی رکھے وہ وزیر ہوگا

ان السلامۃ قد تبین وربما　　كان السرور بما كرهت جدیرا

ابوسلمہ کی وزارت ختم ہوئی۔

اس میں اختلاف ہے کہ ابوسلمہ کے بعد سفاح کی وزارت کا کام کس نے انجام دیا، بعض کہتے ہیں ابوالجہم نے اور بعض کہتے ہیں عبدالرحمٰن نے، ابوالجہم کچھ عرصہ تک سفاح کی وزارت کا کام کرتا رہا، جب خلافت منصور کو ملی تو اس کے دل میں ابوالجہم کی طرف سے شکوک موجود تھے، چنانچہ اُس نے بادام کے ستو میں اُسے زہر دے دیا۔

Marfat.com

جب اُسے زہر کا احساس ہوا تو اُٹھ کر جانے لگا، منصور نے پوچھا کہاں جاتے ہو؟ اس نے کہا، امیر المومنین جہاں آپ مجھے بھیجنا چاہتے ہیں، صولی کی روایت ہے کہ ابو سلمہ کے بعد سفاح نے خالد بن برمک کو وزیر بنایا تھا۔

خالد بن برمک کی وزارت اور اس کی سیرت

خالد برامکہ کا جد اعلیٰ ہے اس کے زمانے میں دولت برامکہ کا آغاز ہوا، اور وہ ترقی کرتی چلی گئی۔ یہاں تک کہ ہارون رشید کے زمانے میں اُس کا خاتمہ ہوگیا، خالد بن برمک دولت عباسیہ کا ایک بڑا رکن تھا وہ بڑا لائق، جلیل القدر، فیاض، ہوشیار اور بیدار مغز تھا، سفّاح نے اُس کو وزیر بنایا، اور سلطنت کا بوجھ) اس کے دل پر ہلکا ہوگیا۔

خالد کو وزیر کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا، لیکن بعض کہتے ہیں کہ جو شخص بھی ابو سلمہ کے بعد منصب وزارت پر مقرر ہوا وہ اس بات سے پرہیز کرتا تھا کہ اُسے وزیر کہا جائے اس لیے کہ ابو سلمہ کے انجام سے یہ ایک بدفالی سمجھی جاتی تھی (کہ کسی کو وزیر کہا جائے) چنانچہ ایک شاعر کہتا ہے۔

ان الوزیر وزیر آل محمد　　　　اودی فمن یشناك كان وزیرا

بے شک وزیر یعنی آل محمد کا وزیر تو ہلاک ہوا اور اب جو کوئی تجھ سے دشمنی رکھے وہ وزیر بن جائے۔

لوگ کہتے ہیں کہ اسی وجہ سے خالد بن برمک وزرا کی خدمت تو انجام دیتا تھا لیکن اُسے وزیر نہیں کہتے تھے۔

خلفا کے نزدیک خالد کی بڑی عزت تھی، ایک روز سفّاح نے اُس سے کہا آخر اس وقت تک مجھ سے راضی نہ ہوئے جب تک تم نے مجھ سے خدمت نہ لے لی، خالد گھبرایا اور بولا اے امیر المومنین یہ کس طرح؟ میں تو آپ کا غلام اور خادم ہوں، سفّاح نے ہنس کر کہا کہ میری بیٹی ریطہ تمہاری بیٹی کے ساتھ ایک جگہ سوتی ہے جب میں رات کو اُٹھتا ہوں تو دیکھتا ہوں کہ اکثر چادر اُن پر سے ہٹ جاتی ہے، میں اُن کو پھر اُڑھا

دیتا ہوں"۔ خالد نے اُس کا ہاتھ چوما اور کہا آقا اپنے غلام اور لونڈیوں کا کام کر کے ثواب کماتا ہے۔

خالد بن برمک کے دروازے پر کثرت سے ضرورت مند لوگ آتے تھے اور شعراء بھی اس کی مدح کیا کرتے تھے، اور لوگ اپنی حاجت روائی کے لیے اس کی جستجو میں رہا کرتے تھے، اس سے پہلے (ضرورت سے) آنے والے لوگوں کو سائل کہا جاتا تھا، خالد نے کہا کہ میں ایسے لوگوں کے لیے جن میں شریف اور صاحب عزت بھی ہوتے ہیں، یہ نام بُرا سمجھتا ہوں' چنانچہ اس نے ان کا نام زوّارین رکھا، خالد ہی پہلا شخص تھا جس نے ان کے لیے یہ نام تجویز کیا، (یہ سُن کر زائرین میں سے) ایک شخص نے کہا بخدا ہم نہیں سمجھ سکتے کہ ہمارے اوپر آپ کے احسانات زیادہ قابلِ قدر ہیں یا آپ نے جو ہمارا نام رکھا ہے (وہ زیادہ قابلِ شکریہ ہے)

بعض کہتے ہیں کہ نام کی تبدیلی دولت بنی امیہ میں مُبادر بن نعمان نے کی تھی۔

جب خلیفہ منصور بغداد کا شہر بنا رہا تھا، تو مصارف اُس پر بہت گراں گزر رہے تھے، ابوایوب موریانی نے اُس کو یہ مشورہ دیا کہ کسریٰ کے ایوان کو منہدم کر کے اس کے اینٹ پتھر کام میں لائے جائیں، منصور نے خالد بن برمک سے اس کے متعلق مشورہ لیا اس نے کہا اے امیرالمومنین ایسا نہ کیجیے، اس لیے کہ یہ اسلام کی (فتح کی) نشانی ہے جب لوگ اسے دیکھیں گے تو خیال کریں گے کہ ایسی عمارت بجز آفات سماوی کے کسی دوسرے سبب سے منہدم نہیں ہو سکتی، اس کے علاوہ یہاں حضرت علی بن ابی طالب نے نماز بھی پڑھی تھی، اور اس کے توڑنے کا صرف اُس سے حاصل ہونے والے فائدے سے زیادہ ہے۔ منصور نے کہا کہ تم اس لیے مخالفت کرتے ہو کہ تمہارے اندر ابھی تک عجمیت کی طرف رجحان پایا جاتا ہے۔ پھر منصور نے اُس کے توڑنے کا حکم دیا، چنانچہ اُس میں سے ایک رخنہ کو منہدم کیا گیا اُس کا صرف اُس چیز کی قیمت سے زیادہ تھا جو اُس کے توڑنے سے ہاتھ آئی۔ یہ دیکھ کر منصور منہدم کرنے سے باز رہا اور کہا اے خالد اب ہم تمہارے ہم خیال

Marfat.com

ہو گئے اور ہم نے ایوان توڑنے کا خیال چھوڑ دیا۔ خالد نے کہا اے امیر المومنین اب میں اس کے منہدم کرنے ہی کا آپ کو مشورہ دیتا ہوں تا کہ لوگ یہ تذکرہ نہ کریں کہ آپ اُس عمارت کے توڑنے سے قاصر رہے، جو دوسروں کی بنائی ہوئی تھی، منصور نے اِس رائے کو نہ مانا اور توڑنے سے باز رہا۔

ایک شاعر نے خالد بن برمک کو نوروز کے دن چند اشعار لکھ کر بھیجے، اُس روز لوگوں نے خالد کے پاس نوروز کے تحفے بھیجے تھے، جن میں چاندی سونے کے کٹورے بھی تھے۔

لیت شعری لنا منك خط　　　یا هدایا الامیر فی النوروز

اے وزیر کے تحائف! کاش نوروز کے دن تم میں ہمارا بھی کوئی حصّہ ہوتا۔

ماعلی خالد بن برمك فی　　　الجود نوال ینیله بعزیز

خالد بن برمک جس چیز کو ہدیہ کرنا چاہے۔ تو وہ اُس پر کبھی بھاری نہیں ہوتی۔

لیت لی منه جام فضة من هدایاه　　　سوی مابه الامیر مجیزی

کاش اُس کے تحفوں میں میرے لیے چاندی کا ایک کٹورا ہوتا علاوہ اُن تحفوں کے جن کو دیکر امیر نے مجھ پر احسان کیا ہے۔

انما ابتغیة للعسل الممزوج　　　بالماء لا لبول العجوز

میں یہ کٹورا اِس لیے چاہتا ہوں کہ اِس میں شہد اور پانی ملا کر پیوں نہ یہ کہ بوڑھی عورت کے پیشاب کرنے کے کام آئے۔

یہ سُن کر خالد نے جو کچھ چاندی اور سونے کے برتن اُس کے سامنے موجود تھے، سب شاعر کو دیدیئے، جو درحقیقت ایک بیش قیمت مال تھا، جب منصور خلیفہ ہوا تو اس نے خالد کو وزارت پر قائم رکھا، اس کی قدر کی اور اُسے مشیر بنایا۔

سفاح کے وزیروں کا حال ختم ہوا، اور اس کے اختتام کے ساتھ اُس کے عہدِ حکومت کے حالات بھی ختم ہوئے۔

Marfat.com

(۲) ابوجعفر منصور

سفاح کے بعد اُس کا بھائی ابوجعفر منصور حکمراں ہوا، ۱۳۶ھ میں اُس کے ہاتھ پر بیعت ہوئی۔ اب منصور کی مختصر سیرت اور اُس کے زمانے کے بعض اہم واقعات و حوادث کا ذکر کیا جاتا ہے۔ منصور دنیا کے بڑے ہوشیار، عقلمند، عالم، صائب رائے اور تدبیر والے باعزت، اور ذی وقار بادشاہوں میں تھا، تنہائی (پرائیویٹ صحبتوں) میں وہ بڑا خوش اخلاق تھا، اور مذاق و تفریح کی باتوں کو حد سے زیادہ برداشت کرتا تھا، لیکن جب وہ لباس بدل کر دربارِ عام میں نکلتا تھا تو اُس کا رنگ ہی کچھ اور ہو جاتا تھا، آنکھیں سُرخ ہو جاتی تھیں اور تمام اوصاف بدل جاتے تھے۔ ایک روز اُس نے اپنے لڑکوں سے کہا، اے لڑکو! جب تم دیکھو کہ میں نے کپڑے پہن لیے، اور دربار کی طرف روانہ ہوا تو اُس وقت کوئی ہرگز میرے پاس نہ آئے، مبادا کہ (ایسی حالت میں) اُس کو مجھ سے کوئی تکلیف پہنچ جائے۔

کہتے ہیں کہ منصور موٹا لباس پہنا کرتا تھا، اور بعض اوقات وہ اپنے کُرتے میں پیوند بھی لگا لیتا تھا۔ جب جعفر بن محمد صادق سے اِس کا تذکرہ کیا گیا تو آپ نے کہا کہ خدا کا شکر ہے کہ اُس نے منصور کو باوجود مالکِ سلطنت ہونے کے اپنی ذات کے لیے فقر میں مبتلا کر دیا ہے۔

منصور کے گھر میں لہو و لعب سے متعلق یا اُس سے ملتی جلتی کوئی چیز نہیں پائی جاتی تھی، اُس کے ایک آزاد کیے ہوئے غلام نے بیان کیا کہ میں ایک روز خدمت کے لیے اُس کے پاس کھڑا تھا، کہ ناگاہ اُس نے ایک بلند آواز سنی اُس نے مجھ سے کہا، ذرا دیکھو تو یہ کیا آواز ہے، میں نے جا کر دیکھا کہ منصور کا ایک خادم طنبورہ بجا رہا ہے، اور اُس کے گرد منصور کی کنیزوں کی ایک جماعت قہقہے مار رہی ہے۔

Marfat.com

جب میں نے منصور سے یہ قصّہ کہا تو وہ بہت ناخوش ہوا، اور مجھ سے پوچھنے لگا کہ طنبورہ کیا چیز ہوتی ہے، میں نے اُس کی حقیقت بیان کر دی، پھر اُس نے سوال کیا کہ طنبورے کا علم تم کو کس طرح ہوا، میں نے کہا کہ یہ چیز میں نے خراسان میں دیکھی تھی، منصور اُٹھ کر خادم کے پاس پہنچا، جب کنیزوں نے اُسے دیکھا تو وہ اِدھر اُدھر منتشر ہو گئیں منصور نے حکم دیا کہ طنبورہ اِس خادم کے سر پر توڑ دو، چنانچہ ایسا ہی کیا گیا پھر اس طنبورہ کو گھر سے نکال کر فروخت کرا دیا۔

منصور کو اپنے بیٹے مہدی سے بڑی محبت تھی، جب کوئی شخص کسی جرم کا مرتکب ہوتا، یا اُس سے (بطور جرمانہ وغیرہ) کوئی رقم وصول کی جاتی تو منصور اُسے بیت المال میں علیحدہ رکھوا دیتا تھا، اور اُس پر اُس کے مالک کا نام لکھوا دیتا تھا، منصور نے مرتے وقت اپنے بیٹے مہدی سے کہا، اے بیٹے! میں نے جرمانوں کے طور پر یا مال ضبط کر کے جو چیزیں لوگوں سے حاصل کی ہیں ان کو میں نے علیحدہ رکھوا دیا ہے اور ان پر مالکوں کے نام بھی لکھوا دیئے ہیں، جب تمہیں حکومت ملے، تو یہ چیزیں مالکوں کو واپس کر دینا تاکہ لوگ تمہیں دعائیں دیں اور تم سے محبت کریں۔

یزید بن ہبیرہ نے کہا ہے کہ جنگ اور امن دونوں حالتوں میں میں نے منصور سے زیادہ چالاک، ہوشیار، اور بیدار کسی دوسرے کو نہیں دیکھا، منصور نے نو مہینہ تک میرا محاصرہ کیا، میرے ساتھ عرب کے سوار موجود تھے، ہم نے بہت کوشش کی کہ اُس کے لشکر سے کوئی چیز لے سکیں۔ لیکن ہم ایسا نہ کر سکے، کیونکہ منصور اپنے لشکر پر پوری طرح قابو رکھتا تھا، اور حالات سے ہر وقت باخبر رہتا تھا، جب اُس نے میرا محاصرہ کیا تو اس وقت میرے سر میں ایک بھی سفید بال نہ تھا، لیکن جب محاصرہ ختم ہوا، تو میرے سر میں ایک سیاہ بال بھی باقی نہ رہا تھا۔

منصور ہی نے سلطنت کی بنیاد مضبوط کی، مملکت کو انضباط میں لایا اور قوانین و قواعد مرتب کیے، اور قانون کو رواج دیا، اُس نے بہت سی چیزیں ایجاد کیں، منجملہ ان کے

Marfat.com

اُن کے ایک "نوبت" کا گھوڑا بھی تھا جس کے مقرر کرنے کی وجہ آگے بیان کی جائے گی، اُس کی ایجادوں میں سے ایک یہ بھی ہے لوگ اس سے پہلے اُسے نہیں جانتے تھے، شاہانِ فارس کا قاعدہ تھا کہ وہ گرمیوں میں ہر روز ایک کمرے کو مٹی سے چھپوا کر اُس میں رہتے تھے، دوسرے روز دوسرا کمرہ چھپوا لیا جاتا تھا۔

منصور کو لوگ بڑا بخیل کہتے تھے یہاں تک کہ اُس کا بخل ضرب المثل ہو گیا تھا، بعض کہتے ہیں کہ وہ سخی تھا، چنانچہ جب اُس نے حج کیا، تو حجاز والوں پر بڑے احسانات کیے، اہلِ حجاز اس سال کو ارزانی اور خوشحالی کا سال شمار کرتے ہیں صحیح بات یہ ہے کہ وہ ایک ہوشیار شخص تھا، سخاوت کے موقع پر سخاوت کرتا تھا اور بے موقع داد و دہش سے باز رہتا تھا، لیکن پھر بھی کفایت شعاری کی خصلت اس پر غالب تھی۔

منصور کے زمانہ میں ایک دلچسپ واقعہ پیش آیا، خراسان کے کچھ لوگ جن کو راوندیہ کہتے ہیں تناسخ ارواح کے قائل تھے، اُن کا خیال تھا کہ آدم علیہ السلام کی روح ایک شخص کے جسم میں جو اُن کا سردار تھا منتقل ہو گئی ہے، اور اُن کا پروردگار جو انھیں کھلاتا پلاتا ہے۔ وہ منصور ہی ہے۔ اور ایک دوسرے شخص کے متعلق کہتے تھے کہ وہ جبرئیلؑ ہے، جب یہ لوگ (اپنے عقیدے کو لیکر) نکلے تو وہ (ایک روز) منصور کے محل کے پاس آئے اور اُس کے گرد طواف کرنے لگے، وہ کہتے تھے کہ یہ ہمارے پروردگار کا محل ہے۔ منصور نے اُن کے سرداروں کو پکڑ بلایا، اور اُن میں سے دو سو آدمیوں کو قید کر لیا، باقی ماندہ آدمیوں کو غصہ آیا اور اُنھوں نے جمع ہو کر قید خانے توڑ ڈالے اور اپنے ساتھیوں کو آزاد کر دیا۔ پھر انھوں نے منصور سے لڑنے کا قصد کیا، منصور اُن کے مقابلے کے لیے پیدل نکلا، اُس وقت تک اُس کے دروازے پر (سواری کے لیے) کوئی جانور نہیں رہتا تھا، اُس روز کے بعد سے یہ دستور رہ گیا، کہ محل کے دروازے پر ہر وقت سواری کا ایک جانور تیار کھڑا رہتا تھا، منصور کے بعد اور خلفا اور بادشاہوں

نے بھی یہی طریقہ اختیار کرلیا، جب منصور باہر آگیا تب اُس کے لیے سواری لائی گئی اور وہ اُس پر بیٹھ کر اُن سے لڑنے کے لیے نکلا، اُن لوگوں نے اُس پر ہجوم کیا اور قریب تھا کہ اُسے مار ڈالیں، کہ اتنے میں معن بن زائدہ جو منصور سے روپوش تھا، نقاب ڈالے ہوئے آیا، اور اُس کے سامنے کھڑا ہوگیا اور اُسے نہ پہچان سکا معن اُس کے سامنے خوب لڑا اور اس آزمائش میں خوب کامیاب ہوا، منصور خچر پر سوار تھا، اور اُس کی لگام اُس کے دربان ربیع کے ہاتھ میں تھی، معن آیا اور بولا، ہٹ جا، میں ایسے وقت میں تجھ سے زیادہ لگام پکڑنے کا مستحق ہوں۔ منصور نے کہا یہ سچ کہتا ہے، لگام اِسے دیدو، معن برابر لڑتا رہا، یہاں تک کہ (خطرناک) حالت دور ہوگئی اور راوندیوں پر فتح حاصل ہوئی، پھر منصور نے پوچھا تم کون ہو، اُس نے کہا اے امیر المومنین میں آپ کا "اشتہاری مجرم" معن بن زائدہ ہوں، منصور نے کہا، اب اللہ نے تیرے جان و مال اور اہل و عیال سب کو پناہ دیدی، تم ہی جیسے آدمی کے ساتھ احسان کیا جاتا ہے، منصور نے اُس کے ساتھ احسان کیا اور پھر منصور نے اُس کے ساتھ اچھا سلوک کیا، اور اُس کو یمن کا حاکم بنا دیا۔

شہر بغداد کی تعمیر

منصور نے شہر بغداد کی بنیاد ڈالی، اُس نے قیام سلطنت کے ابتدائی زمانے میں، کوفہ کے اطراف میں ایک شہر بسایا تھا، اور اُس کا نام ہاشمیہ رکھا تھا لیکن راوندیہ کا واقعہ پیش آجانے سے اُس شہر میں رہنے، اور کوفہ والوں کی ہمسائیگی سے اُسے نفرت ہوگئی، کیونکہ اُن کی طرف سے اُسے جان کا خطرہ تھا، منصور کے لشکر کے خیالات بھی اُن لوگوں نے خراب کر دیئے تھے، انھیں اسباب کی بنا پر منصور خود ایک مناسب موقع کی تلاش میں نکلا، جہاں وہ خود رہے، اور اپنے اور اپنی اہل و عیال اور فوج وغیرہ کے رہنے کے لیے شہر بسائے، وہ (اس تلاش میں) مقام جرجرایا تک نیچے اُترا، اور موصل تک اوپر چڑھ گیا، پھر اُس نے چند صاحب عقل و دانش حکما کو بھیج کر جگہ تلاش کرنے کا حکم دیا، چنانچہ انھوں نے اس

Marfat.com

کے لیے وہی شہر (یعنی اس کا محل وقوع) پسند کیا، جسے مدینۃ المنصور کہتے ہیں اور جو (دجلہ کے) مغربی جانب واقع ہے، اور موسیٰ اور جواد کی جائے شہادت سے قریب ہے۔ منصور ایک رات اور ایک دن تک اُس جگہ کے متعلق غور کرتا رہا، آخر کار اس کو پسند کر کے وہاں اس نے شہر کی تعمیر شروع کر دی۔

اس سلسلہ میں ایک دلچسپ واقعہ پیش آیا، اور وہ یہ کہ اُس دیر کے راہب نے جس کو اب دیرِ روم کہتے ہیں، منصور کے کسی آدمی سے دریافت کیا کہ کون شخص اس جگہ شہر بسانا چاہتا ہے، اُس نے کہا کہ وہ لوگوں کے خلیفہ اور امیر المومنین منصور ہیں، راہب نے پوچھا کہ اُس کا نام کیا ہے، اس نے کہا عبداللہ، راہب نے کہا کیا اِس کے علاوہ بھی اُس کا کوئی نام ہے، اُس نے کہا نہیں، بجز اس کے کہ اُس کی کنیت ابوجعفر اور لقب منصور ہے، راہب نے کہا کہ اُس کے پاس جاؤ اور کہو کہ وہ اس شہر کو بنانے کی تکلیف نہ اٹھائے، کیونکہ ہم اپنی کتابوں میں لکھا ہوا پاتے ہیں کہ ایک شخص جس کا نام مقلاص ہوگا وہ اِس جگہ شہر بسائے گا، اور اُس شہر کی ایک بڑی شان ہوگی، مقلاص کے علاوہ کسی دوسرے سے یہ کام نہ ہو سکے گا، وہ شخص منصور کے پاس گیا اور جو کچھ راہب نے کہا تھا اُس کی خبر دی۔ یہ سن کر منصور فوراً گھوڑے سے اُترا اور دیر تک سجدے میں پڑا رہا۔ پھر کہا بخدا میرا ہی نام (لقب) مقلاص تھا، اور یہی لقب (ایک عرصہ تک) میرے (اصلی نام) پر غالب رہا، ذہب میں پھر وہ لقب مجھ سے جاتا رہا۔

مقلاص کہلائے جانے کی وجہ یہ ہوئی تھی کہ میرے بچپن میں ایک چور تھا جس کو مقلاص کہتے تھے، اُس کی چوری ضرب المثل تھی، ہمارے گھر میں ایک بڑھیا تھی جو میری تربیت کیا کرتی تھی، اتفاق سے ایک روز مکتب کے بچے میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ آج ہم تمہارے مہمان ہیں، میرے پاس کوئی چیز نہ تھی، کہ اُن پر صرف کروں بڑھیا کا کچھ کاتا ہوا سوت رکھا ہوا تھا، میں نے اُسے لے جا کر بیچ ڈالا اور اس کی قیمت اُن

Marfat.com

لڑکوں پر خرچ کردی، جب اُسے خبر ہوئی کہ میں نے اُس کا سوت چرایا ہے تو اُس نے میرا نام مقلاص رکھ دیا اور یہ لقب میرے (اصلی نام پر) غالب رہا، پھر یہ (قصّہ) میرے ذہن سے اُتر گیا، اور اب میں سمجھا کہ میں ہی اِس شہر کو بنانے والا ہوں۔

ایک ہوشیار (اور ماہر فن) نصرانی نے شہر کے موقع کی خوبی منصور کو بتاتے ہوئے کہا "اے امیرالمومنین (یہاں شہر بساکر) آپ کی سکونت دجلہ اور فرات کے درمیانی راستہ پر ہوگی۔ جب کوئی دشمن آپ سے لڑنے کے لیے آئے گا تو یہ دونوں دریا آپ کے لیے خندقوں کا کام دیں گے، (دوسری آسانی یہ ہے) کہ سامانِ رسد آپ کے پاس کبھی دریائے دجلہ کے ذریعہ دیار بکر سے، اور کبھی سمندر کے راستہ سے ہندوستان اور چین سے بصرہ (سے گزرتا ہوا) آیا کرے گا، اسی طرح دریائے فرات کے ذریعہ رقہ اور شام سے بھی رسد پہنچتی رہے گی۔ خراسان اور بلادِ عجم سے بھی رسد کا سامان تامرا کے کنارے اترے گا، اور اے امیرالمومنین آپ دریاؤں کے کنارے پر رہیں گے، اور آپ کا دشمن صرف مستقل یا عارضی پل کے ذریعے پہنچ سکے گا، اور جب آپ پل کو کاٹ دیں گے یا منہدم کردیں گے تو دشمن آپ کے پاس نہ آسکے گا، آپ کا قیام واسط، موصل، سوڈان بصرہ، کوفہ اور سواد شہر کے درمیان ہوگا، خشکی، تری اور پہاڑ سب آپ سے قریب ہوں گے"۔ یہ سن کر شہر بسانے کے متعلق منصور کا ارادہ اور شوق اور بڑھ گیا، اس نے مختلف اطراف میں خطوط بھیج کر کاریگروں اور مزدوروں کو طلب کیا، انصاف پسند ہوشیار، عالم، امانت دار اور علم ہندسہ سے واقف لوگوں کو منتخب کرنے کا حکم دیا، تاکہ شہر کو تقسیم کرکے کام شروع کریں، اس شہر کی تعمیر ۱۴۵ھ میں شروع ہوئی۔

امام ابوحنیفہؒ کچی اور پکی اینٹیں شمار کرتے تھے، امام صاحب ہی نے اینٹوں کے شمار کو مختصر کرنے کے لیے بانس کے ذریعہ پیمائش کا طریقہ ایجاد کیا تھا، شہر پناہ کی دیوار نیچے سے پچاس ہاتھ اور اوپر بیس ہاتھ رکھی گئی، منصور نے پہلے اینٹ اپنے ہاتھ سے رکھی

اور کہا:-

بسم اللہ والحمد للہ الارض للہ یورثہا من یشاء من عبادہ والعاقبۃ للمتقین۔

خدا کے نام سے شروع کرتا ہوں۔ سب تعریف خدا کے لیے ہے۔ زمین خدا کی ملکیت ہے، اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے دیدیتا ہے، اور انجام کی بہتری صرف پرہیزگاروں کے حصہ میں ہے۔

پھر منصور نے کہا اب تعمیر شروع کردو، منصور نے ۱۴۵ھ میں اس کی ابتدا کی، اور ۱۴۶ھ میں اُسے ختم کردیا۔ شہر کو اس نے دائرے کی صورت میں بنایا، اور اپنا محل بالکل وسط میں رکھا، تاکہ کوئی شخص (شاہی محل سے) دوسرے کے مقابلے میں قریب نہ ہو، مصارف کی تعداد (۴۸۳۰۰۰۰) درم تک پہنچی، جب اس کام سے فراغت ہوئی، تو منتظمین سے اس نے اُن تمام رقوم کا حساب لیا جو انھیں شہر کی تعمیر کے لیے پیشگی دی گئی تھیں، اور باقی ماندہ رقم کا اُن سے مطالبہ کیا، یہاں تک کہ بعض لوگوں پر بروئے حساب اگر پندرہ درم بھی باقی نکلے تو اُن سے وصول کر لیے،

بغداد کے مختلف نام

اس شہر کو بغداد کہتے ہیں کیونکہ یہاں ایک جگہ تھی جس کا نام بغداد تھا، اس لیے شہر کا بھی وہی نام ہوگیا، اس کو ذال کے ساتھ بغداذ بھی کہا جاتا ہے، اور نون سے بغدان بھی کہتے ہیں، اس کا ایک نام زوراء بھی ہے، کیونکہ اس کے جائے وقوع کو قدیم زمانے میں زوراء کہتے تھے ایک قول یہ بھی ہے کہ بغداد کا قبلہ چونکہ سیدھا نہیں ہے بلکہ وہاں کی جامع مسجد میں نماز پڑھنے والے کو تھوڑا بائیں طرف مائل ہونا پڑتا ہے (اس لیے اس کو زوراء کہتے ہیں) مدینۃ المنصور اور دارالسلام بھی اس کے نام ہیں، یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ شہر بڑا مبارک ہے جس میں کبھی کوئی خلیفہ نہیں مرا، مدینۃ المنصور در اصل پرانے بغداد کا نام ہے، اور جو آبادی (دجلہ سے) مشرق کی جانب ہے اس کی تعمیر بعد میں ہوئی۔

اولادِ حسنؓ پر منصور کے مظالم

منصور نے حسنؓ کی اولاد کے ساتھ نہایت بُرا سلوک کیا۔ مشائخ سادات کو اُس نے گرفتار کر لیا، عبداللہ المحض بن الحسن بن الحسن بن علی بن ابی طالب جو طالبین کے شیخ تھے، اُن کی اولاد جو بنی الحسن کے سادات تھے، ان سب کو منصور نے اپنے پاس مقید رکھا، یہاں تک کہ یہ سب اُس کی قید میں مر گئے، یہ بھی روایت ہے کہ منصور کا دربان باہر آیا، اور اُس نے آواز دی کہ اولادِ حسینؓ کے جو لوگ دروازے پر ہوں وہ اندر آجائیں، چنانچہ بنی حسین کے مشائخ داخل ہوئے، پھر وہ باہر نکلا اور اُس نے پکارا کہ اولادِ حسن کے جو لوگ دروازے پر ہوں وہ بھی اندر آجائیں، یہ سُن کر بنی حسن کے مشائخ بھی اندر چلے گئے، پھر اُن سب کو ایک کوٹھری میں بند کر دیا گیا، اور دوسرے دروازے سے لوہاروں کو بلایا گیا جنہوں نے اُن سب کو زنجیریں پہنائیں، پھر منصور نے اُن کو عراق بھیج دیا اور وہاں انھیں قید میں رکھا، یہاں تک کہ بمقام کوفہ قید ہی کی حالت میں وہ سب مر گئے، خدا اُس کو اِس بُرے عمل کا بدترین بدلہ دے۔

اسی سلسلہ میں ایک عجیب واقعہ پیش آیا، اور وہ یہ کہ بنی حسن کا ایک شخص آیا، اور منصور کے سامنے کھڑا ہوا، منصور نے دریافت کیا کہ کس ضرورت سے آئے ہو، اُس نے کہا کہ میں اِس لیے آیا ہوں کہ تم مجھے میرے اہل و عیال کے ساتھ قید کر دو، کیونکہ مجھے ان کے بعد دنیا میں رہنے کی خواہش نہیں ہے، منصور نے اُس کو اسی کے خاندان والوں کے ساتھ قید کر دیا، یہ شخص علی بن حسن حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب تھا۔

اِن قیدیوں میں محمد بن ابراہیم بن حسن حسن بن علی بن ابی طالب بھی تھے۔ یہ بڑے خوب صورت شخص تھے اور حُسن کی وجہ سے اُن کو دیباجِ اصفر (زرد ریشم) کہا جاتا تھا۔ منصور نے اُن کو بلایا اور کہا، تو ہی دیباجِ اصفر ہے، انھوں نے کہا لوگ ایسا کہتے ہیں، منصور نے کہا کہ میں تجھے اِس بُری طرح قتل کروں گا کہ میں نے اس سے پہلے کسی کو اِس طرح قتل نہیں کیا، پھر منصور کے حکم سے اُن کو زندہ ایک ستون کے اندر چنوا دیا گیا۔ اور وہ اُس

Marfat.com

میں (گھٹ کر) مر گئے۔

اولادِ حسن کے ساتھ منصور کی اس بدسلوکی کا سبب یہ تھا کہ بنی ہاشم کی دونوں شاخیں بنی طالب، اور بنی العباس، بنی امیہ کے آخری زمانہ میں جمع ہوئیں، اور انھوں نے اپنی (تباہ) حالت اور مظلومیت کا ذکر کیا، اور عہد بنی امیہ کے اُن اضطرابات اور فتنہ و فساد کا بھی تذکرہ کیا جو اُن کے آخری دور میں برپا تھے، اور یہ بھی کہا گیا کہ لوگ دل سے اُن کی طرف مائل ہیں، (یعنی بنی ہاشم کی طرف) اور اُن سے محبت رکھتے ہیں، وہ چاہتے ہیں کہ لوگوں کو ان کی طرف خلافت کی دعوت دی جائے، سب نے اتفاق کیا کہ خفیہ طور پہ لوگوں کو اس کی دعوت دی جائے، پھر انھوں نے کہا کہ ہمارے لیے ایک سردار کا ہونا ضروری ہے جس کے ہاتھ پر ہم بیعت کریں، چنانچہ نفسِ زکیہ محمد بن عبداللہ بن الحسن بن حسن علی بن ابی طالب سے بیعت کرنے پر سب نے اتفاق کیا، محمد (نفس زکیہ) بنی ہاشم کے سادات میں سے تھے، اور بلحاظ فضیلت و شرافت اور علم کے ایک نام آور شخص تھے۔ اس مجلس میں بنی ہاشم کے سردار علوی اور عباسی سب حاضر تھے بنی طالب کے سرداروں میں صادق جعفر بن محمد اور عبداللہ بن الحسن بن حسن بن علی بن ابی طالب اور عبداللہ کے دونوں بیٹے محمد نفس زکیہ اور ابراہیم قتیل باخمری جو مقام باخمری میں قتل ہوئے ہیں) موجود تھے، ان کے علاوہ بنی طالب کی ایک (بڑی) جماعت شریک تھی، عباسی سرداروں میں، سفاح، منصور اور ان کے سوا آل عباس کے اور لوگ بھی موجود تھے۔ بجز امام جعفر بن محمد بن صادق کے سب نے نفس زکیہ کے ہاتھ پر بیعت کرنے پر اتفاق کیا، امام جعفر نے نفس زکیہ کے باپ عبداللہ المحض سے کہا کہ تمہارے بیٹے کو خلافت نہیں مل سکتی، زرد جبہ والے یعنی منصور کے علاوہ خلافت ہرگز کسی کو نہ ملے گی، منصور اس وقت زرد جبہ پہنے ہوئے تھا، وہ کہتا ہے کہ میں نے اُسی وقت سے اپنے شریک کار کام کرنے والے تجویز کر لیے، اس کے بعد سب نے نفس زکیہ کے ہاتھ پر بیعت کرنے پر

Marfat.com

اتفاق کیا، اور سب نے بیعت کرلی، لیکن (قدرت کے پیش نظر کچھ اور تھا، چنانچہ زمانے نے پھر ایک ضرب لگائی، اور حکومت بنی عباس کی طرف منتقل ہوگئی۔ جیسا کہ اوپر تفصیل سے گزر چکا ہے، اس کے بعد جب خلافت سفّاح سے منصور کے ہاتھوں میں پہنچی، تو منصور کو اگر کوئی فکر تھی تو یہ کہ نفس زکیہ کو طلب کرکے یا تو اُسے مار ڈالے، یا معزول کردے، ایسا کرنے پر اُسے اس بات نے اور بھی برانگیختہ کیا تھا کہ لوگ شدّت سے نفس زکیہ کی طرف مائل تھے اور اُن کے اعتقاد میں فضیلت، شرافت، اور امارت (کا استحقاق) اُن میں پایا جاتا تھا، منصور نے نفس زکیہ کے باپ عبداللہ المحض سے نفس زکیہ کو حاضر کرنے کے لیے کہا، عبداللہ بنی ہاشم کے نام آور شخص اور سردار تھے، منصور نے انھیں مجبور کیا کہ وہ اپنے دونوں بیٹوں محمد زکیہ اور ابراہیم کو حاضر کردیں، عبداللہ نے کہا کہ مجھے ان کے متعلق علم نہیں (کہ وہ کہاں ہیں) بات یہ تھی کہ یہ دونوں منصور کے خوف سے غائب ہوگئے تھے، جب منصور اُن کے باپ سے برابر یہ کہتا گیا، تو انھوں نے یہ کہا کہ تم کب تک مجھ سے ایسی باتیں کہے جاؤ گے، بخدا اگر وہ دونوں میرے پیر کے نیچے بھی ہوتے تو میں اپنا پیر کبھی نہیں اُٹھاتا، سبحان اللہ! کیا میں اپنے دونوں بچوں کو تمہارے پاس اس لیے لے آؤں کہ تم انھیں قتل کر ڈالو، اس پر منصور نے عبداللہ اور ان کی اہل وعیال کو جو اولاد حسنؓ تھے گرفتار کرلیا اور ان کا وہی انجام ہوا جس کی تفصیل اوپر گذر چکی ہے، خدا اہل بیت سے راضی رہے اور اُن پر سلام ہو۔

نفس زکیہ کا خروج اور اس کی تفصیل

ان کا نام عبداللہ المحض بن الحسن بن الحسن بن علی ابی طالب تھا۔ وہ بنی ہاشم کے سادات میں سے تھے اور بہ اعتبار فضیلت، شرافت دین داری، علم، شجاعت، فصاحت، شانِ امارت، اور سخاوکرم کے بنی ہاشم کے نام آور سردار تھے، لوگوں میں پہلے یہ بات مشہور ہوئی کہ یہ وہ مہدی موعود ہیں جن کی بشارت دی گئی ہے۔ اُن کے باپ نے بھی اس خیال کو لوگوں کی مختلف جماعتوں میں

Marfat.com

پختہ کر دیا تھا، اور یہ روایت (تو موجود ہی) تھی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "کہ اگر دنیا کی عمر میں سے صرف ایک روز باقی رہ جائے گا تو خدا اُس دن کو اُس وقت تک دراز کرتا رہے گا جب تک اُس دن ہمارا مہدی اور ہمارا قائم مقام مبعوث نہ ہو، مہدی میرا ہمنام ہوگا اور اُس کا باپ میرے باپ کا ہمنام" فرقۂ امامیہ کا خیال ہے کہ اِس حدیث میں دراصل یہ الفاظ نہیں تھے کہ "مہدی میرا ہمنام ہوگا اور اس کا باپ میرے باپ کا ہمنام"۔

عبداللہ المحض اپنے بیٹے محمد (نفس زکیہ) کے متعلق لوگوں سے کہتے تھے کہ یہ وہی مہدی ہے جس کی بشارت دی گئی ہے، یہ محمد بن عبداللہ ہے، پھر خدا نے لوگوں کے دلوں میں ان کی محبت قائم کی اور سب اُن کی طرف قائل ہوگئے، اس تحریک کو اس واقعہ سے اور بھی تقویت پہنچی کہ بنی ہاشم کے سرداروں نے ان کے ہاتھ پر بیعت کرلی، اور خلافت کے لیے اُنھیں منتخب کرکے اپنے مقابلے میں زیادہ مستحق خیال کیا، اِن حالات کی بنا پر حصولِ خلافت کی خواہش نفس زکیہ کے دل میں اور زیادہ بڑھ گئی تھی، اور لوگوں کا رجحان بھی اُن کی طرف زیادہ ہوگیا تھا،

جب خلافت خاندانِ عباسیہ میں منتقل ہوئی تو اُس وقت سے نفس زکیہ اپنی جان کے خوف سے وطن سے دور رہا کرتے تھے، جب اُنھیں اُس مصیبت کا علم ہوا جو اُن کے باپ اور دوسرے عزیزوں پر گزری تو انھوں نے مدینہ میں (اپنی خلافت کا) اعلان کر دیا، مدینہ کے سردار اُن کے مطیع ہوگئے اور سوائے ایک مختصر جماعت کے سب نے اُن کا ساتھ دیا، پھر نفسِ زکیہ نے مدینہ پر قبضہ کرکے امیر مدینہ کو جو منصور کی طرف سے متقرر تھا معزول کر دیا، اور وہاں اپنی طرف سے ایک حاکم اور قاضی مقرر کیا، قیدخانوں کے دروازے توڑ کر قیدیوں کو آزاد کر دیا، اب مدینہ پر اُن کا پورا تسلّط ہوگیا ـــــ،

جب محمد بن عبداللہ (نفس زکیہ) کی امارت کا اعلان ہوا، اور مدینہ میں جو کچھ انھوں نے چاہا کیا، تو ایک شخص جسے اوس عامری کہتے تھے، (منصور کو خبر دینے کے لیے) مدینہ سے روانہ ہو کر صرف نو دن میں شہر منصورہ پہنچ گیا۔ وہ وہاں رات کے وقت پہنچا، اُس نے شہر کے دروازے پر کھڑے ہو کر یہاں تک شور مچایا کہ لوگوں کو اس کا علم ہو گیا اور اسے اندر آنے دیا، ربیع دربان نے پوچھا اس وقت جب کہ امیر المومنین سو رہے ہیں، تمہارا کیا کام ہے اُس نے کہا مجھے اُن سے ملنا نہایت ضروری ہے' ربیع اندر گیا، اور منصور کو اُس کی خبر پہنچائی، پھر اُس کو منصور کے پاس لے گیا، اُس نے کہا اے امیر المومنین محمد بن عبداللہ مدینہ میں باغی ہو گیا، اور اُس نے جو چاہا کیا منصور نے پوچھا کیا تم نے خود اُسے دیکھا ہے، اس نے کہا بیشک میں نے اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ممبر پر دیکھا ہے اور میں نے خود اُس سے گفتگو کی ہے۔

منصور نے اُس کو ایک کمرے میں بند کر دیا، جب اس واقعہ کے متعلق پے در پے خبریں موصول ہوئیں تو منصور نے اُسے کمرے سے باہر نکالا اور کہا کہ اب میں تیرے ساتھ بہترین سلوک کرتا ہوں اور تجھے بے نیاز کیے دیتا ہوں۔ تو کتنی راتوں میں مدینے سے یہاں تک پہنچا، اُس نے کہا نو راتوں میں منصور نے اُسے نو ہزار درہم دیئے۔

اس کے بعد منصور (اس واقعہ سے متاثر و بے قرار ہو کر) کبھی اٹھتا اور کبھی بیٹھتا اِس اثنا میں کافی وقت گزر گیا، اور دونوں کے درمیان مراسلت ہوتی رہی۔ ہر ایک نے دوسرے کو ایسے خط لکھے جو خوبیٔ تحریر کے لحاظ سے دنیا کے بہترین خطوں میں شمار کیے جاتے ہیں، اُن خطوں میں ہر ایک فریق نے اپنی حجت پیش کی اور ہر ممکن دلیل سے کام لیا، آخر کار منصور نے اپنے بھتیجے عیسیٰ بن موسیٰ کو نفس زکیہ سے لڑنے کے لیے بھیجا، چنانچہ وہ ایک بڑا لشکر لے کر اس کی طرف روانہ ہوا دونوں لشکر مدینہ کے قریب ایک جگہ مقابل ہوئے، فتح منصوری

Marfat.com

فوج کے حصہ میں آئی، محمد بن عبداللہ (نفس زکیہ) مارے گئے اور اُن کا سر منصور کے پاس بھیج دیا گیا، یہ واقعہ ۱۴۵ھ کا ہے۔

اس کے بعد نفس زکیہ کا بھائی ابراہیم بن عبداللہ بصرے میں منصور کے خلاف کھڑا ہوا جس کی مختصر کیفیت یہ ہے:

ابراہیم بن عبداللہ اپنی روپوشی کے زمانے میں منصور کے لشکر میں چھپ کر آجایا کرتا تھا اور کبھی کبھی اس کے دستر خوان پر بھی بیٹھ جاتا تھا، حالانکہ منصور کو شدت سے اس کی تلاش تھی، پھر وہ بغداد سے نکل کر بصرہ پہنچا اور وہاں اُس نے اپنے ارادے کا اعلان کر کے لوگوں کو اپنی طرف دعوت دینا شروع کیا، ایک بڑی جماعت اُس کے تابع ہوگئی (اور روز بروز اُس کے طرف دار) گروہ بڑھتے گئے۔ جب منصور کا بھتیجہ عیسیٰ بن موسیٰ نفس زکیہ کو مار کر واپس آیا۔ تو منصور نے اُس کو پندرہ ہزار سپاہیوں کے ساتھ ابراہیم کے مقابلے کے لیے روانہ کیا، دونوں لشکر کوفہ کے قریب باخمری نامی گاؤں میں مقابل ہوئے، منصور کے لشکر نے فتح پائی، اور ابراہیم معرکہ میں مارا گیا۔ یہ واقعہ ۱۴۵ھ کا ہے، اللہ کی رحمت اُس پر نازل ہو۔

منصور کا زمانہ اضطرابات اور (بغاوت) کے نئے نئے واقعات کا تھا، چنانچہ منجملہ اُن لوگوں کے جو اُس کے خلاف کھڑے ہوئے تھے، اُس کا چچا عبداللہ بن علی بھی تھا، سفاح نے اس کو مروان حمار کے مقابلہ کے لیے بھیجا تھا جیسا کہ پہلے اس کا ذکر تفصیل سے گذر چکا ہے، پھر جب سفاح مر گیا اور منصور والیٔ خلافت ہوا تو اُس زمانہ میں عبداللہ بن علی شام میں موجود تھا، اس کو خلافت کی طمع ہوئی، اُس نے لوگوں میں ایک تقریر کی اور کہا کہ سفاح نے مروان سے لڑنے کے لیے بنی عباس کو دعوت دی لیکن اس دعوت پر میرے سوا کسی نے لبیک نہیں کہا، سفاح نے مجھ سے کہا تھا کہ اگر تم مروان پر غالب آکر فتح پاؤ گے تو میرا ولی عہد تمہارے سوا کوئی دوسرا نہ ہوگا۔ کچھ لوگوں نے

Marfat.com

اس کی گواہی بھی دیدی۔ (یہ سُن کر) لوگوں نے اُس کے ہاتھ پر بیعت کرلی۔ جب منصور کو یہ خبر ملی تو وہ سخت پریشان ہوا، تو ابو مسلم خراسانی نے اس سے کہا کہ اگر تم چاہتے ہو تو میں اپنی کمر باندھ کر یا تمہاری خدمت کروں، یا خُراسان پہنچ کر فوجیں جمع کر کے تمہاری مدد کروں، اور اگر تمہاری خواہش ہو تو میں (یہ دونوں کام چھوڑ کر) عبداللہ بن علی سے لڑنے کے لیے روانہ ہوجاؤں، منصور نے اُس کو عبداللہ کے مقابلہ کے لیے کوچ کرنے کا حکم دیا، چنانچہ ابو مسلم ایک بڑی فوج لے کر روانہ ہوا، اور کئی مہینے تک لڑائی کا سلسلہ جاری رہا، آخر کار ابو مسلم کے لشکر نے فتح پائی، اور عبداللہ بن علی بصرہ کی طرف بھاگ نکلا، اور اپنے بھائی سلیمان بن علی بن عبداللہ بن عباس رضؓ کے پاس پناہ گزین ہوا، سلیمان نے منصور سے اُس کی سفارش کی اور اس کے لیے امان طلب کی، منصور نے اُس کو امان دیتے ہوئے ایک نہایت فصیح و بلیغ خط لکھا، جس میں ہر ایک بات کا وعدہ کیا، لیکن جب عبداللہ اُس کے پاس پہنچا، تو منصور نے اُسے قید کرلیا یہاں تک کہ وہ قید ہی میں مرگیا، بعض کہتے ہیں کہ منصور نے اُس کے لیے ایک گھر بنوایا، جس کی بنیادوں میں اُس نے نمک بھروادیا، پھر ان بنیادوں میں پانی چھوڑ دیا گیا، جس سے وہ مکان گر گیا اور عبداللہ دب کر مر گیا۔

ابو مسلم کا قتل

ابو مسلم خراسانی کو بھی منصور ہی نے قتل کیا تھا، اس واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ منصور کے دل میں پہلے سے ابو مسلم کے خلاف غصہ کی ایک دبی ہوئی آگ موجود تھی، اور وہ دونوں ایک دوسرے سے بغض رکھتے تھے، منصور نے اپنے بھائی سفّاح کو (پہلے بھی) اُسے مار ڈالنے کا مشورہ دیا تھا، لیکن سفّاح اس سے باز رہا، اُس نے کہا یہ کیسے ممکن ہے جب کہ (ہماری حکومت کے قیام میں) ابو مسلم سخت آزمائشوں سے گذر چکا ہے۔ جب منصور کو خلافت ملی تو اُس نے اپنے چچا عبداللہ بن علی بن عباس رضؓ سے لڑنے کے لیے ابو مسلم کو شام کی طرف روانہ کیا، جس کی تفصیل پہلے

Marfat.com

گذر چکی ہے، جب ابومسلم کامیاب ہوا، اور عبداللہ کے لشکر میں جو کچھ تھا اُس نے لوٹ لیا اور عبداللہ شکست کھاکر بصرے کی طرف بھاگ نکلا، تو منصور نے عبداللہ کی بچی ہوئی فوج کے مال کی نگرانی کے لیے اپنے ایک خادم کو بھیجدیا، (اِس حرکت سے) ابومسلم سخت ناراض ہوکر بولا، کہ (عجیب بات ہے) "جان کے معاملہ میں تو میں امین ہوں اور مال کے معاملے میں خائن ہ" اُس نے منصور کو گالیاں بھی دیں جس کی خبر بعض مخبروں نے خط کے ذریعہ سے اُس کو پہنچا دی۔ اِدھر ابومسلم نے مخالفت کا ارادہ کرلیا، اور اپنے دل میں طے کیا کہ منصور کے پاس نہ جائے، بلکہ خراسان کی طرف چلدے، منصور کو اندیشہ ہوا کہ اگر ابومسلم اِس طرح خراسان چلا جائے گا، تو اُس کے (منصور کے) خلاف وہاں حالات بگڑ جائیں گے۔

ابومسلم پُرہیبت، ہوشیار تجربہ کار، بہادر، اور جرأت والا انسان تھا، وہ ذہین اور صاحب علم بھی تھا، حدیث کی روایت بھی اُس نے کی تھی، غرض ہر چیز کا علم رکھتا تھا۔ منصور نے اُس کا دل خوش کرنے اور اطمینان دلانے کے لیے اُس کے پاس ایک خط بھیجا، اُس کے ساتھ سلوک کرنے کا وعدہ کیا، اور اپنے پاس حاضر ہونے کی خواہش ظاہر کی، ابومسلم نے جواب دیا کہ میں اطاعت پر قائم ہوں، اور خراسان جا رہا ہوں، اگر تم اپنے خیالات درست کرلو تو میں مطیع اور فرماں بردار رہوں، اور اگر تم اس سے باز رہوگے اور اپنی دلی خواہش پوری کرنے پر اصرار کروگے تو میں اپنے لیے وہی صورت اختیار کروں گا جس میں سلامتی ہو، یہ سُن کر منصور کا خوف اور غصّہ اور زیادہ ہوا پھر منصور نے اُس کے پاس ایک اور خط بھیجا جس کا مضمون یہ تھا کہ تم ہماری نظر میں اُن صفات سے موصوف نہیں، جو تم نے اپنے لیے وجہ امتیاز قرار دی ہیں اور نہ یہ کہ ہماری سلطنت کے لیے تمہاری (سابقہ) کوششیں تمہیں اِن باتوں (یعنی ہماری اطاعت گزاری) سے بے نیاز کرسکتی ہیں۔ منصور نے ابومسلم کو اپنے پاس حاضر ہونے کی ہدایت

Marfat.com

کی اور بنی ہاشم کے دوسرے سرداروں سے بھی کہا کہ تم بھی اُسے لکھو چنانچہ انھوں نے بھی خطوط لکھے جن میں منصور کی مخالفت کرنے اور اُس کے ساتھ دشمنی قائم رکھنے کی بُرائی کی، اور اُس کے پاس حاضر ہوکر معافی مانگنے کو قرینِ مصلحت بتایا۔ منصور نے یہ خطوط اپنے ایک خاص ہوشیار آدمی کی معرفت ابومسلم کے پاس بھیج دیئے، اور اُس شخص سے کہا کہ ابومسلم کے پاس جاکر اُس سے نہایت نرم گفتگو کرنا، اگر وہ اپنے خیالات چھوڑ دے تو اُسے یہاں واپس لے آنا اور میرے پاس حاضر کرنا، اور اگر وہ مخالفت پر اصرار کرے اور (خراسان) جانے کا عزم کرے، اور تم مایوس ہوجاؤ، اور کوئی حیلہ تمہارے پاس باقی نہ رہے، تو اس سے کہنا کہ فلاں شخص (یعنی منصور) یہ کہتا تھا کہ میں عباسؓ کی اولاد میں نہیں، اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بری الذمہ ہوں، اگر "میں تجھے اسی حالت پر رہنے دوں" اور تو اپنے خیالات کو نہ بدلے، یا یہ کہ میرے سوا کوئی دوسرا تجھ سے لڑنے کا ذمہ لے، میں فلاں فلاں (بڑے بڑے کاموں) کی نذر مانتا ہوں اگر میں خود اس کو پورا کرنے کا بار نہ اٹھاؤں۔
قاصد نے جاکر وہ خطوط ابومسلم کو دیدیئے، اُس نے انھیں پڑھ کر اپنے ایک دوست مالک بن ہیثم کی طرف دیکھا۔ اور پوچھا کہ تمہاری کیا رائے ہے۔ اُس نے کہا کہ میری رائے یہ ہے کہ تم منصور کے پاس نہ جاؤ، کیونکہ اگر تم گئے، تو وہ ضرور تم کو مار ڈالے گا۔ اور اگر تم (اپنے تجویز کیے ہوئے) راستہ پر روانہ ہوکر "رے" پہنچ گئے، جہاں تمہارا لشکر موجود ہے، تو وہاں قیام کرکے تم اپنے معاملے پر غور کرسکتے ہو، اور اگر "وہاں بھی کوئی واقعہ تمہارے خلاف پیش آئے، تو خراسان تمہاری پشت پر ہوگا" ابومسلم نے اسی رائے کے مطابق عمل کرنے کا پختہ ارادہ کرلیا، اور قاصد سے کہا کہ اپنے آقا سے کہدینا، کہ میری رائے اُس کے پاس جانے کی نہیں ہے، میں تو خراسان جارہا ہوں، قاصد نے کہا اے ابومسلم تم ہمیشہ سے آلِ محمد کے امین ہو، میں تمہیں قسم دلاتا ہوں، تم نافرمانی اور بغاوت کا داغ اپنے اوپر نہ لگاؤ، مناسب رائے یہی ہے کہ تم امیرالمومنین کے پاس

Marfat.com

حاضر ہو جاؤ، اور اُن سے معافی مانگو، تمہارے لیے ہرگز کوئی ناگوار صورت پیش نہیں آئے گی، ابو مسلم نے کہا تم مجھ سے کب تک ایسی باتیں کرتے رہو گے، قاصد نے کہا سبحان اللہ، تم ہی نے تو ہم کو اس قوم (بنی ہاشم) کی خلافت کی اور ان کو مدد دینے کی دعوت دی تھی، اور کہا تھا کہ جو شخص ان کی مخالفت کرے اُسے مار ڈالو، اب جبکہ ہم تمہارے ساتھ اس دعوت میں شریک ہو گئے جس کی طرف تم نے ہمیں بلایا تھا، تو خود اس دعوت سے منہ پھیرتے ہو، اور ہمارے لیے اسے بُرا سمجھتے ہو، ابو مسلم نے کہا میں وہی کروں گا جو میں نے تم سے کہدیا، اب میں (منصور کے پاس) نہیں جاتا، قاصد نے کہا کیا تمہارے لیے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں، اُس نے کہا بیشک، پھر قاصد ابو مسلم سے تخلیہ میں ملا، اور اُس کو منصور کا وہ پیام پہنچایا، ابو مسلم انتہائی رنج میں تھوڑی دیر سر جھکا کر سوچتا رہا۔ پھر اُس نے کہا اچھا میں جاتا ہوں اور منصور سے معافی مانگتا ہوں، پھر وہ روانہ ہوا، اور اپنا لشکر اپنے ایک رفیق کار کے سپرد کر کے بولا، اگر تمہارے پاس میرا خط پہونچے اور اُس پر آدھی مہر لگی ہو تو سمجھ لینا کہ وہ خط میرا ہے اور اگر پوری مہر ہو تو سمجھ لینا کہ میرا خط نہیں ہے پھر اُس نے جیسا مناسب خیال کیا (اپنے قائم مقام کو) ہدایتیں دیں اور منصور سے ملنے کے لیے روانہ ہو گیا، اور مدائن کے مقام پر دونوں کی ملاقات ہوئی، جب منصور کو اُس کے آنے کا علم ہوا تو اُس نے لوگوں کو اُس کے استقبال کا حکم دیا، جب ابو مسلم اُس کے پاس آیا تو اُس نے منصور کے ہاتھ چومے، اور منصور نے ابو مسلم کو اپنے پاس بٹھایا، اور بڑی عزت کی، پھر حکم دیا کہ وہ اپنے خیمہ میں جائے اور آرام کرے، اور حمام وغیرہ سے فارغ ہو کر دوسرے دن اُس کے پاس آئے۔

ابو مسلم چلا گیا، (دوسرے روز) جب صبح ہوئی، تو اُس کے پاس منصور کا قاصد بلانے کے لیے پہنچا، منصور نے اپنے آدمیوں کو ہتھیار دے کر پردوں کے پیچھے چھپا رکھا تھا اور انھیں یہ ہدایت کر دی تھی، کہ جب وہ تالی بجائے تو سب نکل کر ابو مسلم کو قتل کر دیں، جب

Marfat.com

ابومسلم اُس کے قریب پہنچا، تو اُس نے پوچھا کہ وہ دونوں تلواریں کہاں ہیں جو تمہیں عبداللہ کے لشکر میں ملی تھیں، ابومسلم نے کہا کہ "ان میں سے ایک تو یہ ہے" ابومسلم کے ہاتھ میں اُس وقت وہ تلوار موجود تھی منصور نے اُسے لے کر جائے نماز کے نیچے رکھ لیا، پھر منصور نے اس کا ایک ایک قصور گنا کر اُس کی ملامت اور سرزنش شروع کی، ابومسلم ہر ایک قصور کا علیحدہ علیحدہ عذر بیان کرتا جاتا تھا۔ پھر ابومسلم نے کہا اے امیرالمومنین مجھ جیسے شخص سے ایسی باتیں مناسب نہیں اور نہ اس قسم کے قصور اُس کو گنانے کی ضرورت ہے جبکہ میرا ایسا زبردست کارنامہ موجود ہے، یہ سُن کر منصور کو سخت غصہ آیا، اور کہا "اے ... ... والے" تو نے ایسے ایسے کام کیے ہیں کہ اگر تیری جگہ کوئی حبشی لونڈی ہوتی تو وہ بھی یہی کرتی"، تجھے جو کچھ عزّت ملی ہے کیا یہ ہماری دولت کی وجہ سے نہیں ہے ؛ ابومسلم نے کہا یہ باتیں چھوڑ دیجیے، میں تو خدا کے سوا کسی سے نہیں ڈرتا، منصور نے تالی بجائی اور وہ لوگ تلواریں لے کر اس پر پل پڑے، ابومسلم چلّایا اور بولا، "اے امیرالمومنین اپنے دشمنوں کے لیے مجھے زندہ رہنے دیجیے"۔ منصور نے کہا، "کیا تجھ سے بڑھ کر کوئی اور بھی میرا دشمن ہے؟" پھر ابومسلم کو فرش میں لپیٹ دیا گیا۔ اتنے میں عیسیٰ بن موسیٰ (منصور کا بھتیجہ) آیا، اُس نے پوچھا کہ ابومسلم کہاں ہے منصور نے کہا کہ وہ فرش میں لپٹا ہوا پڑا ہے، عیسیٰ نے کہا ارے کیا آپ نے اُسے قتل کر دیا، اُس نے کہا ہاں، عیسیٰ نے کہا اُس کی تمام آزمائشوں کارناموں، اور امان دینے کے بعد بھی، اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ، واقعہ یہ ہے کہ منصور نے ابومسلم کو امان دیدی تھی، اور عیسیٰ نے اُس کی ضمانت دی تھی، منصور نے کہا خدا تیرے دل سے (ایسے خیالات) نکال دے، تمہارا ابھی روئے زمین پر اس سے بڑھ کر کوئی دشمن نہ تھا اور کیا تمہاری سلطنت اس کی زندگی میں قائم ہو سکتی تھی۔ پھر منصور نے ابومسلم کی فوج میں مال تقسیم کرنے کا حکم دیا جس سے وہ فوج منتشر ہو گئی۔ اب خراسان بھی منصور کے تصرف میں آگیا۔ یہ واقعہ ۱۳۷ھ کا ہے۔

Marfat.com

سنباذ کی بغاوت ابومسلم کے قتل کے بعد ہی خراسان میں ایک شخص سنباذ نامی اُس کا انتقام لینے کے لیے کھڑا ہوا۔

ابومسلم خراسانی کے واقعۂ انتقام کی مختصر کیفیت یہ ہے کہ سنباذ نیشاپور کے ایک گاؤں کا رہنے والا ایک مجوسی تھا، وہ ابومسلم کے ساتھیوں میں تھا، اور اسی نے اس کی تربیت کی تھی، ابومسلم کے قتل پر اُس نے بڑے غیظ و غضب کا اظہار کیا، روز بروز اس کی پیروی کرنے، اور مدد کرنے والے بڑھتے گئے اور پہاڑی لوگوں کی ایک بڑی تعداد اس کے تابع ہوگئی، اور اس نے خراسان کے ایک بڑے حصّہ پر قبضہ کر لیا، جب منصور کو اس کی خبر ملی تو اس نے دس ہزار سوار اُس کے مقابلے کے لیے روانہ کیے "رے" اور "ہمدان" کے درمیان لڑائی شروع ہوئی ـــ جو علاقہ سنباذ کے زیر تسلّط تھا وہاں اُس نے بڑا فساد برپا کر رکھا تھا، وہ لوگوں کے بیوی بچوں کو غلام بنا لیتا تھا اُس نے یہ بھی ظاہر کیا تھا کہ وہ حجاز پہنچ کر کعبہ کو منہدم کرنا چاہتا ہے، سنباذ نے بہت سی مسلمان عورتوں کو جو بہت خوبصورت تھیں اور جنہیں وہ قید کر چکا تھا اونٹوں پر بٹھایا اور حکم دیا کہ قیدی عورتوں کو لشکر کے آگے آگے لے جائیں، عورتیں ننگے سر اونٹوں پر نکلیں، اور سب نے بیک آواز چیخ ماری "اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم مدد کیجیے"۔ اونٹ بدک اُٹھے اور پیچھے مڑ کر سنباذ کے لشکر پر ٹوٹ پڑے اور اُس کو تتر بتر کر دیا، اِدھر منصور کے فوجیوں نے اُن کا پیچھا کیا، اور اونٹوں کے پیچھے وہ بھی اُن میں گھس پڑے، اور تلوار کے ہاتھ صاف کرنا شروع کیے، یہاں تک کہ مارتے مارتے ان کا خاتمہ کر دیا۔ مقتولوں کی تعداد ساٹھ ہزار تھی۔

تاریخی واقعات کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص کسی دولت کی بنا ڈال کر اُس کو قائم کرتا ہے وہ اکثر خود اُس سے فائدہ نہیں اُٹھاتا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "دولت اور حکومت کی تمنا مت کرو، ورنہ اُس سے محروم ہو جاؤ گے"

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سلطنت قائم کرنے والے کے مزاج میں ایسی حرارت اور آزادی ہوتی ہے جسے دبادشاہوں کی) غیرت گوارا نہیں کرسکتی۔ اور جب یہ آزادی بڑھتی ہے تو اُن کی نفرت بڑھ جاتی ہے یہاں تک کہ وہ اس کا خاتمہ کردیتے ہیں۔

عیسیٰ کی ولیعہدی سے معزولی اور مہدی کی ولی عہدی

اس کے بعد منصور نے اپنے بھتیجے عیسیٰ بن موسیٰ کو ولیعہدی سے معزول کر کے اپنے بیٹے محمد المہدی کو ولیعہد مقرر کیا۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ منصور کا بھتیجا عیسیٰ بن موسیٰ بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس رضی امیر کوفہ تھا امام ابراہیم نے منصور کے بعد اُسے ولیعہد مقرر کیا تھا، اور لوگوں سے اس کے لیے بیعت حاصل کر کے حلف لے لیا تھا، جب منصور کا بیٹا مہدی بڑا ہوا، تو منصور کو اُس سے انتہائی محبت ہوگئی۔ اُس نے چاہا کہ (لوگوں سے) اس کی خلافت کی بیعت حاصل کرے، چنانچہ اُس نے گواہوں کے روبرو عیسیٰ کو معزول کر کے مہدی کے لیے بیعت لی، اور مہدی کے بعد عیسیٰ کو ولیعہد قرار دیا۔ عیسیٰ کی معزولی کس طرح عمل میں آئی اس کے متعلق مورخین مختلف ہیں، بعض کہتے ہیں کہ خود منصور نے عیسیٰ سے اس کا مطالبہ کیا تھا، اگرچہ منصور خود اُس کی بڑی عزت کرتا تھا، اور اُسے اپنے داہنے طرف اور مہدی کو بائیں طرف بٹھاتا تھا، جب منصور نے عیسیٰ سے اُس کی معزولی کے متعلق گفتگو کی تو اُس نے کہا اے امیرالمومنین میں اُن قسموں کا کیا کروں جن میں میری اور دوسرے لوگوں کی گردنیں پھنسی ہوئی ہیں اور جو غلاموں کی آزادی، طلاق، حج اور صدقات کے ساتھ مشروط کی گئی ہیں، معزولی کی تو کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ یہ سن کر منصور کے چہرے پر غصہ کے آثار نمایاں ہوگئے، اور اس نے ایک حد تک عیسیٰ کو اپنے سے دور رکھنا شروع کیا، اب وہ مہدی کو اس سے پہلے باریاب کرنے لگا، اور اُسے مہدی کے بعد بٹھانے لگا وہ قصداً اس کی ایذا رسانی کے درپے ہوگیا، اکثر ایسا اتفاق ہوا کہ عیسیٰ بیٹھا ہوتا اور اُس کے قریب کی دیوار توڑی جاتی اور گرد و غبار اس کے سر پر گرتا تھا، پھر منصور اپنے بیٹوں سے

Marfat.com

کہتا تھا کہ تم یہاں سے الگ ہو جاؤ، پھر عیسیٰ نماز پڑھنے کھڑا ہو جاتا تھا اور مٹی اُس کے سر پر گرتی رہتی تھی، پھر یکایک منصور اُسے اپنے پاس بلا لیتا تھا، اور عیسیٰ اس حالت میں اس کے پاس پہنچتا تھا کہ اُسے گرد و غبار جھاڑنے کی بھی مہلت نہ ملتی تھی، پھر منصور اُس سے کہتا تھا، اے عیسیٰ! کوئی بھی میرے پاس اس حالت سے گرد و غبار میں آلودہ نہیں آتا، کیا یہ سب راستہ کی دھول ہے، عیسیٰ کہتا امیر المومنین آپ یہی سمجھ لیں، لیکن وہ کوئی شکایت نہ کرتا۔

بعض کہتے ہیں کہ منصور نے اس کو کوئی ایسی شے پلائی جو اُسے ہلاک کر دے، لیکن عیسیٰ ایک مدت تک بیمار رہ کر اچھا ہو گیا، لیکن تکلیف بار بار عود کر آتی تھی، یہاں تک کہ اس نے خود کو معزول کر کے (مہدی کے ہاتھ پر) ولیعہدی کی بیعت کر لی۔

بعض کا قول ہے کہ منصور نے سپاہیوں کو ہدایت کر دی تھی کہ جب وہ عیسیٰ کو دیکھیں تو اُسے گالیاں دیں، چنانچہ وہ بھی جواب میں سپاہیوں کو گالیاں دیتا تھا، اور جب منصور سے اِس کی شکایت کرتا تو وہ کہتا اے بھتیجے مجھے اپنے اور تمہارے متعلق فوج سے اندیشہ ہے، اس لیئے اُن کے دلوں میں اس جوان یعنی مہدی کی محبت بیٹھ گئی ہے، اس لیے مناسب یہی ہے کہ تم خود کو معزول کر دو، چنانچہ عیسیٰ نے اپنے کو معزول کر کے مہدی کے ہاتھ پر بیعت کر لی، کوفہ کے ایک شخص نے جب عیسیٰ کو دیکھا کہ اُس نے خلافت کے مسئلہ میں مہدی کو اپنے اوپر مقدم کر دیا ہے تو کہنے لگا کہ یہ کل (خلیفہ) ہونے والا تھا، اب پرسوں ہوگا۔

بعض یہ کہتے ہیں کہ منصور نے عیسیٰ کو روپیہ دے کر ولیعہدی اُس سے خرید لی تھی جس کی تعداد ایک کروڑ دس لاکھ درہم تھی۔

ایک روایت یہ ہے کہ منصور نے عیسیٰ کے پاس خالد بن برمک کو بھیجا جو اپنے ساتھ منصور کے طرفداروں میں سے تیس آدمیوں کی ایک جماعت لے کر پہنچا، اور

Marfat.com

اس سے معزول ہونے کے لیے کہا جب اُس نے انکار کیا تو خالد نے اُن لوگوں سے کہا کہ ہم سب اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ علیٰی نے خود کو معزول کر دیا ہے (ایسی گواہی دینے سے) ہم اس کی جان بچا سکیں گے، اور اس فتنہ کو فرو کر دیں گے، سب نے اس پر گواہی دیدی اور اس صورت سے گواہی مکمل ہو گئی۔ علیٰی انکار ہی کرتا رہا مگر کسی نے اُس کی طرف توجہ نہیں کی، اور علیٰی کی معزولی مکمل ہو کر مہدی کے ہاتھ پر بیعت حاصل کر لی گئی، اب خدا معلوم (ان مختلف روایات میں) کون سی روایت صحیح ہے۔

رُصافہ کی تعمیر

منصور نے اپنے بیٹے مہدی کے لیے شہر رُصافہ تعمیر کرایا، اُس کی تعمیر کا سبب یہ تھا کہ (جب ایک مرتبہ) منصور کے خلاف فوج نے ہنگامہ کیا، تو منصور نے قثم بن عباس بن عبید اللہ بن عباس رضؓ سے کہا کیا تم فوج کی ایک جگہ جمع ہونے کی قوت پر غور نہیں کرتے مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں وہ میرے خلاف اتفاق نہ کر لیں، اُس نے کہا امیر المومنین! مناسب رائے یہ ہے کہ آپ اپنے بیٹے کو (دجلہ کے پار) مشرقی جانب بھیج کر لشکر کا ایک حصہ بھی اُس کے ساتھ کر دیجیے۔ اور وہاں اس کے لیے ایک شہر بسا دیجیے، اس طرح آپ کا بیٹا فوج کے ساتھ (دجلہ کے) مشرقی جانب ایک شہر میں، اور آپ اپنی فوج کے ساتھ مغربی جانب دوسرے شہر میں رہیں گے اگر آپ کے خلاف کوئی واقعہ ایک جانب پیش آئے گا، تو دوسری جانب سے آپ مدد حاصل کر سکیں گے، منصور نے اُس کی بات مان لی اور "رصافہ" کی تعمیر شروع کر دی جو کچھ عرصہ میں تکمیل تک پہنچ گئی، اس کے بعد خلفاء اپنے مُردے بھی رصافہ کی طرف دفن کرنے لگے، اور وہاں عظیم الشان مقبرے بنائے گئے، بے شمار (اسباب آرائش) فرش فروش اور بیش بہا سامان وہاں بھیجا گیا، رصافہ کے مصارف کے لیے بہت سے علاقے باغات اور زمینیں وقف کی گئیں، اور خلفا کے زمانے میں وہ ایک قابلِ احترام جگہ اور (جائے پناہ تھی جہاں (اپنے دشمن سے) ڈرنے والے کو امان مل جاتی تھی

Marfat.com

منصور نے ۱۵۸ھ میں بحالتِ احرام مکہ میں انتقال کیا، (منصور کے وزیر) ربیع نے مہدی کے لیے بیعت لینے کی غرض سے اس خبر کو چھپایا، کہا جاتا ہے کہ ربیع نے منصور کو تکیہ لگا کر بٹھا دیا تھا، اور اُس کے چہرے پر ایک باریک کپڑے کی (نقاب) ڈال دی تھی جس کے اندر سے اُس کا چہرہ تو نظر آتا تھا، مگر اصلی حالت معلوم نہیں ہوتی تھی، ربیع نے بنی ہاشم کے سرداروں کو اندر بلایا، وہ آکر منصور کے سامنے کھڑے ہو گئے، وہ اُس کو زندہ سمجھے ہوئے تھے۔ ربیع آگے بڑھا، گویا وہ منصور سے کچھ مشورہ لیتا ہے، پھر وہ اُن کے پاس آیا، اور کہنے لگا کہ امیر المومنین تم کو مہدی کی بیعت کی تجدید کا حکم دیتے ہیں اس پر سب لوگوں نے (مہدی کے لیے) بیعت کرلی۔ کہتے ہیں کہ جب مہدی کو اس کی خبر ہوئی تو اُس نے ربیع کے اس فعل کو احمقانہ خیال کیا، اور اُس نے ربیع سے کہا کہ کیا امیر المومنین کی ہیبت نے تم کو اس حرکت سے نہ روکا کہ تم نے اُس کی نعش کی اس طرح بے حرمتی کی۔

عہدِ منصور کی وزارت

منصور کے زمانے میں وزارت کی کوئی خاص اہمیت نہ تھی، اس لیے کہ منصور کے مزاج میں خودرائی تھی، وہ دوسروں کے مشورے سے بے نیاز تھا، اور وہ اس کی اہلیت بھی رکھتا تھا، لیکن اس کے باوجود وہ معاملات میں مشورہ لیتا تھا، (وزارت کو اہمیت حاصل نہ ہونے) کی وجہ صرف یہ تھی کہ اس کی ہیبت کے سامنے وزراء کا وقار حقیر تھا، وہ ہمیشہ اُس سے خائف و ترساں رہتے تھے اور اُن کی کوئی شان و شوکت نمایاں نہ تھی۔

ابوایوب موریانی کی وزارت

موریان علاقہ اہواز میں ایک گاؤں ہے جہاں ابوایوب موریانی نے پرورش پائی تھی، منصور نے اپنی خلافت سے پہلے اُس کو لڑکپن ہی کی حالت میں خرید لیا تھا، اور اُسی نے اُس کو تعلیم و تربیت دی تھی، ایک بار ایسا اتفاق ہوا کہ منصور نے ابوایوب کو ایک تحفہ دیکر اپنے بھائی سفاح

Marfat.com

کے پاس بھیجا جبکہ سفّاح خلیفہ تھا، جب اُس نے ابوایوب کو دیکھا تو اُس کی ظاہری شان، فصاحت، اور خوبصورتی اُسے پسند آئی اُس نے کہا اے لڑکے تو کس کی ملکیت ہے، اُس نے جواب دیا، میں امیرالمومنین کے بھائی کا غلام ہوں، سفّاح نے کہا نہیں تم میرے غلام ہو، یہ کہہ کر اُسے اپنے پاس روک لیا، اور منصور کو خط لکھا کہ میں نے اس غلام کو لیکر آزاد کر دیا۔ خلافتِ سفاح کے زمانہ میں ابوایوب کا شمار سفاح کے خاص لوگوں میں تھا، پھر اُس نے اور زیادہ ترقی کی، اور خدا کے انعامات اُس پر بڑھتے گئے۔ یہاں تک کہ (جب منصور کا زمانہ آیا) تو اُس نے ابوایوب کو منصب وزارت پر فائز کر دیا۔ ابوایوب دانش مند، معاملہ فہم، عاقل، دانا، ہوشیار، قابل، نیک نفس، اور بامروت شخص تھا۔

عکرمہ سے روایت ہے کہ ابن شبرمہ نے اُس سے بیان کیا کہ میں نے اپنے بیٹے کے نکاح میں دو ہزار درم مہر مقرر کیا تھا، مجھے فکر تھی کہ اس رقم کو حاصل کرنے کے لیے کس سے مدد مانگوں، چنانچہ میں منصور کے وزیر ابوایوب موریانی کے پاس پہنچا، اور اُس سے اس بات کا ذکر کیا، اس نے کہا اچھا ہم نے تمہارے لیے اس رقم دینے کا حکم دیدیا، میں نے اسکو دعا دی اور باہر جانے کیلئے کھڑا ہونے لگا اُس نے کہا ابھی جلدی نہ کرو ذرا بیٹھ جاؤ، پھر کہا جب تم مہر ادا کر دو گے تو کیا تمہارے بیٹے کو خرچ کی ضرورت پیش نہ آئے گی، پھر اُس نے حکم دیا، اچھا اس کو دو ہزار درم خرچ کے لیے اور دیدو، اب میں پھر جانے لگا، اُس نے کہا عجلت نہ کرو، کیا تمہارے بیٹے کو خادم کی ضرورت نہ ہوگی، اچھا اس کو خادم خریدنے کے لیے دو ہزار درم اور دے دو۔ چنانچہ وہ دو دو ہزار درم کا ہر مرتبہ حکم دیتا رہا یہاں تک کہ وہ کل رقم جس کا حکم مجھے عطا کرنے کے لیے ابوایوب نے دیا اُس کی تعداد پچاس ہزار درہم تک پہنچ گئی۔

ابوایوب کی گرفتاری

ابوایوب کو مال و دولت جمع کرنے کا بڑا شوق تھا، تاکہ جب منصور کی جانب سے اُسے کوئی اندیشہ ہو تو روپیہ صرف کر کے اس کا تقرب حاصل کر سکے۔ ایک روز منصور نے اُس سے کہا کہ تم نے کبھی اس پر غور

Marfat.com

کہا کہ میرے بیٹے صالح کی کوئی زراعت کی زمین نہیں، ابوایوب نے کہا اے امیرالمومنین علاقہ اہواز میں بہت سی زمینیں افتادہ ہیں، اُن کو آباد کرنے کے لیے تین لاکھ درم کی ضرورت ہوگی، اور پھر اُس سے خاطر خواہ آمدنی قائم ہو جائے گی، منصور نے تین لاکھ درم کی منظوری دے کر اپنے بیٹے صالح کے لیے اُس زمین کو آباد کرنے کا حکم دے دیا۔ ابوایوب نے رقم تو حاصل کرلی لیکن اُس زمین میں کوئی کام نہیں کیا، وہ سالانہ بیس ہزار درم یہ کہہ کر پیش کر دیتا تھا کہ یہ جدید آباد کی ہوئی زمین کی آمدنی ہے، ایک عرصہ تک منصور سے اصل حقیقت پوشیدہ رہی۔ پھر ابوایوب کے دشمنوں نے چغلخوری کا موقع پاکر منصور کو اصل واقعہ سے آگاہ کیا، منصور خود موقع پر پہنچا لیکن ابوایوب نے حکم دے رکھا تھا کہ کنارے کی جانب مکانات بنا دیئے جائیں اور انگور کے پودے لگا کر اُن کے پاس سبزہ بھی لگا دیا جائے، جب وہ اس کام سے فارغ ہوا، اور منصور کا اُس موقع پر گزر ہوا تو ابوایوب نے کہا کہ یہ وہی زمین ہے، جب منصور نے آبادی اور سبزے کو دیکھا، تو قریب تھا کہ اصل حقیقت اُس سے پوشیدہ رہے، لیکن ابوایوب کے دشمنوں نے پھر صورتِ حال سے اُسے باخبر کر دیا، چنانچہ وہ خود سوار ہو کر راستہ بتانے والوں کو ساتھ لیے ہوئے، موقع پر پہنچا، اور اُس نے زمین کا گشت لگایا، اور اُسے بالکل غیر آباد پایا۔ اب اُسے اصل واقعہ کا علم ہو گیا، اور ابوایوب کی خیانت کا اُسے پتہ چل گیا جس کی پاداش میں اُس نے ابوایوب اور اس کے عزیز واقارب کو مار ڈالا، اور اُن کی جائداد ضبط کرلی۔ کوفہ کا شاعر ابن حبیبات اس مضمون کو یوں نظم کرتا ہے۔

قد وجدنا الملوك تحسد من أعـ ـطته طوعا أزمة التدبير

ہم نے بادشاہ کو اس شخص سے حسد کرتے ہوئے پایا جس کو وہ اپنی خوشی سے زمام تدبیر سپرد کرتے ہیں

فاذا ما رأوا له النهي والأمـ ـر أتوه من بأسهم بنكير

جب وہ اس کے احکام امر و نہی کی شان دیکھتے ہیں تو وہ اس کے خلاف بُرائی کرنے میں طاقت صرف کردیتے ہیں۔

Marfat.com

شرب الکاس بعض حفص سلیمان ودارت علیہ کف المدیر

حفص سلیمان (ابوایوب) نے موت کا پیالہ پیا، جب کہ ساقی (موت) کے ہاتھ نے اُس پر (پیالے) کو گردش دی۔

ونجا خالد بن برمک منہا اذ دعوہ من بعدہا بالامیر

خالد بن برمک نے اس سے نجات پائی کیونکہ اُس کے بعد صرف امیر کے نام سے اُسے یاد کرتے تھے۔

اسوأ العالمین حالا لدیہم من تسمی بکاتب او وزیر

بادشاہوں کے نزدیک دنیا کا بدترین شخص وہ ہے جو کاتب یا وزیر کے نام سے یاد کیا جائے۔

ربیع کی وزارت اس کا نام ابوالفضل ربیع بن یونس بن محمد بن کیسان تھا۔ کیسان کی کنیت ابوفروہ تھی۔ اور وہ عثمانؓ بن عفان کا آزاد کیا ہوا غلام تھا۔
یہ بھی کہا گیا ہے کہ ربیع (اپنی ولادت کے بعد) راستہ میں پڑا ہوا پایا گیا تھا، چنانچہ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ منصور کے دربار میں ایک شخص نے اپنے مرحوم باپ کو بار بار "رحمہ اللہ" کہہ کر دُعا دی۔ ربیع نے کہا آخر تم کتنی مرتبہ رحمہ اللہ کہو گے، اس شخص نے جواب دیا کہ تم اس کے سمجھنے سے معذور ہو اس لیے کہ تم نے باپ کی شفقت کا مزہ نہیں چکھا۔

بعض کہتے ہیں کہ اُس کا صحیح نسب یونس بن محمد بن ابی فروہ ہے، یونس نادانی سے اپنے گھر والوں کی ایک کنیز سے ہم بستر ہو گیا، اور اُس کے بطن سے ربیع پیدا ہوا، یونس نے اُس (کے نسب) سے انکار کیا اور وہ بچہ بطور غلام کے بیچ دیا گیا، اور اسی غلامی میں وہ ایک مالک سے دوسرے مالک کے ہاتھ میں منتقل ہوتا ہوا بنی عباس تک پہنچ گیا۔

ایک روایت مجھے یہ بھی ملی ہے کہ علاء الدین عطا ملک بن جوینی صاحب دیوان اپنا نسب فضل بن ربیع تک ملاتا تھا، مگر مجھے علاء الدین کے علم و فضل اور تاریخی معلومات کو دیکھتے ہوئے سخت تعجب ہے کہ اُس نے یہ کیونکر پسند کیا کہ اس کا نسب فضل بن ربیع سے مل جائے، اگر اُس نے غلط جانتے ہوئے (قصداً) یہ نسبت جائز

Marfat.com

رکھی تھی تو اس کی رسوائی ظاہر ہے۔ اور اگر در اصل یہ نسبت صحیح ہے تو عقلِ سلیم کا تقاضا یہ تھا کہ اُسے پوشیدہ رکھا جاتا، کیونکہ یہ نسب ایسا ذلیل ہے کہ اس سے زیادہ ذلیل، شرمناک اور رذیل کوئی دوسرا نسب نہیں ہو سکتا جس کی پہلی وجہ یہ ہے کہ فضل بن ربیع آزاد نہ تھا، اور لوگ اُس پر بدکاری کی تہمت لگاتے تھے اور کہتے تھے کہ فضل کے پاس ایک لڑکا آیا کرتا ہے اور وہ اُسے فضل کا نر کہتے تھے، شاعروں نے اس کے متعلق بہت سے اشعار بھی کہے تھے۔

اور دوسری وجہ یہ ہے کہ ربیع اگرچہ بلند مرتبہ اور لایق شخص تھا لیکن اس کا نسب مشکوک تھا، بعض کہتے ہیں کہ وہ (راستے میں) پڑا ہو ملا تھا، بعض کا خیال تھا کہ وہ ولدالزنا تھا، ربیع کے لیے زیادہ سے زیادہ بہتر یہی ہو سکتا ہے کہ اس کے نسب کا سلسلہ صحت کے ساتھ ابو فروہ تک ملا دیا جائے۔ جو کہ عثمان بن عفان رض کا آزاد کیا ہوا غلام تھا، لیکن یہ صورت بھی انتہائی شرمناک ہے، اس لیے کہ خود ابو فروہ (نسب کے لحاظ سے) گرا ہوا تھا، وہ در اصل حارث کا غلام تھا جو مکہ میں گورکنی کا پیشہ کیا کرتا تھا۔ اور خود حارث عثمان بن عفان کا آزاد کردہ غلام تھا، لہذا ابو فروہ عثمان رض کے غلام کا غلام ہوا چنانچہ اسی کے متعلق شاعر کہتا ہے۔

وان ولاء کیسان للحارث الذی　　　ولی زمنا حفر القبور بیثرب

کیسان کا ترکہ حارث کو پہنچتا ہے جو ایک عرصے تک یثرب میں گورکنی کرتا تھا۔

ابو فروہ نے "شہادتِ عثمان رض" کے دن عثمان رض کے خلاف بغاوت کی تھی، اس کی یہی حرکت اُس کے لیے کیا کچھ کم شرمناک ہے۔ اب تم خود خیال کرو کہ کیا تم کو اس سے زیادہ گرا ہوا اور ذلیل کوئی دوسرا نسب نظر آتا ہے؟ مسئلہ نسب میں علاء الدین کی رائے سے زیادہ قابلِ تعجب یہ ہے، کہ اُس کا دربار ایسے شخص سے خالی تھا جو (واقعات سے) اس قدر واقفیت رکھتا اور اُسے آگاہ کرتا۔

ربیع جلیل القدر، شریف النفس، نفاذ احکام پر قدرت رکھنے والا، بارعب، فصیح، لایق، دانشمند، عقلمند، ہوشیار، علم حساب اور امور سلطنت سے باخبر، مملکت کے

کاموں میں ماہر کسی کام کو اختیار کرنے اور ترک کرنے میں بصیرت سے کام لینے والا، اور نیکی کے کاموں کو پسند کرنے والا تھا۔

بیان کیا گیا ہے کہ ایک روز منصور کے پاس ایک شخص لایا گیا، اور منصور سے کہا گیا کہ اس شخص نے مفصلات میں کسی جگہ آپ کے فلاں عامل کی جائداد پر ناجائز قبضہ کر لیا ہے، منصور نے کہا "تیرا بُرا ہو کیا تو نے ناجائز قبضہ کیا ہے، میں مار مار کر تیرا اتنا گوشت اُڑا دوں گا کہ ہڈیوں پر بہت کم حصّہ باقی رہے گا" وہ شخص بہت بوڑھا تھا، اس نے نہایت کمزور آواز سے یہ شعر پڑھا،

اتروض عرسك بعد ما هرمت ومن العناء رياضة الهرم

کیا تو اپنی سخت بوڑھی عورت کے پاس ہم خواب ہونے کی کوشش کرتا۔ بڑھاپے کی یہ کوشش تو بڑی تکلیف دہ ہے۔

منصور نے کہا ربیع یہ کیا کہتا ہے، اُس نے کہا یہ کہتا ہے۔

العبد عبد كم والامر امركم فهل عذابك عنى اليوم مصروف

یہ بندہ آپ ہی کا بندہ ہے اور حکم آپ ہی کا حکم ہے، پس کیا آج آپ کی (دی ہوئی) سزا میرے سر سے ٹل سکتی ہے۔

منصور نے کہا اچھا ہم نے معاف کیا، اور اب اُسے جانے کی اجازت ہے۔

ایک روز منصور نے اپنے باغ میں "خلاف" (یعنی بید کے درخت) کا ایک پودا دیکھا اور وہ اُسے نہ پہچان سکا، اُس نے ربیع سے پوچھا یہ کونسا درخت ہے، اس نے جواب دیا یہ اتفاق و اتحاد کا درخت ہے، ربیع نے یہ مناسب نہ سمجھا کہ اُسے "خلاف" کے نام سے یاد کرے۔ اس پر منصور نے اُس کو بڑا عقل مند سمجھا اور اس کی بات پسند کی، منصور کے مرتے دم تک ربیع اس کا وزیر رہا، اس کے بعد ربیع مہدی کی بیعت حاصل کرنے کیلئے اٹھا جس کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے،

ربیع کا قتل | ربیع منصور کا آخری وزیر تھا جس کو ہادی نے مار ڈالا جس کی وجہ یہ ہے

کہ ربیع نے ایک خوبصورت کنیز مہدی بن منصور کو تحفے کے طور پر پیش کی تھی، مہدی نے وہ کنیز اپنے بیٹے موسیٰ الہادی کو ہبہ کردی، ہادی پر اس کی محبت شدت سے غالب آگئی، اس کی تمام اولاد اسی کنیز کے بطن سے پیدا ہوئی، جب ہادی خلیفہ ہوا تو ربیع کے دشمنوں نے خلیفہ (ہادی) سے اُس کی چغلی کھاتے ہوئے یہ کہا کہ جب ربیع آپ کی اولاد کو دیکھتا ہے تو کہتا ہے کہ میں نے اپنے اور زمین کے درمیان اِن کی ماں سے زیادہ کسی خوبصورت عورت کو نہیں لٹایا، ہادی، اس کی اولاد اور کنیز سب پر یہ بات بہت گراں گذری، چنانچہ ہادی نے ایک زہر آمیز شہد کا پیالہ ربیع کو پلادیا، اور وہ اُسی دن مرگیا، یہ واقعہ ۱۷۰ھ کا ہے۔

یہاں منصور اور اُس کے وزیروں کے حالات ختم ہوئے۔

(۳) محمد المہدی

منصور کے بعد اُس کا بیٹا محمد المہدی مالک ہوا، اس کا نام و نسب پہلے بیان ہو چکا ہے۔ ۱۵۸ھ میں اس کی خلافت کی بیعت مکہ معظمہ میں لی گئی، مہدی غیر معمولی قوتِ عمل رکھنے والا، ہوشیار اور شریف طبیعت تھا، لیکن ملحدوں اور زندیقوں کی گرفت میں سخت تھا ان کے ختم کرنے میں وہ کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے متاثر نہیں ہوتا تھا، اُس کا زمانہ اختلافات اور حادثات (کے پیدا ہونے) اور باغیوں (کے اُٹھنے) میں اس کے باپ کے زمانے سے مشابہ تھا، وہ (مظلوموں) کی دادرسی کے لیے ہر وقت تیار رہتا تھا، جب وہ انصاف کرنے بیٹھتا تو کہتا تھا کہ قاضیوں کو بھی میرے پاس لے آؤ کیونکہ دادرسی کے متعلق میرا فیصلہ اگر قاضیوں سے شرمانے کی وجہ سے بھی ہو تو میرے لیے یہی کافی ہے،

مہدی کے متعلق بیان کیا گیا ہے کہ وہ ایک روز سیر کے لیے نکلا مصاحبین خاص میں سے ایک شخص بھی اس کے ساتھ تھا، وہ دونوں شکار کھیلتے کھیلتے اپنے لشکر سے

Marfat.com

دور ہو گئے، مہدی کو بھوک معلوم ہوئی اور اس نے عمرو سے کہا کہ کیا یہاں کھانے کی کوئی چیز مل سکتی ہے، اُس نے جواب دیا کہ مجھے ایک جھونپڑی نظر آرہی ہے (حکم ہو تو وہاں چلیں) جھونپڑی میں ایک نبطی رہتا تھا جس کے پاس ترکاریوں کا ایک چھوٹا کھیت تھا، ان دونوں نے اسکو سلام کیا، اس نے سلام کا جواب دیا پھر انھوں نے پوچھا کیا تمہارے پاس کچھ کھانا ہے اُس نے کہا میرے پاس رُبیثا ر (ایک قسم کی چھوٹی مچھلی جو نمک آمیز کر کے خشک کی جانے والی چھوٹی مچھلیوں کی ایک قسم ہے) موجود ہے، اور میرے پاس جو کی روٹی بھی ہے، مہدی نے کہا اگر تمہارے پاس زیتون کا تیل بھی ہے تو تم نے ضیافت پوری کر دی اُس نے کہا جی ہاں اور گندنا بھی ہے، وہ یہ چیزیں لے کر اُن کے پاس آگیا اور دونوں نے خوب سیر ہو کر کھایا۔ پھر مہدی نے عمرو سے کہا اس کے متعلق کوئی شعر کہو۔ عمرو نے کہا۔

ان من یطعم الربیثاء بالزیت وخبزا لشعیر بالکرات

جو شخص چھوٹی خشک مچھلیاں تیل کے ساتھ اور جو کی روٹی گندنے کے ساتھ کھلائے

لجدیر بصفعة او بثنتین او بثلاث

وہ ایک تھپڑ، یا دو یا تین کا مستحق ہے

مہدی نے کہا تو نے بُرا (شعر) کہا تجھے یوں کہنا چاہیے تھا۔

لجدیر ببدرة او بثنتین او بثلاث

وہ مستحق ہے دس ہزار درہم کی ایک تھیلی یا دو یا تین کا

مقنع کا ظہور

مہدی کے زمانے میں خراسان کی طرف سے مقنع کا ظہور ہوا، وہ پست قد اور یک چشم تھا، اُس نے سونے کا ایک چہرہ بنا رکھا تھا اور اصلی صورت چھپانے کے لیے اُسے اپنے مُنہ پر چڑھا لیتا تھا، اس نے خدائی کا دعویٰ کیا، وہ کہتا تھا کہ خدا نے آدم کو پیدا کیا اور اُس نے آدم کی صورت میں حلول کیا اور اسی طرح وہ منتقل ہوتا ہوا ابو مسلم خراسانی تک پہنچا، اُس نے اپنا نام

Marfat.com

ہاشم رکھا تھا، وہ تناسخ کا قائل تھا، بہت سے گمراہ آدمیوں نے اُس کے ہاتھ پر بیعت کرلی۔ وہ جس حصۂ ملک میں ہوتا تھا یہ لوگ اسی طرف رُخ کرکے سجدہ کرتے تھے، وہ لڑائی کے موقع پر پکارا کرتے تھے، اے ہاشم ہماری مدد کر، ایک بڑی مخلوق اس کے گرد جمع ہوگئی۔ مہدی نے اس کے مقابلے کے لیے ایک فوج روانہ کی۔ مقنّع نے فوج سے (بھاگ کر) ایک قلعہ میں پناہ لی، فوج نے (قلعہ فتح کرنے میں) قصداً دیر لگائی یہاں تک کہ وہ اور اُس کے ساتھی تنگ آگئے، اور اُن میں سے اکثر لوگ امن کے طالب ہوئے اور مقنّع کے ساتھ صرف تھوڑی سی جماعت رہ گئی، وہ قلعہ میں محصور تھا، پھر اُس نے ایک بڑی آگ روشن کی اور قلعہ میں جو کچھ جانور کپڑے اور سامان تھا سب کو جلا دیا، پھر اُس نے اپنی عورتوں اور بچوں کو جمع کیا اور اپنے ساتھیوں سے کہا کہ جو شخص تم میں سے میرے ساتھ آسمان پر جانا چاہے وہ اِس آگ میں کود پڑے۔ پھر اس نے خود اپنے کو اور اپنی اولاد اور بچوں کو آگ میں ڈال دیا، تاکہ اس کے جسم پر اور اُس کی بیویوں پر قابو نہ پایا جائے (اور اُن کی بے حرمتی نہ ہو) جب سب جل گئے اور دروازہ کھول کر فوج اندر داخل ہوئی تو قلعہ کو خالی اور ویران پایا۔

جب مہدی والیٔ خلافت ہوا تو اُس نے عیسیٰ بن موسیٰ کی معزولی اور اپنے دونوں بیٹوں موسیٰ الہادی اور ہارون رشید کی تجدید بیعت کے مسئلے کو دوبارہ اٹھایا۔ عیسیٰ کی معزولی کا ذکر منصور کی خلافت میں گزر چکا ہے اور یہ معلوم ہو چکا ہے کہ منصور نے مہدی کو عیسیٰ پر ترجیح دی تھی، جب مہدی خلیفہ ہوا تو اُس نے بھی اپنے بیٹوں کے لیے وہی چاہا جو منصور نے اُس کے لیے چاہا تھا، اُس نے عیسیٰ بن موسیٰ سے مطالبہ کیا کہ وہ خود کو معزول کردے۔ مہدی نے (کبھی تو) اُسے دھمکیاں دیں اور (کبھی) لالچ دلایا، یہاں تک کہ عیسیٰ نے منظور کر لیا، اور اپنی معزولی پر (لوگوں کو) گواہ بھی بنا دیا۔ پھر اُس نے مہدی کے دونوں بیٹوں ہادی اور رشید کے ہاتھ پر بیعت کرلی۔

Marfat.com

مہدی اپنے باپ کی طرح باریک باتوں پر غور کیا کرتا تھا، اُس نے زیاد بن ابیہ کے نسب عبید ثقفی کی طرف منسوب کرنے اور قریش کے دیوان (رجسٹر) سے خارج کرنے کا حکم دیا۔ اسی طرح اُس نے آل ابی بکرہ کے نسب کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے رشتہ میں شامل کر دیا، اور اس کے متعلق خطوط لکھے۔ چنانچہ مہدی کی قرارداد کے مطابق عمل درآمد ہوتا رہا، پھر افسروں نے بنی زیاد سے رشوت لے کر دوبارہ اُن کا نام دیوان قریش میں شامل کر دیا۔

مہدی نے رومیوں سے متعدد بار لڑائیاں لڑیں، اور فتح اُسی کے حصے میں آئی، مہدی نے ماسبذان کے مقام پر انتقال کیا۔ اس کی موت کے سبب میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ اُس نے اپنی کسی شکارگاہ میں ایک ہرن کا پیچھا کیا، ہرن ایک ویرانے دروازے میں گھس گیا، مہدی کا گھوڑا بھی اُس کے پیچھے گیا۔ ویرانے کے دروا نے مہدی کی پیٹھ توڑ دی، اور وہ اُسی وقت مر گیا، بعض کہتے ہیں کہ اس کی ایک کنیز نے کسی دوسری کنیز کے لیے کھانے میں زہر ملا دیا تھا، مہدی نے لاعلمی کی حالت میں اس میں سے کچھ کھا لیا، اور مر گیا، یہ واقعہ ۱۶۹ھ کا ہے، ابوالعتاہیہ شاعر ذیل کے اشعار میں ان کنیزوں کا ذکر کرتا ہے جو مہدی کی موت پر (سیاہ) بالوں کے کمبل اوڑ نکلی تھیں۔

رُحن فی الوشی واقبلن وعلیھن المسوح ۔ کل نطاح من الدھر لہ یوم نطوح

پھول دار کپڑے پہن کر گئی تھیں اور "ماتمی لباس" پہنے ہوئے سامنے آئیں۔ زمانے میں ہر سینگھ مار والے کے لیے ایک سینگھ مارنے والا دن پیش آ جاتا ہے۔

لست بالباقی ولو عمرت ما عمر نوح ۔ فعلی نفسک نح ان کنت لابد تنوح

تو باقی رہنے والا نہیں ہے اگرچہ تجھے عمر نوح نصیب ہو۔ اگر تجھے ماتم ہی کرنا ہے تو خود اپنے اوپر ماتم کر

عہدِ مہدی کی وزارت مہدی کے زمانے میں اُس کے وزیر ابو عبداللہ معاویہ بن یسا

کی لیاقت کی بدولت وزارت کو بڑی شان نصیب ہوئی، اُس نے مملکت کے محاصل جمع کیے، دفتر کو ترتیب دیا، اور قواعد وضوابط بنائے، وہ اپنے عہد کا بہترین انشاپرداز علمی مہارت میں اور واقعات سے باخبر رہنے میں یکتا تھا، اُس کی وزارت کی کچھ تفصیل یہ ہے۔

ابوعبداللہ اشعریین کا آزاد کردہ غلام تھا، خلافت سے پہلے وہ مہدی کا کاتب خاص اور نائب تھا، منصور نے اُسے اپنے پاس رکھا تھا، اور اُس کا وزیر بنانے کا ارادہ تھا، لیکن پھر اُس نے اپنے مہدی کی وزارت کے لیے اُسے منتخب کر کے ایثار کیا۔ مہدی کے معاملات میں ابوعبداللہ بڑا دخیل تھا وہ اُس کی ہر بات مانتا تھا، منصور ہمیشہ اپنے بیٹے کو اُس کے ساتھ بھلائی کرنے کی ہدایت کرتا تھا، اور اُس کے مشورے پر عمل کرنے کا حکم دیتا تھا، منصور کے مرنے پر جب مہدی تخت خلافت پر بیٹھا، تو اُس نے تدبیر مملکت، اور تمام "دیوان" اُس کے سپرد کیے، ابوعبداللہ اپنے فن میں بڑا کامل تھا، اُس نے بہت سی باتیں ایجاد کیں، منجملہ اُن کے ایک ایجاد یہ تھی کہ اُس نے خراج کو "مقاسمت" (یعنی پیداوار میں سے ایک حصہ وصول کرنے) میں تبدیل کیا، اِس سے پہلے بادشاہ پیداوار پر ایک مقررہ خراج وصول کرتا تھا، اور مقاسمت پر عمل نہیں کرتا تھا، جب ابوعبداللہ نے وزارت کا عہدہ سنبھالا تو "مقاسمت" کا اصول مقرر کیا، اور کھجور اور (دوسرے) درختوں پر خراج عائد کیا، چنانچہ ہمارے موجودہ زمانے تک یہی صورت جاری ہے، اُس نے خراج کے متعلق ایک کتاب بھی لکھی جس میں خراج کے شرعی احکام اور اس کی باریکیوں اور اصولوں کا ذکر کیا، ابوعبداللہ پہلا شخص ہے جس نے خراج کے موضوع پر کتاب تصنیف کی۔ اس کے بعد اُس کی پیروی میں اور لوگوں نے بھی خراج پر کتابیں لکھیں۔

ابوعبداللہ کا مزاج سخت مغرورانہ (اور اس کا رویہ) نہایت توہین آمیز تھا،

Marfat.com

بیان کیا گیا ہے کہ جب ربیع، منصور کے مرنے اور مہدی کے ہاتھ پر لوگوں سے بیعت حاصل کرنے کے بعد مکہ سے واپس آیا تو واپس پہنچنے پر سب سے پہلے ابو عبید اللہ کے دروازے پر پہنچا، اُس کے بیٹے فضل نے کہا، ابا جان! کیا امیر المومنین کی خدمت میں حاضر ہونے اور اپنے گھر پہنچنے سے پہلے ہم ابو عبید اللہ سے (ملاقاتوں) کی ابتدا کریں، اس نے کہا بیشک کیونکہ وہ اُس شخص (امیر المومنین) کا خاص آدمی ہے، اور اس کے معاملات پر پورا اختیار (اور قابو) رکھتا ہے، پھر ربیع، وزیر ابو عبید اللہ کے دروازے پر پہنچا، اُس کو وہاں کچھ دیر ٹھیرنا پڑا، یہاں تک کہ حاجب آیا، پھر وہ اندر گیا اور ربیع کے لیے اُس نے اجازت چاہی، اجازت ملنے پر جب ربیع داخل ہوا تو ابو عبید اللہ اُس کی تعظیم کے لیے کھڑا نہیں ہوا، وہ (بیٹھے بیٹھے) اُس کی مزاج پرسی کرتا رہا، ربیع نے اُسے واقعات کی خبر دی اور مکہ میں منصور کے مرنے اور مہدی کے لیے بیعت میں اپنی کوششیں کرنے کی تفصیلات بیان کرنا شروع کیں، ابو عبید اللہ نے اُسے خاموش کر دیا اور کہا مجھے اس کی خبر پہلے ہی مل چکی ہے اس لیے اس کے دُہرانے کی ضرورت نہیں، اس پر ربیع کو بہت غصہ آیا، اور وہ اُٹھ کر باہر چلا گیا، اور اپنے بیٹے فضل سے کہنے لگا کہ اگر میں اپنا مال اور اپنی عزت ابو عبید اللہ کو نقصان پہنچانے اور اُس کو اُس کے مال و دولت سے محروم کرنے میں صرف نہ کروں تو مجھ پر فلاں فلاں چیز کی نذر واجب ہو جائے، پھر ابو عبید اللہ مہدی کے پاس گیا اور مہدی نے اس کو اپنا حاجب مقرر کیا، اور اُس کے خاص لوگوں میں شامل ہو گیا جس طرح کہ وہ پہلے اس کے باپ کے زمانے میں تھا، اب اس نے ہر طریقے سے ابو عبید اللہ وزیر کے حالات بگاڑنے کی کوشش شروع کی مگر اُسے کامیابی نہ ہو سکی، پھر وہ اُس کے ایک دشمن سے ملا، اور کہنے لگا، "تم جانتے ہو کہ ابو عبید اللہ نے تمہارے ساتھ کیا کیا" دراصل ابو عبید اللہ نے اس کو نقصان پہنچایا تھا، ربیع نے یہ بھی کہا کہ میرے ساتھ جو کچھ برتاؤ

Marfat.com

اس نے کی ہیں (وہ بھی تمہیں معلوم ہیں) اب کیا تمہارے خیال میں اس کے خلاف کوئی تدبیر (ممکن) ہے؟ اس شخص نے کہا بخدا میرے خیال میں تو کوئی حیلہ ایسا نہیں ہے جو اس کو نقصان پہنچانے میں کامیاب ہو سکے، کیونکہ وہ اپنی پاک دامنی، اور اپنے قول و فعل کے لحاظ سے پاکیزہ ترین لوگوں میں سے ہے، اس کا رویہ سیدھا ہے اور وہ اپنے کام میں اتنی مہارت رکھتا ہے کہ اس سے زیادہ ممکن نہیں۔ اس کی عقل اور لیاقت کا بھی تمہیں علم ہے۔ البتہ اس کا بیٹا بد اطوار اور بد چلن ہے اس کے متعلق اگر کچھ کہا جائے گا تو بات جلد مان لی جائے گی۔ لہذا بیٹے کے خلاف اگر کوئی مکر و حیلہ ہاتھ آئے تو کامیابی ممکن ہے۔ ربیع نے اس کی پیشانی چوم لی اور حیلہ کی ایک صورت اس کی سمجھ میں آگئی اس نے مہدی سے ابو عبیداللہ کے بیٹے کی طرح طرح کی چغلیاں کھائیں، کبھی وہ اس پر مہدی کی کسی حرم سے تعلق رکھنے کی اور کبھی ملحد اور بے دین ہو جانے کی تہمت لگاتا تھا مہدی ملحدوں اور زندیقوں پر نہایت سختی کرتا، اور ہمیشہ انھیں اپنی نگاہ میں رکھتا تھا۔ اور ان کی گرفت کرتا رہتا تھا۔ جب وزیر کے بیٹے کی بے دینی پر اسے یقین آگیا تو اس نے اس کو بلا کر قرآن کے متعلق کوئی سوال کیا جس کو وہ نہیں جانتا تھا مہدی نے اس کے باپ سے جو وہاں موجود تھا، کہا، کیا تم نے مجھ سے یہ نہیں کہا تھا کہ میرا بیٹا حافظ قرآن ہے، اس نے کہا بے شک! اے امیر المومنین! لیکن وہ ایک عرصے سے مجھ سے علیحدہ ہو گیا ہے، اس لیے قرآن بھول گیا ہے۔ مہدی نے کہا اچھا اٹھو اور اس کا خون بہا کر خدا کی راہ میں قربانی چڑھاؤ، ابو عبیداللہ اٹھا اور لڑکھڑا کر گر پڑا اور کانپنے لگا، مہدی کے چچا عباس بن محمد نے کہا اے امیر المومنین! اگر آپ کی رائے میں مناسب ہو تو اس بڈھے کو اس کے بیٹے کو قتل کرنے سے آپ معاف فرمائیں اور اس کے علاوہ کوئی دوسرا اس کام کو اپنے ذمے لے لے، مہدی نے یہ مشورہ قبول کر لیا اور ایک ایسا شخص کو اس کے قتل کرنے کا حکم دیا، اور اس کی گردن اڑا دی گئی، اس کا باپ بدستور

Marfat.com

خدمت پر قائم رہا، مگر اس پر انکسار غالب ہو گیا تھا لیکن اس کا دل غصہ سے بھرا ہوا اور مہدی کے دل میں بھی اُس کی طرف سے غصہ تھا۔

ایک روز ابو عبید اللہ مہدی کے سامنے کچھ کاغذات پیش کر رہا تھا جو ملک کے بعض حصوں سے موصول ہوئے تھے ——— مہدی نے مجلس خالی کر دینے کا حکم دیا، چنانچہ ربیع کے علاوہ سب باہر چلے گئے، ابو عبید اللہ نے کوئی کاغذ پیش نہیں کیا اور انتظار کیا کہ ربیع کو بھی باہر بھیج دیا جائے، مہدی نے کہا ربیع باہر جاؤ، ربیع ذرا ایک طرف ہٹ گیا، مہدی نے کہا کیا میں نے تم کو باہر جانے کا حکم نہیں دیا، ربیع نے کہا اے امیر المومنین! میں آپ کو تنہا چھوڑ کر کس طرح باہر جاؤں آپ کے پاس کوئی ہتھیار بھی نہیں ہے، اور یہاں اہلِ شام میں سے ایک شخص موجود ہے جس کا نام معاویہ ہے، اور آپ کل اُس کے بیٹے کو بھی قتل کر چکے ہیں اور اُس کے سینے میں آپ نے دشمنی پیدا کر دی ہے، اب میں کس طرح آپ کو اس حالت میں چھوڑ کر باہر چلا جاؤں مہدی کے دل میں یہ بات جم گئی لیکن اُس نے کہا اے ربیع مجھے ہر حال میں ابو عبید اللہ پر اعتماد ہے پھر ابو عبید اللہ سے کہا جو کاغذات تم چاہتے ہو پیش کرو۔ کیونکہ ربیع سے کوئی رازداری نہیں ہے، پھر مہدی نے ربیع سے کہا مجھے ابو عبید اللہ سے حیا آتی ہے کیونکہ میں اُس کے بیٹے کو قتل کر چکا ہوں تم اُس کو مجھ سے علیحدہ رکھو چنانچہ ربیع نے اُسے علیحدہ رکھا اور وہ خانہ نشین ہو گیا، اور اُس کی حالت روز بروز کمزور ہوتی گئی، اور ربیع کا وہ ارادہ پورا ہو گیا جو اُس نے ابو عبید اللہ کی جاہ و نعمت برباد کرنے کے متعلق کیا تھا، ابو عبید اللہ معاویہ بن یسار کا انتقال ۱۷۰ھ میں ہوا۔

ابو عبد اللہ یعقوب بن داؤد کی وزارت | ابو عبد اللہ یعقوب آزاد کیا ہوا غلام تھا صولی کہتے ہیں کہ اُس کا باپ داؤد اور اُس کے بھائی نصر بن سیّار امیر خراسان کے کاتب تھے یعقوب اہلِ تشیع میں سے تھا، ابتدا میں وہ بنی عبد اللہ بن الحسن بن الحسن کی طرف مائل

چنانچہ اس کے متعلق اس کے متعدد واقعات بھی پیش آئے تھے۔
مہدی کو بنی الحسن کی طرف سے خوف پیدا ہوا کہ مبادا وہ کوئی ایسی بات پیدا کر دیں
ں کا تدارک ممکن نہ ہو، اس لیے اُس نے ایک ایسے شخص کو بلانا چاہا، جو بنی الحسن سے
ں رکھتا ہو، تاکہ اُن کے خلاف اُس سے مدد حاصل کی جائے، ربیع نے اپنی دوستی
بنا پر جو اُس کے اور مہدی کے درمیان تھی، یعقوب بن داؤد کو (اس کام کے لیے)
ددوں بنایا، اس کے علاوہ ربیع کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ وہ اُس کے ساتھ مل کر
یرا ابو عبید اللہ معاویہ کی وزارت کو ختم کر دے۔ چنانچہ مہدی نے جب اس کو بلا کر
تگو کی تو عقل کے اعتبار سے اس کو مکمل اور اخلاق کے لحاظ سے بہترین انسان پایا،
ب تو مہدی اس پر گرویدہ ہو گیا، اور اُسے اپنے خاص لوگوں میں شامل کر لیا، پھر اُسے
زیر بنا کر امور سلطنت اُس کے سپرد کر دیئے۔

بعض کہتے ہیں کہ اُس کی وزارت کا سبب یہ نہ تھا بلکہ وجہ یہ تھی کہ یعقوب بن داؤد نے ربیع کے لیے یہ بات طے کر دی تھی کہ اگر اُسے وزارت مل گئی تو وہ ربیع کو ایک لاکھ دینار دے گا اس لیے ربیع پوشیدہ صحبتوں میں مہدی سے اُس کی تعریفیں کرنے لگا، جن کو سن کر مہدی نے اُس سے ملنا چاہا، اور جب وہ اُس کے سامنے حاضر ہوا، تو مہدی نے اس کو فضل و کمال اور حسنِ اخلاق میں ایک مکمل انسان پایا، پھر یعقوب نے کہا اے امیر المومنین بہت سی باتیں ایسی ہیں جو آپ کے علم تک نہیں پہنچتیں اگر اُن باتوں کو آپ کی خدمت میں پیش کرنے کا کام آپ میرے سپرد کر دیں تو میں آپ کی خیر خواہی میں اپنی پوری کوشش صرف کر دوں گا، مہدی نے اس کا رتبہ بڑھایا اور اُسے اپنے مقربین میں داخل کر دیا، اب یعقوب مہدی کے سامنے ایسی (اہم ترین) مصالح ملک، مہمات سلطنت، اور بلند مشورے پیش کرنے لگا جو اس سے پہلے اُس کے سامنے پیش نہیں کیے جاتے تھے، اب تو مہدی نے اُس کو اپنا خاص

Marfat.com

آدمی بنا لیا اور اس کو ایک خط لکھا جس میں اُسے اپنا "اخوہ فی اللہ" (یعنی دینی بھائی)
قرار دے کر اُسے اپنا وزیر مقرر کیا۔ اور تمام امور سلطنت اور دفاتر (کا غذات و رجسٹر)
اُس کے سپرد کر دیئے اور سب لوگوں پر اُس کا رتبہ مقدم رکھا، (اور خود کھیل کود
میں مصروف ہو گیا) یہاں تک کہ بشار شاعر اُس کی ہجو میں کہتا ہے۔

بنی امیۃ ھبوا طال نومکم ان الخلیفۃ یعقوب بن داود
اے بنی امیہ اٹھو تمہاری نیند دراز ہو چکی ــــ خلیفہ تو دراصل یعقوب بن داؤد ہے
ضاعت خلافتکم یا قوم فالتمسوا خلافۃ اللہ بین الناے والعود
اے میری قوم تمہاری خلافت تو ضایع ہو چکی، اب تو تم خلافت کو بانسری اور ستار میں تلاش کرو

(بشار نے بانسری اور ستار کا ذکر اس لیے کیا) کہ مہدی کھیل کود میں، اور گانا
سننے میں مصروف رہتا تھا، اور سلطنت کے تمام کام اُس نے یعقوب کے سپرد
کر رکھے تھے، اُس کے مصاحب اُس کے پاس بیٹھ کر نبیذ پیتے تھے، بعض کہتے ہیں
کہ وہ خود اُن کے ساتھ نہیں پیتا تھا۔ یہ حالات دیکھ کر یعقوب بن داؤد نے اُسے ان
باتوں سے منع کیا اور نصیحت کی اور کہا کہ کیا مسجد میں نماز پڑھنے کے بعد تم ایسے کام کرتے ہو؟
مہدی نے اِن (نصیحتوں) کی طرف کوئی توجہ نہیں کی۔ چنانچہ ایک شاعر اس کے متعلق مہدی
سے رندانہ مشورہ دیتے ہوئے کہتا ہے)

فدع عنك يعقوب بن داود جانبا واقبل على صهباء طيبة النشر
یعقوب بن داؤد کو تو ایک طرف رہنے دو ــــ اور خوشبودار شراب سرخ کی طرف توجہ کرو

چغلخور برابر مہدی سے یعقوب کی چغلیاں کھاتے رہے، یہاں تک کہ مہدی نے
اُسے برباد کر دیا، اُس نے یعقوب کو ایک زیر زمین قید خانے میں بند کر دیا، وہ مہدی اور
ہادی کے زمانۂ خلافت میں قید ہی رہا، آخر کار ہارون رشید نے (اپنے عہد میں) اسے باہر نکالا۔

یعقوب کی گرفتاری کا سبب اور اس کے متعلقہ واقعات کی تفصیل	یعقوب بن داؤد نے بیان

Marfat.com

ہے کہ ایک روز مہدی نے مجھے بلایا، اور جب میں اُس کے پاس گیا، تو میں نے دیکھا کہ
باغ کے درمیانی حصّے کی ایک نشستگاہ میں بیٹھا ہوا ہے، اور درختوں کی شاخیں اس
زمین تک لٹک رہی ہیں، اور وہ اُوپر سے (نیچے تک) پھولوں سے لدے ہوئے ہیں،
لس میں گلابی رنگ کا فرش بچھا ہوا ہے، اور مہدی کے سامنے ایک خوبصورت کنیز ہے،
ں کے برابر کوئی دوسرا حسین میں نے نہیں دیکھا، یعقوب! اِس مجلس کے متعلق تمہارا
ا خیال ہے، میں نے کہا نہایت حسین مجلس ہے، خدا امیرالمومنین کو مبارک کرے،
دی نے کہا" اچھا یہ مجلس مع تمام ساز و سامان اور ایک لاکھ درہم، اور یہ کنیز (آج سے)
ہاری ہے۔ اور یہ اس لیے کہ تمہاری خوشی مکمل ہو جائے" میں نے اس کو دعا دی،
مر اُس نے کہا مجھے تم سے ایک کام ہے، بشرطیکہ تم اُس کو پورا کرنے کا ذمہ لو۔ میں نے
ا اے امیرالمومنین آپ کے ہر حکم کی تعمیل میں آپ کا تابعدار بندہ ہوں، مہدی نے
ی علوی شخص میرے سپرد کیا اور کہا کہ تم اس کے شر سے مجھے بچاؤ، میں ڈرتا ہوں کہ کہیں
یرے خلاف بغاوت نہ کردے، میں نے عرض کیا کہ میں نے سن لیا اور میں اس کی
میل کروں گا، اس نے کہا نہیں تم قسم کھاؤ، میں نے کہا خدا کی قسم جیسا آپ چاہتے
یں میں ویسا ہی کروں گا، اس کے بعد جو کچھ ساز و سامان تھا مع کنیز کے میرے گھر پہنچا دیا
یا، چونکہ مجھے کنیز کے ملنے پر بے حد مسرت تھی، اس لیے میں نے اُس کو اپنی نشست کے
بالکل قریب جگہ دی، میرے اور اُس کے درمیان صرف ایک باریک پردہ تھا۔

یعقوب نے بیان کیا کہ (ایک روز) میں نے علوی کو بلا کر اُس سے گفتگو کی اور عقل
کے لحاظ سے اُس کو نہایت مکمل انسان پایا، اُس نے کہا اے یعقوب کیا تم میرا خون (اپنی
گردن پر) لے کر خدا سے ملو گے، میں علی بن ابی طالب اور فاطمہ کا بیٹا ہوں، اور تمہارا کوئی
قصور بھی میں نے نہیں کیا ہے۔ میں نے کہا "بخدا میں ہرگز ایسا نہ کروں گا،
تم یہ روپیہ لو اور (اپنی جان) بچا کر بھاگ جاؤ" کنیز (پس پردہ) یہ سب کچھ سن رہی تھی،

اُس نے ایک مخبر بھیج کر مہدی کو اس کی خبر دیدی، مہدی نے فوراً تمام راستوں پر آد
متعین کر دیئے، یہاں تک کہ علوی ہاتھ آگیا۔ مہدی نے اُس کو اپنی نشست سے
ہوئے ایک کمرے میں رکھا پھر بلا کر پوچھا، "یعقوب تم نے علوی کا کیا کیا؟" میں نے
کہ خدا نے امیر المومنین کو اُس کے شر سے بچا لیا، اُس نے پوچھا کیا وہ مر گیا؟ میں نے
کہا جی ہاں، اُس نے کہا خدا کی قسم؟ میں نے کہا جی ہاں خدا کی قسم اُس نے کہا اچھا
اپنا ہاتھ میرے سر پہ رکھ کر میرے سر کی قسم کھاؤ چنانچہ میں نے اپنا ہاتھ اُس کے سر پر
قسم بھی کھالی۔ پھر اُس نے ایک خادم سے کہا جو شخص اس کمرے میں ہے اُسے باہر نکا
ہمارے سامنے لاؤ، اس نے علوی کو (کمرے سے) باہر کر دیا، جب میں نے اُسے دیکھا
میرے مُنہ سے بات نہیں نکل سکتی تھی اور میں سخت پریشان تھا پھر مہدی بولا یعقوب!
تیرا قتل کرنا جائز ہو گیا، اِس کو زیرِ زمین قید خانے میں لے جاؤ، چنانچہ مجھے ایک ر
ذریعہ ایک اندھیرے کنویں میں ڈال دیا گیا، جہاں روشنی مجھے مطلق نظر نہ آتی تھی،
روزانہ کچھ (کھانا) آجاتا تھا جس کو کھا کر (میں زندہ رہتا تھا) مجھے نہیں معلوم کہ
وہاں کتنی مدت تک رہا، (اس عرصہ میں) میری بینائی بھی جاتی رہی۔ ایک روز ایک رسی ڈ
گئی اور کہا گیا اس کو پکڑ کر اوپر آجاؤ، تمہاری مصیبت دور ہونے کا وقت آگیا، میرا
پر چڑھ گیا، میرے بال اور ناخن بہت بڑھ گئے تھے مجھے حمام میں بھیجا گیا، میری حالت
درست کی گئی اور کپڑے پہنا کر مجھے ایک مجلس میں لے گئے اور کہا گیا کہ امیر المومنین کو سلا
کرو، میں نے کہا السلام علیک یا امیر المومنین، پھر مجھ سے پوچھا گیا کہ تم نے کون سے
امیر المومنین کو سلام کیا میں نے کہا امیر المومنین مہدی کو، اتنے میں صدرِ مجلس میں سے کوئی
بولا خدا امیر المومنین مہدی پر رحم کرے" (یعنی مہدی کا تو انتقال ہو چکا ہے) پھر مجھ سے
کہا گیا امیر المومنین کو سلام کرو۔ میں نے کہا السلام علیک یا امیر المومنین، پھر مجھ سے
پوچھا گیا کہ تم نے کون سے امیر المومنین کو سلام کیا میں نے کہا امیر المومنین ہادی

Marfat.com

[ا]س مرتبہ پھر صدر مجلس میں سے کسی کو میں نے یہ کہتے ہوئے سنا" خدا امیرالمومنین ہادی پر [رح]م کرے " اور مجھ سے پھر کہا گیا کہ سلام کرو، میں نے سلام کیا، پھر سوال ہوا کہ تم نے کس کو سلام کیا، میں نے کہا امیرالمومنین ہارون الرشید کو، ہارون نے کہا وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ پھر وہ بولا تم کو جو مصیبت پہنچی ہے تم اس کے عوض میں مجھے تکلیف پہنچا سکتے ہو۔ (میں نے عرض کیا) میں نے مہدی کو معاف کر دیا اور میں نے ہارون رشید کو دعا دی، اور اپنی رہائی پر اس کا شکریہ ادا کیا، پھر ہارون نے پوچھا، یعقوب تم کیا چاہتے ہو؟ میں نے کہا اب میری طبیعت میں کسی (چیز سے) لطف اٹھانے کی اور نہ ضروریاتِ زندگی پورا کرنے کی خواہش باقی ہے، میں تو صرف مکہ معظمہ کا مجاور بننا چاہتا ہوں، پھر ہارون نے میری حالت ٹھیک کرنے کا حکم دیا۔

اس کے بعد یعقوب مکہ روانہ ہوگیا۔ لیکن کچھ زیادہ دن زندہ نہیں رہا۔ اور وہاں ۱۸۶ھ میں اس کا انتقال ہوگیا۔

فیض بن صالح کی وزارت

فیض بن صالح نیشاپور کے رہنے والوں میں سے تھا۔ یہ لوگ (یعنی اس کے خاندان والے) نصرانی تھے، پھر وہ بنی عباس سے جا ملے اور مسلمان ہوگئے، فیض نے دولت عباسیہ میں تہذیب و تربیت پا کر کمال حاصل کیا، وہ سخی، فیاض، بے دریغ بخشش کرنے اور فضول خرچی کرنے والا، پُرفیض، شریف النفس عالی ہمت، مغرور اور خودپسند تھا۔ چنانچہ ایک شاعر نے اس کے متعلق کہا ہے۔

ابا جعفر جئناک نسئل نائلاً　　فاعوزنا من دون نائلک البشر

اے ابوجعفر ہم تیرے پاس بخشش طلب کرتے ہوئے آئے لیکن تیرا انعام حاصل ہونے سے پہلے تیری خندہ پیشانی نے اشارہ کر دیا۔

فما برقت بالوعد منک غمامۃ　　یرجی بھا من سیب نائلک القطر

تیرے وعدے کے ابر کرم کی بجلی اس طرح نہیں چمکی جس سے بارش انعامات کی امید رکھی جائے۔

Marfat.com

فلو کنت تعطینا المنی وزیادۃ ٭ لنغصہا منک التجبر والکبر

اگر تو ہماری آرزو کے مطابق یا اس سے زیادہ بھی دے ڈالتا ہے۔ تو تیرے غرور اور تکبر کی خصلت (اس کے احسان کو) مکدر کر دیتی ہے۔

کہتے ہیں کہ جب کوئی شخص یحییٰ بن خالد بن برمک کی سخاوت اور بخشش کو زیادہ خیال کرتا تو وہ کہتا تھا، اگر تم فیض کو دیکھتے تو میری فیاضی تم کو حقیر نظر آتی۔

کہا گیا ہے کہ ایک روز فیض بن ابی صالح اپنے کسی کام سے جا رہا تھا کہ راستہ میں اس کا ایک دوست مل گیا، فیض نے پوچھا کہاں جاتے ہو؟ اس نے کہا کہ ام جعفر زبیدہ خاتون کے وکیل نے بقایا کے زر تاوان (وصول نہ ہونے کی سزا میں) فلاں شخص کو قید کر رکھا ہے، جس کی تعداد ایک لاکھ دینار ہے، اور وہ شخص میرا دوست ہے، اور آپ کو پتہ ہی ہے میں اس وکیل کے پاس جا رہا ہوں تاکہ اس کی سفارش کروں کیا تم بھی (اس کام کے لیے) میری امداد و اعانت کر سکتے ہو؟

فیض بن ابی صالح نے کہا ہاں، بخدا (میں تیار ہوں) پھر فیض اس کے ساتھ ام جعفر زبیدہ کے وکیل کے پاس پہنچا، اور دونوں نے اس قیدی کے متعلق اس سے سفارش کی، اس نے کہا اس معاملہ میں صرف زبیدہ کو اختیار ہے، میں بغیر اس کے حکم کے اس کو آزاد نہیں کر سکتا، لیکن میں زبیدہ کو مخاطب کروں گا، اور اس کے آزاد کرنے کو اچھا بتاؤں گا، پھر اس نے زبیدہ کو کچھ لکھا جس کا یہ جواب آیا کہ اس شخص سے روپیہ کی وصولی لازمی ہے اور اس معاملے میں سفارش قبول کرنے کی کوئی گنجائش نہیں، وکیل نے معذرت کی اور ان دونوں کو (زبیدہ کی) تحریر دکھا دی، اس شخص نے فیض سے کہا آؤ اب چلیں، جو کچھ ہمارا فرض تھا وہ ہم نے ادا کر دیا، فیض نے کہا خدا کی قسم ہم نے اپنا فرض ادا نہیں کیا، ہم تو گویا یہاں اس لیے آئے تھے کہ اپنے آدمی کی قید (کے مسئلہ) کو اور زیادہ مضبوط کر دیں، اس نے کہا تو اب کیا کریں،

فیض نے کہا کہ جب اس صورت سے ہمارے لیے اس کی رہائی ناممکن ہوگئی، تو ہم اپنا ذاتی مال اس کی طرف سے ادا کر کے اُسے رہا کیے دیتے ہیں، نصف رقم تم ادا کر دینا اور نصف ہم دیدوں گا، اُس نے اس (تجویز) سے اتفاق کیا، پھر دونوں نے وکیل سے پوچھا، اس شخص پر تمہارا کتنا روپیہ ہے، اُس نے کہا ایک لاکھ دینار، وہ دونوں بولے اچھا یہ رقم ہمارے ذمے ہے، اور یہ اُس کے متعلق ہماری تحریر ہے ہمارا آدمی ہم کو دیدو، وکیل نے کہا میں یہ بھی نہیں کرسکتا، جب تک کہ زبیدہ کو صورت حال کی اطلاع نہ دے دوں، چنانچہ جو کچھ فیض نے کہا تھا، اُس کو وکیل نے زبیدہ کے پاس لکھ بھیجا، اور صورت حال کی اطلاع دی، کچھ دیر بعد خادم باہر آیا اور زبیدہ کی طرف سے بولا کہ فیض کا کرم ہم سے زیادہ نہیں ہوسکتا۔ ہم نے ایک لاکھ دینار معاف کر دیئے۔ ان کا آدمی ان کے سپرد کر دو، چنانچہ وہ دونوں اس کو باہر لے کر آگئے۔

جب مہدی نے یعقوب بن داؤد کو (وزیر بنانے) کا فیصلہ کیا تھا تو اس وقت فیض کی بھی اُس سے تعریف کی گئی تھی، یعقوب کی گرفتاری پر مہدی نے فیض کو طلب کر کے امورِ سلطنت اس کے سپرد کیے وہ ہارون رشید کے ابتدائی زمانے تک زندہ رہا اور ۱۷۳ھ میں اُس کا انتقال ہوا۔ مہدی اور اُس کے وزیروں کا زمانہ ختم ہوا۔

(۴) موسیٰ الہادی

مہدی کے بعد اُس کا بیٹا موسیٰ الہادی فرماں روا ہوا، ۱۶۹ھ میں اُس کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت ہوئی، ہادی بیدار مغز، غیور، شریف النفس، تیز ہوش، زبردست، سخت گیر، دلیر، اور ہمیشہ با اوسان رہنے والا تھا اور جرأت و اقدام اور ہوش مندی کا بھی مالک تھا۔

عبداللہ بن مالک جو مہدی کے باڈی گارڈ کا افسر تھا، بیان کرتا ہے کہ مجھے مہدی

ہادی کے درباریوں اور گانے والوں کو مارنے اور قید کرنے کا حکم دیتا تھا، تاکہ وہ اُن (کی صحبت) سے محفوظ رہے، میں اُس کے حکم کی تعمیل کر دیتا تھا، اور جب ہادی اُن لوگوں کی سزائیں تخفیف کرنے کے لیے میرے پاس کہلا بھیجتا تھا، تو میں اس کی تعمیل نہیں کرتا تھا۔ مہدی کے مرنے پر جب ہادی خلیفہ ہوا تو مجھے اپنی تباہی کا یقین ہو گیا۔ ہادی نے مجھے ایک روز بلوایا، جب میں اس کے پاس پہنچا تو میں نے دیکھا کہ وہ کرسی پر بیٹھا ہے، اور تلوار اور "نطع" (یعنی وہ چمڑا جس کو بچھا کر گردن اُڑائی جاتی تھی) اُس کے سامنے رکھا ہے، میں نے سلام کیا، اُس نے جواب میں کہا خدا تجھے سلامت نہ رکھے، کیا تجھے وہ دن یاد ہے جبکہ میں نے حرانی کے معاملے میں اس کو مارنے کا تجھے حکم دیا تھا، لیکن تو نے میری بات نہ سنی اور اسی طرح تو نے فلاں فلاں کے معاملے میں کیا تھا، یہ کہہ کر اس نے اپنے مصاحبین کے نام گنائے اور کہنے لگا میری بات کی تو نے پروا نہ کی، میں نے کہا بیشک (میں نے آپ کی تعمیل نہیں کی) لیکن کیا آپ مجھے اس کی وجہ ظاہر کرنے کی اجازت دیں گے، ہادی نے کہا ہاں اجازت ہے، عبداللہ نے کہا کہ میں آپ کو خدا کا واسطہ دلا کر پوچھتا ہوں کہ اگر آپ میرے ذمے وہی فرائض متعلق فرماتے جو مہدی نے میرے متعلق کیے تھے اور آپ مجھے وہی حکم دیتے جو مہدی نے دیا تھا، اور آپ کا کوئی لڑکا آپ کے حکم کے خلاف میرے پاس کہلا بھیجتا، اور میں آپ کا حکم چھوڑ کر اس کی بات مان لیتا تو کیا یہ بات آپ کو پسند آتی اس نے کہا نہیں، عبداللہ نے کہا، بس اسی طرح میں آپ (کی خدمت) کے لیے (حاضر) ہوں جس طرح کہ آپ کے باپ کے لیے تھا، یہ سن کر اُس نے مجھے اپنے پاس بلایا اور میں نے اس کا ہاتھ چوما، پھر اُس نے مجھے خلعت دینے کا حکم دیا، اور کہا کہ "اب میں تم کو اُسی عہدے پر قائم کرتا ہوں جس پر تم پہلے مامور تھے، جاؤ اور سیدھی راہ پر چلتے رہو۔" لیکن مجھے اپنے اور اُس کے معاملے میں (جو کچھ اُس نے اظہار خیال کیا) اُس پر یقین نہیں

آیا، اور میں نے (دل میں) کہا کہ یہ نوعمر لڑکا ہے اور پینے کا عادی ہے، اور جن لوگوں کے متعلق میں نے اُس کی بات نہیں مانی ہے وہ اب اُس کے مصاحب، وزیر اور کاتب ہیں اور مجھے اُن کے متعلق یہ خیال آیا کہ جب (کسی موقع پر) شراب کا نشہ اُس پر چڑھ جائے گا تو یہ اُس کی رائے پر غالب آکر میرے مار ڈالنے کو اس کی نظر میں ٹھیک قرار دیں گے۔

عبداللہ نے کہا کہ (ایک روز) میں بیٹھا تھا، اور میری چھوٹی بچی میرے پاس تھی، انگیٹھی میرے آگے رکھی تھی، میرے سامنے کچھ چپاتیاں اور سرکے کی چٹنی تھی میں چپاتیوں پر چٹنی لگا کر آگ پر گرم کر رہا تھا، اور کھاتا جا رہا تھا اور بچی کو بھی کھلا رہا تھا کہ یکایک میرے کانوں میں گھوڑوں کی آواز آئی، اور مجھے (مارے خوف کے) ایسا معلوم ہوا کہ دنیا میں زلزلہ آگیا، اور میں نے دل میں کہا کہ یہی وہ چیز تھی جس سے میں ڈرتا تھا، اتنے میں دروازہ کھلا اور خادم گھس آئے، اُن کے بیچ میں ہادی بھی اپنے گھوڑے پر سوار تھا، جب میں نے اُسے دیکھا تو کھڑا ہوگیا، اور میں نے اس کے ہاتھ، پاؤں اور گھوڑے کے سُم کو چوما۔ ہادی نے کہا اے عبداللہ! میں نے تمہارے معاملے میں غور کیا، اور یہ خیال کیا کہ شاید تمہارے ذہن میں یہ اندیشہ پیدا ہو گیا ہے کہ جب میں پیتا ہوں اور میرے گرد تمہارے دشمن ہوتے ہیں تو وہ تمہارے متعلق میرے حُسن ظن کو دور کر دیتے ہیں، اور یہ بات تم کو پریشانی میں ڈالتی ہے، —— اب میں اس لیے تمہارے گھر آیا ہوں کہ تمہاری وحشت دور کر دوں، اور تمہیں بتا دوں کہ تمہارے خلاف میرے دل میں جو نفرت تھی وہ سب جاتی رہی، اب جو کچھ تم کھا رہے ہو وہ مجھے بھی کھلاؤ تاکہ تمہیں یقین آجائے کہ میں نے تمہارا کھانا (کھا کر) خود کو (تمہیں نقصان پہنچانے سے) باز رکھ لیا ہے، اور اس طرح پر تمہارا خوف دور ہو جائے، میں نے وہ چپاتیاں اور سرکے کی چٹنی ہادی کے سامنے پیش کر دی اور اُس نے کھائی، پھر اُس نے (اپنے نوکروں سے) کہا کہ عبداللہ کے لیے جو کچھ ہم ساتھ لائے ہیں وہ لیکر

آؤ، چنانچہ چار سو خچر دراہم وغیرہ سے لدے ہوئے داخل ہوئے ہادی نے کہا یہ سب تمہارے لیے ہے، اس کو اپنی ضروریات میں صرف کرو اور (دنیا کی فکر سے) آزاد ہو جاؤ، اور ان خچروں کو حفاظت سے رکھو شاید کسی سفر میں مجھے ان کی ضرورت پیش آئے، یہ کہہ کر وہ چلا گیا۔

ہادی کے (بلیغ) کلام کا (ایک نمونہ) وہ (الفاظ) ہیں جو اُس نے ابراہیم بن مسلم بن قتیبہ سے، اُس کے لڑکے کے مرنے پر کہے تھے۔ ہادی تعزیت کے لیے اُس کے پاس گیا، اُس کے نزدیک ابراہیم کی بڑی قدر و منزلت تھی، ہادی نے کہا، (کیا عجیب بات ہے کہ) "تمہارا لڑکا جب کہ وہ تمہارا دشمن اور آزمائش کا سبب تھا تمہیں خوش کرتا تھا، اور اب جبکہ وہ رحمت اور انعام الٰہی کا سبب ہے تمہیں رنج پہنچاتا ہے!" ابراہیم نے کہا، اے امیر المومنین میرے اندر کوئی حصّہ ایسا باقی نہیں رہا جس میں پہلے غم تھا اور اب وہ صبر سے نہ بھر گیا ہو۔

حسین بن علی "صاحب فخ" کی بغاوت

ہادی کے زمانے میں "صاحب فخ" نے بغاوت کی، اُس کا نام حسین بن علی بن الحسن بن علی بن ابی طالب تھا، واقعہ فخ کی تفصیل یہ ہے کہ حسین بن علی بنی ہاشم کا ایک (سربرآوردہ) آدمی، سردار اور فاضل شخص تھا، اُس نے بغاوت کا ارادہ کیا اور اُس کے خاندانی سرداروں کی ایک جماعت بھی اُس کے ساتھ ہوگئی، اسی اثنا میں حاکم مدینہ نے علوی خاندان کے ایک آدمی کی کچھ حق تلفی کی جس کی بنا پر ابو طالب کا خاندان بھڑک اُٹھا، اور بہت سے لوگ اُن کے ساتھ ہو گئے، انھوں نے دارالامارت (گورنمنٹ ہاؤس) کا رُخ کیا، اور مدینے کا حاکم اُن کے خوف سے قلعہ بند ہوگیا، اُن لوگوں نے قید خانے توڑ کر وہاں جتنے قیدی تھے اُن کو آزاد کر دیا، حسین بن علی کے ہاتھ پر بیعت کی گئی، اور ان کا زور بڑھتا گیا، (اس بغاوت کو فرو کرنے کے لیے) محمد بن

Marfat.com

سلیمان کو اور بعض کہتے ہیں سلیمان بن منصور کو ایک بڑے لشکر کے ساتھ بھیجا گیا مکے اور مدینے کے درمیان ایک مقام پر جس کو فخ کہتے ہیں دونوں لشکروں نے مقابل ہو کر شدید جنگ برپا کی، جس میں حسین بن علی مارا گیا اور موسیٰ الہادی کے پاس اُس کا سر بھیجدیا گیا، جب وہ سر اُس کے سامنے رکھا گیا، تو اُن لوگوں سے جو اُس کو لے کر آئے تھے اُس نے کہا، تم گویا ایک بڑے باغی کا سر لے کر آئے ہو۔ تمہارا محروم رہنا ہی وہ کم سے کم صلہ ہے جو میں تم کو دیتا ہوں، چنانچہ ہادی نے اُن کو کچھ نہیں دیا۔

"صاحب فخ" حسین بن علی دلیر اور فیاض تھا، (ایک مرتبہ) جب وہ مہدی کے پاس آیا تھا، تو مہدی نے اُس کو چالیس ہزار دینار دیئے تھے، لیکن حسین نے بغداد اور کوفے کے آدمیوں میں ان کو تقسیم کر دیا اور کوفے سے اس حالت میں نکلا کہ سوائے اُس پوستین کے جس کے نیچے کرتا بھی نہ تھا، وہ کسی کپڑے کا مالک نہ تھا، رَحِمَہُ اللّٰہُ وَسَلَّمَ عَلَیْہِ۔

ہادی کی موت ہادی کی مدتِ خلافت زیادہ نہیں رہی، کہا جاتا ہے کہ اُس کی ماں خیزران نے اپنی کنیزوں کو اُس کے مار ڈالنے کا حکم دیا، لوگ اُس کے مُنہ پر بیٹھ گئے یہاں تک کہ اُس کا دم نکل گیا، قتل کی وجہ میں اختلاف ہے، بعض کہتے ہیں کہ مہدی کے دورِ حکومت میں خیزران زیادہ آرام سے تھی اور زیادہ با اختیار تھی، وہ حکم دیتی، روکتی، (فیصلے) کو منضبط کرتی، یا اُسے توڑ ڈالتی تھی، صبح و شام اُس کے دروازے پر حشم و خدم پہونچا کرتے تھے، جب ہادی فرمانروا ہوا تو اُسے یہ ناگوار گزرا، اُس نے خیزران سے پوچھا کہ یہ سب کچھ حشم و خدم کیا ہے جس کے متعلق مجھے معلوم ہوا ہے کہ وہ صبح و شام تمہارے دروازے پر پہنچتا ہے، کیا تمہارے پاس کوئی تکلی نہیں جس میں تم مصروف رہو یا قرآن کا نسخہ نہیں جو تمہیں (آخرت کی) یاد دلائے یا کوئی گھر نہیں جو تمہیں محفوظ رکھے، اگر تم نے یہ باتیں نہ چھوڑیں، اور مجھے

Marfat.com

یہ خبر ملی کہ میرے سرداروں یا خاص لوگوں میں سے کوئی بھی تمہارے دروازے پر کھڑا ہوا، تو میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی قرابت سے خارج ہو جاؤں اگر میں اس کی گردن نہ اُڑا دوں اور اس کا مال ضبط نہ کرلوں۔ پھر ہادی نے اپنے آدمیوں سے کہا کہ کون زیادہ اچھا ہے، میں اور میری ماں یا تم اور تمہاری مائیں؟ انھوں نے کہا آپ اور آپ کی ماں، پھر وہ بولا کہ کیا تم میں سے کوئی شخص یہ پسند کرے گا کہ لوگ اُس کی ماں کے متعلق کہا کریں، کہ فلاں شخص کی ماں نے یہ کیا، فلاں شخص کی ماں نے یہ کیا، انھوں نے کہا ہم تو اسے پسند نہیں کریں گے، پھر اُس نے پوچھا اس کی کیا وجہ ہے کہ "تم میری ماں کے پاس جاتے ہو اور وہاں سے آکر اس کی باتیں بیان کرتے رہتے ہو"۔ جب لوگوں نے یہ سُنا تو انھوں نے خیزران کے پاس جانا چھوڑ دیا، پھر ہادی نے کھانے میں زہر ملا کر خیزران کے پاس بھیجا لیکن اس نے نہیں کھایا، پھر خیزران نے ہادی کو مار ڈالا۔

بعض کہتے ہیں کہ ہادی کے قتل کی وجہ یہ تھی کہ ہادی نے اپنے بھائی ہارون الرشید کو معزول کر کے اپنے بیٹے جعفر کے لیے بیعت لینا چاہی تھی، چنانچہ خیزران کو ہارون الرشید کے متعلق، جس سے وہ محبت کرتی تھی، اندیشہ پیدا ہو گیا، اور اس لیے اس نے ہادی کو قتل کر دیا، ہادی نے ۱۷۰ھ میں انتقال کیا، اور جس رات اُس نے انتقال کیا وہ ایسی رات تھی جس میں ایک خلیفہ مرا، ایک خلیفہ تخت نشین ہوا، اور ایک خلیفہ پیدا ہوا یعنی ہادی مرا، ہارون تخت پر بیٹھا اور مامون پیدا ہوا۔

عہدِ ہادی کی وزارت

جب ہادی کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت ہوئی تو اُس نے ربیع بن یونس کو وزیر بنایا۔ ربیع کی سیرت اور نسب کا مختصر حال پہلے گزر چکا ہے، اس کے بعد ہادی نے ابراہیم بن ذکوان حرانی کو وزیر مقرر کیا، ابراہیم ہادی کے بچپن ہی سے اُس کے ساتھ رہنے لگا تھا، وہ ایک اتالیق کے ساتھ جس کے سپرد ہادی کی تعلیم تھی اس کے پاس پہنچ جاتا تھا، ہادی کے مزاج پر اُس کی صحبت گراں

Marfat.com

نہ تھی، (بلکہ) اس کو ابراہیم سے اُنس ہوگیا تھا اور اس کے بغیر اُسے چین نہ آتا تھا مہدی کے پاس ابراہیم کی شکائتیں پہنچائی گئیں اور اس نے اپنے بیٹے کے لیے ابراہیم کی صحبت کو سخت ناپسند کیا، اور اس کو (ابراہیم کو)، اس سے روکا، لیکن وہ باز نہ آیا، پھر اُس نے ابراہیم کو مار ڈالنے کی دھمکی دی لیکن (پھر بھی) ہادی اس کو اپنے سے جُدا نہیں کرتا تھا، مہدی کے پاس کثرت سے شکائتیں پہنچیں جس کی بنا پر مہدی نے ہادی کے پاس کہلا بھیجا کہ ابراہیم حرانی کو میرے پاس بھیجدو ورنہ میں تجھے خلافت سے معزول کردوں گا، ہادی نے ابراہیم کو نہایت اچھی حالت کے ساتھ اپنے ایک خادم کے ہمراہ مہدی کے پاس بھیجدیا۔ جب ابراہیم اُس کے پاس پہنچا تو وہ سوار ہوکر شکار کے لیے جا رہا تھا اس نے ابراہیم کو دیکھ کر تین مرتبہ کہا "بخدا میں تجھے مار ڈالوں گا"، پھر اس نے اپنے خادموں سے کہا کہ جب تک میں شکار سے واپس آؤں اس کو نگرانی میں رکھو، ابراہیم گڑگڑا کر (خدا سے) دعائیں کرنے لگا۔ اتفاقاً مہدی نے زہر ملا ہوا کھانا کھا لیا، جیسا کہ پہلے اس کا ذکر آچکا ہے، اور کھاتے ہی مر گیا۔ اور ابراہیم کو نجات ملی۔ اب ہادی تختِ خلافت پر بیٹھا اور اُس نے تھوڑے ہی عرصے کے بعد ابراہیم حرانی کو وزیر بنا لیا، لیکن کچھ زیادہ عرصہ گزرنے نہ پایا کہ ہادی مر گیا۔ ہادی اور اس کے وزیروں کا دور ختم ہوا۔

(۵) ہارون الرشید

ہادی کے بعد اس کا بیٹا ہارون الرشید فرماں روا ہوا، ۱۷۰ھ میں اس کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت ہوئی، ہارون ایک فاضل، فصیح، عالم اور صاحب کرم خلیفہ تھا، وہ ایک سال حج کرتا تھا اور ایک سال جہاد میں مصروف رہتا تھا، سوائے چند سالوں کے تمام مدتِ خلافت میں اُس کا یہی معمول رہا، یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ روزانہ ایک ہزار رکعت نماز پڑھتا تھا اور اُس نے پیدل حج کیا، اس کے علاوہ کسی خلیفہ نے پا پیادہ حج نہیں کیا تھا، جب وہ حج کے لیے روانہ ہوتا تھا تو اس کے ساتھ ایک سو عالم اور اُن کے بیٹے بھی

Marfat.com

حج کو جاتے تھے، اور جس سال وہ حج نہیں کرتا تھا، اس سال تین سو آدمیوں کو پورے مصارف اور کپڑے (وغیرہ) دے کر حج کراتا تھا، مال و دولت بخشنے کی صفت کو چھوڑ کر ہارون اپنے تمام افعال میں خلیفہ منصور سے مشابہ تھا، کیونکہ مال کی بخشش میں ہارون سے زیادہ کوئی دوسرا خلیفہ پیدا نہیں ہوا، وہ نہ کسی محسن کے احسان کو ضایع کرتا اور نہ (کسی کو) ٹالتا تھا، شعر و سخن سے (اسے دلچسپی تھی) اور شاعروں کو پسند کرتا تھا، ارباب ادب اور اہل علم کی طرف مائل تھا، اور دینی معاملات میں ریاکاری اُسے پسند نہ تھی، مدح سرائی اُسے مرغوب تھی خصوصاً جب کوئی فصیح شاعر اُس کی تعریف کرتا تھا وہ مدحیہ اشعار پر کثرت سے انعامات بھی عطا کرتا تھا۔

اصمعی روایت کرتا ہے کہ ایک مرتبہ ہارون نے کھانا تیار کرایا، اور اپنی مجلس کو خوب آراستہ کیا، پھر ابوالعتاہیہ شاعر کو بلا کر کہا کہ اس دُنیا کی نعمتوں کا جو حصہ ہم کو ملا ہے اُس کے متعلق کچھ کہو، ابوالعتاہیہ نے کہا:-

عش ما بدالك سالماً — فی ظل شاهقة القصور

جب تک تیرا دل چاہے بلند محلوں کے سایہ میں زندہ رہ۔

رشید نے کہا خوب کہا اچھا کچھ اور کہو، ابوالعتاہیہ نے کہا،

یسعی الیك بما اشتهیت — لدی الرواح او البکور

(تیرے خادم) جن (نعمتوں) کو تو چاہے اُنھیں لے کر صبح و شام تیزی سے تیرے پاس جاتے رہیں

رشید بولا خوب ہے کچھ اور کہو، ابوالعتاہیہ نے کہا،

فاذا النفوس تقعقعت — فی ظل حشرجة الصدور

جب سینوں میں غرغرہ موت کی آواز پیدا ہوتے وقت نفوس شور برپا کریں گی۔

فهناك تعلم موقناً — ما کنت الا فی غرور

اُس موقع پر تجھے یقین کے ساتھ معلوم ہو گا کہ تو صرف دھوکے میں تھا۔

یہ اشعار سُن کر ہارون رشید رونے لگا، فضل بن یحییٰ نے کہاکہ امیرالمومنین نے تجھے اس لیے بلایا تھاکہ تو انھیں خوش کرے مگر تونے تو اُن کو غمگین بنا دیا، ہارون الرشید نے کہاکہ اس سے کچھ نہ کہو کیونکہ اس نے ہمیں گمراہی میں دیکھ کر یہ پسند نہیں کیا کہ ہماری گمراہی کو اور زیادہ بڑھائے۔

ہارون رشید علماء کی بڑی عزت کرتا تھا، ابو معاویہ جو ایک مشہور نابینا عالم تھے کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے ہارون رشید کے ساتھ کھانا کھایا، (ہاتھ دُھلانے کے لیے) کسی نے میرے ہاتھ پر پانی ڈالا، ہارون نے پوچھاکہ اے ابو معاویہ تم جانتے ہو کہ کس نے تمہارے ہاتھ پر پانی ڈالا تھا؟ میں نے کہا اے امیرالمومنین مجھے نہیں معلوم ہارون نے کہاکہ میں نے، ابو معاویہ نے کہا، کیا علم کے احترام میں، ہارون نے کہاکہ ہاں (علم کے احترام میں)۔

یحییٰ بن عبداللہ کی بغاوت: ہارون رشید کے عہد میں یحییٰ بن عبداللہ بن حسن بن حسن (ا) بن علی بن ابی طالب نے بغاوت کی جس کی تفصیل یہ ہے کہ "نفس زکیہ" اور "مقتول باخمری" پر جو کچھ گذری اُس سے خائف ہو کر یحییٰ بن عبداللہ دیلم چلے گئے، وہاں لوگوں نے انھیں امامت کا مستحق خیال کر کے اُن کے ہاتھ پر بیعت کر لی، اور مختلف شہروں سے لوگ اُن کے گرد جمع ہو گئے اور ان کی طاقت بڑھنے لگی، ہارون کو اس کی فکر ہوئی، اور اُس نے فضل بن یحییٰ کو پچاس ہزار فوج کے ساتھ اس کے مقابلے کے لیے روانہ کیا، اور فضل کو جرجان، طبرستان اور رے وغیرہ کا والی بھی مقرر کر دیا، یحییٰ فوج لے کر روانہ ہوا، اُس نے یحییٰ بن عبداللہ کے ساتھ نرمی کی، ڈرایا، اور دھمکایا اور صلح کی طرف مائل کیا، چنانچہ یحییٰ صلح کی طرف مائل ہو گئے اور یہ استدعا کی کہ خود ہارون رشید کے لکھے ہوئے خط کے ذریعے سے اُسے پناہ دی جائے اور اس پر فقہیوں عالموں اور بنی ہاشم کے سرداروں کی گواہی بھی کرادی جائے، ہارون رشید نے بہ شرط

Marfat.com

منظور کرلی اور وہ بہت خوش ہوا۔ اور اس نے اپنے ہاتھ سے نہایت فصیح و بلیغ پیامِ امن لکھا اور اس پر قاضیوں، عالموں اور بنی ہاشم کے سرداروں کی گواہیاں بھی ثبت کرادیں اور تحفوں اور ہدیوں کے ساتھ اُسے روانہ کیا، اور یحییٰ فضل کے ساتھ آگئے۔ ابتدا میں ہارون خاطرخواہ طریقے پر یحییٰ کے ساتھ پیش آیا، لیکن بعد میں اُس نے اُنھیں قید کر کے علما سے معاہدۂ امن توڑنے کا فتویٰ طلب کیا، بعض عالم ایسے تھے جنہوں نے اُس (معاہدے) کو بالکل صحیح قرار دیا (اور اُس کا توڑنا ناجائز بتایا) ہارون رشید اُن سے حجت کرنے لگا، اور بعض ایسے تھے جنہوں نے معاہدہ توڑنے کا فتویٰ دیدیا، چنانچہ اُس نے معاہدہ فسخ کر دیا، اور پھر یحییٰ کو باوجود ایک آسمانی نشانی ظاہر ہونے کے مار ڈالا۔

آسمانی نشانی

یحییٰ بن عبداللہ کے مسئلے میں جو آسمانی نشانی ظاہر ہوئی، اس کی تفصیل یہ ہے کہ زبیر بن العوام کی اولاد میں سے ایک شخص ہارون رشید کے پاس آیا اور اُس نے یحییٰ بن عبداللہ کی بُرائیاں کیں، اور کہنے لگا کہ امان ملنے کے بعد یحییٰ نے فلاں فلاں کام کیے، اس نے لوگوں کو اپنی امامت کی دعوت دی، رشید نے اُس کو قید خانہ سے بلایا اور زبیری کے روبرو دریافت کیا کہ اِن (شکایات کی) کیا اصلیت ہے۔ یحییٰ نے کہا کوئی اصلیت نہیں، لیکن زبیری حجت کرنے لگا،

یحییٰ نے کہا کہ اگر تو سچّا ہے تو حلف اُٹھا، زبیری نے کہا —
"خدائے واحد اور طالب کی قسم" یہ کہہ کر وہ حلف کو پورا کرنا چاہتا تھا کہ یحییٰ نے اُسے روک دیا اور کہا اس حلف کو رہنے دو، کیونکہ جب کوئی بندہ خدا کی صفاتِ کمال بیان کرتا ہے تو خدا اُس کو سزا دینے میں جلدی نہیں کرتا۔ تم تو حلفِ "برارت" کے ساتھ قسم کھاؤ۔ اور یہ ایک بڑا حلف ہے، جس کی صورت یہ ہے کہ آدمی یہ کہے کہ اگر معاملہ ایسا ہے (جیسا کہ اُس کا مخالف کہتا ہے) تو وہ اللہ کی طاقت اور قوت سے بری ہو کر اپنی طاقت اور قوت میں داخل ہوتا ہے، جب زبیری نے حلف کے یہ الفاظ سنے تو کانپنے لگا، اور کہنے لگا،

Marfat.com

یہ کیسا عجیب حلف ہے یہ کہہ کر اُس نے قسم کھانے سے انکار کر دیا، ہارون رشید نے کہا کہ اگر تو اپنی بات میں سچا ہے تو قسم نہ کھانے کے کیا معنی ہو سکتے ہیں، اور اس حلف سے تیرا ڈرنا کیسا؟ یہ سُن کر اُس نے اسی طرح قسم کھالی، مگر وہ اُس مجلس سے باہر بھی نکلنے نہ پایا کہ اُس کے پاؤں نے ٹھوکر کھائی اور وہ گر کر مر گیا، بعض کہتے ہیں کہ وہ دن ختم ہونے بھی نہیں پایا کہ وہ مر گیا، اور جب اُسے لے جا کر قبر میں ڈالا اور قبر کو مٹی سے پورنا چاہا تو جیسے ہی مٹی اُس میں ڈالی جاتی تھی وہ علیحدہ ہو جاتی تھی یہ صورت دیکھ کر لوگ سمجھ گئے کہ یہ خدا کی طرف سے ایک نشانی ہے۔ چنانچہ انھوں نے قبر کو پاٹ دیا اور چلدیئے، اس واقعہ کی طرف ابوفراس بن حمدان شاعر نے اپنے قصیدۂ میمیہ میں اشارہ کیا ہے :۔

یا جاهلاً فی مساویهم یکتمها   غدر الرشید بیحیی کیف ینکتم

اے اُن کی بُرائیوں (کو چھپانے کی) کوشش کرنے والے تو جوان کو چھپاتا ہے۔ یحییٰ کے ساتھ ہارون کی عہد شکنی کب چھپ سکتی ہے۔

ذاق الزبیری غب الحنث وانکشفت   عن ابن فاطمة الاقوال والتهم

زبیری نے قسم کھانے کے بعد (جھوٹی قسم کا) مزہ چکھ لیا۔ اور فاطمہ کے فرزند کے خلاف باتیں اور تہمتیں روشنی میں آکر (جھوٹ نکلیں)

مگر باوجود اس آسمانی علامت ظاہر ہونے کے یحییٰ قید کی حالت میں بدترین طریقے سے مارے گئے۔

ہارون رشید کی حکومت (دُنیا کی) اچھی حکومتوں میں تھی، اور وقار، رونق، خوبی، اور وسعت کے اعتبار سے بھی نمایاں حیثیت رکھتی تھی، ہارون رشید نے دنیا کے ایک بڑے حصّے سے محصول و خراج وصول کیا تھا، (یہاں تک کہ) والیٔ مصر بھی اس کا ایک صوبیدار تھا، ہارون کی طرح کسی خلیفہ کے دروازے پر عالم، شاعر، فقیہہ، قاری، قاضی،

Marfat.com

انشا پرداز، درباری، اور گانے والے جمع نہیں ہوئے، وہ اُن کے ساتھ بڑے احسانات کرتا تھا، اور انھیں اونچے درجوں پر پہنچا دیتا تھا، وہ (خود بھی) فاضل، شاعر، (سلف کے) آثار و روایات اور اشعار کا راوی، اور ذوقِ صحیح و قوت تمیزی کا مالک تھا، اور خاص و عام لوگوں پر اس کا بڑا رعب تھا۔

موسیٰ بن جعفر کا قتل

ہارون رشید نے موسیٰ بن جعفر کو گرفتار کیا، اور ایک بند محمل میں انھیں بغداد روانہ کر کے سندی بن شاہک کے مکان میں قید کر دیا، پھر انھیں مار ڈالا گیا اور یہ ظاہر کیا گیا کہ وہ اپنی موت سے مرے ہیں۔

اس واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ موسیٰ بن جعفر کے عزیزوں میں سے ایک حاسد شخص نے ہارون رشید سے اُن کی بُرائیاں کیں اور کہا کہ لوگ اپنے مال کا پانچواں حصّہ موسیٰ کے پاس بھیج دیتے ہیں، اور اُس کی امامت کے معتقد ہیں، اور انھوں نے (موسیٰ نے) آپ کے خلاف بغاوت کرنے کا پکّا ارادہ کر لیا ہے، اس شخص نے ایسی باتیں کثرت سے کہیں یہاں تک کہ ہارون کے ذہن میں اس مسئلے نے بڑی اہمیت اختیار کی اور اُسے پریشانی میں مبتلا کر دیا، پھر ہارون نے اُس تہمت لگانے والے کو بہت سا مال اس صورت سے دیا کہ اس نے اپنے کارکنوں کے پاس) مختلف شہروں میں خط (ہنڈی) کے ذریعہ سے اُس کو روپیہ دینے کا حکم دیا، لیکن وہ اس مال سے کچھ فائدہ نہ اٹھا سکا اور اُس کے پہنچنے سے پہلے ہی وہ ایک سخت مرض میں مبتلا ہو گیا، اور اسی میں مر گیا، ہارون نے اسی سال حج کیا اور جب وہ مدینے میں آیا تو اُس نے موسیٰ بن جعفر کو گرفتار کر لیا، اور ایک بند محمل میں انھیں بغداد روانہ کیا اور سندی بن شاہک کے پاس انھیں قید میں رکھا۔ پھر ہارون نے، جبکہ وہ "رقہ" میں تھا انھیں مار ڈالنے کا حکم دیا چنانچہ وہ خفیہ طور سے مارے گئے، پھر کرخ کے عادل (قابل اعتبار) لوگوں کی ایک جماعت اُن کے پاس بھیجی گئی تاکہ وہ اُنھیں دیکھ لیں اور لوگوں پر یہ ظاہر ہو جائے کہ وہ اپنی

Marfat.com

موت مرے ہیں۔

ہارون کی موت ہارون نے مقام طوس میں انتقال کیا، جبکہ وہ رافع بن اللیث بن نصر بن سیار کے مقابلے کے لیے خراسان کی طرف روانہ ہوا تھا، رافع باغی ہوگیا تھا، اور اُس نے سمرقند کے عامل کو قتل کر کے وہاں اپنا قبضہ جما لیا تھا، اور اس کی طاقت بڑھتی جا رہی تھی، ہارون بذاتِ خود اُس کے مقابلے کے لیے روانہ ہوا لیکن وہ طوس کے مقام پر ۱۹۳ھ میں مر گیا۔

عہدِ ہارون کی وزارت اور دولت برمکیہ کا آغاز جب ہارون کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت ہوئی، تو اُس نے یحییٰ بن خالد بن برمک کو، جو خلافت سے پہلے بھی اس کا کاتب تھا، وزیر مقرر کیا، اور اسی وقت سے دولتِ برامکہ کا آغاز ہوا، اس دولت کی ابتدا اور انتہا کے تفصیلی حالات یہ ہیں۔

برامکہ ابتداء میں مجوسی مذہب کے پیرو تھے، پھر اُن میں سے جو لوگ مسلمان ہوئے وہ اپنے اسلام میں نہایت اچھے ثابت ہوئے۔

اُن کے جدِ اعلیٰ خالد بن برمک کی وزارت کا تذکرہ ہم منصور کے عہد میں کر چکے ہیں، اب اس موقع پر باقی ماندہ برامکہ کی وزارت کا ذکر کرتے ہیں، لیکن اس موضوع میں پڑنے سے پہلے چند ایسی باتیں (لکھنا مناسب) ہے جن سے اِس دولت کے کچھ حالات معلوم ہو سکیں:-

دولتِ برامکہ زمانے میں امتیازی شان رکھنے والی اور دنیا کی سرتاج تھی اُس کی خوبیاں ضرب المثل ہو چکی تھیں، دور دور سے حاجت مند لوگ رختِ سفر باندھ کر ان کے پاس پہنچتے تھے، لوگوں کی امیدیں اُن سے وابستہ تھیں، دُنیا نے بھی پسندیدہ ترین چیزیں انھیں بخش دی تھیں۔ اور دنیوی سعادت کا بڑا حصّہ اُن کے نذر کر دیا تھا، یحییٰ اور اُس کی اولاد (اپنے کمالات میں) ستاروں کی طرح درخشاں اور سخاوت

Marfat.com

ہیں) سمندر کی طرح جوش مارنے والی، سیلاب کی طرح بے دھڑک بڑھنے والی اور ابر کی طرح برسنے والی تھی، اُن کے زمانے میں علم وادب کی بڑی گرم بازاری تھی، اور (اُن کے دربار میں) اہل علم کے درجے بلند تھے، دنیا ان کے عہد میں آباد تھی، اور مملکت کی شان وشوکت نمایاں، برامکہ شکستہ دلوں کا ٹھکانا، اور دیس نکالوں کی جائے پناہ تھے، انھیں کے متعلق ابو نواس شاعر کہتا ہے:۔

سلام علی الدنیا اذا ما فقدتم بنی برمك من رائحین وغاد

اے برامکہ جو صبح وشام چلتے پھرتے (نظر آتے ہو) جب تم کھوئے گئے (یعنی ہلاک و برباد ہوئے تو دُنیا کو بھی سلام ہے۔

یحیٰی بن خالد کی وزارت

جب ہارون رشید سریر مملکت پر متمکن ہوا تو اس نے یحیٰی بن خالد بن برمک کو وزیر بنایا، خلافت سے پہلے بھی یحیٰی ہارون کا کاتب نائب، اور وزیر تھا، یحیٰی نے سلطنت کا بار مکمل طریقے پر اُٹھایا، مملکت کے دور افتادہ حصوں کو آباد کیا، شانِ خلافت کو نمایاں کیا، اور مہماتِ سلطنت میں ہمہ تن مصروف رہا، یحیٰی ایک بلیغ انشا پرداز، ہوش مند، ادیب، منصف مزاج صائب الرائے اور بہترین مدبر تھا، اور جو کچھ اُس کے قبضہ واختیار میں تھا اُس میں انضباط سے کام کرنیوالا معاملات پر پورا قابو رکھنے والا، اور سخا وکرم میں ابر کرم کا مقابلہ کرنے والا تھا، ہر شخص اس کی تعریف میں رطب اللسان رہتا تھا، وہ بُردبار، پاکباز اور ہیبت ووقار کا مالک تھا، اس کی شان میں ایک شاعر کہتا ہے۔

لا ترانی مصافحا کف یحییٰ انتی ان فعلت ضیعت مالی

تو مجھے یحیٰی کے ہاتھ کا مصافحہ کرتے ہوئے نہیں دیکھتا۔ کیوں کہ اگر میں ایسا کروں تو اپنا مال ضایع کر دوں۔

لو یمس البخیل راحۃ یحییٰ لسخت نفسہ ببذل النوال

اگر بخیل یحیٰی کی ہتھیلی کو چھو لے تو اُس کا نفس عطیات بخشنے میں سخی بن جائے۔

یحییٰ کی صائب رائے کی ایک مثال وہ گفتگو ہے جو اُس نے ہادی سے اس موقع پر کی جبکہ وہ اپنے بھائی ہارون کو خلافت سے معزول کر کے اپنے بیٹے جعفر کے ہاتھ پر بیعت لینا چاہتا تھا، یحییٰ اس وقت ہارون کا کاتب تھا اور چاہتا تھا کہ ہارون خلیفہ ہو جائے اور خود دولتِ (عباسیہ) کا وزیر رہے، چنانچہ ہادی نے یحییٰ سے تخلیہ میں ملاقات کی اور اُسے بیس ہزار دینار عطا کیے، اور اپنے بھائی ہارون کی معزولی اور اپنے بیٹے جعفر کی بیعت کے متعلق اُس سے گفتگو کی۔ یحییٰ نے کہا، اے امیرالمومنین اگر آپ ایسا کریں گے تو گویا لوگوں کو جھوٹا حلف اٹھانے اور عہد توڑنے پر مجبور کریں گے، اور لوگ ایسی باتوں کی جرائت کرنے لگیں گے، اور اگر آپ ہارون کو ولیعہدی پر قائم رکھیں گے اور اس کے بعد جعفر کے لیے بیعت لیں گے تو یہ جعفر کی بیعت کے لیے اور زیادہ مضبوطی کا باعث ہو گا، چنانچہ ہادی نے یہ خیال ایک عرصے کے لیے چھوڑ دیا، لیکن بیٹے کی محبت پھر اُس پر غالب آ گئی، اور اُس نے یحییٰ کو دوبارہ طلب کر کے اِس معاملے میں اُس سے پھر مشورہ لیا، یحییٰ نے کہا اے امیرالمومنین اگر آپ کی موت کا حادثہ پیش آ جائے اور آپ اپنے بھائی کو معزول کر کے اپنے بیٹے کے لیے بیعت حاصل کر چکے ہوں اور وہ ابھی بچہ ہو اور حدِ بلوغ تک نہیں پہنچا ہے تو کیا آپ کے خیال میں اس کی خلافت صحیح ہو گی اور کیا بنی ہاشم کے سردار اُسے پسند کریں گے اور خلافت اس کے سپرد کر دیں گے، ہادی نے کہا نہیں، یحییٰ نے کہا کہ پھر اس معاملے کو اسی طرح رہنے دیجیے، یہاں تک کہ خلافت خود اس کے پاس آ جائے، اور اگر مہدی نے ہارون کے لیے بیعت نہ لی ہوتی تو اس وقت یہ ضروری تھا کہ آپ ہارون کے لیے بیعت لیتے تاکہ خلافت آپ کے باپ کی اولاد سے باہر نہ جاتی، ہارون نے اس رائے کو ٹھیک سمجھا اور اس واقعہ کے بعد ہارون رشید (یحییٰ کے اس مشورے کو اپنے حق میں) اس کا ایک بڑا احسان سمجھتا تھا۔

فیاضی اور بخشش کی اُن داستانوں میں سے جو یحییٰ کی طرف منسوب ہیں ایک

یہ ہے کہ ہارون رشید نے جب برامکہ پر مصیبت ڈالی اور ان کی جڑ اکھاڑ دی، تو اُس نے شاعروں کو برامکہ کا مرثیہ کہنے سے منع کردیا اور حکم دیا کہ جو ایسا کرے اُسے سزا دی جائیگی۔

اتفاقاً کسی پاسبان کا گزر ایک ویرانے کے قریب ہوا اُس نے دیکھا کہ ایک شخص ہاتھ میں ایک پرچہ لیے ہوئے کھڑا ہے جس میں برامکہ کے مرثیے کے کچھ اشعار لکھے ہیں، اور وہ اُن کو پڑھ پڑھ کر رو رہا ہے۔ پاسبان اسے گرفتار کرکے ہارون رشید کے پاس لایا اور واقعہ کی اطلاع دی۔ ہارون نے اُسے اپنے سامنے بلوا کر مرثیہ پڑھنے کا سبب دریافت کیا، اس نے قصور کا اعتراف کیا۔ ہارون نے کہا کہ کیا تو نے مرثیوں کی ممانعت کے متعلق میرا حکم نہیں سنا؟ میں تجھے نہایت سخت سزا دوں گا اس نے کہا اے امیرالمومنین اگر آپ مجھے اپنا حال بیان کرنے کی اجازت دیں تو میں عرض کروں، ہارون نے کہا اچھا بیان کرو۔ اُس نے کہا کہ میں یحییٰ کا نہایت معمولی محرر تھا، اور میری حالت نہایت سقیم تھی، یحییٰ نے ایک روز مجھ سے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ تم کسی دن اپنے مکان پر میری دعوت کرو، میں نے جواب دیا کہ نہ میں اس قابل ہوں اور نہ میرا گھر اس لائق ہے یحییٰ نے کہا کہ دعوت تو لازمی ہے۔ میں نے کہا کہ اگر ایسا ہی ہے تو آپ مجھے کچھ عرصے کے لیے مہلت دیں، تاکہ میں اپنی اور اپنے گھر کی حالت ٹھیک کرلوں، اس کے بعد آپ کو اختیار ہے یحییٰ نے کہا اچھا کتنی مہلت دیدوں، میں نے کہا ایک سال، اس نے کہا یہ تو بہت زیادہ ہے۔ میں نے کہا اچھا کچھ مہینے سہی، اُس نے کہا اچھا۔ پھر میں چل دیا، اور گھر کی درستی اور سامانِ دعوت کی تیاری میں لگ گیا، جب اسباب فراہم ہوگئے تو میں نے وزیر کو اطلاع دی، اُس نے کہا اچھا ہم کل تمہارے گھر آئیں گے میں گیا اور میں نے کھانے پینے کی دوسری ضروریات کی تیاریاں کیں، دوسرے روز وزیر آیا، اُس کے بیٹے فضل اور جعفر بھی اُس کے ساتھ تھے، اور اس کے خاص ماتحتوں کی ایک مختصر جماعت بھی تھی، وزیر اپنے گھوڑے سے اُترا، اور مجھے پکار کر کہنے لگا میں بھوکا ہوں میرے

Marfat.com

لیے جلدی سے کچھ کھانے کو لاؤ، اُس کے بیٹے فضل نے کہا کہ وزیر کو بُھنے ہوئے چوزے پسند ہیں، جو کچھ موجود ہوں جلد لے کر آؤ، (چنانچہ جب وہ پیش کیے گئے) تو وزیر نے انھیں کھایا، پھر وہ کھڑا ہو کر اِدھر اُدھر گھر میں ٹہلنے لگا، میں نے کہا حضور یہی میرا گھر ہے، اور اس کے علاوہ میرا کوئی دوسرا گھر بھی نہیں ہے، وزیر نے کہا نہیں تمہارا ایک گھر اور بھی ہے میں نے کہا بخدا بجز اس مکان کے میں کسی اور گھر کا مالک ہی نہیں ہوں پھر وزیر نے کہا ایک معمار کو بلاؤ چنانچہ معمار آگیا، وزیر نے اُسے حکم دیا کہ اس دیوار میں ایک دروازہ بناؤ، معمار دروازہ پھوڑنے کے لیے چلا گیا، میں نے کہا حضور یہ کب جائز ہو سکتا ہے کہ ہمسایہ کے مکان میں دروازہ بنا دیا جائے، جبکہ خدا نے ہمسایہ کے حقوق محفوظ رکھنے کا حکم دیا ہے، وزیر نے کہا خیر اس میں کچھ مضائقہ نہیں، پھر اس نے دیوار میں دروازہ بنوا دیا، اور وہ اپنے بیٹوں کو لیے ہوئے اُس میں داخل ہوا، اور میں بھی اُس کے ساتھ تھا، ہم سب ایک خوب صورت باغ میں داخل ہوئے، جس میں کثرت سے درخت تھے، اور (جا بجا) پانی اُچھل رہا تھا، باغ میں متعدد چھوٹے اور بڑے مکانات بھی تھے، جن کو ہر دیکھنے والا نہایت پسند کرتا تھا، اور اُس میں اسباب، فروش، خدام، اور کنیزیں یہ سب کچھ نہایت حسین اور نادر انداز کا تھا، وزیر نے مجھ سے کہا کہ یہ مکان اور جو کچھ اس میں ہے سب کچھ تمہارا ہے میں نے اُس کے ہاتھ چومے اور اس کے لیے دعا کی پھر یحییٰ نے اپنے بیٹے جعفر سے کہا یہ تو مکان ہے اور اب (اس نوجوان کے اہل و عیال کے مصارف کہاں سے ہونگے، جعفر نے کہا کہ میں اُس کو فلاں زمین اور جو کچھ اس زمین میں ہے دیتا ہوں، اور اس کا ہبہ نامہ بھی لکھے دیتا ہوں، پھر یحییٰ نے فضل کی طرف دیکھا اور کہا کہ اے بیٹے جب تک اس زمین کی آمدنی ہوگی اُس وقت تک یہ کیا صرف کرے گا، فضل نے کہا میں دس ہزار دینار اپنے ذمے لیتا ہوں جو میں اس کے پاس بھیجدوں گا، وزیر نے

Marfat.com

(اپنے بیٹوں سے) کہا اچھا جو کچھ تم نے اُس کے لیے وعدہ کیا ہے اُس کو (پورا کرنے میں) جلدی کرو، چنانچہ جعفر نے زمین کا ہبہ نامہ لکھدیا، اور فضل نے دینار بھیجدیے (ان احسانات کی بدولت) میں بڑا دولت مند بن گیا، اور میری شان بلند ہوگئی، اور اس کے بعد میں نے اس کے ساتھ اور بھی دولت کمائی اور آج تک میں اس دولت سے لطف اندوز ہو رہا ہوں۔ اے امیرالمومنین مجھے جو کچھ بھی فرصت ملتی ہے اُسے برامکہ کی مدح وثنا میں صرف کر دیتا ہوں، اور اُن کے حق میں دعا کرتا رہتا ہوں، تاکہ اسی طرح اُن کے احسانات کا بدلہ کر سکوں، حالانکہ میں ہرگز اس کے قابل نہیں ہوں" اب اگر آپ مجھے اس (قصور) پر قتل کرنا چاہتے ہیں تو جو آپ چاہیں کریں" یہ سن کر ہارون رشید پر رقت طاری ہوگئی اور اس نے اُس شخص کو آزاد کر دیا اور لوگوں کو برامکہ کے مرثیے کی اجازت دیدی۔

(برامکہ کی فیاضی کے یہاں اور قصے مشہور رہیں وہاں) ایک روایت یہ بھی ہے کہ ایک مرتبہ ہارون رشید نے حج کیا، اور اُس کے ساتھ یحییٰ بن خالد بن برمک اور یحییٰ کے دونوں بیٹے فضل اور جعفر بھی تھے، جب یہ جماعت مدینہ منورہ پہنچی تو (بخشش کرنے کے لیے) یحییٰ ہارون کے ساتھ بیٹھا اور دونوں نے لوگوں کو خوب دیا، اُدھر فضل نے امین کے ساتھ اور جعفر نے مامون کے ساتھ بیٹھ کر خوب داد دہش کی اور اس طرح پر اُس سال لوگوں کو تین عطیے ملے جو اپنی کثرت کے لحاظ سے ضرب المثل ہوگئے، اور لوگوں نے اس کا نام "تین بخششوں والا سال" رکھا۔ لوگ ان احسانات کی وجہ سے خوب دولت مند بن گئے۔ چنانچہ اس کے متعلق ایک شاعر کہتا ہے۔

اتانا بنو الآمال من آل برمک فیا طیب اخبار و یا حسن منظر

ہمارے پاس خاندان برمک آ پہونچا جو (ہماری) امیدوں کا مرکز ہے (ان کے متعلق) کیا اچھی خبریں

ہیں اور ان کا دیدار کتنا حسین ہے۔

لهم رحلة فی کل عام الی العدی	واخری الی البیت العتیق المستر

ہر سال ان کا ایک سفر دشمنوں کی طرف (ان سے لڑنے کے لیے) ہوتا ہے۔ اور دوسرا خدا کے پردہ پوش گھر کی طرف (اس کی زیارت کے لیے)

اذا نزلوا بطحاء مکة اشرقت	بیحیی وبالفضل بن یحیی وجعفر

جب وہ مکہ کے سنگریزوں والے میدان میں فروکش ہوتے ہیں تو سرزمین یحیی فضل بن یحیی اور جعفر کے آجانے سے چمک اٹھتی ہے۔

فتظلم بغداد ویجلو لنا الدجی	بمکة ما تمحوا ثلاثة اقمر

اور بغداد تاریک ہوجاتا ہے اور مکہ میں تاریکی دور ہوجاتی ہے جس کو تین چاند محو کرتے ہیں۔

فما خلقت الا لجود اکفهم	واقدامهم الا لاعواد ممبر

برامکہ کے ہاتھ بخشش ہی کے لیے پیدا ہوئے ہیں اور ان کے پیر منبر کی لکڑیوں ہی کے لیے بنے ہیں۔

اذا راض یحیی الارض ذلت صعابه	وناهیك من راع له ومدبر

جب یحیی کسی کام پر غالب آتا ہے تو اس کی مشکلات آسان ہوجاتی ہیں۔ ایک نگہبان اور مدبر کی حیثیت سے یحیی) تمہارے لیے کافی ہے۔

یحیی کہا کرتا تھا کہ جو شخص مجھ سے مخاطب ہوتا تھا تو پہلے میں اُسے مرعوب کر دیتا تھا، لیکن جب وہ گفتگو شروع کرتا تو گویا دو (برابر) کے آدمیوں میں ہوتی تھی، پھر یا تو اس کا رعب مجھ پر زیادہ ہوجاتا تھا یا کم ہونے لگتا تھا، وہ یہ بھی کہا کرتا تھا کہ وعدے دراصل اہلِ کرم کے جال ہیں جن کے ذریعے سے وہ شریف لوگوں کی بھلائیاں شکار کیا کرتے ہیں۔

جب یحیی سوار ہوکر کہیں جاتا تھا تو اپنے ساتھ دو دو سو درہم کی تھیلیاں رکھا کرتا تھا اور جو (ضرورت مند) راستے میں سوال کرتے تھے انھیں دیدیا کرتا تھا۔

فضل بن یحییٰ

فضل دنیا کا مشہور فیاض اور اپنے زمانے کا سب سے بڑا سخاوت کرنیوالا شخص تھا، اُس کو ہارون رشید کی ماں نے اور ہارون کو اس کی ماں نے دودھ پلایا تھا، چنانچہ اس کے متعلق مروان بن ابی حفصہ شاعر کہتا ہے۔

کفی لک فخراان اکرم حرۃ   غذتک بثدی والخلیفۃ واحد

تیرے لیے یہ فخر کافی ہے کہ سب سے زیادہ شریف اور آزاد عورت نے تجھے اور خلیفہ کو ایک ہی سینے سے دودھ پلایا ہے۔

لقد زنت یحییٰ فی المشاھد کلھا   کما زان یحییٰ خالدا فی المشاھد

تونے یحییٰ کو ہر مجلس میں زینت دی ہے جس طرح کہ یحییٰ نے خالد کو تمام مجالس میں زینت دی ہے۔

ہارون رشید نے فضل کو خراسان کا والی بنایا تھا، ابوالہول شاعر فضل کی تعریف اور اس کے متعلق اپنی سابقہ ہجو کی معذرت کرتے ہوئے آیا اور اس نے شعر پڑھے۔

سری نحوہ من غضبۃ الفضل عارض   لہ لجبۃ فیھا البوارق والرعد

اُس کی طرف فضل کے غصہ کا ایک طوفان خیز بادل بڑھا جس میں چمک اور گرج دونوں تھیں۔

وکیف ینام اللیل ملق فراشہ   علی مدرج یعتادہ الاسد الورد

وہ کس طرح رات کو ایسی خوابگاہ میں سو سکتا ہے جہاں ہر وقت شیروں کے حملہ کا خوف ہو۔

ومالی وللفضل بن یحییٰ بن خالد   من الجرم ما یخشی علی مثلہ الحقد

میں نے فضل بن یحییٰ بن خالد کا ایسا قصور نہیں کیا جس میں اس کی طرف سے کینہ پیدا ہونے کا خوف ہو

فجد بالرضی لا ابتغی منک غیرہ   ورأیک فیما کنت عودتنی بعد

مجھے اپنی رضامندی عطا کر اس کے سوا تجھ سے کچھ نہیں چاہتا اور اس کے بعد میرے متعلق رائے قائم کرنا جو اس سے پہلے تھی۔

فضل نے کہا مجھ سے یہ نہیں ہو سکتا کہ میں تمہارے لیے اپنی رضامندی اور احس

کو علیحدہ علیحدہ کر دوں کیونکہ وہ ایک دوسرے سے علیحدہ ہونے والے نہیں، اگر تم چاہو تو دونوں کی خواہش کرو ورنہ دونوں کو چھوڑ دو، پھر فضل نے اُس کے ساتھ احسان کیا اور اُس سے راضی ہو گیا۔

اسحٰق بن ابراہیم موصلی بیان کرتا ہے کہ میں نے ایک نہایت خوبصورت کنیز کی تربیت کی اُس کو مہذب بنایا اور تعلیم دی یہاں تک کہ اُس کی تعلیم و تربیت مکمل ہو گئی پھر اُس نے وہ کنیز فضل بن یحییٰ کو ہدیہ کے طور پر پیش کر دی، فضل نے کہا اے اسحٰق میرے پاس والی مصر کا قاصد کسی ضرورت سے آیا ہے، میں یہ کنیز اُس سے مانگ لوں گا تم اس کو اپنے پاس رہنے دو میں ابھی اس کو طلب کروں گا اور قاصد پر یہ ظاہر کروں گا مجھے اس کنیز کی ضرورت ہے، پھر وہ تمہارے پاس آئے گا۔ اور کنیز کی قیمت ٹھہرانے کی کوشش کرے گا، لیکن تم پچاس ہزار دینار سے کم پر راضی نہ ہونا۔ اسحاق کہتا ہے کہ میں کنیز کو لے کر اپنے گھر چلا آیا، کچھ دیر کے بعد والی مصر کا قاصد میرے پاس پہونچا اور کنیز کے متعلق مجھ سے دریافت کرنے لگا میں نے کنیز کو باہر نکال کر اُسے دکھایا قاصد نے اُس کی دس ہزار قیمت لگائی لیکن میں راضی نہ ہوا، پھر وہ بیس ہزار تک پہنچا، اُس کو بھی میں نے منظور نہ کیا، پھر وہ تیس ہزار دینے پر آمادہ ہوا، اب تو مجھ سے نہ رہا گیا، اور میں نے کہدیا اچھا میں نے فروخت کی، یہ کہہ کر میں نے کنیز اُس کے سپرد کر دی، اور مال پر قبضہ کیا، دوسرے روز جب میں فضل بن یحییٰ کے پاس گیا، تو اس نے پوچھا اسحاق! تم نے کنیز کتنے میں فروخت کر دی، میں نے کہا تیس ہزار دینار میں، فضل نے کہا کیا میں نے تم سے یہ نہیں کہا تھا کہ تم اُس سے پچاس ہزار سے کم نہ لینا۔ میں نے کہا، میرے ماں باپ آپ پر قربان جائیں۔ جب میں نے تیس ہزار کا لفظ سُنا تو مجھ سے نہ رہا گیا یہ سن کر فضل مسکرانے لگا، پھر اُس نے کہا بادشاہ روم کے قاصد نے بھی مجھ سے ایک ضرورت کا اظہار کیا ہے میں یہ کنیز اس سے

مانگوں گا اور اُسے تمہارا پتہ بتا دوں گا، اب تم اپنی کنیز لے کر گھر چلے جاؤ، اگر روم کا قاصد تم سے اس کی قیمت طے کرنا چاہے تو پچاس ہزار دینار سے کم نہ لینا، میں کنیز لے کر اپنے گھر چلا آیا، پھر میرے پاس بادشاہ روم کا قاصد آیا اور کنیز کی قیمت طے کرنے لگا۔ میں نے پچاس ہزار قیمت مانگی، اُس نے کہا کہ یہ قیمت تو بہت زیادہ ہے، لیکن تم مجھ سے تیس ہزار لے سکتے ہو، بخدا جب میں نے تیس ہزار کا لفظ سنا تو مجھ سے نہ رہا گیا اور میں نے کہا اچھا، میں نے کنیز تمہارے ہاتھ بیچ ڈالی۔ پھر میں نے مال لے کر کنیز اس کے قبضے میں دیدی، دوسرے روز فضل بن یحیی کے پاس گیا، اُس نے کہا کہ کہو اسحاق کیا کیا کنیز تم نے کتنے میں فروخت کی میں نے کہا تیس ہزار میں فضل نے کہا سبحان اللہ! میں نے تم کو یہ ہدایت نہیں کی تھی کہ اس کی قیمت پچاس ہزار سے کم نہ لینا میں نے کہا، میں آپ پر قربان جاؤں بخدا جب میں نے تیس ہزار کا لفظ سنا تو میرے تمام اعضا ڈھیلے پڑ گئے، فضل ہنسنے لگا اور اس نے کہا اچھا اپنی کنیز لو اور گھر چلے جاؤ، کل تمہارے پاس والیٔ خراسان کا قاصد آئے گا اُس وقت تم اپنے دل کو ذرا مضبوط کر لینا اور پچاس ہزار سے کم اُس سے نہ لینا، اسحاق کہتا ہے کہ میں کنیز کو لے کر اپنے گھر چلا آیا، پھر میرے پاس والیٔ خراسان کا قاصد آیا اور کنیز کی قیمت ٹھہرانے لگا، میں نے اُس سے پچاس ہزار مانگے، لیکن اُس نے کہا یہ قیمت زیادہ ہے تم تیس ہزار لے لو، میں نے اپنا دل مضبوط کر کے انکار کر دیا، پھر اُس نے چالیس ہزار تک قیمت چڑھا دی اب تو مارے خوشی کے میرے ہوش و حواس رخصت ہو گئے اور مجھے اپنے دل پر قابو نہیں رہا۔ اور میں نے کہدیا اچھا میں نے فروخت کی، چنانچہ اُس نے قیمت لا کر مجھے دیدی اور میں نے کنیز اس کے سپرد کر دی۔ دوسرے روز میں فضل کے پاس گیا، اُس نے پوچھا، اسحاق! تم نے کنیز کتنے میں بیچی؟ میں نے کہا چالیس ہزار میں اور خدا کی قسم جب میں نے اُس سے یہ قیمت سنی تو (مارے خوشی کے) میرے ہوش جاتے رہے میں

Marfat.com

آپ پہ قربان جاؤں اب میرے پاس پورے ایک لاکھ دینار جمع ہو گئے، اور میری اب کوئی آرزو باقی نہیں رہی، خدا آپ کو اس کا نیک بدلہ دے، فضل نے کنیز کو باہر لانے کا حکم دیا، جب وہ باہر آئی تو اسحاق سے کہا اپنی کنیز لو اور جاؤ۔ اسحاق کہتا ہے کہ یہ کنیز میرے لیے سب سے زیادہ باعثِ برکت ثابت ہوئی، میں نے اُسے آزاد کر کے اس کے ساتھ شادی کر لی۔ اور اس سے میری اولاد پیدا ہوئی۔

کہا گیا ہے کہ ایک روز محمد ابراہیم امام (بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباسؓ) فضل بن یحییٰ کے پاس آئے، ان کے ہاتھ میں ایک ڈبیہ تھی جس میں موتی تھے، انھوں نے کہا کہ میری آمدنی میری ضروریات کو پورا نہیں کرتی۔ مجھ پر دس لاکھ درہم کا قرض ہو گیا ہے اور مجھے اس بات سے شرم آتی ہے کہ کسی کو اس کی خبر ہو اور نہ میرا دل یہ گوارا کرتا ہے کہ کسی تاجر سے یہ رقم قرض لوں، اگرچہ میرے پاس ایسی چیز موجود ہے جو رہن رکھی جا سکتی ہے اور اس رقم کو پورا کر سکتی ہے، خدا تمہیں زندہ رکھے، تمہارے تعلقات ایسے تاجروں سے ہیں جن سے تم معاملہ کرتے رہتے ہو، میں چاہتا ہوں کہ آپ کسی تاجر سے یہ رقم میرے لیے قرض حاصل کر لیں اور یہ موتی اُس کے پاس رہن رکھوا دیں، فضل نے کہا بسر و چشم لیکن آپ کی یہ ضرورت اسی وقت پوری ہو سکتی ہے کہ آپ میرے پاس آج کے دن قیام کریں۔ محمد وہاں ٹھہر گئے۔ پھر فضل نے محمد سے وہ ڈبیہ لی جس پر اُن کی مہر لگی ہوئی تھی اور دس لاکھ درہم معہ اس ڈبیہ کے محمد کے گھر بھیج دیئے اور محمد کے مختار سے رقم کی وصولی اور ڈبیہ پہنچنے کی رسید حاصل کر لی۔ محمد یہ معلوم کر کے بہت خوش ہوئے اور جب دوسرا دن ہوا، تو محمد فضل کے پاس پہنچے تاکہ اِس احسان کا شکریہ ادا کریں، لیکن انھیں معلوم ہوا کہ وہ سویرے ہی سے ہارون رشید کے محل میں چلے گئے ہیں، چنانچہ وہ بھی وہاں پہنچ گئے، جب فضل کو اس کا علم ہوا تو وہ دوسرے دروازے سے نکل کر اپنے باپ کے گھر چل دیا، محمد وہاں بھی پہنچ گئے، جب فضل کو اُن کے

Marfat.com

آنے کی خبر ہوئی تو وہ دوسرے دروازے سے نکل کر اپنے گھر روانہ ہو گیا، محمد بھی اُس کے گھر پہنچے اور انھوں نے احسان کا شکریہ ادا کیا، اور کہا کہ میں سویرے تمہارے گھر شکریہ ادا کرنے گیا تھا، فضل نے کہا کہ میں نے تمہارے معاملے پر غور کیا، اور خیال کیا کہ یہ دس لاکھ درہم جو میں نے کل تمہارے گھر بھیجے ہیں، اس سے تو تم اپنا قرض ادا کر دو گے اس کے بعد پھر تم کو ضرورت ہو گی اور تم پھر قرض لینا شروع کر دو گے اور اس طریقے سے تم پر قرض کا بار بڑھتا جائے گا، چنانچہ آج میں صبح ہی سے امیرالمومنین کے پاس گیا اور اُن سے تمہارا حال بیان کیا اور تمہارے لیے اُن سے ایک کرور درہم اور حاصل کیے۔ جب تم امیرالمومنین کے دروازے پر آئے تھے تو میں دوسرے دروازے سے چلدیا تھا، کیونکہ میں نہیں چاہتا تھا کہ تمہارے گھر روپیہ پہنچنے سے پہلے میں تم سے ملوں، اور اب روپیہ پہنچ چکا ہے، محمد نے کہا کہ میں کس چیز کو دے کر آپ کے احسان کا بدلہ کر سکتا ہوں، میرے پاس ایسی کوئی چیز نہیں جو آپ کے بدلے کے لیے کافی ہو سکے، بجز اس کے کہ میں نہایت سخت قسم کھاؤں کہ آئندہ آپ کے دروازے کے علاوہ کسی دوسرے کے دروازے پر نہ کھڑا ہوں گا اور آپ کے سوا کسی سے اپنی حاجت طلب نہ کروں گا۔ اور اپنی قسم کو نکاح، طلاق، غلام آزاد کرنے اور حج کرنے سے مشروط کروں۔ لوگوں کا بیان ہے کہ محمد نے اسی قسم کی شدید قسمیں کھائیں اور اس کے متعلق انھوں نے ایک تحریر لکھ کر اُس پر گواہی حاصل کی، کہ وہ فضل بن یحییٰ کے علاوہ کسی کے دروازے پر کھڑا نہ ہو گا، جب دولت برامکہ کا خاتمہ ہوا اور اُن کے بعد فضل بن ربیع وزارت پر فائز ہوا تو (ایک مرتبہ) محمد کو مالی ضرورت پیش آئی۔ لوگوں نے ان کو مشورہ دیا کہ اگر تم فضل بن ربیع کے پاس جاؤ تو مناسب ہو گا، محمد نے ایسا نہیں کیا اور وہ اپنی قسم پر قائم رہے۔ اور کسی کے پاس اپنی غرض لے کر نہیں گئے اور مرتے دم تک کسی کے دروازے پر کھڑے نہ ہوئے۔

جعفر بن یحییٰ برمکی | جعفر بن یحییٰ فصیح، صاحبِ عقل، ہوشیار، سمجھدار، کریم الطبع اور بردبار

Marfat.com

شخص تھا، ہارون رشید کو جعفر کے بھائی فضل سے زیادہ جعفر کے ساتھ اُنس تھا، اس لیے کہ جعفر کے اخلاق نرم اور فضل کے سخت تھے۔

ایک روز ہارون رشید نے یحییٰ سے کہا، ابّا جان! اس کی کیا وجہ ہے کہ لوگ فضل کو چھوٹا وزیر کہتے ہیں، اور جعفر کو نہیں کہتے۔ یحییٰ نے کہا اس لیے کہ فضل میرا قائم مقام ہوگا، ہارون نے کہا فضل کی طرح سلطنت کے مختلف کام جعفر کے سپرد بھی کر دو۔ یحییٰ نے جواب دیا کہ آپ کی خدمت اور مصاحبت اُسے کام کرنے سے باز رکھے گی، پھر یحییٰ نے ہارون رشید کے گھر کے انتظامات جعفر کے سپرد کر دیئے جس کی بنا پر لوگ اُسے بھی چھوٹا وزیر کہنے لگے۔

ایک روز ہارون رشید نے یحییٰ سے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ "دیوان خاتم" فضل سے جعفر کی طرف منتقل کر دوں، لیکن مجھے شرم آتی ہے کہ خود اس معاملے میں فضل کو مخاطب کروں اس لیے تم اس بارے میں اُس کو لکھو چنانچہ یحییٰ نے فضل کو لکھا کہ امیرالمومنین نے (خدا اُن کا رتبہ بلند کرے) یہ حکم دیا ہے کہ تم خاتم (مہر شاہی) اپنے سیدھے ہاتھ سے بائیں ہاتھ میں منتقل کر دو۔ فضل نے جواب دیا کہ میں نے اپنے بھائی کے متعلق امیرالمومنین کا حکم سنا۔ اگر کوئی نعمت مجھ سے منتقل ہو کر میرے بھائی کے پاس پہنچے تو وہ دراصل مجھ سے منتقل نہیں ہوئی۔ اسی طرح اگر کوئی عہدہ مجھ سے منتقل ہو کر اس کے لیے باعث زینت بن جائے (تو وہ دراصل میرے لیے باعث زینت ہی ہے) جعفر نے کہا خدا میرے بھائی کا بھلا کرے، وہ کس قدر سمجھ دار ہے اُس پر فضل و کمال کی علامتیں کس درجہ نمایاں ہیں، اُس کی عقل کس درجہ تیز ہے، اور فصاحت و بلاغت میں اس کی کہاں تک دسترس ہے۔

کہتے ہیں کہ ایک روز جعفر بن یحییٰ برمکی نے مجلسِ شراب برپا کی اور ارادہ کیا کہ تنہائی میں اُس کا لطف اٹھائے، اُس نے صرف اُنھیں مصاحبوں کو مدعو کیا جن سے

وہ اُنس رکھتا تھا، چنانچہ جعفر نے اپنے مصاحبوں کو جمع کیا جن سے اُس کو خاص اُنس تھا، اور مجلس شراب برپا ہوئی اور سب نے رنگین لباس پہنا، اِن لوگوں کا دستور تھا کہ جب وہ بادہ نوشی اور موسیقی کی مجلس میں بیٹھتے تھے، تو سُرخ زرد اور سبز لباس پہنا کرتے تھے، (مجلس مرتب ہونے کے بعد) جعفر دربان کے پاس گیا اور کہا کہ سوائے اُس مصاحب کے جو ابھی تک نہیں آیا ہے اور اُس کا نام عبدالملک بن صالح ہے کوئی دوسرا شخص اندر نہ آنے پائے۔ پھر سب مجلس میں بیٹھے اور ساغر کا دور چلا اور آلات طرب بجنے لگے (اُس عبدالملک بن صالح کے علاوہ جس کے آنے کی اجازت دی گئی تھی) خلیفہ کے رشتہ داروں میں ایک اور شخص عبدالملک بن صالح (بن علی بن عبداللہ بن عباس) بھی تھا جو بڑا سنجیدہ، دین دار اور باوقار شخص تھا اور ہارون رشید چاہتا تھا کہ وہ اس کی مصاحبت میں رہے اور اس کے ساتھ شراب نوشی کی مجلسوں میں بھی شرکت کرے، اور اس مقصد کے لیے ہارون نے اس کو بہت کچھ روپیہ بھی دیا، لیکن وہ اس پر راضی نہیں ہوا۔ اتفاقاً یہ عبدالملک بن صالح، جعفر بن یحیٰی کے دروازے پر پہنچا تاکہ اپنی کسی ضرورت کے متعلق اس سے گفتگو کرے، دربان یہ سمجھا کہ یہ وہی عبدالملک بن صالح ہے جس کے لیے جعفر نے اندر آنے کا حکم دے رکھا تھا، اور اُس کے علاوہ کسی دوسرے شخص کے اندر آنے کا حکم نہ تھا، چنانچہ دربان نے اُس کو اجازت دیدی اور عبدالملک بن صالح عباسی جعفر کے پاس اندر پہنچ گیا، جب جعفر کی نظر اُس پر پڑی تو مارے شرم کے اُس کے ہوش و حواس اُڑ گئے اور سمجھ گیا کہ ہمنام ہونے کی وجہ سے اجازت کے مسئلہ میں غلط فہمی ہو گئی ہے، اور خود عبدالملک بن صالح بھی واقعہ سمجھ گیا، اور اُس نے جعفر بن یحیٰی کے چہرے پر بھی شرمندگی کے آثار محسوس کیے اور یہ دیکھ کر اُس نے بے تکلفی شروع کر دی اور کہا اچھا میرے لیے بھی کچھ رنگین کپڑے لے آؤ، چنانچہ ایک رنگین کرتہ لایا گیا، اور عبدالملک نے وہ رنگین کُرتہ پہن لیا، اور اُس نے جعفر سے بے تکلفی اور مذاق کی باتیں شروع کر دیں

Marfat.com

اور کہا کہ اپنی شراب میں سے کچھ ہم کو بھی پلاؤ، خدام نے ایک رطل شراب اُس کو پلادی وہ بولا ذرا ہمارے حال پر مہربانی کرو، کیونکہ ہم کو اس کی عادت نہیں ہے۔ پھر عبدالملک نے تمام اہلِ مجلس سے بے تکلفی اور مذاق شروع کر دیا، یہاں تک کہ جعفر خوش ہو گیا، اور اُس کا انقباض دور ہو کر شرم جاتی رہی، اور وہ عبدالملک کے اس طرزِ عمل سے بہت خوش ہوا اور دریافت کرنے لگا کہ تمہارا کیا کام ہے، اُس نے کہا کہ خدا آپ کا بھلا کرے میں تین ضرورتیں لے کر آیا ہوں اور چاہتا ہوں کہ آپ خلیفہ سے اُس کے متعلق گفتگو کریں، پہلی بات یہ ہے کہ مجھ پر ایک لاکھ درہم کا قرض ہو گیا ہے، اور مجھے اس کے ادا کرنے کی ضرورت ہے، دوسری ضرورت یہ ہے کہ میں اپنے بیٹے کو کسی صوبہ کا والی (گورنر) مقرر کیے جانے کی خواہش رکھتا ہوں جس سے اُس کی عزت افزائی ہو جائے، تیسری ضرورت یہ ہے کہ آپ میرے لڑکے کی شادی خلیفہ کی بیٹی سے کرا دیں، خلیفہ کی بیٹی میرے لڑکے کی چچازاد بہن بھی ہے اور وہ اس کا کفو بھی ہے، جعفر نے کہا کہ اللہ نے تمہاری تینوں حاجتیں پوری کر دیں، روپیہ تو ابھی تمہارے گھر پہنچا جاتا ہے، رہا والی ہونے کا سوال تو (جاؤ) میں نے تمہارے بیٹے کو مصر کا والی بنا دیا، اب شادی کا مسئلہ باقی رہا تو میں اپنے آقا امیر المومنین کی لڑکی اتنے مہر کے عوض میں تمہارے نکاح میں دیتا ہوں، یہ سُن کر عبدالملک اپنے گھر واپس ہوا، اور کیا دیکھتا ہے کہ روپیہ اُس کے گھر پہنچ چکا ہے، دوسرے روز جعفر ہارون رشید کے پاس پہنچا اور واقعات کی اُس کو خبر دی اور یہ کہ اُس نے عبدالملک کے بیٹے کو مصر کا والی بنا دیا ہے، اور اُس کی (ہارون رشید کی) لڑکی کو بھی اُس کے نکاح میں دیدیا ہے، رشید کو اس کارروائی پر تعجب ہوا۔ لیکن اُس نے (عبداللہ کے بیٹے کے) نکاح اور ولایتِ مصر پر اُس کے تقرر کو برقرار رکھا، اور جعفر نے ہارون رشید کے محل سے نکلتے ہی ولایتِ مصر (مصر کی گورنری) کے احکام نافذ کر دیئے، اور قاضیوں اور گواہوں کو بلا کر

عقد نکاح کی بھی تکمیل کرادی۔

کہا گیا ہے کہ جعفر بن یحییٰ اور والیٔ مصر کے درمیان دشمنی اور نفرت تھی اور وہ ایک دوسرے سے الگ رہتے تھے، ایک شخص نے (جس کو اس عداوت کا علم نہ تھا) جعفر کی طرف سے والیٔ مصر کے نام جھوٹا خط لکھا، جس کا مضمون یہ تھا کہ اس خط کا لانے والا ہمارے خاص دوستوں میں سے ہے اور وہ ملک مصر کی سیر کرنا چاہتا ہے، میری خواہش ہے کہ آپ اُس کی طرف خاص توجہ کریں، اور خط میں اس سفارش پر بہت زور دیا گیا تھا وہ شخص اِس خط کو لے کر مصر پہنچا اور والیٔ مصر کے سامنے اُسے پیش کیا، اُس کو خط پڑھ کر بہت تعجب ہوا، اور خوشی بھی ہوئی، لیکن خط کے متعلق اُسے شک ضرور ہوا اُس نے اس شخص کی بڑی عزت کی اور ایک اچھے مکان میں اُسے ٹھہرادیا، اور اُس کی ضروریات کا بندوبست کر دیا، لیکن وہ خط اُس سے لے کر اپنے معتمد کے پاس بغ بھیجدیا، اور اُسے لکھا کہ "وزیر کے خاص آدمیوں میں سے ایک شخص یہ خط لے کر آیا تھا، لیکن مجھے اس کے متعلق شک ہے میں چاہتا ہوں کہ تم واقعہ کی تحقیق کرو اور معلوم کرو کہ آیا دراصل یہ وزیر ہی کا خط ہے"

والیٔ مصر کا معتمد وزیر کے معتمد سے ملا اور واقعہ بیان کر کے اُسے خط دکھایا وہ خط لے کر وزیر کے پاس گیا، اور صورتِ حال سے اُسے آگاہ کیا، جب جعفر بن یحییٰ (وزیر) نے خط دیکھا تو سمجھ گیا کہ یہ جعلی خط ہے، اس وقت وزیر کے پاس مصاحبوں اور ماتحت افسروں کی ایک جماعت موجود تھی، اُس نے وہ خط ان کی طرف پھینک کر کہا کیا یہ میرا خط ہے، انھوں نے اُسے غور سے دیکھا، اور انکار کرتے ہوئے سب نے کہا یہ تو وزیر کی طرف سے جعلی خط بنایا گیا ہے۔ وزیر نے اُن کو اصل واقعہ بتایا اور کہا کہ جس شخص نے یہ جھوٹا خط بنایا ہے وہ والیٔ مصر کے پاس وہاں موجود ہے اور والیٔ مصر جواب کا منتظر ہے تاکہ معاملہ کی تحقیق ہوجائے، وزیر نے کہا کہ آپ لوگوں

یا کیا رائے ہے، ہم کو اس معاملے میں کیا کرنا چاہیے؟ کسی نے کہا اس شخص کو قتل
کر دینا چاہیے تاکہ یہ فاسد مادہ ختم ہو جائے اور کسی کو ایسا کام کرنے کی جرأت نہ ہو،
دوسرا بولا کہ اس کی آنکھیں نکال لینا چاہیے جن کے ذریعے سے اس نے یہ جعلی خط
لکھا ہے، تیسرے نے کہا کہ اسے مار مار کر خوب تکلیف پہنچائی جائے پھر چھوڑ دیا
جائے، لیکن سب سے زیادہ نیکدلی پر اس کی رائے مبنی تھی کہ اس جرم کی سزا کے لیے
صرف یہی کافی ہے کہ اسے (متوقع فائدے سے) محروم کر دیا جائے اور والی مصر کو خط لکھ کر
اس کی اصلی حالت سے خبر دیدی جائے، تاکہ وہ اسے محروم کر دے، ایسی صورت میں
اس کے لیے یہی سزا کیا کم ہو گی کہ وہ بغداد سے مصر تک ایک طویل مسافت طے
کرنے کے بعد نامراد واپس آجائے، جب وہ لوگ اپنی گفتگو سے فارغ ہوئے
تو جعفر نے کہا، سبحان اللہ! کیا تم میں سے کوئی بھی سیدھے راستے پر نہیں ہے
تم کو معلوم ہے کہ میرے اور والی مصر کے درمیان دشمنی ہے اور ہم ایک دوسرے
سے الگ رہتے ہیں، اور ہر ایک کی غیرت مانع آتی ہے کہ وہ صلح کا دروازہ کھولے
اب خدا نے ہمارے لیے ایک ایسا شخص بھیجدیا جس نے ہمارے درمیان مصالحت
اور خط و کتابت کا دروازہ کھول دیا ہے، اور ہماری باہمی عداوت کو دور کر دیا ہے،
اب اس کا بدلہ وہ برائی کیونکر ہو سکتی ہے جو تم کہتے ہو، پھر جعفر نے قلم اٹھایا
اور اسی خط کے اوپر والئ مصر کو لکھا،" سبحان اللہ! آپ کو کس طرح میرے خط کے
متعلق شک ہوا، یہ خط میرے ہی ہاتھ کا لکھا ہوا ہے اور وہ شخص میرا عزیز ترین
دوست ہے، میں چاہتا ہوں کہ آپ اس کے ساتھ احسان کریں اور جلد اسے
میرے پاس واپس کر دیں، کیونکہ مجھے اس سے ملنے کا بہت اشتیاق ہے، اور اس
کی موجودگی کی مجھے ضرورت ہے، جب وہ خط اور اس پر وزیر کی قلمی تحریر (والی مصر
کے پاس) پہنچی تو مارے خوشی کے وہ پھولا نہیں سماتا تھا، اس نے اس شخص کے ساتھ

بہت احسان کیا، اور بہت سامال اور خوبصورت تحفے اُس کو دیئے پھر وہ شخص بغداد واپس آیا، اور بڑے خوش حال لوگوں میں شمار ہونے لگا، پھر وہ جعفر بن یحییٰ کی مجلس میں حاضر ہوا۔ جب وہ اندر آیا تو اُس نے جعفر کو سلام کیا۔ اور زمین چومی اور رونے لگا، جعفر نے پوچھا "اے بھائی تم کون ہو" اُس نے کہا میں ہوں آپ کا غلام جعلی خط بنانے والا جھوٹا اور (ایسے کاموں کی) جرأت کرنے والا، جعفر اُسے پہچان گیا، وہ خندہ پیشانی سے پیش آیا اور اس نے اُس کو اپنے سامنے بٹھایا، اور حالات دریافت کرنے لگا جعفر نے پوچھا کہ تم کو والیٔ مصر سے کیا ملا اُس نے کہا ایک لاکھ دینار، جعفر نے اس رقم کو کم سمجھا اور بولا تم ہمارے پاس برابر آتے رہو، ہم اس تعداد کو دو چند کردیں گے چنانچہ وہ شخص جعفر کے ساتھ ایک عرصے تک رہا، یہاں تک کہ اُس نے اسی قدر دینار اس سے بھی حاصل کر لیے۔

برامکہ کی دولت برابر ترقی کرتی گئی، یہاں تک کہ دنیا نے ان سے منہ پھیر لیا اور وہ برباد ہو گئے)

بختیشوع طبیب نے ایک واقعہ بیان کیا ہے جس سے دولتِ برامکہ کے آثار زوال کا پتہ چلتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میں ایک روز ہارون رشید کے پاس حاضر ہوا وہ مدینۃ السلام (بغداد) میں اپنے محل قصر الخلد میں بیٹھا ہوا تھا برامکہ اس کے مقابل دوسری جانب رہتے تھے، اور دونوں کے درمیان دریائے دجلہ کا عرض حائل تھا، ہارون رشید نے یحییٰ بن خالد کے دروازے پر گھوڑوں کی کثرت اور لوگوں کے ہجوم کو دیکھ کر کہا "خدا یحییٰ کو نیک بدلہ دے اُس نے امورِ سلطنت اپنے ہاتھ میں لے کر مجھے تکلیف سے بچا لیا ہے اور (اس طرح پر) اُس نے میری تفریحات کے وقت میں اضافہ کر دیا ہے"۔ پھر میں ایک عرصے کے بعد اس کے پاس گیا جبکہ اس کی طبیعت برامکہ کی طرف سے پھر گئی تھی، اور اس مرتبہ جب اُس نے (برامکہ کے دروازے پر) گھوڑوں کو دیکھا جیسا کہ اُس

مرتبہ دیکھا تھا تو کہنے لگا کہ یحییٰ تو مجھے چھوڑ کر انتظامات میں خود مختار بن بیٹھا ہے خلافت تو دراصل اس کی ہے، اور میری خلافت تو برائے نام ہے اس (خیال کی تبدیلی سے) میں سمجھ گیا کہ ہارون رشید ان کو عنقریب برباد کرنے والا ہے۔

برامکہ کی تباہی کے اسباب

برامکہ کی تباہی کے اسباب میں اہل سیرت اور مورخین نے اختلاف کیا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ ہارون رشید اپنی بہن عباسہ اور جعفر بن یحییٰ کے بغیر نہیں رہ سکتا تھا، رشید نے جعفر سے کہا کہ میں تمہارے ساتھ عباسہ کا نکاح اس لیے کیے دیتا ہوں کہ تمہیں اس کی طرف دیکھنا جائز ہو جائے، لیکن تم اُس کے قریب نہ جانا، چنانچہ وہ دونوں آپس میں ملا کرتے تھے، اور دونوں جوان تھے، ہارون رشید ان کو چھوڑ کر چلا بھی جاتا تھا۔ اور وہ تنہا رہ جاتے تھے، (ایک مرتبہ) جعفر عباسہ سے ہمبستر ہو گیا، اور وہ حاملہ ہو گئی، اور دو لڑکے پیدا ہوئے، عباسہ نے یہ سب معاملہ پوشیدہ رکھا مگر آخر کار ہارون رشید کو اس کی خبر ہو گئی، اور یہی برامکہ کی تباہی کا باعث ہوا۔

بعض کا خیال ہے کہ فضل بن ربیع کی طرح، برامکہ کے دشمن آئے دن ہارون رشید سے برامکہ کی برائیاں کیا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ وہ امور سلطنت میں بالکل خود مختار بن بیٹھے ہیں، اور مال و دولت پر انھیں کا قبضہ ہے اس طرح پر انھوں نے اس کے دل میں ان کی دشمنی اچھی طرح قایم کر دی، یہاں تک کہ اُس نے انھیں بے دریغ قتل کر ڈالا۔

ایک خیال یہ ہے کہ یحییٰ بن خالد کو بیت اللہ کے گرد طواف کرتا ہوا دیکھا گیا، وہ کہہ رہا تھا کہ اے اللہ! اگر تیری رضامندی اس میں ہے کہ تو مجھ سے اپنی نعمت جو تو نے مجھے دے رکھی ہے اور اہل و عیال، اور مال اور اولاد کو مجھ سے لینا چاہے تو سوائے میرے بیٹے فضل کے ان نعمتوں کو مجھ سے چھین لے" یہ کہہ کر یحییٰ واپس ہوا لیکن تھوڑی دور چلا تھا کہ پھر واپس ہوا اور کہنے لگا اے پروردگار یہ میرے لیے نہایت بُری بات ہوگی،

Marfat.com

کہ میں تجھ سے (دعا کرتے وقت) کوئی استثنا کروں" اے خدا (اگر تو چاہے) تو فضل کو بھی مجھ سے چھین لے"۔ اس واقعہ کے تھوڑے ہی عرصے بعد ہارون رشید نے اُن کو تباہ کر ڈالا

جعفر بن یحییٰ کا قتل اور اس کے خاندان کی گرفتاری

ہارون رشید نے (ایک سال) حج کیا، اور جب وہ حج سے واپس آ رہا تھا، تو وہ حیرہ سے انبار تک کشتیوں میں آیا اور (راستہ میں) خوب شراب نوشی کرتا گیا (دوسری طرف) جعفر بن یحییٰ سوار ہو کر شکار کے لیے نکلا، وہ بھی کبھی شراب پیتا، اور کبھی گانے بجانے کی مجلس برپا کرتا تھا، اس دوران میں اُس کے پاس ہارون رشید کی طرف سے تحفے اور ہدیے بھی آتے رہتے تھے، حکیم بختیشوع اور ابوزکار نابینا جو اُسے گانا سنایا کرتا تھا اُس کے پاس موجود تھے، جب شام کا وقت ہوا، تو ہارون رشید نے مسرور خادم کو بلایا، جو جعفر سے دشمنی رکھتا تھا، اور اُس سے کہا جاؤ اور جعفر کا سر کاٹ لاؤ، (لیکن سوائے تعمیل کے) کوئی بات مجھ سے نہ کرو، مسرور بغیر اجازت حاصل کیے جعفر کے پاس پہنچ گیا، اور اُس نے جعفر پر حملہ کیا اُس وقت ابوزکار اُسے یہ شعر سنا رہا تھا۔

فلا تبعد فکل فتی سیاتی علیہ الموت یطرق او یغادی

(خدا کرے) تو ہلاک نہ ہو عنقریب ہر انسان کے پاس موت آئے گی خواہ وہ رات کو آئے یا صبح کے وقت

جب مسرور اندر آیا تو جعفر نے کہا تیرے آنے سے مجھے خوشی ہوئی اور بلا اجازت آنے سے رنج بھی ہوا، مسرور نے کہا "جس کام کے لیے میں آیا ہوں وہ اس سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے، امیرالمومنین تمہارے ساتھ جو کچھ کرنا چاہتے ہیں اُس کی تعمیل کرو" جعفر مسرور کے پاؤں پر گر گیا، اور انھیں چومنے لگا، اس نے کہا کہ "تم دوبارہ امیرالمومنین سے دریافت کرو، یقیناً شراب (کے نشے نے) اُسے ایسا کرنے پر مجبور کیا ہے" اُس نے یہ بھی کہا کہ "ذرا مجھے اندر جانے دو تاکہ میں وصیت کروں" مسرور بولا اندر جانے کی اب کوئی گنجائش نہیں رہی، وصیت تو جس طرح تم چاہو (یہیں بیٹھے ہوئے) کر سکتے ہو،

Marfat.com

چنانچہ اُس نے وصیت کی پھر مسرور اس کو ہارون رشید کے گھر لے گیا، اور ایک گنبد کے اندر لے جاکر اس کی گردن اڑا دی اور ایک ڈھال کے اوپر اس کا سر اور "نطع" یعنی چمڑے کی بساط میں اُس کی لاش رکھ کر اُسے ہارون کے پاس لایا، پھر ہارون رشید نے اُس کے باپ، بھائیوں، ساتھیوں اور تمام اہل وعیال کو مقام رقّہ میں قید کردیا اور اُن کی بیخ وبنیاد کو ختم کرڈالا۔

عراقی مورخ نے اس موقع پر ایک شخص کے حوالے سے ایک عجیب واقعہ لکھا ہے وہ کہتا ہے کہ میں ایک مرتبہ شاہی دفتر میں گیا، میں نے ایک اہلکار کی یادداشت میں چار لاکھ دینار کی رقم جعفر بن یحییٰ وزیر کی خلعت کی قیمت لکھی ہوئی دیکھی، پھر چند روز کے بعد وہاں گیا تو اُسی کے نیچے جعفر کی لاش جلانے کے لیے دس قیراط روغن نفط اور بوریوں کی قیمت لکھی دیکھی۔ مجھے یہ دیکھ کر بڑا تعجب ہوا۔

فضل بن ربیع کی وزارت برامکہ کے بعد ہارون رشید نے فضل بن ربیع کو وزیر بنایا، جو اس سے پہلے اُس کا "حاجب تھا" اُس کے باپ کا ذکر پہلے گزر چکا ہے، فضل، منصور، مہدی، ہادی اور ہارون رشید کا حاجب رہ چکا تھا، جب ہارون رشید نے برامکہ کو تباہ کیا تو ان کے بعد اُس نے فضل بن ربیع کو وزارت پر فائز کیا، فضل نہایت ہوشیار شخص تھا اور بادشاہوں کے آداب اور اُن کے حالات سے باخبر تھا، وزارت پر مقرر ہونے کے بعد اُس کو علم حاصل کرنے کا بڑا شوق پیدا ہوا، اُس نے اہل علم کو اپنے گرد جمع کیا، اور تھوڑی سی مدت میں جو کچھ چاہتا تھا وہ اُس نے حاصل کرلیا، ابونواس شاعر کا شمار بھی اُن شاعروں میں ہے جو صرف اُسی کے پاس آیا کرتے تھے، وہ خاندانِ ربیع کی شان میں کہتا ہے۔

وعباسٌ عباسٌ اذا احتدم الوغیٰ والفضل فضلٌ والربیع ربیع

جب آتش جنگ مشتعل ہوتی ہے تو عباس نہایت ترش رو ہوجاتا ہے اور فضل مجسم مہربانی اور ربیع موسم بہار ہے

کی طرح خوشگوار ہے۔

ہارون رشید کی موت تک جو مقامِ طوس میں واقع ہوئی، فضل بن ربیع برابر عہدۂ وزارت پر قائم رہا، (ہارون کے مرنے کے) بعد فضل نے جو کچھ لشکر میں تھا جمع کیا اور اُسے لے کر بغداد واپس ہوا، فضل کے باقی حالات کا ذکر امین کی خلافت میں آئے گا اب ہاروں رشید کا دور ختم ہوا۔

(۶) امین محمد بن زبیدہ بنت جعفر بن منصور

امین کی ماں جعفر بن منصور کی بیٹی، ام جعفر زبیدہ تھی، بنی عباس کے خلفاء میں سوائے امین کے کوئی ایسا خلیفہ نہیں گزرا جس کے ماں اور باپ دونوں ہاشمی ہوں

امین کو کھیل کود اور تفریحات کا بڑا شوق تھا، اور وہ انھیں باتوں میں پڑا رہتا تھا، جس کی وجہ سے وہ انتظام ملک کی طرف توجہ نہیں کر سکتا تھا، مورخ ابن اثیر جزری کہتا ہے، امین کی سیرت میں ہم کو کوئی ایسی چیز نہیں ملتی۔ جس کو ہم اچھا سمجھیں، اور اُس کا ذکر کریں، دوسرے مورخ کہتے ہیں کہ امین فصیح، بلیغ اور فیاض تھا، امین کی تعریف میں ایک شاعر یہ شعر کہتا ہے جس میں اُس کے بھائی مامون کی بُرائی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

لم تلد لا امة تعرف فی السوق التجارا لا ولا حدّ ولا خان ولا فی الخزی جارا

وہ کسی کنیز سے پیدا نہیں ہوا ہے جس کی شناسائی بازار میں تاجروں سے ہو۔ نہ اُسے شرعی حد لگائی گئی ہے نہ اُس نے خیانت کی ہے اور نہ برائی میں وہ (کسی کے) ساتھ رہا ہے۔

شاعر نے اس شعر میں مامون کی طرف اشارہ کیا ہے، اس لیے کہ ایک کنیز کے معاملہ میں، جس کے ساتھ مامون کی طرف اشارہ کیا ہے، اس لیے کہ ایک کنیز کے معاملہ میں، جس کے ساتھ مامون پایا گیا تھا، ہاروں رشید نے اس پر شرعی حد

جاری کی تھی، یا غالباً شراب پینے کی سزا میں اُس پر حد لگائی تھی۔

امین اور مامون کا اختلاف

ہارون رشید نے پہلے امین کو اور اُس کے بعد مامون کو ولیعہد بنانے کے لیے (لوگوں سے) بیعت حاصل کی تھی، اس مقصد کے لیے اُس نے تحریریں لکھیں اور اُن پر گواہیاں حاصل کر کے مختلف شہروں میں اُن کی نقلیں بھیجی تھیں، اور اُن میں سے ایک نقل خانۂ کعبہ پر بھی لٹکا دی تھی، اور ہر ممکن طریقے سے اِن تحریروں کو مضبوط (اور واجب التعمیل) بنا دیا تھا، ہارون رشید کی موت کے وقت جو مقام طوس میں واقع ہوئی، مامون خراسان میں تھا، اس کے ساتھ فوجی سرداروں کی ایک جماعت تھی، اور اس کا وزیر فضل بن سہل بھی وہاں موجود تھا، امین اُس وقت بغداد میں تھا، اور ہارون رشید کا وزیر فضل بن ربیع ہارون کے ساتھ طوس میں تھا، جب ہارون مر گیا، تو فضل بن ربیع نے جو کچھ لشکر میں تھا اُسے جمع کیا، حالانکہ ہارون کی یہ وصیت تھی کہ یہ سب کچھ مامون کو دے دیا جائے، پھر فضل بن ربیع بغداد پہنچا اور امین نے اُس کو اپنا وزیر بنا لیا۔

مامون کے وزیر فضل بن سہل نے مامون کو مشورہ دیا کہ تم پرہیزگاری، دین داری اور خوش اخلاقی کا مظاہرہ کرو۔ چنانچہ مامون نے حُسنِ اخلاق کی نمائش شروع کر دی، اور فوجی سرداروں اور خراسان والوں کے دل اپنی طرف مائل کر لیے، جب کبھی امین سے کوئی نکمی اور چھچھوری حرکت صادر ہوتی تھی تو مامون (اُس کے جواب میں) ایک سنجیدہ کام کرتا تھا، پھر دونوں کے درمیان دشمنی بڑھ گئی۔ فضل بن ربیع اور اُس کے علاوہ اور لوگوں نے بھی امین کی نظر میں اِس بات کو مناسب اور اچھا قرار دیا کہ وہ مامون کو ولیعہدی سے معزول کر کے اپنے بیٹے موسیٰ کے لیے بیعت حاصل کر لے، چنانچہ اُس نے مامون کو معزول کیا اور اپنے بیٹے موسیٰ کے لیے بیعت حاصل کی اور اس کا لقب الناطق بالحق رکھا، بغداد میں امین اور مامون کے فتنے کا سبب یہی امر تھا جس کے نتیجے میں امین قتل کیا گیا۔

Marfat.com

امین اور مامون کا فتنہ

امین کا وزیر فضل بن ربیع مامون سے خائف رہتا تھا کیونکہ اُس نے طوس میں ہارون کی موت کے وقت جو کچھ (مال و دولت) اُس کے لشکر میں تھا وہ امین کو دیدیا تھا، حالانکہ ہارون نے وہ سب کچھ مامون کو دینے کے لیے وصیت کی تھی اور لوگوں کو اس پر گواہ بنالیا تھا، اس لیے فضل بن ربیع کو یہ اندیشہ ہوا کہ اگر مامون خلیفہ ہو گیا تو وہ ضرور اُس کے کردار کی سزا دے گا۔ چنانچہ اسی بنا پر فضل نے امین کے سامنے اس رائے کو اچھا قرار دیا کہ وہ مامون کو معزول کر کے اپنے بیٹے موسیٰ کے لیے بیعت حاصل کرے، فضل کے ساتھ ایک جماعت بھی اس مقصد پر متفق ہو گئی، پھر اُس نے اپنے بعض عقلمند آدمیوں سے مشورہ لیا انھوں نے اِس کارروائی سے اسے منع کیا اور نافرمانی و عہد شکنی کے نتائج سے اُس کو ڈرایا، انھوں نے کہا کہ فوجی سرداروں کو عہد شکنی کرنے اور ولیعہد کو معزول کرنے کی جرأت نہ دلاؤ، ورنہ وہ کسی وقت تم کو بھی معزول کر دیں گے، لیکن اُس نے اِن لوگوں کی طرف توجہ نہیں کی اور فضل بن ربیع کی رائے کی طرف جھک پڑا، اس نے مامون کو دھوکہ دے کر بغداد بلانا چاہا، لیکن وہ دھوکے میں نہیں آیا اور معذرت لکھ بھیجی، پھر خط و کتابت کا سلسلہ برابر جاری رہا، یہاں تک کہ مامون کا دل نرم پڑ گیا، موسیٰ بن امین کے ہاتھ پر بیعت کرنے کا ارادہ کر لیا، لیکن اس کے وزیر فضل بن سہل نے تنہائی میں مل کر مامون کو اس خیال سے باز رہنے (اور اپنے حق پر قائم رہنے) کی اس کو ہمت دلائی اور اس کے لیے خلافت حاصل کرنے کا ذمہ لیا اور کہا کہ اب یہ کام میری ذمہ داری پر ہے، پھر فضل بن سہل مامون کے مسئلہ کو لے کر اٹھا لوگوں کو اس کی طرف مائل کیا، سرحدوں کو مضبوط کر کے انتظامات مکمل کر لیے۔

امین اور مامون کی باہمی عداوت بڑھتی گئی، بغداد اور خراسان کے درمیانی راستے لوٹے جانے لگے، خطوط کی تلاشی ہونے لگی اور مشکلات بڑھ گئیں۔ امین نے بغداد میں مامون کا خطبہ بند کر دیا، اور اُس کے کارندوں کو گرفتار کر لیا، اسی طرح مامون نے

Marfat.com

بھی خراسان میں (امین کے خلاف) کارروائی کی، اور دونوں کے درمیان روز بروز فساد بڑھتا گیا۔

مامون کی طبیعت میں جس قدر بیدار مغزی اور انضباط تھا امین کے مزاج میں اُسی قدر بے پرواہی اور بے توجہی پائی جاتی تھی، اُس کی بے پرواہی کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ اُس نے اپنے باپ کے خاص لوگوں میں سے ایک شخص کو جس کا نام علی بن عیسٰی بن ماہان تھا، اپنے بھائی سے لڑنے کے لیے بھیجا، اور پچاس ہزار فوج اُس کے ساتھ کردی، کہا جاتا ہے کہ بغداد میں اس سے زیادہ بڑا لشکر کبھی دیکھنے میں نہیں آیا، امین نے کثرت سے ہتھیار اور بہت سا مال بھی اُس کے ساتھ روانہ کیا، اور خود بھی اُس کو رخصت کرنے کے لیے ساتھ ہو گیا، اور یہ پہلی فوج تھی جو اُس نے اپنے بھائی کے مقابلے کے لیے بھیجی، علی بن عیسٰی اس بڑی فوج کے ساتھ روانہ ہوا، علی بن عیسٰی بن ماہان دولتِ عباسیہ کے سرداروں میں ایک جلیل القدر اور بارعب شخص تھا۔

(اس لشکر کا) مقابلہ طاہر بن الحسین سے شہر رَے کے باہر ہوا طاہر کا لشکر تقریباً چار لاکھ سواروں پر مشتمل تھا، نہایت سخت جنگ برپا ہوئی، اور فتح طاہر کے حصے میں آئی، علی بن عیسٰی مارا گیا اور اُس کا سر طاہر کے پاس بھیج دیا گیا، طاہر نے مامون کو ایک خط لکھا جس کی عبارت یہ تھی:

"خدا کی تعریف کے بعد: یہ میرا خط امیر المومنین کے نام ہے، خدا اُس کی عمر دراز کرے (اس وقت) عیسٰی کا سر میرے سامنے ہے، اُس کی مُہر میرے ہاتھ میں ہے اور اس کا لشکر میرے حکم کے تابع ہے۔ والسلام"

طاہر نے یہ خط قاصد کے ذریعہ مامون کے پاس روانہ کیا جو تین روز میں پہنچ گیا، حالانکہ ان کے درمیان دو سو پچاس فرسنگ کی مسافت تھی، پھر عیسٰی کے مرنے کی خبر امین کے پاس پہنچی اُس وقت وہ مچھلی کے شکار میں مصروف تھا جس شخص نے یہ خبر پہنچائی

Marfat.com

اُس سے امین نے کہا چپ رہو کوثر تو دو مچھلیاں شکار کر چکا ہے اور میں نے ابھی تک ایک بھی شکار نہیں کی۔ کوثر ایک خواجہ سرا خادم تھا جس سے امین محبت کرتا تھا۔

امین کی ماں زبیدہ امین سے زیادہ صائب الرائے تھی، جب علی بن موسیٰ کو امین نے لشکر کے ساتھ خراسان روانہ کیا تو رخصت ہونے کے لیے زبیدہ کے دروازے پر آیا، زبیدہ نے کہا، اے علی! امیر المومنین اگرچہ میرا بیٹا ہے، اور اُس پر میری انتہائی شفقت بھی ہے، لیکن عبد اللہ یعنی مامون سے بھی مجھے محبت ہے، اور مجھے ڈر ہے کہ کہیں اُس کو کوئی بُرائی یا تکلیف نہ پہنچے، میرا لڑکا (امین) بادشاہ ہے جو اپنے بھائی سے سلطنت حاصل کرنے میں حریف ہے۔ تم عبد اللہ (مامون) کی فرزندی اور برادری دونوں کا حق ملحوظ رکھنا اور اُس سے سخت کلامی نہ کرنا، کیونکہ تو ہرگز اُس کا ہمسر نہیں ہو سکتا، تم اُس پر غلاموں کی طرح سختی نہ کرنا، اور نہ بیڑی یا ہتھکڑی ڈال کر اُسے ذلیل کرنا، کنیزوں اور غلاموں کی خدمت سے بھی اُسے محروم نہ کرنا، اور نہ راستے میں اُس پر سختی کرنا، اور نہ اُس کے برابر چلنا، اور نہ اس سے پہلے سوار ہونا، (بلکہ سوار ہوتے وقت) اس کا رکاب پکڑنا اور اگر وہ گالیاں بھی دے تو برداشت کر لینا، پھر زبیدہ نے چاندی کی ایک زنجیر اُسے دی، اور کہا کہ جب وہ تمہارے ہاتھ آجائے تو اِس زنجیر سے اُسے مقید کر دینا، علی بن عیسیٰ نے کہا اچھا جیسا آپ نے حکم دیا ہے میں اُسی کے مطابق عمل کروں گا۔

علی کی شخصی عظمت اور اُس کے لشکر کی کثرت کو دیکھتے ہوئے لوگوں کو اس کی فتح کا یقین تھا، اور اُس کے مقابلے کے لیے مامون کی جو فوج آنے والی تھی وہ اُسے حقیر سمجھتے تھے، لیکن خدا نے اُن کے یقین کے خلاف تقدیر میں لکھا تھا، اس لیے واقعات اسی طرح پیش آئے جو پیش آنے کو تھے۔

یہ لڑائیوں اور فتنوں کا زمانہ تھا، چنانچہ اس سلسلہ کا ایک واقعہ یہ ہے کہ علی بن عیسیٰ کے بیٹے حسین نے جو ایک سردار تھا اُس نے امین کے خلاف بغاوت کی

Marfat.com

اور اُسے معزول کر کے قید کر دیا، اور مامون کے لیے بیعت حاصل کر لی، اور لشکر کے بہت سے لوگ اُس کے ساتھ ہو گئے، اُدھر لشکر کی ایک دوسری جماعت حُسین کے خلاف جمع ہوئی، یہ لوگ کہتے تھے کہ حسین بن علی اگر مامون کے سامنے اپنے عمل سے سُرخ روئی حاصل کرنا چاہتا ہے تو ہم بھی اپنے خلیفہ امین کو قید سے رہا کر کے آزاد کر دیں گے (اور اس طرح) اس کو تخت خلافت پر بٹھا کر اُس کے سامنے سرخ رو ہونا چاہتے ہیں۔

دونوں فریقوں میں جنگ شروع ہوئی اور امین کے طرفدار غالب آگئے، اور قید خانے میں گھس کر اس کو نکال لائے، اور تختِ خلافت پر اُس کو بٹھا دیا، وہ حُسین سے لڑ کر اُس پر غالب آئے اور اُسے قید کر کے امین کے سامنے لائے، امین نے اُسے ملامت کی، اُس نے اپنے قصور کی معافی چاہی، اور امین نے اُسے معاف کر دیا، پھر اُسے خلعت عطا کر کے لشکر کی قیادت اُس کے سپرد کر دی، اور مامون کے خلاف لڑنے کا حکم دیا، وہ لڑنے کے لیے نکلا مگر بھاگ گیا، امین نے اُس کے پیچھے فوج روانہ کی اور فوج والوں نے اُسے گرفتار کر کے مار ڈالا، اور اُس کا سر امین کے پاس بھیج دیا۔

(امین اور مامون کے درمیان) فتنہ و فساد بڑھتا گیا اور اختلافات کی خلیج وسیع تر ہوتی گئی، یہاں تک کہ مامون نے ہرثمہ اور طاہر بن الحسین کو جو اُس کے خاص سردار تھے، ایک بڑی فوج کے ساتھ بغداد کا محاصرہ کرنے اور امین سے لڑنے کے لیے بھیجا، ہرثمہ اور طاہر نے ایک مدت تک بغداد کا محاصرہ کیا اور دونوں فوجوں نے نہایت سخت جنگ کی فریقین میں بہت سے معرکے ہوئے اور آخر میں فتح مامون کے لشکر کے حصہ میں آئی، امین مارا گیا اور اُس کا سر اُس کے بھائی کے پاس خراسان بھیجدیا گیا۔ یہ واقعہ ۱۹۸ھ میں ہوا۔

وزارت امین نے فضل بن ربیع کے علاوہ کسی کو وزیر نہیں بنایا فضل کی

سیرت کا کچھ حال اُس موقع پر گذر چکا ہے جب کہ اُس کے متعلق ہارون کے وزیر ہونے کا ذکر کیا گیا ہے ۔ اب امین کا عہد ختم ہوا۔

(۷) مامون

امین کے بعد اس کا بھائی مامون خلیفہ ہوا، ۱۹۸ھ میں اُس کے لیے بغداد میں عام بیعت حاصل کی گئی خلفائے (عباسیہ) میں مامون ایک ایسا خلیفہ تھا جس میں فضیلت، علم وحکمت، بردباری، ذہانت، شدت پسندی، اور کرم اخلاق جیسی صفات پائی جاتی تھیں۔

مامون کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ (ایک مرتبہ) جب وہ دمشق میں تھا، بہت تنگدست ہوگیا، اور روپیہ اُس کے پاس نہ رہا تو اس نے اپنے بھائی معتصم سے اس کی شکایت کی، جس کے متعلق مامون کی طرف سے وصولی محاصل کے بہت سے کام تھے، معتصم نے کہا اے امیرالمومنین مال تو اپنے پاس ایک ہفتے کے اندر آیا ہوا سمجھیے، چنانچہ اُنہی دنوں میں وصولی کے اُن کاموں سے جن کا انتظام معتصم کے سپرد تھا، کروروں درہم وصول ہوگئے، مامون نے یحییٰ بن اکثم سے کہا کہ ہمارے ساتھ چلو تاکہ ہم (خود) اس مال کو دیکھیں یہ کہہ کر مامون لوگوں کے ساتھ باہر آیا، اس نے دیکھا کہ جن اونٹوں پر مال لدکر آیا ہے اُنھیں خوب سجایا گیا ہے اُس نے دولت کی ایک اچھی اور بڑی مقدار دیکھی، لوگوں نے بھی اُسے بہت زیادہ خیال کیا اور وہ اس سے بہت خوش ہوئے، مامون نے کہا کہ یہ نہایت بُری بات ہوگی کہ ہم تو یہ مال لے کر گھر واپس چلے جائیں اور لوگ محروم واپس ہوں، چنانچہ اُس نے اپنے "کاتب" کو حکم دیا کہ فلاں شخص کو اتنے ہزار اور فلاں کو اتنے ہزار درہم اور فلاں اس سے بھی زیادہ دیدیئے جائیں، یہاں تک کہ اُس نے اس طرح لاکھوں درہم تقسیم

Marfat.com

کرڈالے اور اُس کا ایک پیر رکاب ہی میں رہا، پھر باقی رقم لشکر کی ضروریات کے لیے سالارِ لشکر کے سپرد کردی۔

مامون ایک زبردست خلیفہ اور ایک عقلمند انسان تھا، اُس نے اپنی مملکت میں بہت سی نئی چیزیں جاری کیں، وہ خلفاء میں سب سے پہلا (خلیفہ) ہے جس نے علومِ حکمت کو تلاش کر کے پیش کیا، اُس نے ان علوم کی کتابیں حاصل کیں اور ان کو عربی میں ترجمہ کرنے اور شایع کرنے کا حکم دیا۔ اس نے اقلیدس کے مسائل کو حل کیا متقدمین کے علوم کا مطالعہ کیا، علمِ طب کے متعلق بحثیں کیں اور علمائے حکمت کی حوصلہ افزائی کی۔

دوسری نئی چیز جو اُس نے رائج کی وہ اہلِ سواد (مضافات شہر) سے ۲/۵ کی وصولی تھی، اور پہلے نصف وصول کرنے کا معمول تھا،

مامون کی اختراعات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اُس نے لوگوں کو خلقِ قرآن کا عقیدہ رکھنے پر مجبور کیا، اُسی کے زمانے میں یہ بحث پیدا ہوئی، امام احمد بن حنبل وغیرہ سے اس مسئلہ میں مباحثہ کیا گیا، مامون نے مرتے وقت اپنے بھائی معتصم کو اس کے متعلق وصیت کی چنانچہ جب وہ خلیفہ ہوا تو اُس نے بھی اس مسئلہ پر گفتگو کی اور امام احمد بن حنبل کو مارا جس کا ذکر اپنے موقع پر آئے گا۔

خلافت کو آلِ عباس سے آلِ علی میں منتقل کرنا، اور بجائے سیاہ لباس کے لوگوں کا سبز لباس اختیار کرنا بھی مامون کی نئی چیزوں میں ہے، وہ کہتا تھا کہ یہ (سبز لباس) جنّت والوں کا لباس ہے۔ اس واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ مامون نے اپنے بعد خلافت کے مسئلے پر غور کیا، اور یہ چاہا کہ ایک ایسے شخص کو خلیفہ بنائے جو اس کا اہل ہو، تاکہ اس کی ذمہ داری پوری ہوسکے۔ اُس کو کچھ اسی طرح کا خیال پیدا ہوا۔ کہا جاتا ہے کہ اُس نے خاندانِ عباس اور خاندانِ علی کے سرداروں کی جانچ کی تو ان میں اُس کو علی بن موسیٰ رضا سے زیادہ افضل، نیک، پرہیزگار اور دین دار کوئی دوسرا نظر نہیں آیا۔ چنانچہ

Marfat.com

مامون نے اُن کو ولیعہد مقرر کیا۔ اور اس کے متعلق خود اپنے قلم سے ایک خط لکھا، اور علی رضا کو اس کے قبول کرنے پر مجبور کیا۔ پہلے تو علی رضا نے انکار کیا لیکن پھر راضی ہو گئے اور مامون ہی کے خط پر ایک تحریر اس مضمون کی لکھی کہ میں نے محض تعمیل حکم میں اس کو قبول کیا ہے اگرچہ علم جفر اور جامعہ اس کے خلاف بتاتے ہیں رضا نے دونوں تحریروں پر لوگوں کو گواہ بھی بنا لیا۔

انتقالِ خلافت کا کام مامون کے وزیر فضل بن سہل کے سپرد تھا اور وہی اس کو (لوگوں کی نظر میں) مستحسن قرار دیتا تھا چنانچہ لوگوں نے مامون کے بعد علی بن موسیٰ رضا کی خلافت پر بیعت کی اور ان کا نام "الرضیٰ من آلِ محمد" رکھا گیا۔

اس کے بعد مامون نے لوگوں کو سیاہ لباس چھوڑنے اور سبز اختیار کرنے کا حکم دیا۔ یہ سب کچھ خراسان میں ہو رہا تھا، جب بغداد میں عباسیوں نے یہ سنا کہ مامون نے خلافت کو عباسی خاندان سے علوی خاندان میں منتقل کر دیا ہے اور اپنے باپ دادوں کا سیاہ لباس چھوڑ کر سبز لباس اختیار کیا ہے تو انھیں یہ انقلاب سخت ناپسند ہوا اور مامون کے اس فعل سے غصے میں آکر انھوں نے اُسے معزول کر دیا اور اُس کے چچا ابراہیم بن مہدی کے ہاتھ پر بیعت کی، ابراہیم فاضل، شاعر، فصیح ادیب اور باکمال گانے والا تھا، ابو فراس ہمدانی شاعر نے اپنے قصیدۂ میمیہ میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔

منكم عُليّةُ ام منهم وكان لكم　　شيخ المغنين ابراهيم ام لهم

عُلیّہ تم میں سے ہے یا اُن میں سے ہے اور گانے والوں کا سردار ابراہیم تم میں سے ہے یا اُن میں سے۔

یہ دن فتنہ و فساد اور لڑائی جھگڑوں کے تھے، جب مامون کو یہ خبر ملی تو نہایت پریشان ہوا، پھر فضل بن سہل مارا گیا، اس کے بعد علی بن موسیٰ کا بھی (بہت سے) انگور کھا جانے سے انتقال ہو گیا، کہا گیا ہے کہ جب مامون نے دیکھا کہ اُس کے اس فعل کو یعنی

Marfat.com

بنی عباس سے بنی علی کی طرف انتقالِ خلافت کو لوگ ناپسند کرتے ہیں، اور وہ اس کام کو فضل بن سہل کی طرف منسوب کرتے ہیں اور فتنہ برابر قائم ہے، تو اُس نے ایک جماعت کو فضل بن سہل کے خلاف تیار کیا جنہوں نے اُسے حمام میں مار ڈالا، پھر اُس نے انھیں گرفتار کر کے (مقتل میں) بھیج دیا تاکہ اُن کی گردنیں اُڑا دی جائیں، وہ بولے آپ ہی نے تو ہم کو اس کا حکم دیا تھا، پھر آپ ہی ہم کو قتل کرتے ہیں، اُس نے کہا تمہارے اقرار ہی کی بنا پر تمہیں قتل کرتا ہوں اور میرے اوپر جو تمہارا یہ دعویٰ ہے کہ میں نے تم کو ایسا کرنے کا حکم دیا تو یہ محض دعویٰ ہے جس کا کوئی ثبوت نہیں، پھر مامون نے اُن کی گردنیں اڑوا دیں اور اُن کے سر حسن بن سہل کے پاس بھیج کر ایک تعزیت نامہ بھی لکھا جس میں اس کو فضل کی جگہ مقرر کرنے کی اطلاع دی، اس کے ساتھ اور بھی چند باتیں جمع ہوگئیں جن کا ذکر فضل کی وزارت کے حالات میں کیا جائے گا،

پھر مامون نے علی بن موسیٰ رضا کے پاس کچھ انگور زہر آلود کر کے بھیجے، علی کو انگوروں کا شوق بھی تھا وہ بہت سے کھا گئے اور اُسی وقت اُن کا انتقال ہو گیا، اس کے بعد مامون نے بغداد میں بنی عباس کو لکھا کہ "تم کو علی بن موسیٰ رضا کی جو بات (یعنی ولیعہدی) جو ناپسند تھی تو وہ بات خود جاتی رہی وہ شخص مر گیا" بغداد والوں نے مامون کو اس کا نہایت سخت جواب دیا۔

فضل بن سہل مامون کی طبیعت پر غالب آگیا تھا اور اپنے تقرب سے بہت زیادہ فائدے اٹھاتا تھا، کیونکہ وہ اُس کا کام کرتا تھا اور حصول خلافت میں اس نے مامون کے لیے بڑی کوشش کی تھی، فضل نے ایسی صورت اختیار کی کہ مامون کے پاس اطلاعات نہ پہنچ سکیں جب اُس کو معلوم ہوتا تھا کہ کوئی شخص مامون کے پاس گیا ہے یا اُس نے کوئی خبر اس تک پہنچائی ہے تو وہ اس کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرتا اور سزا دیتا تھا، چنانچہ لوگوں نے مامون سے باتیں کہنا چھوڑ دیا جس کا

Marfat.com

نتیجہ یہ ہوا کہ حالات اُس سے پوشیدہ رہنے لگے، چنانچہ جب بغداد میں فتنہ برپا ہوا، ماموں کو معزول کیا گیا، ابراہیم بن مہدی سے بیعت ہوئی، اور عباسیوں نے ماموں کے (انتقالِ خلافت کے) کام کو سخت ناپسند کیا تو فضل بن سہل نے ایک مدت تک اس واقعہ کو ماموں سے پوشیدہ رکھا، یہاں تک کہ علی بن موسٰی رضا اُس کے پاس آئے اور کہا کہ امیر المومنین میری ولیعہدی کے لیے جو آپ نے بیعت حاصل کی ہے بغداد میں لوگ اس کو ناپسند کرتے ہیں اسی طرح سیاہ لباس بدلنے کو (بُرا سمجھتے ہیں) انھوں نے آپ کو معزول کر کے آپ کے چچا ابراہیم بن مہدی سے بیعت کر لی ہے، علی بن موسٰی نے سرداران لشکر کی ایک جماعت کو بھی پیش کیا تاکہ ان حالات سے اُس کو باخبر کریں، جب ماموں نے اُن سے سوالات کیے تو وہ جواب دینے سے باز رہے اور کہنے لگے کہ ہم کو فضل کا خوف ہے اگر آپ ہم کو اُس کے شر سے محفوظ رکھنے کا وعدہ کریں تو ہم واقعات کی اطلاع آپ کو دے سکتے ہیں، ماموں نے کہا اچھا تم اُس کے شر سے محفوظ ہو اور ان کو اس کے لیے ایک تحریر بھی لکھ دی، انھوں نے صورتِ حال سے اس کو آگاہ کیا، اور فضل کی خیانت بھی ظاہر کر دی کہ اُس نے کس طرح واقعات پر پردہ ڈال کر اصلی حالات سے ماموں کو بے خبر رکھا ہے، انھوں نے کہا مناسب رائے یہ ہے کہ آپ بذاتِ خود بغداد جائیں اور اپنے معاملہ کا تدارک کریں، ورنہ خلافت آپ کے ہاتھ سے نکل جائے گی، اس کے تھوڑے ہی عرصہ کے بعد فضل کا قتل اور علی بن موسٰی رضا کی موت واقع ہوئی، جس کی تفصیل اوپر گزر چکی ہے۔

اس کے بعد ماموں نے بغداد کی طرف روانگی کا اہتمام کیا یہاں تک کہ وہاں پہنچ گیا، ابراہیم بن مہدی اور فضل بن ربیع (اس سے پہلے) بھاگ چکے تھے۔ جب ماموں شہر میں داخل ہوا تو عباسی لوگ اُس سے آ کر ملے اور سبز لباس چھوڑنے اور سیاہ کو پھر اختیار کرنے کے متعلق اُس سے گفتگو کی، زینب بنت سلیمان بن علی بن عبداللہ

بن عباس رضؓ بھی اُس سے آکر ملیں، وہ "طبقۃ المنصور" میں تھیں انھوں نے کہا "اے امیرالمومنین خلافت کو اپنے خاندان سے خاندانِ علی میں منتقل کرنے پر تمہیں کس بات نے مجبور کیا تھا؟" مامون نے کہا "اے میری چچی، میں دیکھتا ہوں کہ جب حضرت علیؓ والیٔ خلافت ہوئے تو انھوں نے بنی عباس کے ساتھ احسانات کیے، انھوں نے بصرہ پر عبداللہ کو، یمن پر عبیداللہ کو، اور سمرقند پر قثم کو والی بنایا، لیکن میں یہ نہیں دیکھتا کہ میرے خاندان والوں میں سے کسی نے جب سے کہ خلافت اُن کے پاس پہنچی ہے حضرت علیؓ کے اس احسان کا بدلہ اُن کی اولاد کو دیا ہو، اس لیے میں نے یہ چاہا کہ میں حضرت علیؓ کے احسان کا بدلہ کروں۔"

زینب نے کہا کہ "تم خلافت کے مالک ہوتے ہوئے حضرت علی کی اولاد کے ساتھ اس صورت کے مقابلہ میں زیادہ احسان کر سکتے ہو جبکہ وہ خلافت کے مالک بن جائیں" پھر زینب نے سبز لباس کو بدلنے (اور سیاہ کو پھر اختیار کرنے) کا سوال کیا، جس کو مامون نے منظور کر لیا، اور حکم دیا کہ لوگ اس کو بدل کر وہی سیاہ لباس اختیار کر لیں۔

اس کے بعد مامون نے اپنے چچا ابراہیم بن مہدی کو معافی دی اور اس سے کوئی مواخذہ نہیں کیا، اور اُس کے ساتھ احسان کیا، اور وہ اُس کے مصاحبوں میں شامل ہو گیا اور اسی طرح اُس نے فضل بن ربیع کے ساتھ کیا، مامون بڑا حلیم الطبع تھا، وہ کہا کرتا تھا کہ اگر لوگوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ مجھے معافی کس درجہ پسند ہے تو لوگ قصور کر کے میرا تقرب حاصل کرنے لگیں گے۔

مامون کے زمانے میں محمد بن جعفر صادق نے مکہ میں بغاوت کی، لوگوں نے اُن سے بیعت کی اور انھیں امیرالمومنین کا لقب دیا گیا، محمد بن جعفر کے بعض خاندان والوں نے اُن کے سامنے اس فعل (حصولِ خلافت) کو مستحسن قرار دیا تھا، جب کہ اس (رائے دینے والے) نے دیکھا کہ بغداد میں کثرت سے

اختلاف ہے اور وہاں فتنہ و فساد برپا ہے اور خارجیوں نے بغاوت کر رکھی ہے

محمد بن جعفر خاندان ابوطالب کے مشائخ میں سے تھے، لوگ اُن سے علم حاصل کرتے تھے، اور انھوں نے اپنے باپ سے بہ کثرت علمی روایات حاصل کی تھیں، اُن کا بیٹا اور ایک بھتیجا اُن پر حاوی آگیا تھا، ان دونوں کی سیرت قابل تعریف نہ تھی، مامون نے محمد بن جعفر کے مقابلہ کے لیے ایک فوج روانہ کی اور فتح اُسی کو حاصل ہوئی، محمد بن جعفر مامون کے قابو میں آگئے اور اُس نے انھیں معاف کر دیا۔

مامون ہی کے زمانے میں ابوالسرایا نے بغاوت کی، اُس کی طاقت بڑھ گئی، اُس نے ایک اہل بیت (کی خلافت) کے لیے دعوت دینا شروع کیا، مامون کی طرف سے حسن بن سہل نے اُس کا مقابلہ کیا، اور فتح مامون کے لشکر کو ہوئی، اور ابوالسرایا مارا گیا، ملک مامون کے لیے (خطرات سے) صاف ہو گیا فتنے فرو ہوئے، اور مامون نے بار خلافت، اور تدبیر مملکت کی طرف ایک صاحب حزم اور خوبیوں والے بادشاہ کی طرح توجہ کی، اور آخر میں مامون سرحد کی طرف طرسوس کے مقام پر گیا، اور وہاں جاکر مرگیا، یہ ۲۱۸ھ کا واقعہ ہے، اسی کے متعلق ایک شاعر کہتا ہے۔

مارأینا النجومَ اغنت عن المامون — فی ظل ملکہ المحروس

ہم نے ستاروں کو بھی مامون کے ملک محروسہ میں اُس کے سایۂ الطاف سے مستغنی نہیں دیکھا۔

غادروہ بعرصتی طرسوس — مثلما غادروا اباہ بطوس

لوگ اس کو طرسوس کے دونوں میدانوں میں چھوڑ آئے، جس طرح کہ اُس کے باپ کو طوس میں چھوڑ آئے تھے

عہد مامون کی وزارت

مامون کے پہلے وزیر خاندانِ بنی سہل میں سے تھے، ان کی دولت (وزارت) زمانہ میں طرّۂ امتیاز اور دنیا کے لیے باعث زینت تھی اور دولتِ برامکہ کی ایک مختصر سی صورت، کیونکہ یہ خاندان برامکہ ہی کا ساختہ پرداختہ تھا، ان میں مامون کا پہلا وزیر فضل بن سہل تھا،

Marfat.com

فضل ذوالریاستین کی وزارت

فضل بن سہل کو ذوالریاستین کا لقب اس لیے دیا گیا تھا کہ وہ سیف وقلم دونوں کا مالک تھا، لوگوں کا کہنا ہے کہ فضل بن سہل فارس کے مجوسی بادشاہوں کی اولاد میں سے تھا، وہ پہلے یحییٰ بن خالد کا قہرمان (منتظم جائداد) تھا، اس کا باپ مجوسی تھا جو ہارون رشید کے زمانہ میں اسلام لایا، لوگ کہتے ہیں کہ جب فضل نے بچپن ہی میں مامون کی خوبیاں محسوس کیں اور اُس کے زائچہ کو بھی دیکھا، کیونکہ وہ علم نجوم سے بھی واقف تھا، نجوم نے اُسے بتایا کہ وہ (ایک روز) خلیفہ ہوگا فضل نے پھر مامون کا ساتھ نہ چھوڑا، وہ اس کی خدمت، اور اُس کے کاروبار کا انتظام کرتا رہا، یہاں تک کہ مامون خلیفہ ہوا اور اس نے اس کو اپنا وزیر بنایا۔

فضل سخی اور فیاض تھا، وہ سخاوت میں برامکہ کا مقابلہ کرتا تھا وہ سزا دینے میں سخت، آسانی سے مہربان ہونے والا، بُردبار، فصیح، شاہی آداب سے واقف چالبازیوں میں ماہر، جلد اندازہ لگانے والا اور (آمدنی کا) مال وصول کرنے والا تھا لوگوں نے اُسے امیر کے ساتھ وزیر کا بھی لقب دیا تھا۔

مسلم بن الولید شاعر وزارت سے پہلے فضل بن سہل کا مصاحب تھا، (ایک مرتبہ) اُس نے فضل بن سہل کو اپنا یہ کلام سُنایا،

وقائلٍ لیست لہ ھمۃٌ کلا ولکن لیس لی مال

بہت سے لوگ کہتے ہیں کہ وہ ہمت نہیں رکھتا، یہ بات صحیح نہیں (بلکہ واقعہ یہ ہے کہ) میرے پاس مال ہی نہیں ہے

لا جِدۃٌ ینھض عزمی بھا والناس سؤال و بخال

میرے پاس دولت نہیں جس سے میرا عزم بلند ہو۔ اور لوگ مانگنے والے بھی ہیں اور بخل کرنے والے بھی۔

فاصبر علی الدھر الی دولۃ یرفع فیھا حالک الحال

زمانے کی مصیبت پر اُس وقت تک صبر کرتا رہ جب تک کہ ایک ایسی دولت پیدا نہ ہو جس کے عہد میں اس کی حالت

Marfat.com

تیری حالت کو بلند کر دے ۔

جب فضل کی شان بلند ہوئی اور منصب وزارت پر فائز ہوا تو مسلم بن الولید اس کے پاس پہنچا فضل اس کو دیکھ کر بہت خوش ہوا اور کہنے لگا یہ وہی دولت ہے" جس کی حالت تیری حالت کو بلند کر دے گی"

پھر اُس کو تیس ہزار درہم دینے کا حکم دیا، اور اس کو جُرجان کی ڈاک کا منتظم مقرر کیا جہاں سے اس نے بڑی دولت کمائی، لوگ کہتے ہیں کہ شان بلند ہونے سے پہلے ہی ذوالریاستین کی ہمت بلند تھی، ایک روز کا واقعہ ہے کہ ہارون رشید کے عہد میں مامون کے ادب آموز معلم نے فضل سے کہا کہ" مامون کی رائے تمہارے متعلق بہت اچھی ہے، اور میں اس کو بعید نہیں سمجھتا کہ تم کو اس کی طرف سے دس لاکھ درہم مل جائیں،" فضل یہ سن کر بہت برافروختہ ہوا اور اُس سے کہنے لگا کہ تم مجھ سے کینہ رکھتے ہو، یا میں نے تمہارے ساتھ کوئی بُرائی کی ہے، معلم نے کہا نہیں، بخدا میں نے تو یہ صرف تمہاری محبت میں کہا ہے، فضل نے کہا تم کہتے ہو مجھے اس کی جانب سے دس لاکھ درہم ملیں گے، میں مامون کی صحبت میں اس لیے نہیں رہتا کہ اس سے کم یا زیادہ دولت حاصل کروں میں تو صرف اس لیے رہتا ہوں کہ (ایک دن) میری اس مُہر کا حکم مشرق اور مغرب میں نافذ ہو جائے، چنانچہ کچھ زیادہ عرصہ نہیں گزرا کہ اس کی امیدیں پوری ہو گئیں۔ اس کے بعد فضل اُس صورت سے قتل کیا گیا جس کی تفصیل اوپر گزر چکی ہے، یہ واقعہ ۲۰۲ھ کا ہے۔ ایک شاعر فضل کی تعریف میں کہتا ہے۔

لفضل بن سہل یدٌ　　　یقصر عنہا المثل

فضل بن سہل کا ایک ہاتھ ہے۔ کہ مثال (اس سے مشابہ ہونے سے) قاصر ہے۔

فباطنہا للندی　　　وظاہرہا للقبل

اُس کے ہاتھ کا اندرونی حصہ بخشش کے لیے مخصوص ہے، اور اوپر کا حصہ بوسوں کے لیے،

Marfat.com

وبتطامها للغنی وسطوتها للاجل

اس کا پھیلنا مالدار بنانے کے لیے ہے، اور اُس کا حملہ (دشمن کی) موت کے لیے ہے

فضل کے بھائی حسن بن سہل کی وزارت

فضل کے بعد اُس کے بھائی حسن بن سہل کو مامون نے وزیر بنایا، وہ اُس کی طرف مائل ہوا، اور اس کے بھائی کے قتل سے جو اُسے غم تھا اُس کی تلافی کی اور مامون نے اس کی بیٹی بوران کے ساتھ نکاح بھی کر لیا۔

ایک مرتبہ مامون اپنے اہل وعیال، مصاحبین، لشکر، اور اُمراء کے ساتھ مقام فم الصلح میں اُترا جو واسط میں ہے حسن بن سہل نے اُس کی مہمان نوازی کا بڑا اہتمام کیا اور لاتعداد مال و دولت داد و دہش میں صرف کی، اور بے شمار موتی نثار کیے، یہاں تک کہ اُس نے عنبر کے تربوز تیار کرائے اور ان میں ایک ایک پرچہ رکھ دیا، جس میں اپنی جائداد میں سے ایک ایک زمین کا قطعہ عنایت کرنے کے لیے لکھا تھا، پھر اُن تربوزوں کو بکھیر دیا، اور جس کے ہاتھ تربوز پڑا اُس نے اُسے کھولا اور اُس زمین پر قبضہ کر لیا جو اس میں لکھی تھی، (درحقیقت) یہ ایک بڑی شاندار دعوت تھی، جو اپنی شان اور کثرت میں حد سے متجاوز ہو چکی تھی، یہاں تک کہ مامون نے کہا کہ حسن نے اس میں فضول خرچی کی ہے، لوگ کہتے ہیں کہ حسن نے فم الصلح کے جشن پر ایک کروڑ درہم صرف کیے تھے، اُس نے مامون کے لیے ایک فرش بچھایا تھا جو سونے سے بُنا ہوا تھا، اُس پر اُس نے ایک ہزار موتی بکھیر دیئے جب مامون نے یہ منظر دیکھا تو کہا خدا ابونواس کا بُرا کرے، شاید اس نے ہماری اس مجلس کو دیکھ لیا تھا جس موقع پر اس نے یہ کہا ہے۔

کان صغری وکبری من فواقعها حصباء دُرٍّ علی ارض من الذهب

گویا (ساغر میں) شراب کے چھوٹے اور بڑے حباب سونے کی زمین پر موتیوں کے کنکر ہیں۔

لوگ کہتے ہیں کہ ایک شخص حسن بن سہل کے دروازے پر آیا وہ صلہ اور احسان چاہتا تھا، کچھ

Marfat.com

عرصے تک حسن نے اُس کی طرف توجہ نہیں اُس نے حسن کو لکھا،

المال والعقل مما یستعان بہ　　علی المقام بابواب السلاطین

دولت اور عقل ہی کے ذریعہ سے بادشاہوں کے دروازوں پر پڑے رہنے میں مدد لے جاتی ہے

وانت تعلم انی منهما عطل　　اذا تأملتنی یا ابن الدهاقین

اور تم جانتے ہو کہ میں ان دونوں سے محروم ہوں بشرطیکہ تم اے دہقانوں کے فرزند میرے حال پر غور کرو۔

اما تدلك اثوابی علی عدمی　　والوجه انی رئیس فی المجانین

کیا میرے کپڑے میری مفلسی پر دلالت نہیں کرتے، اور کیا میرا چہرہ اس امر کی دلیل نہیں کہ میں دیوانوں کا سردار ہوں۔

والله یعلم ما للملك من رجل　　سواك یصلح للدنیا وللدین

خدا جانتا ہے کہ ملک کے لیے سوائے تمہارے کوئی دوسرا شخص نہیں جو دین اور دنیا کی صلاحیت رکھے۔

حسن نے اُس شخص کو دس ہزار درہم دینے کا حکم دیا اور اُس کے رقعہ پر (جس میں اُس نے شعر لکھے تھے) یہ لکھ کر بھیجدیا۔

اعجلتنا فاتاك عاجل برنا　　قلا ولو انظرتنا لم یقلل

تم نے جلدی کی اس لیے ہمارا احسان جو کچھ موجود تھا تھوڑا تم کو مل گیا اور اگر تم ہم کو مہلت دیتے تو یہ احسان تھوڑا نہ ہوتا۔

فخذ القلیل وکن کانك لم تسل　　ونکون نحن کاننا لم نسئل

خیر اب تھوڑا ہی لیلو اور ایسے ہو جاؤ جیسے کہ تم نے سوال ہی نہیں کیا اور ہم ایسے ہوئے جاتے ہیں جیسا کہ ہم سے سوال ہی نہیں کیا گیا۔

مامون حسن بن سہل کی بڑی عزت کرتا تھا، اور اس کے ساتھ گفتگو کرنے کا اُس کو بڑا شوق تھا، جب وہ مامون کے پاس آتا تو مامون باتوں کا سلسلہ دراز کر دیتا تھا، اور جب جانا چاہتا تھا تو اسے روک دیتا تھا، (حسن اس سے تنگ آگیا) اور اُس کی

Marfat.com

حاضری کا وقت پابندی سے قائم نہیں رہا، ہر وقت کی حاضری اُس کے لیے دشوار ہو گئی، اور اب وہ مامون کے پاس حاضر ہونے میں دیر کرنے لگا، اور اپنی طرف سے اپنے کسی کاتب احمد بن ابی خالد یا احمد بن یوسف وغیرہ کو بھیجنے لگا، پھر حسن کو مالیخولیا ہو گیا، جس کا سبب بھائی کا صدمہ تھا، اُس نے علاج کی غرض سے اپنے گھر میں گوشہ نشینی اختیار کی اور لوگوں سے ملنا ترک کر دیا، لیکن پھر بھی اُس کا رتبہ لوگوں میں بلند رہا، اس کے بعد مامون نے احمد بن ابی خالد کو وزیر بنایا، احمد ہر وقت حسن کی خدمت میں جایا کرتا تھا، اور جب حسن مامون کے محل پر آتا تھا تو سب لوگوں سے زیادہ اُس کی قدر کی جاتی تھی۔

حسن بن سہل نے جب خانہ نشینی اختیار کی تو ایک شاعر نے اپنے کلام سے اُس کی ہجو کی۔

تولت دولة الحسن بن سهل ولم ابلل لهاتی من نداها

حسن بن سہل کی دولت (وزارت) نے پیٹھ پھیر دی۔ حالانکہ میں نے اپنا حلق اُس کی بخشش سے تر نہیں کیا تھا

فلا تجزع علی مافات منها وابکی الله عینیٌ من بکاها

اس دولت کے زوال پر صدمہ نہ کرو۔ خدا اُس شخص کی آنکھوں سے آنسو بہائے جو اس دولت پر روئے۔

حسن بن سہل نے ۲۸۶ھ میں متوکل کے زمانۂ خلافت میں انتقال کیا۔

احمد بن ابی خالد کی وزارت

احمد موالی میں سے تھا، وہ جلیل القدر، صاحبِ عقل، فنِ تحریر سے واقف، سخت مزاج، فصیح و بلیغ، دانا، اور معاملات میں بصیرت رکھنے والا تھا، مامون نے اس سے کہا کہ حسن بن سہل خانہ نشین ہو گیا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تم کو وزیر بناؤں احمد نے وزارت سے گریز کیا، اور کہا اے امیرالمومنین مجھے وزارت کے نام سے معاف فرمایا جائے، لیکن اُس کی ذمہ داریوں کا آپ مجھ سے ضرور مطالبہ کریں، اور عوام سے مجھے شرف امتیاز بخشتے ہوئے، ایسا مرتبہ عطا فرمائیں میرے دوست مجھ سے امید رکھیں اور دشمن خائف رہیں۔ (اور مجھے وزیر نہ بنایا جائے) اس لیے

Marfat.com

(بلند مراتب کی) انتہا تک پہنچنے میں آفتیں ہی ہیں، مامون نے اس کے جواب کو بہت پسند کیا، اور کہا کہ بغیر اس کے (کہ تم کو وزیر بنایا جائے) کوئی چارہ نہیں، پھر مامون نے اسے اپنا وزیر بنایا۔

مامون نے جب طاہر بن حسین کو خراسان کا والی مقرر کرنا چاہا تو اس کے متعلق احمد بن خالد سے مشورہ لیا، احمد نے طاہر کو والی مقرر کرنے کی تجویز پسند کی، مامون نے کہا مجھے خوف ہے کہ کہیں وہ باغی ہو کر اطاعت نہ چھوڑ دے، احمد نے کہا اس کی ذمہ داری مجھ پر ہے، مامون نے اُسے والی بنا دیا، کچھ عرصے کے بعد مامون کو طاہر کی بعض باتیں ناپسند ہوئیں، اور مامون نے اُس کو ایک خط لکھا جس میں اُس کو دھمکیاں دیں، طاہر نے مامون کو اِس کا نہایت سخت جواب دیا پھر تین جمعوں تک اُس کا نام خطبہ سے خارج کر دیا، جب مامون کو اس کی خبر ملی، تو اُس نے احمد بن خالد سے کہا کہ تمہیں نے طاہر کو والی مقرر کرنے کا مشورہ دیا تھا، اور اُس کے کردار کی ذمہ داری لی تھی، اور جو کچھ اُس نے کیا ہے وہ تم نے دیکھ لیا، کہ اُس نے خطبہ (میں میرا نام لینا) بند کر دیا ہے اور اطاعت چھوڑ دی ہے بخدا اگر تم حُسنِ تدبیر سے اس کی اصلاح نہ کرو گے، جیسا کہ تم نے اس کو بگاڑا ہے تو میں تمہاری گردن اُڑا دوں گا، احمد نے کہا اے امیر المومنین آپ خاطر جمع رکھیے، کچھ روز کے بعد ڈاک اُس کے ہلاک ہونے کی خبر آپ کے پاس لے کر آئے گی، پھر احمد بن ابی خالد نے طاہر کے پاس کچھ تحفے بھیجے جس میں زہر آلود رایتہ بھی تھا اور طاہر کو رایتہ بہت مرغوب تھا، چنانچہ اُس نے وہ کھایا اور اسی وقت مر گیا۔

بعض کہتے ہیں کہ جب احمد بن ابی خالد نے طاہر بن حسین کو خراسان کا والی مقرر کیا، تو اس کو پہلے ہی سے اُس کی طرف سے اندیشہ تھا۔ چنانچہ اس نے طاہر کو ایک غلام عنایت کیا اور اُس کو کچھ زہر دیا اور کہا کہ جب طاہر مامون کا خطبہ چھوڑ دے تو یہ زہر اس کے کسی ایسے کھانے میں ملا دینا جو اُسے مرغوب ہو، چنانچہ جب طاہر نے مامون کا

Marfat.com

خطبہ چھوڑ دیا تو خادم نے وہی زہر رانیہ میں ملا دیا اور طاہر اُسے کھاتے ہی مر گیا، کچھ روز بعد ڈاک کے ذریعہ سے اس کے مرنے کی خبر مامون کے پاس پہنچی، اس واقعہ نے (مامون کی نظر میں) احمد کی قدر اور زیادہ بلند کر دی، احمد کا انتقال اپنی موت سے ۲۱۰ھ میں ہوا۔

احمد بن یوسف بن قاسم کی وزارت

احمد بن یوسف موالی میں سے تھا، وہ انشا پرداز، فاضل ادیب، شاعر، ہوشیار، ضروریات سلطنت سے واقف اور آداب شاہی سے باخبر تھا، لوگ کہتے ہیں کہ جب احمد بن ابی صالح مر گیا تو مامون نے حسن بن سہل سے مشورہ لیا کہ وہ کس کو وزیر بنائے حسن نے احمد بن یوسف اور ابی عباد بن یحییٰ (میں سے کسی کو) وزیر بنانے کی رائے دی، اس نے کہا کہ یہ دونوں امیر المومنین کی طبیعت سے واقف ہیں مامون نے کہا ان دونوں میں سے میرے لیے ایک کا انتخاب بھی کر دو۔ حسن نے احمد بن یوسف کو منتخب کیا اور مامون نے وزارت اس کے سپرد کر دی۔

(ایک مرتبہ) مامون نے احمد بن یوسف سے ایک شخص کے متعلق مشورہ لیا۔ احمد نے اس شخص کے حالات بیان کرتے ہوئے اس کی خوبیوں کا بھی ذکر کیا، مامون نے کہا اے احمد اس کے متعلق بُری رائے رکھنے اور باہمی دشمنی رکھنے کے باوجود تو نے اس کی تعریف کی، احمد نے کہا میں آپ کے لیے ایسا ہوں جیسا کہ ایک شاعر کہتا ہے۔

کفا ثمنا بما اسدیتنا انی صدقتک فی الصدیق وفی عداوی

تو نے جو میرے ساتھ احسان کیا ہے تو اس کا بدلہ یہی کافی ہے کہ میں اپنے دوست اور دشمن دونوں کے معاملہ میں تجھ سے سچ بولوں۔

وانی حین تندبنی لامر یکون ھواک اغلب من ھوائی

جب تو مجھے کسی امر کے (انجام دینے کے) لیے پکارتا ہے تو تیری خواہش میری خواہش پر غالب ہوتی ہے۔

احمد بن یوسف کے بہت اچھے اشعار ہیں جن میں سے (دو شعر یہ ہیں)

قلبی یحبک یا منٰی قلبی ویبغض من یحبک

اے میرے دل کی آرزو میرا دل تجھ سے محبت کرتا ہے اور اُس شخص سے بغض رکھتا ہے جو تجھ سے محبت کرے۔

لا کون فرداً فی ھوا.... ک فلیت شعری کیف قلبک

تاکہ میں تیری محبت میں تنہا رہوں۔ کاش میں جانتا کہ تیرے دل کا کیا حال ہے۔

احمد نے نوروز کے دن مامون کے پاس ایک ہدیہ بھیجا جس کی قیمت دس لاکھ درہم تھی اور اس تحفے کے ساتھ یہ شعر بھی لکھ بھیجے :۔

علی العبد حق فھو لابد فاعلہ   وان عظم المولی وجلت فواضلہ

بندے پر ایک حق ہوتا ہے اور وہ اُسے ضرور ادا کرنا چاہیئے خواہ آقا بڑا ہو اور اس کے احسانات بھی بڑے ہوں

الم ترنا نھدی الی اللہ مالہ   وان کان عنہ ذا غنی فھو قابلہ

کیا تم نہیں دیکھتے کہ ہم خدا کا دیا ہوا مال اس کو ہدیہ کرتے ہیں اگرچہ خدا کو اس کی ضرورت نہیں لیکن پھر بھی وہ اُسے قبول کرتا ہے۔

مامون نے یہ دیکھ کر کہا آدمی عقلمند ہے، اور ہدیہ بھی اُس نے اچھا بھیجا ہے۔

احمد کی موت کا سبب یہ ہے کہ وہ ایک روز مامون کے پاس گیا، اُس وقت مامون بخور استعمال کر رہا تھا، مامون نے اپنے (کپڑوں) کے نیچے سے بخوردان نکالا اور کہا کہ اس کو احمد کے (کپڑوں کے) نیچے اس کی عزت افزائی کے لیے رکھو، اس کے دشمنوں نے مامون تک یہ خبر پہونچائی کہ وہ کہہ رہا تھا کہ بخور پر یہ بخل کیسا میرے لیے نئے بخور کا کیوں حکم نہیں دیا مامون یہ سُن کر بہت غضبناک ہوا، اور کہنے لگا کہ مجھے بخیل بناتا ہے حالانکہ اُس کو معلوم ہے کہ میرا روزانہ خرچ چھ ہزار دینار ہے، میں تو وہ بخور دے کر جو میرے کپڑوں کے نیچے تھا اُس کی عزت بڑھانا چاہتا تھا، پھر احمد ایک دوسری مرتبہ مامون کے پاس گیا جب وہ بخور استعمال کر رہا تھا، مامون نے (خفیہ طور پر اپنے آدمیوں سے) کہا کہ اس کے (کپڑوں کے) نیچے عود دان میں عنبر کے ٹکڑے ڈال دو اور اوپر ایک ایسی

Marfat.com

چیز ڈال دو جو دھواں نکلنا روک دے چنانچہ انھوں نے ایسا ہی کیا، احمد صبر کیے بیٹھا رہا یہاں تک کہ حالت اُس کے قابو سے باہر ہو گئی، اور اس نے چیخ ماری موت! موت! لوگوں نے چادر ہٹا کر دیکھا تو وہ بیہوش پڑا تھا، پھر جب اس کو ہوش آیا تو وہ اپنے گھر چلا گیا، اور کئی مہینے تک ضیق النفس کے مرض میں مبتلا رہ کر اپنی بیماری میں مر گیا، بعض کہتے ہیں کہ اُس سے غصّہ کی حالت میں کوئی غلطی ہو گئی تھی جس کے غم میں وہ گھٹ کر مر گیا، مامون نے اُس کو اس کی وجہ سے اپنے سے دور کر دیا تھا۔

ابو عباد ثابت بن یحییٰ بن یسار رازی کی وزارت

ابو عباد انشا پرداز اور علم حساب میں ماہر تھا، لیکن خفیف الحرکات غیر مستقل مزاج اور احمق بھی تھا، کہتے ہیں کہ جب مامون اُسے آتے ہوئے دیکھتا تو دعبل کا یہ شعر پڑھنے لگتا تھا۔

وکانہ من دیر ھرقل مفلت حرب یجر سلاسل الاقیاد

اور گویا وہ ہرقل کے راہب خانہ سے چھوٹا ہوا ہے، غصّہ میں بھرا ہوا قید کی زنجیریں گھسیٹ رہا ہے

مامون سے کسی نے کہا کہ دعبل شاعر نے آپ کی ہجو کی ہے اس نے کہا کہ جو شخص ابو عباد کی ہجو کی جراءت کرتا ہے وہ میری ہجو کیوں نہ کرے گا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص ابو عباد کے حُمق، جنون، اور تیزی مزاج کے باوجود (اس کا خوف نہ کرتے ہوئے) اُس کی ہجو کی جراءت کرے تو وہ میرے تحمل اور درگزر کی عادت کو جانتے ہوئے میری ہجو کی جراءت کیوں نہ کرے گا۔

ابو عباد بڑا تیز مزاج اور سریع الغضب آدمی تھا، کبھی وہ کسی پر ناراض ہوتا، (اور اتفاق سے) وہ اُس کے سامنے ہوتا تو وہ دوات پھینک کر اُسے مار دیتا، یا فحش گالیاں دیتا، ایک مرتبہ غالبی شاعر اُس کے پاس آیا اور اُس نے یہ اشعار پڑھے۔

لما انخنا بالوزیر رکابنا مستعصمین بجودہ اعطانا

Marfat.com

جب ہم وزیر کے پاس آکر اپنی سواری کے اونٹ بٹھاتے ہیں، اُس کی بخشش کی پناہ لیتے ہوئے تو وہ ہم کو بخشش دیتا ہے۔

ثبتت رحا ملك الامام بثابت ۔۔۔ وافاض فينا العدل والاحسانا

ابو عباد ثابت کی بدولت خلیفہ کا دور سلطنت ثابت (و برقرار) ہوگیا اور (ابو عباد) نے ہمارے درمیان عدل و احسان کا (چشمۂ فیض) بہایا۔

يقرى الضيوف طلاقة وسماحة ۔۔۔ والناكثين مهندا وسنانا

وہ خندہ پیشانی اور سخاوت سے مہمانوں کی مہمان نوازی کرتا ہے، اور عہد شکن لوگوں کی مہمانی تلوار اور نیزوں سے کرتا ہے۔

من لم يزل للناس غيثا ممرعا ۔۔۔ متخرقا فی جوده معوانا

وہ لوگوں کے لیے ہمیشہ سرسبز کرنے والی بارش (کرم) رہا ہے، بہت زیادہ سخاوت کرنے والا اور (مخلوق) کا بہت زیادہ مددگار۔

جب غالبی پڑھتے پڑھتے لفظ "جودہ" تک پہنچا تو رُک گیا اور آگے کا لفظ اس کے منہ سے نہ نکل سکا اور وہ بار بار فی جودہ فی جودہ کہنے لگا یہاں تک ابو عبادہ سنتے سنتے تنگ آگیا اور اُس پر غصہ سوار ہوا اور کہنے لگا، اے شیخ "قرنانا" یا "صفعانا" کہہ کر ہمارا پیچھا چھوڑ دے، یہ سُن کر تمام حاضرینِ مجلس ہنس دیئے اور اُس کا غصہ بھی جاتا رہا، اور وہ خود بھی لوگوں کے ساتھ ہنس دیا، اور غالبی نے اپنا قافیہ "معوانا" کے لفظ سے پورا کیا، پھر ابو عباد نے اُس کے ساتھ احسان کیا۔

ابو عبد اللہ محمد بن یزداد بن سوید کی وزارت

یہ مامون کا آخری وزیر تھا اس کا خاندان خراسان سے آیا تھا، یہ لوگ مجوسی تھے، پھر اسلام لائے اور خلفا کے دربار میں پہنچ گئے، اُن میں سب سے پہلے سوید اسلام لایا تھا وہ ابھی بچہ ہی تھا کہ اس کا باپ مر گیا، اس کی ماں نے اس کو ایک عجمی کاتب کے سپرد کر دیا، سوید قابلِ تعریف

Marfat.com

طریقے پر کامیابی سے بڑھتا گیا اور اہلِ فارس کے بہت سے فنون و آداب اُس نے حاصل کیے، پھر وہ مرو کے دیوان میں پابندی سے جانے لگا، ایک مرتبہ جبکہ بارش ہو رہی تھی، صاحبِ دیوان (دفتر کا افسر) دفتر میں آیا، لیکن تمام کاتب (منشی) اور ماتحت افسر حاضر نہیں ہوئے، (اس وقت) محمد کا دادا سوید موجود تھا، اتفاقاً صاحبِ دیوان کو کسی حسابی عمل کرنے کی ضرورت پیش آئی، چونکہ اُس کے پاس دفتر میں کوئی منشی موجود نہ تھا، اس لیے اُس نے خود حساب لگانا شروع کیا، کچھ حصہ اُس نے لکھا پھر اس پر نیند غالب آگئی، اتنے میں اُس نے جو نظر ڈالی تو سوید کو دیکھا، اُس نے وہ حساب کا کاغذ اُس کے سپرد کر دیا، اور کہا کہ جب تک میں بیدار رہوں اس کی حفاظت کرتے رہنا پھر وہ سو گیا، سوید نے اُن حسابی کاغذات کی ورق گردانی کی پھر اُس کام کو ختم کر کے اُس کی نہایت خوشخط اور بالکل صحیح نقل کی، صاحبِ دیوان بیدار ہوا اور اُس نے وہ حساب طلب کیا سوید نے اُسے پیش کر دیا اُس نے اس کو پوری طرح قاعدے کے مطابق اور بہترین طریقے پر مکمل پایا، اُس نے پوچھا لڑکے یہ حساب کس نے لگایا ہے، سوید نے کہا میں نے، اس نے سوال کیا، کیا تم لکھنا بھی اچھی طرح جانتے ہو، سوید نے کہا جی ہاں پھر صاحبِ دیوان نے اُس کو اپنے اجلاس پر حاضر رہنے کا حکم دیا جہاں اُس کا حساب اور خاص کاموں کے کاغذات رکھے جاتے تھے اور وہ چیزیں تھیں جن کی حفاظت ضروری ہے، صاحبِ دیوان نے اُس کی تنخواہ بھی مقرر کر دی اور وہ مختلف خدمات میں منتقل ہوتا چلا گیا، یہاں تک کہ اُس نے بڑی دولت کمائی اور اس کی قدر و منزلت بلند ہوئی۔

اس کے بعد اُس کے پوتے محمد نے تعلیم و تربیت پائی، اور ہر چیز میں اُس نے کمال حاصل کیا، اور آخر میں مامون نے اُسے اپنا وزیر بنا کر تمام امور سلطنت اُس کے سپرد کر دیئے محمد ایک فصیح شاعر بھی تھا، اس کے بعض اشعار یہ ہیں۔

لقد فتنت بمقلتها فتون   وخانت فی الھوی من لا یخون

Marfat.com

لیک فتنہ گر نے اپنی آنکھوں سے فتنہ میں مبتلا کر دیا ہے۔ اُس نے محبت میں اُس شخص سے بے وفائی کی جو اُس سے بے وفائی نہیں کرتا،

وتزعم اننی اھوی سواھا　　وکیف وما تخطتھا العیون

وہ غلط خیال کرتی ہے کہ میں اُس کے سوا کسی اور سے محبت کرتا ہوں

ویامن یدعی انی خوءن　　وھذا فی ھواھا لایکون

اے وہ عورت جو خیال کرتی ہے کہ میں بے وفا ہوں، حالانکہ اُس محبت میں (مجھ سے) ایسا نہیں ہو سکتا۔

خذی عھدی علی عینی وطرفی　　وحسبك ضامنا انی امین

میری آنکھ اور میری نگاہ کی شرط لگاتے ہوئے مجھ سے عہد لے۔ اور میرا امین ہونا تیرے ضامن ہونے کے لیے کافی ہے۔

مامون کے انتقال کے وقت تک محمد اُس کا وزیر تھا، اب مامون اور اس کے وزیر دو کا زمانہ ختم ہوا۔

(۸) معتصم باللہ

مامون کے بعد اس کا بھائی معتصم ابو اسحاق محمد فرماں روا ہوا، مامون کے وفات کے دن ہی معتصم سے بیعت ہوئی، سال بیعت کا ذکر پہلے گزر چکا ہے، معتصم پختہ رائے رکھنے والا اور ایک طاقتور انسان تھا، وہ ایک ہزار رطل وزن اٹھا کر کئی قدم چل سکتا تھا، اُس کی بہادری کی بھی تعریف کی گئی ہے، معتصم کو ثمن (آٹھ گوشہ والا) کہتے ہیں اور اس لقب کی گیارہ وجہیں بیان کی گئی ہیں، (اور وہ یہ ہیں)

۱۔ وہ حضرت عباسؓ کی اولاد میں آٹھویں[۱] نسل ہے۔

۲۔ آٹھواں[۲] خلیفہ ہے۔

۳۔ جس وقت وہ خلیفہ ہوا اس کی عمر اٹھارہ[۳] سال کی تھی۔

Marfat.com

۴۔ اُس کی خلافت آٹھ سال اور آٹھ مہینے رہی۔

۵۔ مرتے وقت اس کی عمر اڑتالیس سال کی تھی۔

۶۔ اُس کی ولادت شعبان کے مہینے میں ہوئی جو آٹھواں مہینہ ہے۔

۷۔ اُس نے آٹھ لڑکے اور آٹھ لڑکیاں چھوڑیں۔

۸۔ اُس نے آٹھ لڑائیاں لڑیں۔

۹۔ وہ آٹھ کروڑ درہم چھوڑ کر مرا۔

معتصم کا زمانہ فتوحات اور لڑائیوں کا زمانہ ہے، اُسی نے عموریہ فتح کیا جس کا تفصیلی حال یہ ہے۔

معتصم کا عموریہ پر جنگ کرنے کا سبب یہ ہے کہ بادشاہ روم مسلمانوں کے ملک میں گھس آیا تھا، اور اُن کے ایک قلعہ کو جس کا نام زبطرہ تھا اُس نے لوٹ لیا تھا، اور وہاں جو آدمی تھے اُن کو قتل کر ڈالا تھا، اور بچوں اور عورتوں کو قیدی بنا کر لے گیا تھا، کہا جاتا ہے کہ قیدیوں میں ایک ہاشمیہ عورت بھی تھی، لوگوں نے اُسے یہ کہتے ہوئے سنا "وامعتصماہ" (دہائی ہے معتصم کی)

بادشاہِ روم نے مسلمانوں کے ساتھ جو کچھ (ظلم) کیا تھا اُس کی خبر معتصم کو پہنچی اُس نے اس واقعہ کو بہت اہم سمجھا اور وہ بہت رنجیدہ ہوا، وہ الفاظ بھی اس تک پہونچے جو ہاشمی عورت نے کہے تھے، یہ سُن کر معتصم جو اُس وقت مجلسِ طرب میں بیٹھا ہوا تھا، بولا لبیک! لبیک!! (میں حاضر ہوں، میں حاضر ہوں) اُس نے اُسی وقت اپنے محل میں کھڑے ہو کر پکارا۔ الرحیل الرحیل (کوچ! کوچ!!) پھر وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہوا، اور اُس نے اپنے پیچھے فتراک سے کچھ لوہے کی بیڑیاں اور زنجیریں باندھیں اور ایک خرجین باندھ کر اُس میں اپنا توشہ سفر رکھا، پھر وہ باہر نکلا اور لشکر کو باہر نکلنے کا حکم دیا، اور اُس نے ایسی تیاری کی کہ اس سے پہلے کوئی خلیفہ اس طرح تیار نہیں ہوا تھا، جب اُس کی

Marfat.com

فوجیں جمع ہوگئیں اور اُس نے اُن کی تیاری سے فارغ ہوکر کوچ کرنے کا ارادہ کیا تو قاضیوں اور گواہوں کو بلایا اور اُن کو اس امر پر شاہد بنایا کہ وہ اپنی جائداد اور دولت تین حصوں میں تقسیم کرتا ہے ایک تہائی خدا کی راہ میں، اور ایک تہائی اپنی اولاد اور رشتہ داروں کے لیے اور ایک تہائی آزاد کردہ غلاموں کے لیے، اس کے بعد وہ روانہ ہوا، (راستہ میں) ایک رومی پر اُس نے قابو پا لیا، اور اُس سے دریافت کیا کہ رومیوں کا سب سے مضبوط، بڑا، اور زیادہ محبوب شہر کونسا ہے رومی نے کہا کہ عموریہ اُن کا خاص شہر ہے، معتصم اُس کی طرف روانہ ہوا اور اُس نے اپنا لشکر جمع کرکے اس کا محاصرہ کیا، پھر اُس کو فتح کرکے اُس میں داخل ہوا، عموریہ میں اور روم کے دوسرے مقامات میں اُس نے بہت سے آدمی قتل کیے، غلام بنائے اور قید کر لیے، اُس نے یہاں تک زیادتی کی کہ عموریہ کو منہدم کرکے اُس کے آثار تک مٹا دیئے اور اُس کا ایک دروازہ جو لوہے کا بنا ہوا تھا اُس کو اپنے ساتھ بغداد لے آیا، جو اب تک دارالخلافہ کے ایک دروازے پر موجود ہے جس کو باب عامہ کہتے ہیں، اس مہم میں ابو تمام طائی (شاعر) بھی معتصم کے ساتھ تھا، جس نے اپنے قصیدہ بائیہ میں معتصم کی تعریف کی ہے، قصیدے کا مطلع یہ ہے :۔

السیف اصدق انباء من الکتب　　فی حدہ الحد بین الجد واللعب

تلوار خبروں (کی صحت) میں خطوط سے زیادہ سچی ہے۔ اُس کی دھار میں کھیل اور سنجیدگی کے درمیان حد فاصل پائی جاتی ہے۔

اسی قصیدے میں ابو تمام معتصم کو خطاب کرکے کہتا ہے،

خلیفۃ اللہ جازی اللہ سعیک عن　　جرثومۃ الدین والاسلام والحسب

اے اللہ کے خلیفہ اللہ تجھے تیری اس کوشش کا بدلہ دے جو تو نے اصل دین، اسلام، اور شرافت کی حمایت میں کی ہے۔

Marfat.com

بَصُرت بالراحة الکبری فلم ترها　　تُنالُ الا علی جسرٍ من التعب

تو نے امن عام کے متعلق معلوم کیا تو تو نے نہیں دیکھا کہ وہ محنت اور مشقت کے پل پر سوار ہوئے بغیر حاصل ہو سکے۔

اِس قصیدے کے بعض اشعار میں وہ لڑائی کے متعلق معتصم کی زیادتی اور رومیوں کے استیصال کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

لم تطلع الشمس منهم یوم ذاك علی　　بانٍ باهلٍ ولم تغرب علی عزب

اُس روز اُن میں سے بیوی کے پاس جانے والے کسی (رومی) پر آفتاب طلوع نہیں ہوا اور نہ کسی بن بیاہے پر غروب ہوا (یعنی سب تباہ ہو گئے)

اس قصیدے کے منجملہ بعض اشعار یہ ہیں جو اِس امر پر دلالت کرتے ہیں کہ رومیوں سے عربوں کا کینہ کس درجہ شدید تھا۔

ماربع میّة معموراً یطیف به　　غیلان ابهی رُبًا من ربعك الخَرِب

میّہ کا مکان جبکہ وہ آباد تھا اور غیلان جس کا چکر لگاتا تھا تیرے ویران مکان سے زیادہ بارونق ٹیلوں والا نہیں تھا۔

ولا الخدود وان اُدمین من خجلٍ　　اشهی الی ناظری من خدك الترب

اور وہ رخسار جو شرمندگی کی وجہ سے سُرخ ہو رہے ہوں میری آنکھوں میں تیرے خاک آلود رخسار سے زیادہ مرغوب نہیں۔

عموریہ کا واقعہ ۲۲۳ھ میں ہوا۔

شہر سامرا بنانے کا سبب اور اس کے متعلقہ حالات

معتصم نے شہر "سرمن رآی" بنایا۔ منصور سے لے کر (معتصم تک) بغداد دارالسلطنت رہا، اور وہیں سریرِ خلافت قائم تھا، البتہ ہارون رشید مقام رقہ کو جو شام میں ہے پسند کرتا تھا، اور وہاں قیام کیا کرتا تھا، لیکن اس کے باوجود رقہ ایک سیرگاہ کی حیثیت رکھتا تھا، ہارون رشید کے محلات، خزانے، اس کی عورتیں، اور اولاد قصرِ خلد میں جو بغداد میں تھا، رہتے تھے، ہارون رشید کے بعد جو دوسرے لوگ والیٔ خلافت ہوئے انھوں نے بھی بغداد کو اپنا دارالخلافہ

رکھا، جب معتصم کا زمانہ آیا، تو بغداد میں جو لشکر موجود تھا اُس سے معتصم کو خوف پیدا ہوا اور اُس نے اُن پر اعتماد نہیں کیا، اُس نے کہا میرے لیے ایک ایسی جگہ تلاش کرو۔ جہاں میں چلا جاؤں اور وہاں ایک شہر باؤں اور (اپنا) لشکر وہاں رکھوں، اگر بغداد کے لشکر کا کوئی واقعہ مجھے شک میں ڈالے تو میں اُن سے (علیحدہ) اونچی زمین پر رہوں گا اور میں پانی اور خشکی دونوں راستوں سے ان پر حملہ کر سکوں گا، چنانچہ اُس نے سامرا کو منتخب کیا اس کی تعمیر کی، اور وہاں منتقل ہو گیا۔

کہتے ہیں کہ معتصم نے بہت زیادہ غلام رکھ چھوڑے تھے، یہاں تک کہ بغداد کا شہر اُن پر تنگ ہو گیا تھا اور لوگوں کو ان سے بڑی ایذا پہونچتی تھی وہ کثرت کی وجہ سے لوگوں کے گھروں میں گھسے ہوئے تھے، انھیں تنگ کرتے اور عورتوں کو چھیڑتے تھے، اور اس کے نتیجہ میں تقریبًا ہر روز (رعایا کے) کچھ لوگ مارے جاتے تھے، ایک روز معتصم سوار ہو کر نکلا، راستہ میں اس کو ایک بوڑھا ملا، اُس نے کہا اے ابو اسحاق! یہ اُس نے کہا ہی تھا کہ فوج والوں نے اُسے مارنے کا ارادہ کیا، معتصم نے اُن کو منع کیا اور پوچھا، اے شیخ تجھے کیا ہوا اُس نے کہا خدا تجھے ہمسائیگی کا نیک بدلہ نہ دے، تو مدت سے ہمارا ہمسایہ رہا لیکن ہم نے تجھے بدترین ہمسایہ پایا تو اپنے اِن عجمی کفار غلاموں کو لے آیا اور تو نے ان کو ہمارے درمیان بسایا ان کی وجہ سے تو نے ہمارے بچوں کو یتیم اور عورتوں کو بیوہ کر دیا۔ بخدا ہم سحر کے تیروں سے تیرا مقابلہ کریں گے، (یعنی سحر کے وقت) بد دعائیں کر کے، معتصم یہ سب کچھ سن رہا تھا پھر وہ اپنے گھر میں داخل ہو گیا اور پھر اُس دن کی طرح سوار نظر نہ آیا مگر اُس وقت جبکہ وہ سوار ہو کر (نکلا) اور لوگوں کو اس نے عید کی نماز پڑھائی۔ پھر اُس جگہ (جہاں سامرا دبسایا جانے والا تھا) روانہ ہوا اور اُسے تعمیر کیا، یہ واقعہ ۲۲۱ھ کا ہے،

جب معتصم مرض الموت میں مبتلا تھا تو وہ ایک کشتی میں سوار ہوا اور زنام بانسری بجانے والا بھی جو اُس وقت میں یکتا تھا اُس کے ساتھ تھا، دریائے دجلہ کے کنارے

Marfat.com

معتصم کے جو باغ اور محل بنے ہوئے تھے اُن پر اُس کا گزر ہو رہا تھا، معتصم نے زنام سے کہا بانسری بجاؤ۔

یا منزلاً لم تبل اطلالہٗ — اے منزل جس کے آثار ابھی تک پرانے نہیں ہوئے

حاشا لاطلالك ان تبلی — اور خدا نہ کرے کہ تیرے آثار پرانے ہوں، میں

لم ابك اطلالك لکننی — تیرے آثار (دیکھ کر) نہیں روتا بلکہ میں اپنی

بکیت عیشا فیك اذولّٰی — اُس زندگی پر روتا ہوں جبکہ وہ گزر چکی، زندگی

والعیش احلی ما بکاہ الفتی — سب سے زیادہ شیریں چیز ہے جس پر جوان روتا ہے

لابد للمحزون ان یسلی — (لیکن پھر بھی) غم رسیدہ کو صبر آہی جاتا ہے۔

جب معتصم کی نزع کا وقت آیا تو کہنے لگا تمام حیلے جاتے رہے اور (اب) کوئی حیلہ نہیں۔ پھر معتصم کا انتقال ہوگیا اور یہ ۲۲۷ھ کا واقعہ ہے۔

زمانۂ معتصم کی وزارت اور اس کی تفصیل

معتصم کا سب سے پہلا وزیر فضل بن مروان تھا جو خلافت سے پہلے اُس کا "کاتب" (سکریٹری) تھا، یہ ایک اُمّی شخص بردان کے گاؤں کا تھا جس کے پاس نہ علم تھا اور نہ واقف کاری، اُس کے اخلاق ناپسندیدہ تھے اور وہ (امورِ سلطنت سے) بے خبر تھا، اس کے زمانے کا ایک شاعر اُس کے متعلق کہتا ہے،

تفرعنت یا فضل بن مروان فاعتبر — فقبلك کان الفضل والفضل والفضل

اے فضل بن مروان تو فرعون بن گیا ہے تو عبرت حاصل کر تجھ سے پہلے فضل، فضل اور فضل گزر چکے ہیں۔

ثلثۃ املاك مضوا لسبیلھم — اباد ھم التقیید والاسر والقتل

تینوں صاحبِ ملک اپنے اپنے راستے چل بسے، قید، گرفتاری اور قتل نے اُن کو ہلاک کر دیا۔

تینوں سے مراد فضل بن یحییٰ بن خالد، فضل بن سہل اور فضل بن ربیع ہیں، فضل بن مروان کو معتصم کے مزاج میں بڑا رسوخ حاصل ہوگیا تھا، معتصم کے نزدیک جو

Marfat.com

اُس کی قدر و منزلت تھی لوگ اُس پر حسد کرنے لگے تھے، پھر معتصم نے اُس پر مصیبت ڈالی اور اس کی تمام جائداد ضبط کرلی، لیکن اس کی ذات (کو نقصان پہنچانے) سے باز رہا، فضل ایک عرصہ تک مختلف خدمات میں منتقل ہوتا رہا یہاں تک کہ وہ خلیفہ مستعین کے زمانے میں مرگیا۔

احمد بن عمار بن سادی کی وزارت

پھر احمد بن عمار معتصم کا وزیر ہوا، یہ ایک مالدار شخص تھا، اور شہر فدار کا باشندہ تھا، پھر وہ بصرے میں منتقل ہوگیا اور وہاں اُس نے بہت سی جائداد خریدی، اور اس کی دولت بڑھ گئی، یہ شخص پن چکی چلانے والا تھا، اس کے بعد وہ بغداد گیا اور وہاں اس کی (کاروباری) حالت بڑھ گئی، لوگ کہتے ہیں کہ وہ روزانہ ایک سو دینار خیرات کے لیے نکالا کرتا تھا۔

فضل بن مروان نے معتصم سے اُس کی امانت داری کا تذکرہ کیا تھا، جب فضل پر مصیبت آئی، تو سوائے احمد بن عمار کے کسی پر معتصم کی نظر نہیں پڑی، اور اس نے اس کو اپنا وزیر بنالیا، احمد بن عمار آداب وزارت سے واقف نہ تھا، اس کے زمانے کا ایک شاعر اُس کے متعلق کہتا ہے:۔

سبحان ربي الخالق الباري   صرت وزيرا يا ابن عمار

پاک ہے میرا پروردگار پیدا کرنے والا (بڑا تعجب ہے) اے ابن عمار تو وزیر بن گیا۔

وكنت طحانا على بغلة   بغير دكان ولا دار

تو خچر پر سوار ہونے والا ایک پن چکی والا تھا۔ نہ تیری دوکان تھی اور نہ مکان۔

كفرت بالمقدار ان لم تكن   قد جزت في ذا كل مقدار

اگر تو (اپنی وزارت کے معاملہ میں) ہر ایک حد اور اندازے سے گزر نہ جاتا تو میں تقدیر کا منکر ہوجاتا

احمد بن عمار ایک عرصے تک معتصم کی وزارت پر قائم رہا یہاں تک کہ (کسی مقام سے) ایک عامل کا خط آیا جس میں اُس علاقہ کی شادابی اور "کلاء" یعنی گھاس کی

Marfat.com

کثرت کا ذکر تھا، معتصم نے احمد بن عمار سے لفظ کلار کے معنی پوچھے، احمد نہ سمجھ سکا کہ وہ کیا کہتا ہے، پھر اُس نے محمد بن عبد الملک الزیات کو طلب کیا جو اس کے خاص لوگوں میں، اور متوسلین میں تھا معتصم نے اُس سے کلار کے معنی دریافت کیے اُس نے کہا "گھاس" جو پہلے اُگتی ہے اسکو بقل کہتے ہیں جب کچھ بڑھ جاتی ہے تو کلار کہلاتی ہے اور جب سوکھ جاتی ہے تو اُس کا نام حشیش ہے معتصم نے احمد بن عمار سے کہا تعجب ہے تم تو دفتروں میں ہو، اور یہ تو میرے سامنے صرف کاغذات پیش کرتا ہے (اور تم کو کلار کے معنی معلوم نہیں) پھر اُس نے محمد بن عبد الملک کو وزیر بنایا، اور ابن عمار کو خوبصورتی سے رخصت کردیا۔

محمد بن عبد الملک زیات کی وزارت

محمد کا باپ مامون کے عہد میں ایک مالدار تاجر تھا محمد جوان ہوا، اُس نے تربیت حاصل کی، پڑھنا سیکھا، اور سمجھ پیدا کی چونکہ وہ فطرۃً ذہین تھا اس لیے اُس نے ہر چیز میں کمال حاصل کیا یہاں تک کہ عقل، ہوشیاری، ذکاوت، انشا پردازی، شعر گوئی، علم، آداب سلطنت اور شاہی ضوابط کی واقفیت میں اپنے زمانہ کا عدیم المثال شخص بن گیا، جب معتصم کا زمانہ آیا تو اُس نے اس کو اپنا وزیر مقرر کیا، جس کی تفصیل اوپر گزر چکی ہے محمد نے وزارت کی ذمہ داریاں اِس بہتر طریقے پر انجام دیں کہ اُس سے پہلے اُس جیسے وزیر کبھی انجام نہ دے سکے تھے، وہ ظالم، مغرور، بداخلاق سنگدل اور سخت مزاج تھا اور اسی وجہ سے لوگ اُسے نفرت کی نگاہ سے دیکھتے تھے، جب معتصم کا انتقال ہوا تو وہ منصب وزارت پر قائم تھا، معتصم نے اپنے بیٹے واثق کو کچھ مال دینے کا حکم دیا تھا، اور اُس کی ادائی محمد بن زیات کے ذمہ کردی تھی، محمد نے اُسے مال نہیں دیا اور معتصم کو بھی مشورہ دیا کہ اُسے کچھ نہ دے، معتصم نے اُس کا مشورہ مان لیا۔ اور جو حکم اُس نے واثق کے لیے دیا تھا اُس کو منسوخ کردیا، واثق نے (بطور حلف نامہ کے) ایک تحریر لکھی جس میں حج، غلاموں کی آزادی اور صدقہ کرنے کی قسم کھائی،

Marfat.com

کہ اگر وہ والیٔ خلافت ہوا تو ابن زیات کو بُری طرح قتل کرے گا، جب معتصم مرگیا اور واثق سریر آرائے خلافت ہوا تو ابن زیات کا وہ واقعہ اس کو یاد آیا اور اُس نے اُسے جلد سزا دینا چاہی لیکن اُسے اندیشہ ہوا کہ اُس جیسا (قابل آدمی) دوسرا نہیں ملے گا، اس نے حاجب کو حکم دیا کہ دس کاتبوں کو میرے پاس لاؤ، جب وہ آگئے تو واثق نے اُن کا امتحان لیا۔ لیکن اُن میں سے ایک بھی اُس کے پسند نہ آیا، پھر اُس نے حاجب سے کہا اچھا اب محمد بن زیات کو لاؤ جس کا ملک محتاج ہے۔ اس نے محمد بن زیات کو حاضر کیا، جو خوف کی حالت میں اُس کے سامنے کھڑا تھا، پھر اُس نے ایک خادم سے کہا فلاں خط لے آؤ، خادم وہ خط لے آیا، جس میں واثق نے حلف اُٹھایا تھا کہ وہ ابن زیات کو ضرور قتل کر دے گا، واثق نے وہ خط ابن زیات کو دے کر کہا اس کو پڑھو، جب اُس نے خط پڑھ لیا، تو کہا اے امیر المومنین میں ادنیٰ غلام ہوں اگر آپ مجھے سزا دیں تو آپ حاکم ہیں اور اگر آپ اپنی قسم کا کفارہ دیں، اور اِس غلام کو زندہ رہنے دیں تو یہ آپ کی شان کے زیادہ لائق ہے، واثق نے کہا میں تم کو صرف اِس لیے چھوڑتا ہوں کہ ملک تم جیسے شخص سے خالی ہو جائے گا، اب میں اپنی قسم کا کفارہ دیئے دیتا ہوں اس لیے کہ مال کا بدل تو مجھے مل جائے گا لیکن تمہاری مثل آدمی کا بدل نہیں ملے گا، پھر واثق نے اپنی قسم کا کفارہ دیا اور اُس کو اپنا وزیر بنایا، اُس کو (اور لوگوں سے درجہ میں) آگے رکھا اور امورِ سلطنت اُس کے سپرد کر دیئے۔

ابن زیات ایک باکمال شاعر بھی تھا، یہ اُس کے چند شعر ہیں جس میں وہ معتصم کا مرثیہ کہتا ہے اور واثق کی تعریف کرتا ہے۔

قد قلت اذ غیبوک واصطفقت علیک ایدٍ بالماء والطین

جب تجھے (زمین کے اندر) چھپا دیا اور پانی اور مٹی بھرے ہاتھ تجھ پر جھاڑے گئے تو میں نے کہا۔

Marfat.com

اذھب فنعم المعین انت علی   الدنیا ونعم المعین للدین

(خدا کی جوارِ رحمت میں) چلا جا تو دنیا کا بہترین مددگار تھا، اور دین کا بھی بہترین معاون تھا

لا یجبر اللہ امۃ فقدت   مثلک الا بمثل ھارون

خدا کسی ایسی قوم کے نقصان کی تلافی جو تجھ جیسے کو کھو دے ہارون جیسے شخص ہی سے کرتا ہے۔

محمد بن زیات واثق کے پورے زمانۂ خلافت تک وزیر رہا واثق نے مرتے دم تک کسی دوسرے کو وزیر نہیں بنایا، جب اُس کا بھائی متوکل والیٔ خلافت ہوا تو اس نے اُس کو گرفتار کر کے مار ڈالا، بعض کہتے ہیں کہ ابن زیات نے لوہے کا ایک تنور بنایا تھا، جس کی میخیں اندر کی جانب تھیں تاکہ جس کو چاہے اُس کے اندر ڈال کر سزا دے لیکن وہی پہلا شخص تھا جو اس میں ڈالا گیا، اور اُس سے کہا گیا، اب اُس سزا کا مزہ چکھو جو تم لوگوں کو چکھایا کرتے تھے، معتصم اور اُس کے وزیروں کا زمانہ ختم ہوا۔

(۹) الواثق باللہ

معتصم کے بعد اُس کا بیٹا ہارون الواثق فرماں روا ہوا، ۲۲۷ھ میں اُس سے بیعت ہوئی۔ یہ دولت عباسیہ کے بہترین خلفا میں تھا، لائق ہوشیار، دانا، زیرک، فصیح، اور شاعر تھا، وہ اپنی حرکات و سکنات میں مامون سے مشابہ تھا، جب وہ مالکِ خلافت ہوا تو اُس نے اپنے بنی عم (چچا کے خاندان) بنی طالب کے ساتھ احسان کیا اور ان کے ساتھ نیکی سے پیش آیا۔ اُس کے زمانے میں بڑی فتوحات اور قابلِ ذکر مشہور واقعات رونما نہیں ہوئے۔ واثق نے ۲۳۳ھ میں انتقال کیا۔

عہدِ واثق کی وزارت

واثق نے اپنے باپ کے وزیر محمد بن عبدالملک زیات کے علاوہ کسی کو وزیر نہیں بنایا، محمد کا تھوڑا سا حال پہلے گزر چکا ہے واثق کے مرتے وقت تک محمد اُس کا وزیر رہا، واثق کا زمانہ ختم ہوا، واثق کے بعد

Marfat.com

اُس کا بھائی ابوجعفر متوکل فرماں روا ہوا۔

(۱۰) جعفر المتوکل علی اللہ

متوکل حضرت علیؓ کے خاندان سے سخت منحرف تھا اُس نے حضرت حسینؓ کی قب کھدوا کر جو کچھ کیا (وہ ظاہر ہے) لیکن خدا کا یہی حکم تھا کہ وہ اپنے نور کو پورا کر دکھائے جو لوگ اُس کی طرف سے عذر بیان کرتے ہیں کہ وہ اپنے بھائی اور خلیفہ مامون کی طرح خاندانِ علیؓ کی طرف مائل تھا، لیکن اُس کے گرد ایک جماعت تھی، جو اہلِ بیت سے منحرف تھی، اور وہ اہلِ بیت کو فتنہ میں ڈالنے کے لیے اُسے اُکسایا کرتی تھی، درحقیق پہلا خیال درست ہے، کیونکہ اس میں شک نہیں کہ وہ اس جماعت (اہلِ بیت) بہت زیادہ منحرف تھا، اور اسی وجہ سے اُس کے بیٹے نے ازراہِ حمیت و غیرت ا قتل کر دیا۔

متوکل کے قتل کا مختصر حال

متوکل اور اس کے بیٹے منتصر کے درمیان عداوت تھی، و دونوں ایک دوسرے سے نفرت کرتے تھے، منتصر نے اُم کی ایک جماعت کے ساتھ مل کر متوکل اور فتح بن خاقان کو جو اُس کے خاص اور قابل سرداروں میں تھا قتل کرنے کا ارادہ کیا، چنانچہ لوگوں نے جبکہ وہ شراب پی رہا تھا، اُس پر حملہ کر دیا، وہ تلواریں لے کر پل پڑے اور اُسے مار ڈالا، اور فتح بن خاق کو بھی اُس کے ساتھ قتل کر دیا۔ اور مشہور یہ کیا کہ فتح نے اُسے قتل کیا تھا، اس ۔ ہم نے فتح کو مار ڈالا، پھر اُس کا بیٹا تخت پر بیٹھا یہ واقعہ ۲۴۷ھ کا ہے۔

عہد متوکل کی وزارت اور اُس کی تفصیل

جب متوکل سے خلافت کی بیعت ہوئی تو اُس نے چند روز تک محمد بن عبد الملک زیات کو عہ وزارت پر قائم رکھا، پھر اس پر مصیبت ڈالی اور اُسے گرفتار کر کے مار ڈالا جیسا

Marfat.com

...لے تفصیل سے گزر چکا ہے، پھر اُس نے اپنے کاتبوں میں سے ایک شخص کو جسے ابوالوزیر ...تے تھے بحیثیت "کاتب" (سکریٹری) کے مقرر کیا اور وزیر کا لقب اس کو نہیں دیا، ...س نے کچھ روز تک متوکل کے لیے (کاغذات) لکھے پھر متوکل نے اس پر بھی مصیبت ...الی اور دو لاکھ دینار اُس سے وصول کیے، پھر جرجرائی کو اپنا وزیر بنایا،

...جعفر محمد بن فضل بن جرجرائی کی وزارت

ابوجعفر ایک بوڑھا، ظریف، باادب، فن موسیقی کا ماہر، اور اُس میں شہرت رکھنے والا شخص تھا، ...وکل نے اُسے پسند کیا، اور کچھ عرصہ کے لیے اُس کو وزیر بنایا، یہاں تک کہ اس کے ...اف کثرت سے چغلیاں کھائی گئیں، اور متوکل نے اُسے معزول کر دیا اور کہا کہ ...ں تو بڈھوں سے تنگ آگیا ہوں، اور اب میں ایک جوان آدمی چاہتا ہوں جس کو ...زیر بناؤں، چنانچہ اس کو عبیداللہ بن یحییٰ بن خاقان کے متعلق مشورہ دیا گیا۔

عبیداللہ خوشخط، علم حساب میں کامل اور (محاصل ؟) پوری طرح وصول کرنے میں ...ہر تھا، لیکن وہ بکواس کا عادی تھا، وہ خوش قسمت تھا اس کی نیک بختی اس کے ...یوں کو چھپاتی تھی، وہ فیاض اور خوش اخلاق بھی تھا، اُس کی سخاوت بھی اکثر اس کے ...یوں پر پردہ ڈال دیتی تھی، اُس کے مزاج میں نامناسب اور ناجائز چیزوں ...ے باز رہنے کی عادت تھی، کہا گیا ہے کہ والئ مصر نے اُس کے پاس دو لاکھ دینار ...ئیس جامہ دان بھر کر مصری کپڑے بھیجے، جب وہ اس کے سامنے پیش کیے گئے ...اس نے والئ مصر کے نمائندے سے کہا خدا کی قسم میں ان کو قبول نہیں کروں گا، ...رنہ دان کو لے کر) اُس پر بوجھ ڈالوں گا، پھر اس نے جامہ دانوں کو کھولا، اور ان ...یا سے ایک خوب صورت کپڑا نکال کر اپنی ران کے نیچے رکھ لیا، پھر وہ تمام سامان ...خیرۂ دیوان میں اُٹھا کر بھیج دیا گیا، اور اُس کا اندراج کیا گیا اور اُس کی رسید ...الئ مصر کے لیے حاصل کی گئی،

Marfat.com

عبیداللہ کے اخلاق نرم تھے، لشکر کے لوگ اُس سے محبت کرتے تھے، جب متوکل کے قتل کا فتنہ برپا ہوا، تو عبیداللہ کو اپنے متعلق خوف ہوا لیکن لشکر کے لوگ اس کے دروازے پر جمع ہو گئے اور اُس سے کہنے لگے، کہ تم نے اپنی وزارت کے زمانے میں ہم پر احسان کیا ہے اس لیے ہمارے اوپر تمہارا کم ازکم یہ حق ضرور ہے کہ ہم تمہاری حفاظت کریں، لشکر والے اُس کے دروازے پر جمے رہے، اور اُس کی حفاظت کرتے رہے متوکل کے مرتے دم تک عبیداللہ اس کا وزیر رہا، متوکل اور اس کے وزیروں کا زمانہ ختم ہوا۔

(۱۱) المنتصر باللہ

متوکل کے بعد اس کا بیٹا محمد بن المنتصر حکمراں ہوا، منتصر سے اسی رات کی صبح بیعت ہوئی جس رات اُس کا باپ قتل کیا گیا تھا۔ منتصر بڑا صاحب اقتدار، بہادر اور خونریزی پسند شخص تھا، جب اُس نے اپنے باپ کو قتل کیا، تو لوگ کہتے تھے کہ اس واقعہ کے بعد وہ زیادہ عرصہ تک زندہ نہیں رہے گا، وہ اُس کو شیرویہ بن کسریٰ سے تشبیہ دیتے تھے جس نے اپنے باپ کو قتل کیا تھا، اور اُس کے بعد سلطنت سے کوئی فائدہ نہ اُٹھا سکا، لوگ کہتے ہیں کہ جب منتصر نے اپنے باپ کو قتل کیا اور اس کے ہاتھوں پر خلافت کی بیعت لی گئی، تو (اس وقت) وہ ایک ایسے فرش پر بیٹھا تھا، جس کی مثال لوگوں نے اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی، اور اس فرش پر فارسی زبان میں کچھ عبارت لکھی تھی، منتصر نے اُسے دیکھا اور بہت پسند کیا، اور حاضرین سے پوچھا کہ کیا تم اس کے معنی سمجھتے ہو؟ انھوں نے جواب دینے میں تامل کیا، اور کہا ہماری سمجھ میں نہیں آتا، منتصر نے ایک عجمی مسافر کو بلوایا، اور اُس سے پڑھنے کا حکم دیا، اُس نے بھی تامل کیا، منتصر نے کہا پڑھو تم کو کوئی نقصان نہیں پہنچے

Marfat.com

کیونکہ تمہارا اس میں کوئی قصور نہیں ہے، اُس نے کہا اس فرش پر یہ لکھا ہے "میں شیرویہ بن کسریٰ ہوں جس نے اپنے باپ کو قتل کیا تھا، لیکن اس کے بعد میں صرف چھ مہینے سلطنت سے فائدہ اُٹھا سکا"

منتصر نے اس کو بُرا شگون سمجھا اور غضبناک ہو کر اُس مجلس سے اُٹھ کھڑا ہوا اس کے بعد چھ مہینے بھی پورے نہ ہونے پائے کہ منتصر مر گیا، یہ واقعہ ۲۴۸ھ کا ہے۔

احمد بن خصیب کی وزارت عہد منتصر میں

احمد (عہدۂ وزارت) کے فرائض ادا کرنے میں قاصر تھا، لوگ اُس کی عقل میں کچھ خرابی بتاتے تھے، اس کے مزاج میں مروت بھی، اور سختی بھی، وہ جلد غصہ ہو جاتا تھا، لیکن جو شخص اُسے برداشت کر لیتا تھا وہ جو کچھ چاہتا اُس سے حاصل کر لیتا تھا۔

ایک مرتبہ ایک حاجت مند شخص اُس کے پاس آیا، اور اُس نے (اپنی ضرورت پورا کرنے کے لیے) اس قدر اصرار کیا کہ وہ تنگ آ گیا، اور اُس نے احمد کا پیر رکاب کے اندر دبا دیا، جس پر اُس کو بہت غصہ آیا، اور اُس نے اپنا پیر رکاب سے نکال کر اس کے سینہ پر مارا (اسی کے متعلق) ایک شاعر کہتا ہے،

قل للخلیفۃ یا ابن عم محمد　　اشکل وزیرک انہ رکّال

خلیفہ سے کہدو اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی اپنے وزیر کے پیر میں بیڑی ڈال دو اسے لات مارنے کی عادت ہے۔

قد نال من اعراضنا بلسانہ　　ولرجلہ عند الصدور مجال

اُس نے اپنی بدزبانی سے ہماری آبرو ریزی کی ہے اور اُس کا پیر (مارنے کے لیے) لوگوں کے سینوں تک پہنچ جاتا ہے۔

منتصر مر گیا، اور احمد بن خصیب وزارت پر قائم تھا۔

منتصر کی خلافت اور اس کی وزارت کا حال ختم ہوا۔

Marfat.com

(۱۲) المستعین باللہ

مستعین کا نام احمد بن محمد بن المعتصم ہے، جب منتصر مر گیا تو امیروں اور بڑے بڑے (ترک) غلاموں نے جمع ہو کر کہا کہ اگر ہم متوکل کی اولاد میں سے کسی کو خلیفہ بنائیں گے تو وہ ہم سے متوکل کے خون کا مواخذہ کرے گا اور ہم کو مار ڈالے گا، یہ خیال کر کے سب نے مستعین سے بیعت کرنے پر اتفاق کیا، اور کہا کہ وہ چونکہ ہمارے سردار معتصم کا پوتا ہے اس لیے اگر ہم اس سے بیعت کریں گے تو خلافت معتصم کی اولاد سے باہر نہ جائے گی، چنانچہ انھوں نے ۲۴۸ھ میں مستعین سے بیعت کر لی، یہ دن لڑائیوں اور فتنوں کے دن تھے، اور خارجیوں کی بغاوت کا زمانہ تھا، منجملہ اُن لوگوں کے (جو علاوہ خارجیوں کے) اُس کے خلاف کھڑے ہوئے، قتیل شاہی ابوالحسن یحییٰ ابن عمر بن یحییٰ بن حسین بن زید بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب تھے، اس واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ یحییٰ ابن عمر قتیل شاہی متوکل کے زمانے میں خراسان سے آئے، وہ نہایت تنگ حال تھے اور اُن پر قرض کا بار بھی تھا، انھوں نے متوکل کے ایک بڑے سردار سے اس معاملہ میں گفتگو کی مگر وہ نہایت سختی سے پیش آیا، اور سامرا میں ان کو قید کر دیا، پھر اُن کے خاندان والوں نے اُن کی ضمانت دی اور وہ رہا کر دیئے گئے، اور وہ بغداد چلے آئے اور وہاں ایک عرصہ تک مفلسی کی حالت میں نہایت خستہ حالی سے رہے۔ قتیل شاہی دیندار، صلاح کار، باعمل اور خوش سیرت انسان تھے، پھر وہ دوبارہ سامرا گئے اور انھوں نے متوکل کے ایک سردار سے پھر گفتگو کی وہ بھی سختی سے پیش آیا اور کہنے لگا تم جیسے شخص کو کیوں (کچھ) دیا جائے، پھر وہ بغداد واپس ہوئے، اور وہاں سے کوفہ پہنچے، کوفہ والوں میں سے جو لوگ بصیرت رکھتے تھے ان کی ایک جماعت اُن کے ساتھ ہو گئی اور اعراب (بدو عرب) کے کچھ لوگوں نے بھی ان کا ساتھ دیا۔ قتیل شاہی کوفہ میں اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اور جو کچھ بیت المال میں تھا

Marfat.com

اس پر قبضہ کر لیا اور اُسے اپنے ساتھیوں میں تقسیم کر دیا اور جو لوگ قید خانوں میں تھے اُن کو نکال کر آزاد کر دیا۔ انھوں نے کوفہ کے عامل کو بھگا دیا، اُن کی مددگار جماعتیں بڑھتی گئیں یہ سن کر امیر بغداد محمد بن عبداللہ بن طاہر نے اُن کے مقابلہ کے لیے لشکر بھیجا، مقام شاہی میں جو کوفہ کے قریب ایک گاؤں ہے مقابلہ ہوا، فتح ابن طاہر کے حصہ میں رہی جب غبارِ لشکر فرو ہوا تو یحییٰ بن عمر (قتیل شاہی) قتیل پائے گئے، اور اُن کا سر محمد بن عبداللہ بن طاہر کے پاس بغداد بھیجا گیا محمد مبارکباد قبول کرنے کے لیے بیٹھا تھا۔ اور لوگ جوق درجوق آکر اُسے مبارکباد دے رہے تھے، اُن میں ایک شخص حضرت جعفر بن ابی طالب کی اولاد میں سے تھا، وہ کہنے لگا کہ اے امیر تجھے ایک ایسے شخص کے قتل پر مبارکباد دی جارہی ہے کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہوتے تو لوگ (اس واقعہ میں) اُن کی تعزیت کرتے، محمد بن عبداللہ نے یہ سن کر کچھ دیر تک اپنا سر جھکا لیا، پھر اُٹھ کر چلا گیا، اور لوگ بھی چلدیئے شاعروں نے قتیل شاہی کے مرثیے کہے منجملہ اور مرثیہ نگاروں کے ابن رومی بھی تھا، جس نے اپنے جیم کے قافیہ والے قصیدے میں (اپنا مرثیہ) لکھا ہے، اس کا مطلع یہ ہے :-

أمامكَ فانظر أيَّ نهجيكَ تنهجُ　　طريقان شتّى مستقيمٌ وأعوجُ

اپنے آگے دیکھ! تو کس راستہ پر چلتا ہے۔ دو مختلف راستے پائے جاتے ہیں سیدھا اور ٹیڑھا۔

اس مرثیہ میں یہ دو شعر بھی ہیں :-

سلامٌ وريحانٌ وروحٌ ورحمةٌ　　عليكَ وممدودٌ من الظلّ سجسجُ

تجھ پر سلام ہو، خوشبو ہو، آرام اور رحمت ہو، اور (خدا کی رحمت) کا لمبا سایہ ہو نہ گرم نہ سرد۔

ولا برح القاع الذي انت جارُه　　يرفُّ عليه الأقحوان المفلّجُ

اور اُس میدان میں جس کا تو ہمسایہ ہے ہمیشہ گل بابونہ کے کھلے ہوئے پھول جھومتے رہتے ہیں۔

یہ ایک ایسا اشتہار قصیدہ ہے جس میں ابن رومی نے بنی عباس کی بہت سی باتیں

Marfat.com

بیان کی ہیں جن کو میں اس خیال سے چھوڑتا ہوں کہ وہ بُری باتیں ہیں، شاہی کے قتل کا واقعہ ۲۵۶ھ میں ہوا ہے، شاہی کے علاوہ بنی طالب کے دوسرے سرداروں نے بھی مستعین کے خلاف بغاوت کی، لیکن سب میں فتح مستعین ہی کے حصہ میں رہی

مستعین اپنی رائے، عقل، اور تدبیر میں کمزور تھا، اس کے عہد میں فتنہ و فساد زیادہ رہا، اُس کا دورِ حکومت نہایت پُر آشوب گزرا ہے، فیاض اور سخی ہونے کے علاوہ اُس میں کوئی قابلِ تعریف صفت نہیں پائی جاتی تھی، مستعین ۲۵۲ھ میں معزول ہوا، پھر مارا گیا۔

وزارت مستعین کے عہد میں جب مستعین خلیفہ ہوا تو اُس نے دو مہینے تک احمد بن خصیب کو اپنی وزارت پر قائم رکھا، اس کے بعد ابو صالح عبد اللہ بن محمد بن یزداد کو وزیر بنایا۔

ابو صالح محمد بن یزداد کی وزارت ـــــ وہ ادیب اور فاضل شخص تھا اُس کے لکھے ہوئے) فرمان اور جوابات بہترین ہوتے تھے، ایک مرتبہ اس نے ایک شخص کو لکھا[1]

"تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا جب تک تمہاری طرف سے نقصان نہ پہنچے"۔

جب ابو صالح بن یزداد خلیفہ مستعین کا وزیر ہوا تو اس نے لوگوں کا مال ضبط کیا اس کا یہ فعل امرائے دولت پر شاق گزرا، ابو صالح نے اُن پر نہایت سختی کر رکھی تھی، انھوں نے ابو صالح کو قتل کی دھمکی دی جس کے خوف سے وہ بھاگ گیا، اس کے بعد حالات بدل گئے اور مستعین نے کبھی تو محمد بن فضل جرجرائی کو اور کبھی شجاع بن قسیم کو اپنا کاتب (سکریٹری) بنایا، لیکن ان میں سے کسی نے وزارت کا لقب نہیں پایا، یہ دور کچھ زیادہ عرصہ تک قائم نہیں رہا، اِس میں فتنہ و فساد جنگ و جدل اور اختلافات زیادہ تھے۔ مستعین اور اُس کے وزیروں کا زمانہ ختم ہوا۔

---

[1] لیس علیک بأس مالم یکن منک بأس۔

Marfat.com

(۱۳) معتز باللہ

مستعین کے بعد معتز باللہ خلیفہ ہوا، اس کا نام ابوعبداللہ محمد بن المتوکل تھا۔
۲۵۲ھ میں مستعین کے معزول ہونے کے بعد معتز سے بیعت کی گئی، معتز صاحب
مال اور حسین صورت آدمی تھا، اس کی سیرت، اس کی رائے اور عقل میں بھی کوئی خرابی
تھی، لیکن متوکل کے قتل کے بعد سلطنت پر ترک غالب آگئے تھے اور خلفا کو انھوں
نے کمزور کر دیا تھا، خلیفہ اُن کے ہاتھوں میں ایک قیدی کی طرح تھا، اگر وہ چاہتے تھے
سے برقرار رکھتے تھے، اور اگر چاہتے تھے تو معزول کر دیتے تھے۔ یا چاہتے تو قتل
کر دیتے تھے، جب مستعین تختِ خلافت پر بیٹھا تو اُس کے خاص سرداروں نے نجومیوں
کو جمع کیا، اور اُن سے کہا بتاؤ یہ کتنے عرصے تک زندہ رہے گا، اور اس کی خلافت
کب تک رہے گی اتفاق سے مجلس میں ایک ظریف شخص بھی بیٹھا تھا، اُس نے کہا میں
خلیفہ کی عمر اور اُس کی خلافت کی مدت کو ان نجومیوں سے زیادہ جانتا ہوں، لوگوں نے کہا
اچھا تمہیں بتاؤ وہ کتنے عرصے تک زندہ رہے گا اور اس کی خلافت کب تک رہے گی
اس نے جواب دیا "جب تک ترک چاہیں" یہ جواب سن کر جتنے آدمی مجلس میں بیٹھے
تھے، سب ہنس پڑے۔

معتز کے زمانے میں یعقوب بن اللیث صفّار کا ظہور ہوا، اس نے فارس پر
قبضہ کیا، اور بہت سے لشکر جمع کر لیے، معتز اس کے مقابلے کی تاب نہ لا سکا،
پھر ترکوں نے معتز کے خلاف بغاوت کی، اور اُس سے مال طلب کیا
اُس نے عذر کیا اور کہا خزانوں میں کچھ نہیں ہے، ترکوں نے اُس کے
معزول کرنے پر اتفاق کیا وہ اس کے دروازے پر جمع ہو گئے اور باہر نکلنے کے لیے
کہلوا بھیجا، اُس نے عذر کیا اور کہا میں (بیمار ہوں) میں نے دوا پی ہے ترکوں نے اُس

Marfat.com

پر ہجوم کیا اور اُسے گرزوں سے مارا، اس کا کُرتہ پھاڑ ڈالا اور اُسے دھوپ میں کھڑا کر دیا، گرمی کی شدت سے وہ زمین پر ایک پیر رکھتا اور ایک اٹھاتا تھا، اس حالت میں کوئی اسے طمانچہ مارتا تھا، اور وہ اپنے ہاتھ سے بچاؤ کرتا تھا، پھر اُس کو ایک کمرے میں قید کر کے دروازہ بند کر دیا یہاں تک کہ وہ مر گیا، لیکن مرنے سے پہلے انھوں نے یہ گواہی حاصل کر لی کہ معتز نے اپنے کو معزول کر دیا تھا۔

وزارت معتز کے عہد میں

اس کا پہلا وزیر ابو الفضل جعفر بن محمود اسکافی تھا، جو علم و فضل سے بے بہرہ تھا، لیکن وہ بخششوں اور عطیوں کے ذریعہ سے لوگوں کے دل اپنی طرف مائل کر لیتا تھا، معتز اُسے بُرا سمجھتا تھا، لوگ اُسے تشیع کی طرف منسوب کرتے تھے، بعض ترک اُس کے موافق تھے اور بعض مخالف، اس کی وجہ سے ایک فتنہ بھی برپا ہوا اور معتز نے اُسے معزول کر دیا۔

ابو الفضل کے بعد ابو موسیٰ عیسیٰ بن فرخان شاہ معتز کا وزیر مقرر ہوا یہ ایک شخص تھا، اُس کے متعلق کہا گیا ہے کہ وزارت سے پہلے وہ کسی محکمہ کا افسر تھا جب وہاں سے علیحدہ کیا گیا، تو اُس محکمہ سے ابو موسیٰ کو ایک ہزار دینار ملنے کا استحقاق تھا، ابو موسیٰ نے اپنے جانشین کو راضی کر کے ایک دوسرے افسر کے نام اس مطالبہ کا حوالہ نامہ لکھدیا، جب رقم وصول ہوئی تو اس افسر نے ابو موسیٰ کو اس کے وصول ہو جانے کی اطلاع دی اور اجازت چاہی کہ وہ رقم اس کے پاس بھیجدے، یہ افسر ابو موسیٰ کا دوست بھی تھا، ابو موسیٰ نے کہا کہ فلاں شاعر ایک مدت تک میرے پاس رہا ہے اور مجھ سے اُس کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا، یہ مال اُسے دیدو چنانچہ اُس نے وہ مال شاعر کو دے دیا اور وہ اُسے لے کر چلا گیا۔

ابو موسیٰ کی وجہ سے بھی ترکوں کے درمیان ایک فتنہ برپا ہوا جس کی وجہ سے معتز نے اُسے معزول کر دیا اور اس کے بعد ابو جعفر احمد بن اسرائیل انباری مقرر

وزیر ہوا، یہ ایک ہوشیار اور تجربہ کار کاتب تھا، آمدنی وخرچ کی تمام مدات اسے
حافظ تھیں، لوگ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ کوئی حساب دفتر سے گم ہوگیا، جس کو
اس نے زبانی لکھوا دیا، پھر اتفاق سے وہ حساب مل گیا، جو بغیر کمی زیادتی کے ٹھیک
طرح پایا گیا جیسا کہ اُس نے لکھوایا تھا۔

کچھ عرصے بعد ترکوں نے احمد بن اسرائیل پر حملہ کر دیا اُسے مارا اور اُس کی جائداد
ضبط کرلیا، معتز اور اس کی ماں نے ترکوں کے سردار صالح بن وصیف سے اس کی
سفارش کی لیکن اس نے کوئی پرواہ نہیں کی پھر مہتدی کے زمانے میں اُسے قید کرلیا اور
یہاں تک کہ وہ مرگیا، جب صالح بن وصیف نے احمد بن اسرائیل کے ساتھ یہ
سلوک کیا تو اُس نے جعفر بن محمود کو بلاکر دوبارہ معتز کا وزیر بنایا جس کا حال پہلے
گزرچکا ہے جب وہ دوبارہ وزیر ہوا تو ایک شاعر نے اس کے متعلق کہا۔

نفس لاتولعی بتفنید وعللی النفس بالمواعید

اے نفس ملامت کرنے پر مائل مت ہو۔ اور اپنا دل وعدوں سے بہلا

انتظری قد رائیت ماساقہ اللہ الی جعفر بن محمود

اور انتظار کرتا رہ، تو نے دیکھ لیا جو کچھ اللہ نے جعفر بن محمود کے لیے بھیجا۔

معتز اور اس کے وزیروں کا زمانہ ختم ہوا۔

(۱۴) مہتدی باللہ

معتز کے بعد مہتدی باللہ خلیفہ ہوا، اس کا نام ابوعبداللہ محمد بن الواثق تھا،
مہتدی اپنی روش کے لحاظ سے اور خلفا کے مقابلہ میں نہایت اچھا خلیفہ تھا،
اس کا طور وطریق اور سیرت بہترین تھی، وہ (اپنی خوبیوں میں) عمر بن عبدالعزیز
سے مشابہت رکھتا تھا، اور کہتا تھا کہ مجھے اس بات سے شرم آتی ہے کہ بنی امیہ

میں عمر بن عبدالعزیز جیسا خلیفہ پیدا ہوا اور بنی عباس میں اس کی طرح کوئی خلیفہ
وہ لوگوں کی دادرسی کے لیے خود بیٹھتا اور ایسے فیصلے کرتا تھا جن سے لوگ راضی ر
تھے وہ اپنے کھانے اور کپڑے پر بہت کم صرف کرتا تھا۔

ایک ہاشمی کا بیان ہے کہ میں رمضان کی ایک رات میں مہتدی کے پاس گ
جب میں جانے کے لیے کھڑا ہوا تو مہتدی نے مجھے (روکا) اور بیٹھنے کو کہا چنا
میں بیٹھ گیا، یہاں تک کہ مہتدی نے مغرب کی نماز پڑھائی، پھر کھانا لانے کا ح
دیا، چنانچہ بید کا بنا ہوا ایک خوان لایا گیا، جس میں کچھ روٹیاں تھیں، اور ایک
میں نمک تھا اور ایک میں سرکہ، مہتدی نے (یہ کھانا) کھایا اور میں نے تھوڑا
کھایا، اس خیال سے کہ اب اس سے بہتر کھانا آئے گا، جب اس نے میرا اس طر
پر کھانا دیکھا، تو کہا کیا تمہارا روزہ نہیں تھا، میں نے کہا بیشک تھا، اس
کیا تم کل روزہ رکھنا نہیں چاہتے؟ میں نے کہا "روزہ کیوں نہیں رکھوں گا یہ تو
کا مہینہ ہے" اس نے کہا تو پھر کھاؤ، اور اپنا رات کا کھانا پورا کرو، اور جو کچھ تم
ہو اس کے علاوہ ہمارے پاس اور کوئی چیز نہیں ہے، میں نے تعجب کیا اور
"اے امیرالمومنین! جب اللہ نے اپنی نعمتیں کامل طور پر آپ کو عطا فرمائی ہیں، ا
رزق میں وسعت دی ہے، تو پھر آپ ایسا کیوں کرتے ہیں؟" جواب دیا واقعہ تو یہی ہے
کہ تم کہتے ہو، اور اللہ کا شکر ہے، لیکن مجھے یہ بات ناپسند ہے کہ بنی امیہ میں تو ع
بن عبدالعزیز کی طرح خلیفہ ہو، اور بنی عباس میں اس جیسا کوئی نہ ہو۔

مہتدی نے لہو ولعب کی تمام چیزوں کو چھوڑ دیا تھا، گانے کی اور شراب
کی اس نے ممانعت کر دی تھی اور لوگوں کو ظلم و تعدی سے روک دیا تھا۔

مہتدی کے زمانے میں صاحب زنج نے خروج کیا جس کے حالات معتمد کے
عہد میں آئیں گے، مہتدی نے بعض آزاد شدہ غلاموں کو قتل کر دیا تھا، جب

Marfat.com

بنا پر ترکوں نے اُس پر تباہی ڈالی، انھوں نے اس پر ہجوم کر کے اُسے قید کر لیا، اور اُسے خوب تکلیفیں پہنچائیں، کہ وہ اپنے کو معزول کر دے، لیکن اُس نے ایسا نہیں کیا، آخر کار ترکوں نے خود اُسے معزول کر دیا، اور وہ مر گیا یہ واقعہ ۲۵۶ھ کا ہے۔

وزارت مہتدی کے عہد میں

جب مہتدی خلیفہ ہوا تو اُس نے جعفر بن محمود اسکافی کو وزارت پر برقرار رکھا، پھر اُسے معزول کر کے سلیمان بن وہب کو وزیر بنایا، سلیمان کا خاندان واسط کے علاقے میں ایک گاؤں کا رہنے والا تھا، یہ خاندان اہلِ علم لوگوں میں سے تھا، لیکن پھر علم کی مزاولت ان سے جاتی رہی تھی۔

یہ لوگ دراصل نصرانی تھے، پھر اسلام لائے، انھوں نے دفاتر میں خدمتیں کیں، یہاں تک کہ حالات ان کو اس مرتبہ تک لے آئے، ابوایوب سلیمان بن وہب دنیا کا ایک انشا پرداز تھا، وہ لیاقت، ادب، حساب کتاب اور تحریر قواعد وضوابط کے اعتبار سے انشا پردازوں کا سردار تھا، دنیا کے مشہور عقلمندوں اور صاحب رائے لوگوں میں اس کا شمار تھا، اس کا بیٹا عبیداللہ بیان کرتا ہے کہ میرے باپ نے بیان کیا کہ میری خوش قسمتی کی ابتدا اس طرح ہوتی ہے کہ میں اپنے بچپن کے زمانے میں مامون کے وزیر محمد بن یزداد کے پاس تھا، ہم بچوں کی ایک جماعت عبیداللہ کے پاس رہا کرتی تھی، جب وہ رات کے وقت اپنے گھر جاتا تو باری باری سے ہم میں سے ایک لڑکا مامون کے محل میں اس لیے رہتا تھا کہ شاید رات کے وقت کوئی ضروری کام پیش آئے، ایک مرتبہ رات کو میری باری تھی کہ یکایک خادم باہر آیا، اور کہنے لگا کہ کیا محمد بن یزداد کے نائبوں میں سے کوئی شخص یہاں موجود ہے دربان نے کہا ہاں ایک لڑکا ہے، خادم مجھے مامون کے پاس لے گیا، مامون نے کہا فلاں مضمون کا ایک خط لکھ لاؤ، لیکن بین السطور زیادہ رکھنا تاکہ میں اپنی منشا کے مطابق اس میں اصلاح دے سکوں، میں جلدی سے باہر آیا، اور بغیر مسودہ کیے خط لکھ لایا، اور اُسے

Marfat.com

صاف بھی کر دیا، جب مامون نے مجھے دیکھا تو کہا، کیا تم نے مسودہ لکھا ہے میں نے کہا جی نہیں، بلکہ میں نے اصل خط لکھدیا ہے، اس نے کہا کیا اُسے صاف بھی کر دیا ہے میں نے کہا جی ہاں، اُس نے مجھے تعجب کی نگاہ سے بڑی دیر تک دیکھا، پھر جب اُس نے خط پڑھا تو میں اُس کے چہرے پر محسوس کر رہا تھا کہ اُسے خط بہت پسند آیا ہے، جب اُس نے خط پڑھ لیا تو اُس نے سر اُٹھا کر کہا، لڑکے تم نے بڑا اچھا خط لکھا ہے، لیکن میں چاہتا ہوں کہ تم ان دو سطروں کو مقدم موخر کر دو، اُس نے ان سطروں پر خط کھینچ دیا میں خط لے کر باہر آیا، اور ایک گوشہ میں بیٹھ کر میں نے دونوں سطریں مٹا دیں اور جیسا وہ چاہتا تھا لکھدیا، اور خط لے کر اُس کے پاس پہنچا، مامون کا خیال تھا کہ میں اس خط کو بیکار کر کے دوسرا لکھوں گا، جب اُس نے خط پڑھا تو وہ جگہ نہ پہچان سکا جہاں سے میں نے وہ سطریں مٹائی تھیں، اُس نے بہت پسند کیا، اور کہا اے لڑکے میں نہیں سمجھتا، کہ میں کس بات پر تعجب کروں آیا تمہارے مٹانے کی خوبی پر، یا تمہاری سرعت فہم، یا خط کی خوبی پر، یا تیزی سے کام کرنے پر، خدا تمہارے کام میں برکت دے" میں نے مامون کا ہاتھ چوما اور باہر آیا، اور یہیں سے میری ترقی کا آغاز ہوتا ہے اِس کے بعد جب کوئی خاص کام پیدا ہوتا تھا تو مامون کہتا تھا، سلیمان بن وہب کو بلاؤ۔

جب یہ واقعہ پیش آیا تو ایک شاعر نے وہب کے پاس یہ اشعار لکھ کر بھیجے:

ابوك كلفك الشأو البعيد كما قد ما تكلفه وهبُ ابوالحسن

تیرے باپ نے مجھے مکلف کیا تھا مسافت بعیدہ طے کرنے پر جیسا کہ پرانے زمانہ میں اختیار کیا تھا اس کو وہب ابوالحسن نے

فلست تحمد ان ادركت غايته ولست تعذر مسبوقاً فلا تهن

اگر تو اس مسافت کی انتہا کو پہنچ جائے تو تیری تعریف نہیں کی جائے گی۔ اور اگر تو پیچھے رہ جائے تو معذور نہیں سمجھا جائیگا پس کمزور نہ

لوگ کہتے ہیں کہ سلیمان بن وہب ابراہیم بن میمون پر فریفتہ تھا اور ابراہیم بن

Marfat.com

میمون "خلاص" نامی ایک مغنیہ پر عاشق تھا، ایک مرتبہ وہ سب ایک مجلس شراب میں جمع ہوئے، تو سلیمان بن وہب اُس پر جا پڑا اور اُسے چومنے چاٹنے لگا، خلاص اُس کی طرف دیکھ رہی تھی، جب ابراہیم کو ہوش آیا، تو سلیمان نے جو کچھ اُس کے ساتھ کیا تھا خلاص نے اُسے بتایا، اور کہا میرا دل تیری (محبت) کے لیے کس طرح صاف ہو سکتا ہے جب کہ تیرے ساتھ ایسا کیا جاتا ہے، یہ سُن کر ابراہیم نے اُس سے ملنا چھوڑ دیا، اور اُس پر بہت غصّہ ہوا، سلیمان نے اُس کے پاس یہ شعر لکھ کر بھیجے :۔

قل للذی لیس یرجیٰ لعاشقیہ خلاص

اس شخص سے کہدو جس کے عاشقوں کے لیے رہائی کی امید نہیں کی جاتی

أإن لثمتك سرًا فابصرتنی خلاص

اگر میں نے تنہائی میں تیرے بوسے لیے تھے، اور مجھے خلاص نے دیکھ لیا تھا، تو کیا ہوا۔

هجرتنی واتتنی شتیمة وانتقاص

تو نے مجھے چھوڑ دیا، اور مجھے گالیاں دی گئیں اور برائیاں کی گئیں۔

وسر ذاك اناس لهم علینا اختراص

اور اس سے وہ لوگ خوش ہوئے جو ہم پر جھوٹ بولتے ہیں

وساعدتهم وشاةٌ علی اذانا حراص

اور ان کی مدد چغلخوروں نے بھی کی جو ہماری ایذا رسانی پر حریص ہیں۔

فهاك فاقتص منی ان الجروح قصاص

لو آؤ مجھ سے اس کا بدلہ لے لو " کیونکہ زخموں کی سزا یہی ہے کہ ویسے ہی زخم لگائے جائیں"

احمد بن مدبر نے بیان کیا کہ میں، سلیمان بن وہب، اور احمد بن اسرائیل واثق کی قید میں تھے اور ہم پر سرکاری مال کا مطالبہ تھا، ایک روز سلیمان بن وہب نے ہم سے کہا کہ میں نے خواب میں کسی کہنے والے کو یہ کہتے ہوئے سُنا

کہ واثق ایک مہینے کے بعد مر جائے گا۔"

احمد بن اسرائیل نے کہا نعوذ باللہ تم ہم کو قتل کرائے بغیر نہ چھوڑو گے اور اُسے اس بات کا بڑا خوف ہوا کہ کہیں ہماری طرف سے یہ خبر مشہور نہ ہو جائے، احمد بن مدبر کا بیان ہے کہ میں نے اُس دن سے لے کر پورے تیس دن شمار کیے، جب تیسواں دن آیا تو احمد بن اسرائیل نے کہا اُس بات کی سچائی اور خواب کی صحت کہاں گئی، ہمیں یہ خبر نہ تھی کہ وہ تاریخ آگئی ہے، اور اُس نے حساب لگایا ہے، سلیمان بن وہب نے کہا خواب سچے بھی ہوتے ہیں اور جھوٹے بھی، جب عشا کا آخر وقت ہوا تو کسی نے بڑی زور سے دروازہ کھٹکھٹایا اور کسی چیخنے والے نے پکار کر کہا، (اے لوگو) تمہیں خوش خبری ہو، واثق مر گیا، اب جہاں تمہارا جی چاہے چلے جاؤ۔" یہ سن کر احمد بن اسرائیل ہنسا اور بولا "اٹھو خواب سچا ہو گیا، اور نجات کا وقت آگیا" سلیمان بن وہب نے کہا "ہم پیدل کس طرح چل سکتے ہیں، جبکہ ہمارے گھر یہاں سے بہت دور ہیں بہتر ہو گا کہ ہم سواری کے لیے جانور منگوا لیں" یہ سُن کر احمد بن اسرائیل کو بہت غصّہ آیا، اور چونکہ وہ تند مزاج شخص تھا اس لیے مارے غصّے کے اس پر ایک مجنونانہ کیفیت طاری ہو گئی، وہ کہنے لگا، سلیمان! خدا تیرا بُرا کرے کیا تو اُس وقت تک انتظار کرے گا جب تک تیرا گھوڑا آئے اور دوسرا خلیفہ (تخت پر) بیٹھ جائے، اور اُس سے کہا جائے کہ کاتبوں کی ایک جماعت قید میں موجود ہے اور وہ یہ کہے کہ انھیں ابھی اپنے حال پر رہنے دو، ہم ان کے معاملہ پر غور کریں گے اور ہمیں قید میں اور زیادہ رہنا پڑے اور اس تمام مصیبت کا سبب صرف یہ ہو کہ آپ سوار ہو کر اپنے گھر جائیں، او احمق او بے وقوف! یہ سُن کر ہم سب بہت ہنسے اور رات ہی کو پیدل وہاں سے نکل پڑے اور ہم سب کی رائے یہ ہوئی کہ کسی دوست کے پاس جا کر چھپ جائیں، یہاں تک کہ خبروں کی تحقیق بھی ہو جائے، بخدا ہم نے راستہ میں دو آدمیوں کو دیکھا، ایک دوسرے سے کہہ رہا تھا، کہ اس نئے

Marfat.com

خلیفہ کو اُن کاتبوں کا حال بتایا گیا ہے جو قید میں ہیں، اُس نے حکم دیا ہے کہ ان میں سے کوئی شخص اُس وقت تک رہا نہ کیا جائے گا، جب تک کہ ہم اُن کے معاملے پر غور نہ کرلیں، یہ سُن کر ہم اُس وقت تک چھپے رہے کہ اللہ نے تھوڑے ہی عرصہ میں ہم پر احسان کیا، اُسی کی ذات تعریف کے قابل ہے، سلیمان بن وہب کے بعض اشعار ہیں :-

نوائب الدھرا دبتنی وانما یوعظ الادیب

زمانے کی مصیبتوں نے مجھے ادب سکھایا ہے، اور صرف با ادب آدمی ہی کو نصیحت کی جاتی ہے

قد ذقت حلوا ومرا کذاک عیش الفتیٰ ضروب

میں نے زمانے کی شیرینی اور تلخی چکھی ہے۔ نوجوان کی زندگی اسی طرح مختلف پہلو رکھتی ہے

ما مر بوس ولا نعیم الا ولی منھما نصیب

کوئی سختی، یا نعمت ایسی پیش نہیں آئی لیکن میرے لیے اُس میں حصہ (ضرور) تھا

بنی وہب کا شمار اپنے زمانے کے رئیسوں میں تھا، وہ ہوشیار، فاضل اور اہلِ کرم تھے، اُن کی دولت ترقی پر تھی، اور زمانہ روشن، علم و ادب کا بازار بھی گرم تھا، اور سخاوکرم کے آثار بھی نمایاں تھے، جب مہتدی معزول ہوا تو وہب اُس کی وزارت پر قائم تھا، مہتدی باللہ اور اس کے وزیروں کا زمانہ ختم ہوا۔

(۱۵) معتمد علی اللہ

مہتدی کے بعد معتمد علی اللہ خلیفہ ہوا، اس کا نام ابوالعباس احمد بن المتوکل تھا ۲۵۶ھ میں اس سے بیعت ہوئی، معتمد کمزور طبیعت شخص تھا، اس کا بھائی موفق طلحہ الناصر اُس کے معاملات پر غالب تھا معتمد کی حکومت اپنی وضع میں عجیب تھی، وہ اور اس کا بھائی طلحہ الموفق خلافت میں دو شریکوں کی حیثیت رکھتے تھے، خطبہ

سکہ، اور امیر المومنین کا خطاب معتمد کے حصہ میں تھا، اور احکام کا اجرا، فوج کی قیادت، دشمنوں سے جنگ سرحدات کی حفاظت، وزرا کی ترتیب اس کے بھائی کے قبضہ میں تھی، معتمد ان سب باتوں سے غافل رہ کر تعیشات میں رہتا تھا، معتمد ہی کے عہد میں صاحب زنج کے واقعات پیش آئے۔

صاحب زنج کے حالات، اُس کے نسب اور اُس کے انجام کی تفصیل یہ ہے کہ اُس زمانے میں ایک شخص کا ظہور ہوا جس کو علی بن محمد بن احمد بن علیسی بن زید بن علی بن ابی طالب کہتے تھے، لیکن علمائے نسب کے نزدیک اس کا نسب نامہ صحیح نہیں ہے اور اُسے متبنیٰ کے قسم سے سمجھتے ہیں، اس کے حالات یہ ہیں کہ وہ ایک فاضل، فصیح و بلیغ، اور عقلمند شخص تھا جس نے بصرہ اور اُس کے اطراف میں زنگی غلاموں کے دل اپنی طرف مائل کر لیے تھے، ان کی ایک بڑی جماعت اور دوسرے بہت سے لوگ بھی اس کے گرد جمع ہو گئے اور اس کی شان وشوکت بڑھتی گئی۔ ابتدا میں وہ ایک مفلس شخص تھا جس کے پاس تین تلواروں کے سوا کچھ نہ تھا، کسی نے اس کو ایک گھوڑا تحفہ میں دیا تھا لیکن اُس کے پاس نہ لگام تھی اور نہ زین کہ اُن کو لگا کر وہ سوار ہو، وہ رسّی باندھ کر اس پر سوار ہوتا تھا، پھر اُسے بہت معرکوں اور لڑائیوں میں شرکت کا اتفاق ہوا جس میں اُس کو فتح ہوئی، اُس کی دولت بڑھی اور شان بھی، اور لوٹ مار کا مال بھی کثرت سے ہو گیا، عراق اور بحرین کے ملک میں اُس کی زنگی فوج پھیل گئی، طلحہ الموفق نے اُس کے مقابلے کے لیے ایک بڑی فوج روانہ کی بصرہ اور واسط کے درمیان دونوں فوجوں میں مقابلہ ہوا، کئی سال تک لڑائی کا سلسلہ جاری رہا، فریقین نے وہاں شہر بسا لیے، ہر ایک فریق دوسرے کی نگرانی کرتا تھا، آخر کار فتح عباسی لشکر کے حصہ میں آئی، جس نے انھیں قتل کر کے اور قید کر کے ختم کر دیا۔ صاحب زنج مارا گیا، اور اُس کا شہر لوٹ لیا گیا، اِس شہر کو اُسی نے بسایا تھا اور اس کا نام "مختارہ"

Marfat.com

رکھا تھا، اس کا سر بغداد میں لایا گیا، بغداد میں یہ دن بڑے جشن اور جلسوں کا تھا، کہا گیا ہے کہ ان معرکوں میں پچیس لاکھ آدمی مارے گئے، معتمد نے ۲۷۹ھ میں وفات پائی

وزارت معتمد کے عہد میں

اوپر بیان کیا گیا ہے کہ معتمد کا بھائی موفق ہی امور خلافت پر پورا اقتدار رکھتا تھا، وزیروں کا عزل و نصب اسی کے اختیار میں تھا۔

ابوالحسن بن عبیداللہ بن یحییٰ بن خاقان

جب معتمد خلیفہ ہوا تو عبیداللہ کو وزیر بنانے کے لیے سب نے متفقہ طور پر رائے دی، چنانچہ اُسے بلاکر وزیر بنایا گیا، اس نے انتہائی نفرت اور بیزاری کے ساتھ یہ عہدہ قبول کیا، عبیداللہ کو رعایا کے حالات اور حکومت کے کاموں کا پورا علم تھا، متوکل کی خلافت میں اس کا ذکر گزر چکا ہے۔

حسن بن مخلد

عبیداللہ کے مرنے پر معتمد نے حسن بن مخلد کو وزیر مقرر کیا، وہ اس کے بھائی موفق کا کاتب (سکریٹری) تھا، اب وہ معتمد کا وزیر اور موفق کا کاتب بن گیا، حسن دیر قُنّیٰ کا رہنے والا تھا، لوگ کہتے ہیں کہ اس کا باپ مُعبرانی (؟) تھا، اور اُس کا بیٹا حسن اپنے عہد کا بہترین کاتب تھا، اس کے پاس ایک چھوٹی سی یادداشت کی کتاب تھی، جس کو وہ اپنے ہاتھ سے لکھا کرتا تھا، اور اس میں ملک کے محاصل، تمام اشیائے آمدنی تاریخوار درج تھیں، رات کو اس وقت تک نہیں سوتا تھا، جب تک کہ اُسے پڑھ کر خوب ذہن نشین نہ کرلے، اور اس طرح یاد رکھے کہ اگر دوسرے روز کوئی بات پوچھی جائے تو وہ یادداشت دیکھے بغیر فوراً جواب دیدے، حسن بن مخلد نے کہا ہے کہ ایک روز میں مؤفق بن المتوکل کے سامنے کھڑا تھا میں نے دیکھا کہ وہ اپنے کپڑوں کو ہاتھ سے ٹٹول رہا ہے اُس نے کہا اے حسن! مجھے یہ کپڑا بہت پسند ہے، ہمارے ذخیروں میں اس قسم کا کتنا کپڑا موجود ہوگا، میں نے فوراً اپنے

موزہ میں سے کتاب نکالی جس میں ذخیروں کا تمام سامان اور کپڑوں کی تفصیل لکھی تھی میں نے اُسے دیکھ کر بتا دیا کہ اس قسم کے چھ ہزار کپڑے موجود ہیں، موفق نے کہا اے حسن ہم تو ننگے ہیں، تم مختلف شہروں میں لکھ کر اس قسم کے تیس ہزار کپڑے بنوالو، اور لکھو کہ بہت جلد تیار ہوکر یہاں آجائیں۔

کچھ عرصے کے بعد معتمد نے حسن کو معزول کردیا، اور سلیمان بن وہب کو وزیر بنایا جس کا مختصر حال ہم پہلے بیان کرچکے ہیں، اسی زمانہ میں دولتِ بنی وہب تنغ کا آغاز ہوا۔

ابوصقر اسماعیل بن بلبل کی وزارت

موفق نے اسماعیل کو اپنے بھائی معتمد کا وزیر مقرر کیا، وہ فیاض اور خوش اخلاق تھا، وہ خوب کھانے کھلاتا تھا۔ اور لوگوں کے ساتھ احسان کرتا تھا، اس نے وزارت کے عہدے میں بڑی ترقی کی، سیف و قلم دونوں اس کے مطیع تھے، وہ لشکر کے انتظامات کی بھی دیکھ بھال کرتا تھا۔ لوگوں نے اُسے وزیر شکور کا لقب دیا تھا، اُس کے لڑکپن کے حالات ناپسندیدہ تھے لیکن بعد میں وہ جہاں پہنچا، ظاہر ہے، بُحتری اور ابن رومی جیسے شاعروں نے اس کی تعریف بھی کی اور ہجو بھی، ابوصقر نسب کے لحاظ سے بنی شیبان کی طرف منسوب تھا، میں نے خود اُس کے نسب کو بعض علمائے انساب کی قلمی تحریروں میں شیبان تک متصل پایا ہے، لیکن بعض دوسرے لوگوں نے اُس کے (نسب میں) خرابی بتائی ہے اور کہا ہے کہ صحیح النسب نہیں ہے، ابن رومی نے اپنے نون کے قافیہ والے قصیدے میں اس کی تعریف کی ہے جس کے ابتدائی اشعار یہ ہیں:-

اجنت لك الوصلَ اغصان وكثبانُ　　فيهن نوعان تفاح ورمانُ

شاخوں اور ٹیلوں نے تجھے وصل کے پھل دئیے ہیں جن میں دو قسم کے پھل ہیں سیب اور انار

Marfat.com

غصون بان علیها الدهر فاکهة   وما الفواکه مما یحمل لبان

یہ شاخیں بید کی ہیں جن پر یہ پھل ہمیشہ رہتے ہیں حالانکہ بید (بان) کا درخت کھلدار نہیں ہوتا۔

لوگوں نے اس قصیدے کا نام دار البطیخ رکھدیا کیونکہ اس میں میووں کا ذکر زیادہ ہے اور جس جگہ میوے فروخت ہوتے تھے وہ دار البطیخ کہلاتی تھی، اسی قصیدے کے منجملہ شعر یہ بھی ہیں:۔

قالوا ابو الصقر من شیبان قلت لهم   کلا لعمری ولکن منه شیبان

لوگ کہتے ہیں کہ ابو صقر شیبان کی طرف منسوب ہے، میں اُن سے کہتا ہوں، یہ بات ہرگز نہیں، میرے سر کی قسم شیبان اس کی طرف منسوب ہے۔

کم من اب قد علی بابن له شرفاً   کما علا برسول الله عدنان

بہت سے ایسے باپ ہیں جو اپنے بیٹے کی وجہ سے شرافت میں بلند ہوئے، جس طرح کہ عدنان رسول اللہؐ کی وجہ سے بلند ہوگیا۔

جب ابوصقر نے ابن رومی کے یہ الفاظ سنے کہ "ابو صقر شیبان کی طرف منسوب ہے لیکن میں کہتا ہوں کہ ہرگز نہیں" تو اس نے خیال کیا کہ ابن رومی نے درپردہ اس کی ہجو کی ہے، اور اشارہ کیا ہے کہ وہ اپنے نسب میں جھوٹا ہے۔ ابو صقر کو (اشعار کے) مفہوم میں اشتباہ پیدا ہوا، پھر اس کا یہ شبہ پختہ ہوگیا اور اُس نے ابن رومی کی طرف سے منہ پھیر لیا، ابن رومی نے (اشعار کا) اصل مطلب بڑی نرمی اور ادب سے سمجھایا، لیکن اُس نے نہ مانا اُس سے کہا گیا سبحان اللہ دوسرا شعر تو دیکھیے اور اس کی معنوی لطافت پر غور کیجیے، یہ بالکل اچھوتا مضمون ہے اور آپ سے پہلے کسی کی اس طرح تعریف نہیں کی گئی۔ لیکن اس نے کچھ نہیں سُنا اور اُسے یقین ہوگیا کہ ابن رومی نے دراصل اس کی ہجو کی ہے اور اُس نے اُسے (انعام سے) محروم کر دیا، پھر تو ابن رومی نے اس کی خوب ہجو کی، اور اس کی ہجو میں فحش الفاظ بھی استعمال کیے، ہجو کے بعض اشعار

Marfat.com

یہ ہیں:-

قد عجب الناس من ابی الصقر اذ ولی بعد الاجارة الدیوانا

لوگوں کو ابوصقر کی حالت پر تعجب ہے، جو اجارے کے بعد دیوان کا مالک بن گیا۔

ان للخط کیمیاءً اذاما مس کلبا صار انسانا

خط (لکھ لینا) بھی دراصل ایک کیمیا ہے کہ اگر کتے کو چھو جائے تو انسان بن جائے۔

اُس نے ہجو میں ایک جگہ یہ بھی کہا ہے:-

مهلاً اباالصقر فکم طائر خر صریعا بعد تحلیق

اے ابوصقر ذرا صبر کر بہت سے پرندے گر کر مر گئے جبکہ وہ ہوا میں بہت اونچے اُڑے

زوجت نُعمیٰ فلم تکن کفؤها فصانها الله بتطلیق

تو نے نُعمیٰ سے نکاح کیا حالانکہ تو اُس کا کفو نہ تھا، لیکن اللہ نے اس کو طلاق دلواکر محفوظ رکھا

لا قدست نعمیٰ تسربلتها کم حجة فیها لزندیق

ابوصقر کی ہجو میں اُس کے بعض عجیب اشعار یہ ہیں:-

ما بال فرخ ابوه بلبل زُنج یکنی اباالصقر یا اهل الدواوین

پرندے کے بچے کو کیا ہوا جس کا باپ بلبل (؟) ہے۔ اس کی کنیت اے دفتر والو ابوصقر رکھی گئی ہے

عروه من کنیة لیست تلیق به یدعی اباالصقر من کان ابن شاهین

اُس سے ایسی کنیت علیحدہ کر دو جو اس سے مناسبت نہیں رکھتی۔ ابوصقر تو اُسے کہا جاتا ہے جو شاہین کا بچہ ہو۔

معتضد نے (اپنے عہد میں) اُسے گرفتار کیا، قید کی سزا دی، پھر قید ہی میں مار ڈالا اور اس کی جائداد پر قبضہ کر لیا۔

حسن بن مخلد، سلیمان بن وہب، اور ابوصقر بن بلبل یہ معتمد کے ایسے وزیر تھے جو دو دو تین تین مرتبہ معزول ہونے کے بعد پھر رکھ لیے گئے تھے۔

احمد بن صالح بن شیرزاد قطربلی

احمد کو موفق نے اپنے بھائی کا وزیر مقرر کیا تھا، احمد فصیح و بلیغ اور فاضل شخص تھا، اور اُن تمام چیزوں سے واقف تھا جن کا علم اُس جیسی (ذمہ دار شخصیت) کے لیے ضروری ہے نظم ونثر میں بھی اسے کمال حاصل تھا، ایک مرتبہ اس نے ایک انشا پرداز عورت کی تعریف اس طرح کی :۔

"اُس کا خط اُس کے چہرے کا حُسن، روشنائی اُس کے بالوں کی سیاہی، کاغذ اُس کے رخسار کی طرح روشن، قلم اس کی انگلیوں کی طرح (نازک) طرز بیان اُس کی آنکھوں کے جادو کی طرح دل ربا، قلمتراش اُس کے غمزۂ نگاہ کی طرح (قاتل) اور قط زن اُس کے عاشق کے دل کی طرح (زخمی) ہے"۔

احمد بن شیرزاد تقریباً ایک ماہ تک وزیر رہا، پھر مرگیا، یہ واقعہ ۲۶۶ھ کا ہے۔

عبید اللہ بن سلیمان بن وہب

عبید اللہ کا شمار بڑے وزیروں اور جلیل القدر انشاپردازوں میں ہے، وہ اپنے فن میں کامل اور ماہر، عقلمند اور باعزت شخص تھا، اتفاق سے خلیفہ معتضد کی ایک کنیز مرگئی جس سے وہ محبت کرتا تھا، اس واقعہ سے اُسے بہت صدمہ ہوا۔ عبید اللہ نے اُس سے کہا اے امیرالمومنین آپ جیسے انسان پر مصیبتیں آسان ہوتی ہیں، اس لیے کہ آپ ہر کھوئی ہوئی چیز کا بدل پا سکتے ہیں، لیکن کوئی دوسرا آپ کا بدل نہیں پا سکتا، (مجھے تو) ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاعر نے اپنے کلام میں آپ ہی کو مراد لیا ہے۔

یُبکیٰ علینا ولا نبکی علیٰ احد　　لنحن اغلظ اکبا دا من الابل

لوگ ہماری موت پر روتے ہیں لیکن ہم کسی پر نہیں روتے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہمارا جگر اونٹ سے بھی زیادہ سخت ہے۔

عبید اللہ کی تعریف میں ایک شاعر کہتا ہے۔

اذا ابوقاسم جادت لنا یدہ　　لم یحمد الاجودان البحر والمطر

الفخری

Marfat.com

جب ابوالقاسم کے ہاتھ ہم پر بخشش کرتے ہیں تو سمندر اور بارش جیسی فیاض چیزوں کی تعریف نہیں کی جاتی۔

وان مضی رایہ اوحد عزمتہ تاخرالماضیان السیف والقدر

اور اگر اُس کی رائے یا عزم کی تیزی نافذ ہو جائے تو تلوار اور تقدیر جیسی دبے روک) گزرنے اور کاٹنے والی چیزیں بھی پیچھے رہ جاتی ہیں۔

وان اضاءت لنا انوار غرتہ تضائل النیران الشمس والقمر

اور اگر اُس کی پیشانی کا نور ہم پر جلوہ ریز ہو۔ تو سورج اور چاند بھی ماند پڑ جاتے ہیں۔

من لم یبت حذرا من حد صولتہ لم یدر ما المزعجان الخوف والحذر

جس نے اُس کے حملہ کی تیزی سے بے خوف ہو کر رات بسر نہیں کی وہ خوف و حذر جیسی مصیبت خیز چیزوں کو نہیں جانتا۔

ینال بالظن ما یعیی العیان لہ والشاھدان علیہ العین والاثر

وہ صرف خیال کر لینے سے وہ بات معلوم کر لیتا ہے جس سے دوسروں کا مشاہدہ بھی عاجز رہ جاتا ہے، اور اس کی صداقت پر شاہد اور واقعہ دونوں گواہ ہیں۔

عبیداللہ ۲۸۲ھ میں مرگیا، معتمد اور اُس کے وزیروں کا زمانہ ختم ہوا۔

(۱۶) معتضد باللہ

معتمد کے بعد اُس کا چچا زاد بھائی معتضد فرماں روا ہوا اس کا نام ابوالعباس۔ احمد بن الموفق طلحہ بن متوکل تھا، ۲۷۹ھ میں اُس سے بیعت ہوئی، وہ شریف النفس عقلمند، اور فاضل تھا اس کی سیرت پسندیدہ تھی اس کی تخت نشینی کے وقت دنیا تباہ تھی، اور سرحدات غیر محفوظ، اُس نے قابلِ تعریف طریقے پر مستعدی سے کام کیا ملک آباد ہوا، اور دولت کو ترقی ہوئی، اور سرحدات بھی محفوظ ہو گئیں، مفسدوں

Marfat.com

پر اس کی سیاست سخت تھی، وہ لشکر کے لالچی عناصر کی ایذا رسانی کو رعایا سے دور کرتا تھا اپنے چچا زاد بھائیوں کے خاندان بنی طالب کے ساتھ بھی وہ احسان کرتا تھا، اُس کے عہد میں خشک سالی و آفات ارضی و سماوی واقع ہوئیں اور خارجیوں نے خروج کیا، ان میں سے ایک عمرو بن لیث صفار بھی تھا جس نے بڑی اہمیت اختیار کی اور اُس کا فتنہ بڑھتا گیا، اور ملک عجم کے اکثر حصوں پر قابض ہوگیا، وہ کہا کرتا تھا کہ اگر میں چاہوں کہ دریائے بلخ پر سونے کا پل نصب کردوں تو میں ایسا کر سکتا ہوں۔ اس کے باورچیخانہ (کا سازو سامان) چھ سو اونٹوں پر بار کیا جاتا تھا، لیکن انجام کار اُسے قید اور ذلت نصیب ہوئی۔

معتضد اپنی مملکت کے پراگندہ حصوں کی اصلاح اور اپنی رعایا میں عدل گستری کے لیے کھڑا ہوا، یہاں تک کہ وہ مرگیا۔ مرتے وقت اُس نے خزانوں میں ایک کرور سے زائد دینار چھوڑے، معتضد نے ۲۸۹ھ میں وفات پائی۔

وزارت معتضد کے عہد میں معتضد نے عبید اللہ بن سلیمان کو وزارت پر برقرار رکھا اُس کے مختصر حالات پہلے گزر چکے ہیں، اُس کے مرنے پر معتضد نے چاہا کہ اُس کی اولاد کی بیخ کنی کرکے اُن کا مال ضبط کرلے، چنانچہ جب قسم بن عبید اللہ حاضر ہوا، تو اُس نے بدر معتضدی سے مدد مانگی، اور بیس لاکھ دینار کا اقرار نامہ لکھدیا پھر معتضد نے اُسے اپنا وزیر بنایا۔

قسم بن عبید اللہ دنیا کے بڑے چالاک لوگوں میں تھا، اور نہایت لائق وزیر تھا، وہ شریف النفس، فاضل، ہوشیار، وصولی کا ماہر، فیاض باوقار، اور سخت مزاج تھا۔ اُس کے مذہبی عقائد پر بھی لوگوں کو اعتراض تھا، اسی نے ابن رومی شاعر کو زہر دیکر مار ڈالا، ابن رومی سب کو چھوڑ کر بنی وہب کی مدح کیا کرتا تھا، بعض اوقات بنی وہب اُس کے حق میں کوتاہی کرتے تھے تو وہ اُن کی ہجو کرنے لگتا تھا، ابن رومی (دراصل) بڑا

Marfat.com

ہجو گو شاعر تھا۔ بنی وہب کی تعریف میں ابن المعتز شاعر کہتا ہے :۔

لآل سلیمان بن وھب صنائع لدیّ ومعروف الی تقدما

خاندان سلیمان بن وہب کے مجھ پر احسانات ہیں۔ اور سابقہ احسانات بھی۔

ھم ذللوالی الدھر بعد شماسہ وھم غسلوا من ثوب والدی الدما

انھوں نے زمانے کو اس کی دشمنی کے بعد میرا تابع کیا، اور انھیں نے میرے والد کے کپڑوں سے خون کو دھو یا۔

بنی وہب کی ہجو میں ایک شاعر کہتا ہے۔

اذا رائیت بنی وھب بمنزلۃ لم تدرا یھم الانثی من الذکر

جب تم بنی وہب کو کسی عہدے پر دیکھو اور تم کو یہ نہ معلوم ہو کہ ان میں مرد کونسا ہے اور عورت کونسی ہے

قمیص انثاھم ینقد من قبل وقمص ذکرانھم تنقد من دبر

(تو سمجھ لو) کہ اُن کی عورتوں کا کُرتہ آگے سے اور مردوں کا پیچھے سے پھٹا ہوا ہوتا ہے۔

معتضد کے مرتے وقت تک قسم بن عبید اللہ اُس کا وزیر تھا، معتضد اور اس کے وزیروں کا زمانہ ختم ہوا۔

(۱۷) مکتفی باللہ

معتضد کے بعد اُس کا بیٹا مکتفی باللہ فرمانروا ہوا، اس کا نام ابو محمد علی بن معتضد تھا، ۲۸۹ھ میں اُس سے بیعت ہوئی، مکتفی کا شمار بہترین خلفاء میں ہے، اُس نے رحبہ میں جو بغداد میں واقع ہے جامع مسجد بنوائی، اُس کے زمانہ میں قرامطہ کا ظہور ہوا، یہ خارجی لوگ تھے جو باغی ہو گئے تھے، یہ حاجیوں کا راستہ لوٹتے انھیں تباہ کرتے، اور اُن کو کثرت سے بیدریغ قتل کرتے تھے، مکتفی نے بہت سے لشکر اُن کے مقابلے کے لیے بھیجے، اور قرامطہ سے انھیں لڑایا، اور اُن کے بعض سرداروں کو مار ڈالا۔

مکتفی نے دار شاطیہ میں جو بغداد میں ہے "تاج" کی تعمیر کی، اُس نے ۲۹۵ھ میں وفات پائی۔

مکتفی کی وزارت

معتضد کے مرتے وقت مکتفی مقام رقہ میں تھا قسم بن عبید اللہ وزیر نے اس کے لیے بیعت حاصل کرنے میں قابل تعریف کام کیا، اور اس نے خط لکھ کر مکتفی کو اس کی اطلاع دی، اور جبۂ مبارک اور عصا اُس کے پاس بھیجدیا، پھر مکتفی بغداد میں آیا اور اس نے قسم کو وزارت پر برقرار رکھا اور اُسے بہت سے خطابات دیئے مکتفی کے عہد میں اُسے بڑی ترقی حاصل ہوئی، اور اُس کی شان بڑھ گئی، جب قسم کے مرنے کا وقت آیا تو اُس نے مکتفی کو مشورہ دیا کہ وہ عباس بن حسن کو اپنا وزیر بنائے،

عباس بن حسن

صولی کہتا ہے کہ انقلاب روزگار اور تغیر حالات کا عجیب ترین منظر میں نے یہ دیکھا کہ عباس بن حسن، قسم بن عبید اللہ کے مرنے سے پہلے چہارشنبہ کے دن اول وقت اُس کے گھر آیا، اور اُس کے بیٹے کے ہاتھ چومے، اور اُسی دن شام کے وقت جب قسم مرگیا اور مکتفی نے وزارت عباس بن حسن کے سپرد کی تو قسم کا لڑکا آیا اور اُس نے عباس کے ہاتھ چومے۔

عباس بن حسن چالاک اور مکر و فریب سے کام لینے والا تھا، اور بڑا ذی علم تھا لیکن حساب میں وہ کمزور تھا، اُس کی سیرت قابل تعریف نہ تھی، وہ انتظاماتِ حکومت کو چھوڑ کر تعیشات میں منہمک رہتا تھا، وہ اپنے نائبوں سے کہا کرتا تھا کہ تم مصلحت کے مطابق کام کرو میں بھی ویسا ہی حکم دیدیا کروں گا، اس کے عہد میں حالات خراب ہو گئے، یہاں تک کہ حسین بن حمدان اور لشکر کی ایک جماعت نے اس پر حملہ کر دیا، اور مار ڈالا، یہ واقعہ مقتدر کے عہد میں ہوا،

مکتفی اور اُس کے وزیروں کا زمانہ ختم ہوا۔

Marfat.com

(۱۸) مقتدر باللہ

مکتفی کے بعد مقتدر باللہ خلیفہ ہوا۔ اس کا نام ابوالفضل جعفر بن معتضد تھا۔ ۲۹۵ھ میں اس سے بیعت ہوئی، اُس وقت اُس کی عمر ۱۳ سال کی تھی، وہ فیاض صاحبِ کرم اور بڑا خرچ کرنے والا تھا حُسنِ سلوک، وظائف اور گزاروں کی کثرت اور خلعتوں اور انعاموں کی زیادتی سے اُس نے خلافت کی روایات کا اعادہ کیا، اُس کے محل میں گیارہ ہزار رومی اور حبشی خواجہ سرا تھے، اُس کا خزانہ قیمتی جواہرات سے لبریز تھا، منجملہ اُن کے ایک یاقوت کا نگینہ تھا، جس کو ہارون رشید نے تین لاکھ دینار میں خریدا تھا، اور ایک دریکتا بھی تھا جس کا وزن تین مثقال تھا، اُن کے علاوہ اور بھی نفیس جواہرات تھے جن سب کو اُس نے تقسیم کر دیا یا ضائع کر دیا۔

حلاج کا قتل

اس خلیفہ کے زمانے حلاّج مارا گیا۔ جس کی تفصیل یہ ہے کہ حلاّج جس کا نام حسین بن منصور اور کنیت ابوالغیث تھی فارس کا باشندۂ ایک مجوسی الاصل شخص تھا، واسط میں اُس نے تربیت پائی، بعض کہتے ہیں کہ تستر میں، صوفیہ کے ساتھ اُس نے اختلاط پیدا کیا، اور سہل تستری کی شاگردی اختیار کی پھر بغداد آیا، اور ابوالقاسم الجنید سے ملاقات کی۔ حلاّج مختلف مذاہب کے عقائد کو خلط ملط کر کے فساد پھیلانے والا شخص تھا، کبھی وہ صوف (اونی موٹا جھوٹا کپڑا) پہنتا تھا، اور کبھی رنگین کپڑے، اور کبھی بڑا عمامہ اور صوف کا کپڑا، اور کبھی قبا اور فوجی لباس۔ اُس نے مختلف ملکوں کی سیاحت کی تھی، آخر میں وہ بغداد آیا، اور وہاں اُس نے ایک گھر بنایا، اس کے متعلق لوگوں کی رائے اور عقائد مختلف ہیں۔ مختلف مذہبی عقائد کو گڑبڑ کرنا اور ایک مذہب سے دوسرے مذہب کی طرف منتقل ہونا، اس کی نمایاں صفت تھی، اُس نے عوام کو بعض

خارق عادت امور دِکھا کر گمراہ کرنا شروع کیا، کبھی وہ عام رہگذر میں ایک گڑھا کھود کر پانی کا مشکیزہ گاڑ دیتا تھا، یا کسی دوسری جگہ کھانا دفن کر دیتا تھا، پھر وہ اپنی جماعت کے ساتھ وہاں سے گزرتا تھا، اور جب انھیں پانی کی ضرورت پینے یا وضو کرنے کے لیے پیش آتی تو انھیں اس جگہ لے آتا، جہاں اُس نے گڑھا کھودا تھا، پھر وہ اپنے عصا سے اُس جگہ کو کھودتا اور پانی نکل آتا، لوگ اُسے پیتے اور وضو کرتے، اسی طرح جب وہ بھوکے ہوتے تو دوسری جگہ کھودتا جہاں زمین کے اندر سے کھانا نکل آتا، اور انھیں یہ خیال ہوتا کہ اولیا کی کرامت ہے، اسی طرح وہ میووں کا بھی ذخیرہ رکھتا تھا اور خلاف موسم ان کو نکال لیتا تھا، لوگ اُس کے زیادہ گرویدہ ہو گئے وہ صوفیوں کی طرح باتیں کرتا تھا، اور ان باتوں میں "حُلولِ محض" کا مسئلہ ملا دیتا تھا جس کا ذکر جائز نہیں وہ شعر بھی کہا کرتا تھا اُس کے بعض اشعار یہ ہیں۔

حبیبی غیر منسوب الی شی من الحیف

میرا دوست کسی ظلم کی طرف منسوب نہیں ہے

سقانی مثلما یشرب فعل الضیف بالضیف

اُس نے مجھے وہی (شراب) پلائی جیسی کہ وہ خود پیتا ہے، جیسا کہ میزبان مہمان سے (سلوک) کرتا ہے

فلما دارت الکاس دعا بالنطع والسیف

جب ساغر کا دور چلا تو اُس نے تلوار اور "نطع" منگوائی

کذا من یشرب الراح مع التنین فی الصیف

یہی حال ہے اُس شخص کا جو اژدہے کے ساتھ موسم گرما میں شراب پیے۔

لوگوں کی عقیدت اور اُن کا رجحان اس کی طرف بڑھتا گیا، یہاں تک کہ عوام اُس کے پیشاب سے شفا حاصل کرنے لگے، وہ اپنے متبعین سے کہتا تھا، ہم موسیٰ، عیسیٰ، محمد اور آدم ہو اُن کی روحیں تمہارے اندر حلول کر گئی ہیں۔ جب یہ فتنہ و فساد زیادہ

ہوا تو مقتدر نے اپنے وزیر حامد بن عباس کو اُسے حاضر کرنے اور اس کے ساتھ مناظرہ کرنے کا حکم دیا، چنانچہ وزیر نے اُسے حاضر کیا، اور اماموں اور قاضیوں کو جمع کر کے مناظرہ کیا گیا اُس نے بہت سی ایسی باتوں کا اقرار کیا جن کی بنا پر اُس کا قتل واجب قرار پاتا تھا اُسے ایک ہزار کوڑے مارے گئے تاکہ وہ مر جائے لیکن وہ نہیں مرا پھر اُس کے دونوں ہاتھ پیر اور سر کاٹا گیا، اور لاش جلادی گئی، قتل ہوتے وقت اُس نے اپنے متبعین سے کہا تم اس واقعہ سے نہ گھبراؤ میں ایک مہینے کے بعد تمہارے پاس آجاؤں گا، لوگ کہتے ہیں کہ مرنے سے پہلے اس نے یہ شعر پڑھے تھے:۔

طلبتُ المستقر بکل ارض   فلم ارلی بارض مستقرا

میں نے ہر سرزمین میں اپنے لیے ٹھکانا تلاش کیا، لیکن مجھے کسی زمین میں ٹھکانہ نظر نہیں آیا۔

اطعتُ مطامعی فاستعبدتنی   ولوانی قنعت لکنت حرا

میں نے اپنی طمع کی اطاعت کی جس نے مجھے غلام بنادیا اور اگر میں قناعت کرتا تو آزاد رہتا۔

یہ واقعہ ۳۰۹ھ کا ہے، اس کی قبر بغداد میں اُس زیارت گاہ کے قریب ہے جو کرخی کے نام سے مشہور ہے۔

اسی زمانے میں قرامطہ حجر اسود کو کعبہ سے اکھاڑ کر لے گئے جو بیس سال تک ان کے ہاتھوں میں رہا، یہاں تک کہ شریف یحییٰ بن حسین بن احمد بن عمر بن یحییٰ بن حسین بن زید بن علی بن حسین ابن علی بن ابی طالب کے ذریعہ سے واپس آیا۔

مقتدر کا عہد حکومت بڑی گڑبڑ کا زمانہ تھا، کیوں کہ اس کی عمر کم تھی اور اس کی ماں، بیویاں اور خدام اُس پر غالب تھے، اس کی حکومت کے معاملات عورتوں اور خادموں کی ترتیب پر گردش کرتے تھے اور وہ خود عیش و عشرت میں مصروف رہتا تھا، اس کے عہد میں ملک تباہ ہوگیا، خزانے خالی ہوئے اور اختلافات بڑھ گئے بالآخر اُسے معزول کیا گیا۔ پھر اُس کو دوبارہ خلافت پر واپس لایا گیا، پھر قتل کیا گیا۔

Marfat.com

دولت علویہ | اسی زمانے میں دولتِ فاطمیہ کا ظہور ہوا، اس دولت کے قیام اور اُس کے اختتام کا مختصر حال یہ ہے کہ اِس مملکت کے حدود بہت وسیع ہوئے اور وہ عرصہ دراز تک قائم رہی، اس کی ابتدا ۲۹۶ھ سے ہوتی ہے جبکہ بلاد مغرب میں مہدی کا ظہور ہوا، اور اس کا خاتمہ ۵۶۷ھ میں ہوا، یہ کچھ بعید نہ ہوتا کہ اس دولت کو ہمہ گیر وسعت حاصل ہوجاتی اور قومیں اس کی حلقہ بگوش بن جاتیں، چنانچہ اسی کی طرف رضی موسوی نے اپنے اشعار میں اشارہ کیا ہے،

مامقامی علی الھوان وعندی مِقْوَلٌ قاطع وانفٌ حمّی

میں ذلت کیونکر برداشت کر سکتا ہوں جب کہ میرے پاس ایک تیز زبان ہے اور ایک غیرت والی ناک،

وابآءٌ محلق بی عن الضیم کما زاغ طائرٌ وحشیّ

اور ایک انکار ہے جو (لوگوں کے) ظلم سے مجھے دور کرکے بلند کردیتا ہے جس طرح کہ ایک وحشی پرندہ (خطرے سے) علیحدہ ہوجاتا ہے۔

احمل الضیم فی بلاد الاعادی وبمصر الخلیفۃ العلویّ

میں دشمنوں کے ملک میں ظلم کیونکر برداشت کرسکتا ہوں جب مجھ پر دور دراز ملکوں میں رہنے والا ظلم کرتا ہے

من ابوہ ابی ومولاہ مولای اذا ضامنی البعید القصیّ

دراں حالیکہ مصر میں علوی خلیفہ موجود ہے جس کا باپ میرا باپ ہے اور جس کا آقا میرا آقا ہے۔

لف عِرقی بِعرقہ سید الناس جمیعا محمد وعلیّ

میرے اور اس کے رشتے کو تمام لوگوں کے آقا محمدؐ اور علیؓ نے ملا دیا ہے

ان ذُلّی بذٰلک الجوعزٌّ واُوامی بذٰلک الربع ریّ

اس فضا میں میری ذلت بھی عزت ہے، اور اس منزل میں میرا پیاسا رہنا بھی سیرابی ہے

علویہ کی ابتداء | مہدی باللہ ابو محمد بن احمد عاقلین بن اسمٰعیل ثالث بن احمد بن اسمٰعیل ثانی بن محمد اسمٰعیل اعرج بن جعفر صادقؒ اس دولت کا

پہلا خلیفہ ہے۔ اس نسب کی روایت ایک دوسرے طریقے پر بھی کی گئی ہے جس میں بہت اختلاف ہے، لیکن صحیح یہی ہے کہ وہ علوی اسماعیلی ہیں۔ ان کا نسب صحیح طریقہ پر متصل ہے، نسب کی جو روایت میں نے یہاں درج کی ہے اسی پر زیادہ اعتماد کیا جاتا ہے اور اسی کے مطابق علما نے نسب کی تحریریں بھی پائی گئی ہیں۔

مہدی اپنے زمانہ کا ایک ہاشمی سردار تھا، بعض کہتے ہیں کہ وہ ۲۶۰ھ میں بغداد میں پیدا ہوا، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ مقام سلمیہ میں پیدا ہوا پھر وہ تاجروں کے بھیس میں مصر پہنچا، اور بلادِ مغرب میں اُس نے اپنے مقصد کا اعلان کیا، اور لوگوں کو اپنی طرف دعوت دی، لوگ اُس کی طرف مائل ہوئے اور بہت سی مخلوق اُس کی پیرو بن گئی، اور انھوں نے اُسے خلافت کا سلام کیا، اس کی شان و شوکت بڑھی اور وہ سرزمین قیروان میں پہنچا اور وہاں ایک شہر بسایا جس کا نام مہدیہ رکھا افریقیہ (شمالی افریقہ) اور مغرب کا ملک مع تمام اطراف کے اُس کے قبضہ میں آگیا، پھر اُس نے اسکندریہ پر قبضہ کرلیا، اور اس کا خراج وصول کیا، اسی طرح مصر بالائی کے بعض حصوں سے اُس نے خراج حاصل کیا، ۳۲۲ھ میں اس کا انتقال ہوا اور اس کے بعد یکے بعد دیگرے خلیفہ ہوتے چلے آئے، یہاں تک کہ اُن کے آخری خلیفہ عاضد کی نوبت آئی، اس کا نام ابو محمد عبداللہ امیر یوسف بن حافظ لدین اللہ تھا،

دولت علویہ کا خاتمہ

اس دولت کے خاتمہ کی تفصیل یہ ہے کہ ۵۵۵ھ میں عاضد کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت ہوئی جبکہ وہ بالکل بچہ ہی تھا، اس کی حکومت کا انتظام امراء اور وزرا کے قبضہ میں آیا، یہاں تک کہ صلاح الدین یوسف بن ایوب کا چچا اسدالدین شیرکوہ مصر پہنچا، اس وقت خلیفہ کے بچپن اور اُمرا و وزرا کے اختلاف رائے سے مملکت کے کاروبار میں خلل رونما ہو گیا تھا، صلاح الدین بھی اپنے چچا اسدالدین شیرکوہ کے ساتھ بے دلی سے روانہ ہوا اسدالدین شیرکوہ کا دور زیادہ عرصہ

Marfat.com

تک نہیں رہا اور وہ مرگیا، اور صلاح الدین نے مملکت پر قبضہ حاصل کرلیا، عاضد نے اس کو اپنا وزیر بنا کر وزارت کا خلعت عطا کیا، صلاح الدین سلطنت پر پوری طرح قابض ہوگیا، اُس کے خاندان والے بھی پہنچ گئے اور صلاح الدین نے اُن کو بڑی بڑی جاگیریں عطا کیں، اور عاضد کے اختیارات سلب کرکے تنہا حاکم بن بیٹھا عاضد بیمار پڑگیا اور اُس کی بیماریوں کا سلسلہ دراز ہوا، یہاں تک کہ وہ ۵۶۷ھ میں مرگیا، لوگوں کو اس میں تامل ہوا کہ ممبر پر خطبہ میں کس خلیفہ کے لیے دعا کی جائے، جب جمعہ کا دن آیا تو ایک عجمی شخص ممبر پر چڑھا اور اُس نے خطبہ میں خلیفہ مستضی (عباسی) کا نام لیا اور کسی نے اُسے بُرا نہ سمجھا، اس کے بعد عباسیوں کا خطبہ مصر میں جاری ہوگیا، اور دولت فاطمین کا خاتمہ ہوگیا، اور بغیر کسی مخالفت کے صلاح الدین یوسف ابن ایوب مصر کا مستقل فرماں روا بن گیا، اور عاضد کے جن رشتہ داروں نے مخالفت کی اُن کو اُس نے قید کرلیا اور مال اور خزانوں پر قابض ہوگیا، اس مال و دولت میں ایک جبل یاقوت (یاقوت کا پہاڑ) تھا جس کا وزن سولہ مثقال تھا، ابن اثیر مورخ کہتا ہے کہ میں نے خود اس یاقوت کو دیکھا اور تولا ہے، اور اس میں ایک زمرد کا بنا ہوا (تلوار یا خنجر کا) قبضہ بھی تھا، جس کا طول مٹھی بند کرکے چار انگشت تھا، عاضد کے رہنے کی جگہ کے قریب ایک طبل پایا گیا۔ لوگ سمجھے کہ یہ کھیلنے کے لیے بنایا گیا ہے اور وہ عاضد پر ہنسنے لگے ایک شخص نے اُس پر ہاتھ مارا جس سے اُس کی ریح خارج ہوگئی پھر دوسرے نے ہاتھ مارا جس سے اُس کے ساتھ بھی یہی صورت پیش آئی، غرض جو شخص بھی اسے بجاتا تھا اس کی ریح خارج ہوجاتی تھی، ایک شخص نے اُس کو پٹک کر توڑ ڈالا پھر معلوم ہوا کہ یہ طبل تو دراصل قولنج کے علاج کے لیے بنایا گیا تھا تو وہ اُس کے توڑنے پر بہت پشیمان ہوا۔

یہ واقعات خلیفہ مستضی عباسی کے زمانہ میں پیش آئے، مصر فتح ہونے اور وہاں

خلیفہ کے نام پر خطبہ شروع ہونے کی خوش خبری اُس کے پاس پہنچی، بغداد میں بڑی خوشیاں منائی گئیں، اور شاعروں نے مبارکبادیں پیش کیں اور مستضی نے مصر کی سلطنت صلاح الدین کو سپرد کیے جانے اور حاکم بنانے کے احکام بھیجدیئے۔ پاک ہے اس کی ذات جس کو چاہتا حکومت عطا کرتا ہے اور جس سے چاہتا ہے چھین لیتا ہے۔

اب ہم خلیفہ مقتدر کے بقیہ حالات کا ذکر کرتے ہیں، مقتدر کی معزولی کے بعد عبداللہ بن المعتز کے ہاتھ پر بیعت کی گئی، جو صرف ایک روز خلیفہ رہا، پھر مقتدر اُس پر غالب آگیا، اور اُسے پکڑ کر مار ڈالا، عبداللہ بن المعتز کا شمار خلفا میں اس لیے نہیں کیا گیا کہ اُس کی مدت بہت ہی کم تھی۔

مقتدر اور مونس المظفر سردار لشکر کے درمیان سخت نفرت تھی جس کی وجہ سے دونوں میں جنگ ہوئی اور مقتدر مارا گیا، اور اُس کا سر کاٹ کر مونس کے پاس پہنچا دیا گیا اُس کی لاش شاہراہِ عام پر پڑی رہی کہتے ہیں کہ ایک کانٹے لانے والے شخص نے جب اُسے برہنہ پڑا ہوا دیکھا تو اُس پر کانٹوں کا ایک گٹھا ڈال کر چھپا دیا، یہ واقعہ ۳۲۰ھ کا ہے۔

زمانۂ مقتدر کی وزارت

جب مقتدر تخت خلافت پر بیٹھا تو اُس نے اپنے بھائی مکتفی کے وزیر عباس بن الحسن کو وزارت پر قائم رکھا، جب عباس مارا گیا اور مقتدر اور عبداللہ بن المعتز کے درمیان فتنہ برپا ہوا اور مقتدر غالب آیا تو اُس نے ابن الفرات کو طلب کر کے وزیر بنایا۔ صولی کہتا ہے کہ ابن فرات کا خاندان مقام صریفین کا رہنے والا تھا جو دجیل کے علاقہ میں ہے، یہ لوگ فضل و کرم، وفا اور مروّت کے لحاظ سے بڑے جلیل القدر تھے۔ یہ ابوالحسن علی بن فرات بھی بڑا فیاض اور بڑے مرتبے کا شخص تھا، اس کا زمانہ لوگوں کے لیے ہر روز روزِ عید کا مصداق تھا۔ جب مقتدر کے عہد میں اُس کی (مقتدر کی) معزولی، ابن المعتز کی بیعت، اور پھر مقتدر کے غالب آجانے کے واقعات پیش آئے، اور مقتدر کی خلافت کو استحکام ہوا تو اس نے

Marfat.com

ابوالحسن علی بن فرات کو طلب کر کے اپنا وزیر بنایا، اور اس کو خلعت عطا کی فتنہ و فساد فرو کرنے میں ابوالحسن نے بہترین کام کیا۔ ایک ہی دن کے عرصہ میں سلطنت کا انتظام قائم کر دیا قواعد مرتب کیے اور لوگوں کے دل اپنی طرف مائل کر لیے ابھی اس نے رات بھی نہ گزاری تھی کہ تمام حالات مقتدر کے لیے استوار ہو گئے، اور مملکت کو قرار حاصل ہوا۔ اسی کے متعلق ایک شاعر کہتا ہے:

ودبرت فی ساعۃ دولۃ تمیل بغیرك فی اشھر

تو نے مملکت کے حالات چند گھنٹوں میں استوار کر دیئے تیرے سوا دوسرا مہینوں میں نہیں کر سکتا

ابن فرات تین مرتبہ مقتدر کا وزیر بنا، لوگ کہتے ہیں کہ جب وہ وزیر بنتا تھا تو موم بتی، برف، اور کاغذ مہنگا ہو جاتا تھا، کیونکہ وہ ان چیزوں کو کثرت سے استعمال کرتا تھا، اس کے گھر میں کوئی استعمال کرتا تھا، اس کے گھر میں کوئی بھی ہو وہ برف کا پانی پیتا تھا، اور مغرب کے بعد جو شخص بھی گھر سے نکلتا اس کے سامنے ایک صاف اور بڑی شمع ہوتی تھی۔ اور اس کے گھر میں ایک کمرہ تھا جس کو "کاغذ کا کمرہ" کہتے تھے، جس شخص کو کاغذ کی ضرورت ہوتی تھی وہ اس کمرے میں جا کر اپنی ضرورت کا کاغذ لے لیتا تھا، ابن فرات کے متعلق لوگ کہتے ہیں کہ وہ کہتا تھا کہ جب کبھی میں اپنے دروازہ پر کسی حاجت مند کو دیکھتا تھا تو مجھے اس کے ساتھ احسان کرنے کا خیال خود اس سے زیادہ ہوتا تھا۔

عہدۂ وزارت پر فائز ہونے سے پہلے جب ابن فرات کے ہمنشین اور مصاحب اس کے پاس آتے تھے تو ان کے آرام کے لیے تکیے لگا دیئے جاتے تھے، اور جب وہ وزیر ہوا تو فراشوں نے ندیموں اور مصاحبوں کے لیے تکیے نہیں لگائے، ان کی یہ حرکت اس کو بہت ناگوار ہوئی، اور اس نے تکیے لانے کا حکم دیا، اور کہنے لگا کہ خدا مجھے ایسے مرتبے سے محروم رکھے جس سے میرے دوستوں کی قدر کم ہوتی ہو۔ جب ابن معتز کا فتنہ برپا ہوا، اور مقتدر اس پر غالب آیا اور ابوالحسن ابن فرات کو اس نے

Marfat.com

اپنا وزیر بنایا تو اُس کے سامنے ارکانِ حکومت کے کچھ خطوط پیش کیے گئے جس سے ابن معتز کی طرف ان لوگوں کے رجحان کا اور مقتدر سے انحراف کا پتہ چلتا تھا، حاضرین میں سے ایک شخص نے کہا کہ ان خطوط کو کھول کر پڑھ لیا جائے تاکہ دوست اور دشمن میں تمیز ہو سکے، ابن فرات نے ایک انگیٹھی منگوائی جس میں آگ بھری ہوئی تھی، اور وہ تمام خطوط سب کے سامنے اُس میں ڈال دیئے، اور ان میں سے کسی خط (کو پڑھ کر) اُس کے مضمون سے باخبر نہ ہوا اور حاضرین سے کہا کہ "یہ ارکانِ دولت کے خطوط تھے اگر ہم ان کے مضمون سے باخبر ہو جاتے تو ہمارے خیالات اُن کی طرف سے اور ان کے خیالات ہماری طرف سے خراب ہو جاتے۔ اور اگر ہم ان کو سزا دیتے تو گویا ارکانِ دولت کو ہلاک کر دیتے جس کی وجہ سے سلطنت میں کمزوری پیدا ہو جاتی، اور اگر زندہ رہنے دیتے تو ہم اُن کو ایسے حال پر چھوڑتے کہ ہمارے اور ان کے خیالات کبھی صاف نہ ہوتے اور ایسی صورت میں ہم ان سے کوئی فائدہ حاصل نہ کر سکتے۔"

وزارت کا عہدہ تین مرتبہ ابن فرات کے سپرد ہوا، اور تیسری مرتبہ وہ مارا گیا، یہ واقعہ ۳۱۲ھ کا ہے۔

خاقانی کی وزارت

اس کا نام ابو علی محمد بن عبید اللہ بن یحییٰ بن خاقان تھا۔ جب مقتدر نے ابن فرات کو پہلی مرتبہ گرفتار کیا تو اُس نے خاقانی کو بلوایا۔ خاقانی ابن فرات سے ڈرتا تھا۔ مقتدر نے اُس کو تسکین دلائی اور وزیر بنا لیا، اور وزارت کی خلعت عطا کی۔ خاقانی کی سیرت اور انتظامِ ملک دونوں اچھے نہ تھے وہ کثرت سے بحالی اور برطرفی کرتا تھا، کہتے ہیں کہ اُس نے کوفہ کے لیے ایک دن میں اُنیس ناظر بدلے اور ہر ایک سے اُس نے رشوت لی، جب وہ ایک ایک کر کے اُس کے پاس سے واپس آئے تو راستہ میں ایک جگہ جمع ہو گئے، اور کہنے لگے کہ اب ہم کو کیا کرنا چاہیے، ایک نے کہا کہ انصاف تو یہ ہے کہ جو سب سے آخر میں

Marfat.com

وزیر سے ملا تھا اُس کا تقرر صحیح ہوسکتا ہے کیونکہ اس کے بعد کوئی دوسرا نہیں گیا چنانچہ جو شخص آخر میں آیا تھا وہ کوفہ کی طرف روانہ ہوگیا اور باقی لوگ وزیر کے پاس واپس آئے، وزیر نے ان کو مختلف کام سپرد کر دئے۔

شاعروں نے خاقانی کی ہجو کی ہے، اُس کی ہجو کے بعض اشعار یہ ہیں :۔

للدواوین منذ ولیت عویل لمال الخراج سقم طویل

جب سے تو وزارت پر مقرر کیا گیا ہے دفتروں میں نالہ و فغاں برپا ہے اور خراج کے مال میں بڑی خرابی واقع ہے۔

یتلقی الخطوب حین الملمّ منك رأی غث وعقل ضئیل

جب تجھ سے ایک کمزور رائے اور ضعیف عقل کا ظہور ہوتا ہے تو بڑی مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

ان سمنتم من الخیانة والجور فللارتفاع جسم نحیل

اگر تم خیانت اور ظلم سے موٹے ہوگئے تو کیا ہوا، ملک کی آمدنی تو دُبلی ہوگئی۔

یہ اشعار بھی اس کی بُرائی میں کہے گئے ہیں :۔

وزیر لا یمل من الرقاعة یولی ثم یعزل بعد ساعة

وہ ایسا وزیر ہے جو حماقت سے باز نہیں آتا، ہر گھنٹہ کے بعد عزل و نصب کرتا رہتا ہے۔

ویدنی من تعجل منه مالا ویبعد من توسل بالشفاعة

جو شخص اس کو مال دیتا ہے وہ اُس کو پاس بلالیتا ہے اور جو صرف سفارش کا وسیلہ رکھتا ہے اُسے دور کر دیتا ہے۔

اذا اهل الرشا صاروا الیه فاحظی القوم اوفرهم بضاعة

جب رشوت دینے والے اُس کے پاس پہنچتے ہیں تو زیادہ کامیاب وہی ہوتا ہے جس کے پاس زیادہ سرمایہ ہو۔

پھر مقتدر نے اُسے گرفتار کر کے قید کر لیا، اور علی بن موسیٰ کو وزیر بنایا۔

علی بن موسیٰ

علی بن موسیٰ ایک معمر، باکمال، متدین، متقی اور پرہیزگار کاتب تھا صولی کہتا ہے کہ مجھے اس کا علم نہیں کہ بنی عباس میں کوئی وزیر پرہیزگاری پاکبازی، حفظ قرآن اور اُس کے مطالب سمجھنے میں فن تحریر اور حساب کی مہارت میں

Marfat.com

اور خیرات وصدقات میں علی بن موسیٰ کی مانند گزرا ہو، کہتے ہیں کہ اُس کی زمینوں کی سالانہ آمدنی تقریباً اسّی ہزار دینار تھی، جس کا نصف حصّہ وہ فقیروں اور ضعیفوں پر صرف کر دیتا تھا، اس نے دفتروں کی تنظیم اور سرکاری کاروبار کا انتظام کیا اور قواعد مرتب کیے، اُس کا دورِ وزارت کا بہترین دور تھا، لوگوں کا خیال ہے کہ علی بن علیٰ میں بجز اس کے کوئی عیب نہ تھا کہ وہ جزئیات میں زیادہ مصروف ہو جاتا تھا جس کی وجہ سے اُس کی توجہ کلیات سے ہٹ جاتی تھی، وزیر ہونے پر اُس کے صدقات اور خیرات بہت بڑھ گئیں اُس نے سلطان کی بہت سی زمینیں وقف کر دیں اور اس کا ایک علیحدہ دفتر قائم کیا جس کا نام "دیوانِ خیر" رکھا، اس کی تمام آمدنی سرحدات کی اصلاح اور حرمین پر صرف کی جاتی تھی، وہ صبح سے عصر تک انصاف کرنے کے لیے بیٹھا رہتا تھا، وہ تھوڑے سے کھانے اور موٹے کپڑوں پر اکتفا کرتا تھا وہ کئی بار مقتدر کا وزیر ہوا اس نے اور ابوالحسن بن فرات نے باری باری سے کئی مرتبہ وزارت کا کام کیا۔

حامد بن عباس

حامد ہمیشہ مفصلات کا کام کیا کرتا تھا، دربار کے کاموں سے اُسے واقفیت نہ تھی، وہ صاحب کرم نیکو کار، اچھے اخلاق کا مظاہرہ کرنیوالا، اچھے مصاحبین رکھنے والا، رئیس طبیعت، اور بامروت انسان تھا، لیکن محاصل کی وصولی میں وہ نہایت سنگدل تھا، وہ غیر مستقل مزاج، جلد باز اور جلد مشتعل ہونے والا بھی تھا، لیکن اُس کے کرم نے ان تمام باتوں پر پردہ ڈالدیا تھا، حامد کے متعلق روایت ہے کہ وہ ایک مرتبہ مقتدر کے محل میں گیا، وہاں خلیفہ کے کسی خاص آدمی نے اپنے گھوڑوں کے لیے جو طلب کیے، اُس نے قلم دوات لے کر ایک سو کُر (کر ایک پیمانہ ہے) کا حکم لکھدیا، یہ دیکھ کر ایک دوسرے خاص آدمی نے کہا مجھے بھی اپنے گھوڑوں کے لیے دانہ کی ضرورت ہے، وزیر نے اُس کے لیے بھی ایک سو کُر کا حکم لکھدیا، اسی طرح خلیفہ کا ایک ایک خاص آدمی کی درخواست پیش کرتا رہا اور وہ حکم دیتا رہا یہاں تک کہ ایک گھنٹہ میں ایک ہزار کر صرف ہو گئے جب مقتدر کو امورِ وزارت کے متعلق حامد کی کم فہمی اور ناواقفیت

Marfat.com

کا علم ہوا تو اس نے علی بن عیسیٰ الجراح کو قید سے نکال کر اس کے کام میں نائب کی حیثیت سے شریک کر دیا، واقفیت کے لحاظ سے علی بن عیسیٰ ہی وزیر تھا، اور وہی حل و عقد کا مالک تھا۔ حامد برائے نام اور علی درحقیقت وزیر تھا چنانچہ ایک شاعر کہتا ہے:۔

قل لابن عیسی قولة　　یرضی بها ابن مجاهد

ابن عیسیٰ سے ایسی بات کہو　　جس کو ابن مجاہد پسند کرے

انت الوزیر وانما　　سخروا بلحیة حامد

درحقیقت وزیر تو ہے۔ ابن مجاہد کی داڑھی کا تو لوگ مذاق اڑاتے ہیں۔

مهما شککت فقل له　　کم واحداً فی واحد

جب تجھے شک ہو تو اس سے دریافت کرے کہ ایک میں ایک کتنی مرتبہ شامل ہے

حامد (عباسیوں کے دستور کے مطابق) سیاہ لباس پہن کر مسندِ وزارت پر بیٹھتا تھا، اور علی بن عیسیٰ بغیر سیاہ لباس کے اور بغیر وزارت کے لباس کے بیٹھتا تھا، لیکن حقیقت میں وزیر تو وہی تھا۔

اعجب من کل ما رأینا　　ان وزیرین فی بلاد

سب سے زیادہ عجیب چیز جو ہم نے دیکھی وہ یہ ہے کہ ایک ملک میں دو وزیر ہیں

هذا سواد بلا وزیر　　وذا وزیر بلا سواد

یہ سیاہ لباس ہے بغیر وزیر کے اور یہ وزیر ہے بغیر سیاہ لباس کے

کچھ عرصہ بعد حامد معزول ہوا اور مقتدر نے اس کے بعد علی بن فرات کو وزیر بنایا اور حامد کو اس کے سپرد کر دیا، اس نے حامد کو خفیہ طور پر مار ڈالا۔

ابوالقاسم عبیداللہ بن محمد بن عبیداللہ بن یحییٰ بن خاقان اس کی وزارت کا زمانہ زیادہ نہ تھا، اور نہ اس کی سیرت ذکر کے قابل ہے، اس کے دور میں بدنظمیاں پیدا ہوئیں جس کی بنا پر اس کی جائداد ضبط کر لی گئی، اور اس کو معزول کر دیا گیا پھر

Marfat.com

وہ ۳۱۲ھ میں مر گیا۔

ابوالعباس احمد بن عبیداللہ بن الخصیب — یہ باادب، تیز عقل، خوشخط اور فصیح و بلیغ شخص تھا، روایاتِ سلف اور اشعار کا تذکرہ (اس کی مجلس میں) رہا کرتا تھا، اس کے وزیر ہونے کا سبب ایک عجیب واقعہ ہے اور وہ یہ کہ ابوالعباس مقتدر کے مصاحبین کے ساتھ مہربانی کیا کرتا تھا، اور ان سے دوستی رکھتا تھا، اور ان کے پاس تحفے اور ہدیے بھیجا کرتا تھا وہ بھی اس سے محبت کرتے تھے اور ہمیشہ اس کی طرف داری کیا کرتے تھے، اتفاق سے ملک کے کسی حصہ میں کچھ خلل واقع ہوا، مقتدر نے ایک لشکر تیار کرکے اپنے ایک سردار کی سرکردگی میں روانہ کیا۔ مقتدر کو اس لشکر کے حالات معلوم کرنے کی بڑی بے چینی تھی۔ ابن خصیب نے اپنے ایک معتمد کے ہاتھ کچھ پرندے فوج کے ساتھ روانہ کیے اور اس سے کہا کہ ہر روز تھوڑی تھوڑی دیر بعد کچھ پرندے بھیجا کرو اور خبریں (لکھ کر) ان کے (پیروں میں) باندھ دیا کرو چنانچہ پرندوں کے ذریعہ ابن خصیب کے پاس یہ خبریں پہنچتی رہتی تھیں، اور وہ گھنٹہ گھنٹہ کی خبریں مقتدر کے سامنے پیش کر دیا کرتا تھا، یہاں تک کہ فوج کے متعلق کوئی بات مقتدر کے علم سے باہر نہیں رہی، مقتدر کو اس واقعہ سے بڑا تعجب ہوا اور کہنے لگا کہ ابن خصیب کو اس لشکر کے حالات کہاں سے معلوم ہو جاتے ہیں، جب صورت حال اس کو بتائی گئی اور کہا گیا کہ جب اس مسئلہ سے غیر متعلق ہونے کی صورت میں اس نے اس درجہ بلند ہمتی اور کوشش سے کام لیا تو اس کی سعی و عمل کا کیا حال ہوگا جب وہ وزیر بن جائے، یہ سن کر مقتدر نے اسے اپنا وزیر بنا لیا لوگ کہتے ہیں کہ ابن خصیب بادشاہ اور رعیت کے مال میں نہایت دیانتداری سے کام لیتا تھا، وہ خیانت سے دور اور امانت پر قائم تھا پھر اس کے حالات میں کمزوری واقع ہوئی اور مقتدر کی ماں سیدہ جس کا وہ وزارت سے پہلے کاتب (سکریٹری) رہ چکا تھا اس کی مخالف ہو گئی، پھر وہ معزول کیا گیا اور اس کی جائداد ضبط کر لی گئی، یہ واقعہ ۳۱۴ھ کا ہے۔

Marfat.com

ابو علی محمد بن علی بن مُقلہ

ابن مُقلہ ایسے خوبصورت خط کا لکھنے والا (خوشنویس) تھا۔ جس کا حُسن ضرب المثل ہو چکا تھا، اُس نے خط کو کوئی وضع سے بدل کر موجودہ طرز میں منتقل کیا، اس کے بعد ابن بوّاب نے بھی اس کی پیروی کی۔

ابتدا میں ابن مُقلہ چھ دینار ماہوار پر ایک دفتر میں ملازم تھا، پھر اُس نے ابوالحسن بن فرات وزیر سے وابستگی پیدا کی۔ اور اُس کا خاص آدمی بن گیا ابن فرات جو دو کرم کا ایک سمندر تھا اُس نے ابن مقلہ کی قدر افزائی کی اور اس کا مرتبہ بلند کیا، ابن مقلہ اس کے پاس رہا وہ حاجت مند لوگوں کی عرضیاں اُس کے سامنے پیش کرتا تھا اور ان کے ذریعہ سے خود بھی فائدہ اٹھاتا تھا، ابن فرات (اپنے فائدے کو چھوڑ کر) از راہ ایثار اس پہلو سے اس نفع اُٹھانے کا حکم دیتا تھا، ایک عرصہ تک وہ یہی کام کرتا رہا یہاں تک کہ اُس کی مالی حالت بدل گئی اور دولت زیادہ ہوئی، جب ابن فرات دوسری مرتبہ وزیر ہوا تو ابن مقلہ کو اس کے عہد میں بڑا اقتدار حاصل ہوا، اور اُس کا مرتبہ اور زیادہ بلند ہو گیا، پھر ان دونوں کے درمیان شیطان نے مخالفت کا بیج بویا، اور ایک دوسرے سے وحشت ہونے لگی، ابن مقلہ نے ابن فرات کے احسانات کے مقابلے میں کفرانِ نعمت سے کام لیا اور اُس کے دشمنوں اور چغلخوروں میں شامل ہو گیا یہاں تک کہ ابن فرات پر تباہی آئی لیکن جب تیسری مرتبہ ابن فرات وزیر ہوا تو اس نے ابن مقلہ کو گرفتار کر کے اس پر ایک لاکھ دینار کا جرمانہ قائم کیا جو اُس کی طرف سے اس کی بیوی نے ادا کر دیا کیونکہ وہ ایک بڑی مالدار عورت تھی۔

فن کتابت اور انشا پردازی میں ابن مقلہ بڑی مہارت رکھتا تھا اُس کی احکام نویسی کا طریقہ بھی پسندیدہ تھا، وہ شعر بھی کہتا تھا اُس کے بعض اشعار یہ ہیں۔

جربنی الدھر علی صرفہ   فلم اخر عن النصا دیف

زمانہ نے مجھے اپنی گردش پر آزمایا تو میں نے گردش زمانہ سے شکست نہیں کھائی

أَلِفتُ يوميه وبا ربما   يولف شئ غير مالوف

یں زمانہ کے (اچھے برے) دونوں دنوں سے مانوس ہوگیا اور اکثر غیر مانوس چیز بھی مانوس ہو جاتی ہے۔
ابن فرات کے "کاتب" (سکریٹری) ابو عبد اللہ احمد بن اسماعیل معروف بہ "زنجی" کی روایت ہے کہ جب ابن مقلہ پر زوال آیا، اور وہ قید ہوا تو میں (ابو عبد اللہ) نہ تو قید میں اس کے پاس گیا، اور نہ میں نے اس سے خط و کتابت کی اور باوجود اس کے کہ ہمارے درمیان محبت اور دوستی تھی لیکن میں نے ابن فرات کے خوف سے اس کے ساتھ ہمدردی نہیں کی۔ جب ابن مقلہ کی آزمائش کا زمانہ دراز ہوا تو اس نے مجھے ایک رقعہ لکھا جس میں یہ اشعار لکھے

ترٰی حرمت کتب الاخلاء بینهم   ابن لی ام القرطاس اصبح غالیا

کیا تو یہ سمجھتا ہے کہ دوستوں کی باہمی خط و کتابت حرام کردی گئی ہے۔ مجھے بتا، یا یہ کہ کاغذ گراں ہوگیا ہے

فما کان لو سا یلتنا کیف حالنا   وقد دهمتنا نکبة هی ماهیا

کیا حرج ہوتا کہ اگر تو دریافت کرتا کہ ہمارا کیا حال ہے اور جو مصیبت ہم پر آپڑی ہے اس کا وہی حال ہے۔

صدیقك من راعاك فی کل شدة   وکلا تراه فی الرخاء مراعیا

تیرا دوست وہ ہے جو ہر مصیبت میں تیرا خیال رکھے، اور یوں تو راحت کے وقت ہر ایک دوسرے کا لحاظ کرتا ہے

فهبك عدوی لا صدیقی فاننی   رائیت الاعادی یرحمون الاعادیا

مجھے اپنا دشمن ہی سمجھ لے دوست نہ سمجھ کیونکہ میں نے دیکھا ہے کہ دشمن دشمنوں پر رحم کرتے ہیں۔
ذیل میں اس کے وہ اشعار لکھے جاتے ہیں جو اس نے اپنے بیٹے کو لکھ کر بھیجے تھے جبکہ وہ (بیٹا) بیمار ہوگیا تھا۔

لقاك ربی صحة وسلامة   ووقاك لی من طارق الاهواء

تیرا رب تجھے صحت اور سلامتی عطا فرمائے —— اور تجھے ہر آنے والی بلا سے بچائے

ذکرت شکاتك لی وکاسی فی یدی   فمزجتها دمعا مكان الماء

تیری بیماری کا مجھ سے ذکر کیا گیا جبکہ پیالہ میرے ہاتھ میں تھا میں نے بجائے پانی کے اس میں آنسو ملا دیئے۔
اس کے بعض اشعار یہ ہیں۔

لست ذا ذلۃ اذا عضنی الدھر　　ولا سا بحا اذا ما اتانی

جب زمانہ مجھے تکلیف پہنچائے تو میں ذلیل ہونے والا نہیں ہوں۔ اور نہ جب زمانہ میرے پاس آئے تو میں بخشنے والا ہوں۔

انا نار فی مرتقی نفس الحاسد　　ماء جار مع الاخوان

میں حاسد کے لیے اُس کی سانس چڑھاتے وقت آگ ہوں، اور دوستوں کے ساتھ بہتا پانی ہوں،

مقتدر نے اُس کو ۳۱۶ھ میں اپنا وزیر بنا کر وزارت کی خلعت عطا کی اور وہ وزارت کی ذمہ داری اور امر ونہی کا تنہا مرکز بن گیا، اُس نے وزارت کے زمانہ میں ایک بڑی رقم صرف کر ڈالی جس کی تعداد پانچ لاکھ دینار تھی، پھر وہ معزول ہوکر گرفتار ہوا، لیکن پھر اُسے دوبارہ وزیر بنایا گیا، اور وہ اسی طرح زمانہ کے نشیب و فراز طے کرتا چلا گیا، یہاں تک کہ خلیفہ راضی باللہ نے اُسے اپنا وزیر مقرر کیا لیکن پھر کچھ مصیبتیں پیش آئیں۔ اور راضی نے اُسے گھر ہی میں قید کر کے اُس کے ساتھ نہایت سختی کا برتاؤ کیا، اُس کے دشمنوں نے راضی سے اُس کی برائیاں کیں اور اُس کے شر سے ڈرایا، چنانچہ راضی نے اس کا سیدھا ہاتھ کاٹ ڈالا، اور وہ اسی طرح ہاتھ کٹا ہوا قید میں رہا وہ اکثر اپنے ہاتھ کا ماتم کیا کرتا تھا کہ وہ ہاتھ جس نے فلاں فلاں قرآن کے نسخے لکھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی فلاں فلاں حدیثیں لکھیں اور مشرق و مغرب میں احکام لکھ کر بھیجے وہ چوروں کے ہاتھ کی طرح کاٹ ڈالا گیا، اُس کے بعض اشعار یہ ہیں جن میں وہ اپنے کٹے ہوئے ہاتھ کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

ما مللت الحیاۃ ولکن　　توثقت بایمانھم فبانت یمینی

میں زندگی سے اُکتایا نہیں ہوں لیکن میں نے اُن کے عہد و پیمان پر بھروسہ کیا تو میرا سیدھا ہاتھ مجھ سے جدا ہو گیا۔

ثم احسنت ما استطعت بجھدی　　حفظ ارواحھم فما حفظونی

پھر میں نے جہاں تک ہو سکا ان کی جانوں کی حفاظت کر کے احسان کیا لیکن انھوں نے میری

Marfat.com

حفاظت نہیں کی۔

لیس بعد الیمین لذۃ عیش یاحیاتی بانت یمینی فبینی

سیدھا ہاتھ کٹ جانے کے بعد زندگی میں کوئی لطف نہیں، اے میری زندگی جب میرا سیدھا ہاتھ مجھ سے جدا ہوگیا تو تو بھی جدا ہوجا۔

اسی مضمون میں ایک اور شاعر کہتا ہے:۔

لئن قطعوا احدی یدای مخافۃً لاقلامہ لا للسیوف الصوارم

اگر انھوں نے میرے ہاتھ کو اس کے زور قلم کے خوف سے نہ کہ کاٹنے والی تلواروں کے ڈر سے کاٹ ڈالا تو کچھ مضائقہ نہیں)

فما قطعوا رأیا اذا ما اجالہ رائیت الردی الّھاو الغلاصم

کیونکہ انھوں نے میری اس رائے کو نہیں کاٹا کہ جب میں اس کو حرکت دیتا ہوں تو مجھے (دوسروں کی) موت حلق کے اوپر اور نیچے کے درمیان نظر آتی ہے۔

جب راضی نے ابن مقلہ کا ہاتھ کاٹ ڈالا تو اُس نے بائیں ہاتھ سے لکھنا شروع کر دیا، بائیں ہاتھ سے بھی وہ داہنے کی طرح خوشخط لکھتا تھا۔ پھر اس نے اپنے کٹے ہوئے ہاتھ پر ایک قلم باندھا اور اُس سے لکھا، ہاتھ کٹنے سے پہلے اور ہاتھ کٹنے کے بعد کے خط میں کوئی تمیز نہیں کر سکتا تھا۔

یہ ایک عجیب اتفاق ہے کہ ابن مقلہ تین مرتبہ وزیر ہوا اُس نے تین مرتبہ سفر کیا اور تین مرتبہ اُسے دفن کیا گیا، پہلے وہ خلیفہ کے مکان میں دفن ہوا جہاں اسے قتل کیا گیا تھا، اور چھری سے اس کا ہاتھ کاٹے جانے کے بعد یہ واقعہ ہوا پھر اس کے خاندان والوں نے اُس کی لاش طلب کی چنانچہ قبر کھود کر اُن کے سپرد کر دی گئی۔ پھر اس کی بیوی نے اس کی لاش کو خاندان والوں سے مانگا اور قبر سے نکال کر اُسے اپنے گھر میں دفن کر دیا۔

ابو القاسم سلیمان بن الحسن بن مخلد سلیمان کی سیرت میں کوئی بات قابل ذکر نہیں ہے، وہ تو

Marfat.com

عقل سے بھی محروم تھا، دراصل جو کچھ اُس کو ملا وہ اُس کے نصیب اور قسمت کا نتیجہ تھا، کہا گیا ہے کہ وہ ایک مرتبہ معتضد اور مکتفی کے وزیر قسم بن عبید اللہ کے پاس گیا وزیر نے اس کی بڑی تواضع کی اور اس کی طرف خاص توجہ کرتے ہوئے اپنی عادت کے خلاف اُس کے ہم رتبہ لوگوں سے بہت زیادہ اس کی عزت کی، وزیر سے اس کا سبب دریافت کیا گیا تو اُس نے کہا کہ "میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میرے سر پر ایک ٹوپی رکھی ہے، اور اس نے (سلیمان نے) اُس ٹوپی کو اتار کر اپنے سر پر رکھ لیا، مجھے یقین ہے کہ یہ نوجوان ایک روز وزیر بن کر رہے گا۔ چنانچہ جیسا اُس نے کہا تھا ویسا ہی ہوا، زمانۂ وزارت میں سلیمان کی سیرت قابلِ تعریف نہ تھی۔ ابن مقلہ کو معزول کرنے پر مقتدر نے علی بن عیسیٰ بن جراح سے مشورہ لیا کہ اب وہ کسے وزیر بنائے، ابن جراح نے سلیمان کے متعلق مشورہ دیا جس کی بنا پر مقتدر نے اسے ۳۱۸ھ میں وزارت کا عہدہ سپرد کیا پھر کچھ دن بعد اُسے گرفتار کرکے کلوذانی کو وزیر بنایا۔

ابوالقاسم عبید اللہ بن محمد کلوذانی

اس کی وزارت کا زمانہ کچھ زیادہ نہ تھا، وہ جو کچھ چاہتا تھا اس پر قابو نہ پا سکا، اُس کے زمانے میں جائداد کی ضبطیاں زیادہ ہوئیں، لشکر نے اُس کے خلاف ہنگامہ برپا کر دیا، اور اُسے گالیاں دیں، اور جبکہ وہ کشتی میں سوار تھا اس پر پتھر پھینکے، اُس نے قسم کھالی کہ اب وہ وزارت سے کوئی تعلق نہ رکھے گا، اُس نے اپنے گھر میں گوشہ نشینی اختیار کرکے دروازہ بند کر لیا، اس کی وزارت دو مہینے تک رہی۔

حسین بن قسم بن عبید اللہ بن سلیمان بن وہب

اس کو لوگ ابوالجمال کہا کرتے تھے، وزارت سے آبائی نسبت تھی، وہ مقتدر کا وزیر تھا، اور اُس کا باپ قسم معتضد کا اور مکتفی کا، اُس کا دادا عبید اللہ معتضد کا اور پردادا سلیمان بن وہب مہتدی کا وزیر رہ چکا تھا۔ چنانچہ اسی کے متعلق ایک شاعر کہتا ہے۔

یا وزیر بن وزیر بن وزیر بن وزیر نسقاً کالدر اذ نظم فی عقد النحور

Marfat.com

اے وزیر بن وزیر بن وزیر بن وزیر (تیرا خاندانی سلسلۂ وزارت) ترتیب میں موتیوں کی طرح ہے جبکہ وہ سینا پر لٹکائے جانے کے لیے) ہاروں میں پروئے جائیں۔

حسین بن قسم اپنے پیشہ میں ماہر نہ تھا، اور وزارت میں اس کا طرز عمل پسندیدہ نہ تھا، اُس کا زمانہ زیادہ دراز نہ ہوا اور وزارت کی ذمہ داری سے عاجز ثابت ہوا، حالات میں اس کے خلاف خلل پیدا ہوا۔

عبید اللہ بن عبد اللہ بن طاہر نے اپنے اشعار میں اس کی تعریف کی ہے وہ کہتا ہے:

ان اکن مھدیاً لک الشعر انی   لابن بیت تھدی لہ الاشعار

اگر میں تیرے لیے اشعار کا تحفہ پیش کروں تو میں خود ایسے خاندان کا فرزند ہوں کہ اس کے لیے اشعار کا تحفہ پیش کیا جاتا ہے

غیر انی اراک من اھل بیت   ما علی المرء ان سودوہ عار

لیکن میں تجھے ایسے خاندان سے پاتا ہوں کہ اگر لوگ اس کو اپنا سردار بنا دیں تو آدمی کے لیے کوئی شرم کی بات نہیں ہے

لیکن جحظہ شاعر نے ان شعروں میں اُس کی ہجو کی ہے۔

اذا کان الوزیر ابا الجمال   ومحتسب البلاد الدانیالی

جب ابوجمال وزیر بن جائے اور دانیالی سرزمین (عراق) کا نگراں ہو جائے

فعد عن البلاد فعن قلیل   تری الایام فی صور اللیالی

تو اس ملک سے بھاگ جا کیونکہ تھوڑے عرصہ میں تو دیکھے گا کہ دن راتا سے بدل جائیں گے

تقضت بھجۃ الدنیا وولت   وآذن کل شیٔ بارتحال

دنیا کی شادابی گزر گئی اور رخصت ہوئی، اور ہر چیز کوچ کی خبر دیتی ہے۔

جب مقتدر کو اس کی کمزوری اور (انتظامات سے) عاجز رہنے کا علم ہوا تو اُس نے اُس کو گرفتار کر کے اُس کی جائداد ضبط کرلی، وہ خلیفہ راضی کے عہد تک زندہ رہا، اور ملک عراق سے باہر بھیجدیا گیا، جب ابن مقلہ وزیر ہوا تو اُس نے اس کے قتل کے لیے

Marfat.com

آدمی بھیجا جس نے اُس کا سر کاٹ کر ایک تھیلے میں بند کر دیا اور دار الخلافہ پہونچا دیا۔ وہ تھیلہ ذخیرے میں رکھ دیا گیا، جیسا کہ اُن کا معمول چلا آتا تھا، کہتے ہیں کہ خلیفہ متقی کے زمانہ میں جب بغداد میں فتنہ برپا ہوا تو ذخیرے سے ایک تھیلہ برآمد ہوا جس میں ایک کٹا ہوا ہاتھ اور ایک کٹا ہوا سر تھا، اور ہاتھ پر ایک پرچہ لگا ہوا تھا جس میں یہ لکھا تھا:۔

"یہ ابو علی بن مقلہ کا ہاتھ ہے اور یہ سر حسین بن قسم کا ہے اور یہ وہی ہاتھ ہے جس نے اس سر کو کاٹ ڈالنے کا حکم لکھا تھا"

لوگوں کو اس پر بڑا تعجب ہوا۔

ابو الفضل جعفر بن فرات اس کا زمانہ بہت مختصر تھا، اور اس کی سیرت بھی قابلِ ذکر نہ تھی، جب مقتدر مارا گیا تو ابو الفضل وزارت پر موجود تھا جو اس کے قتل کے بعد روپوش ہو گیا، مقتدر اور اُس کے وزیروں کا دور ختم ہوا۔

(۱۹) قاہر باللہ

مقتدر کے بعد اُس کا بھائی قاہر باللہ فرماں روا ہوا، اس کا نام ابو منصور محمد بن معتضد تھا سنہ ۳۲۰ھ میں اس کے ہاتھ پر بیعت کی گئی، قاہر بارعب، خونریزی میں بے دھڑک، بہادر، اور دولت جمع کرنے کا بڑا شایق تھا، اُس کی سیاست اچھی نہ تھی اس نے مقتدر کی بہت سی ام ولد عورتوں کی جائداد ضبط کر لی تھی، اور اُس نے مقتدر کی ماں کا مال بھی ضبط کر لیا تھا، قاہر نے اُس کو ایک ٹانگ سے اُلٹا لٹکایا، مارا، اور توہین کی، اور طرح طرح کی تکلیفیں پہونچائیں اور ایک لاکھ تیس ہزار دینار اُس سے حاصل کر لیے اس واقعہ کے بعد وہ چند روز زندہ رہی پھر اپنے بیٹے کے غم اور انھیں تکلیفوں کی وجہ سے جو اس پر گذر رہی تھیں وہ مر گئی۔

سنہ ۳۲۲ھ میں قاہر معزول ہوا، معزولی کا سبب یہ تھا کہ اس کا وزیر ابن مقلہ اُس کے

خوف سے روپوش ہوگیا تھا، لیکن خفیہ طریقے پر لشکر کے خیالات اس کی طرف سے خراب کرتا تھا اور قاہر کے (مظالم) سے اُن کو ڈراتا تھا، اس نے لشکر والوں کی نظر میں یہ بات پسندیدہ قرار دی کہ انھوں نے اُس پر حملہ کر کے اُس کو معزول کر دیا، اور اُس کی آنکھیں نکال لیں، جو اُس کے گالوں پر آ پڑیں، پھر اُس کو شاہی محل میں قید کر دیا گیا، جہاں وہ ایک مدت تک قید رہا پھر حالات کے بدل جانے پر اُس کو وہاں سے نکال دیا گیا، اس کے بعد کبھی وہ قید میں رہتا تھا اور کبھی رہا کر دیا جاتا تھا، ایک روز وہ جامع منصور کے دروازے پر بھیک مانگ رہا تھا اور اس کا مقصد یہ تھا کہ اس کی اس حرکت سے خلیفہ مستکفی مطعون ہو، ایک ہاشمی نے اُس کو اس حال میں دیکھ کر منع کیا، اور اس کو پانچ درہم دیئے۔

قاہر باللہ کی وزارت قاہر نے اپنے بھائی کے وزیر ابن مقلہ کو اپنا وزیر بنایا، یہ ابن مقلہ کی دوسری وزارت ہے، ابن مقلہ کے حالات پہلے گزر چکے ہیں، اس لیے ان کے اعادہ کی ضرورت نہیں، اس کے بعد محمد بن قسم بن عبید اللہ بن وہب وزیر ہوا لیکن وہ وزارت (کی ذمہ داریوں پر) قابو نہ پا سکا اور نہ اس کی مدت زیادہ ہوئی، پھر قاہر نے اس کو گرفتار کر لیا اور اس پر مصیبتیں نازل کیں، اتفاق سے وہ قولنج کے مرض میں مبتلا ہو گیا، اس کے بعد مر گیا، قاہر اور اس کے وزیروں کا دور ختم ہوا۔

دولت آل بویہ اسی زمانہ میں دولت آل بویہ کا آغاز ہوا، اس کی ابتداء اور انتہا کی تفصیل یہ ہے۔ ان کا نسب بویہ سے لے کر شاہانِ فارس میں ایک ایک کے ساتھ جا کر مل جاتا ہے۔ یہود ابن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہ السلام سے اور اسی طرح آگے چل کر آدم ابوالبشر سے جا ملتا ہے، یہ لوگ دراصل دیلم کے نہیں ہیں، ان کے نام کے ساتھ دیلم کی نسبت اس لیے ہے کہ ان لوگوں نے وہاں سکونت اختیار کی تھی، اس دولت کی ابتدا اور اس کا ظہور اس طرح ہوا کہ لوگوں کو وہم و گمان بھی نہ تھا، اور کسی کے دل میں اس کا کچھ خیال بھی نہ گزرتا تھا۔

Marfat.com

دولتِ بویہ بہت سی قوموں پر غالب آئی، اور دنیا کو اُس نے اپنا مطیع بنایا، وہ خلافت پر بھی غالب آ گئی تھی، وہ خلفاء کو معزول کر تی، اور مقرر کرتی تھی، اور وزیروں کو رکھتی اور نکالتی تھی، بلادِ عجم اور عراق کے حکام اور راس کی ماتحتی میں آ گئے تھے، اسی طرح تمام اراکین دولت نے بالاتفاق ان کی اطاعت قبول کر لی تھی، آل بویہ کو یہ عروج انتہائی تنگدستی، فقر، ذلت و خواری، اور تکالیف اور مظالم برداشت کرنے کے بعد حاصل ہوا تھا، ان کا دادا ابو شجاع بویہ، اور اس کے باپ اور دادا دیلم میں رعایا کے معمولی غریب آدمیوں کی حیثیت رکھتے تھے، بویہ ماہی گیر تھا، اور معز الدولہ ملک پر قابض ہونے کے بعد خدا کی دی ہوئی نعمت کا اعتراف کرتے ہوئے کہتا تھا کہ میں لکڑیاں جمع کر کے اپنے سر پہ لایا کرتا تھا۔

شہریار بن رستم نے اس دولت کے ابتدائی حالات اس طرح بیان کیے ہیں کہ ابو شجاع بویہ ابتدائی زمانہ میں میرا دوست تھا، ایک روز جب کہ اس کی بیوی مرگئی تھی میں تعزیت کے لیے اُس کے پاس گیا، وہ اُس کے تینوں بیٹوں عماد الدولہ ابوالحسن علی، رکن الدولہ ابو علی، اور معز الدولہ ابوالحسین احمد کی ماں تھی، جو بعد میں ملک کے مالک ہوئے، ابو شجاع اپنی بیوی کی موت پر بہت مغموم تھا، میں نے اس کی تعزیت کی اور تسلی دی اور اُس کو اپنے گھر لے آیا، اور اُس کے لیے کھانا لایا، اور اس کے تینوں بیٹوں کو اُس کے پاس جمع کیا، اسی دوران میں جبکہ وہ سب میرے پاس بیٹھے تھے، دروازے پر ایک شخص گزرا وہ کہتا تھا "میں نجومی ہوں، افسوں پڑھنے والا، لوگوں کی قسمت بتاتا ہوں خواب کی تعبیر دیتا ہوں اور تعویذ اور طلسمات لکھتا ہوں" ابو شجاع بویہ نے اُسے بلالیا اور کہا کہ میں نے گزشتہ رات ایک خواب دیکھا ہے، تم اس کی تعبیر دو، میں نے دیکھا کہ وہیں پیشاب کر رہا ہوں، میری پیشاب گاہ سے ایک بڑی آگ نکلی، پھر وہ لمبی ہوگئی، اور اونچی چلی گئی، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آسمان تک پہونچ جائے گی، پھر وہ پھٹ کر تین ٹکڑے ہوگئی،

Marfat.com

اور ہر ٹکڑے سے اور کئی ٹکڑے پیدا ہوئے اور ان ٹکڑوں نے دنیا کو روشن کر دیا" نجومی نے کہا کہ یہ ایک بڑا خواب ہے، اور میں بغیر ایک خلعت اور گھوڑا لیے اس کی تعبیر نہ دوں گا" بویہ نے کہا خدا کی قسم میں ان کپڑوں کے علاوہ جو میرے جسم پر ہیں کسی چیز کا مالک نہیں ہوں، اگر میں یہ بھی تجھے دیدوں تو ننگا رہ جاؤں گا" نجومی نے کہا اچھا تو دس دینار دیدیجیے، بویہ نے کہا دس دینار تو درکنار میں تو دو دینار کا بھی مالک نہیں، پھر بویہ نے اس کو کچھ دیدیا، نجومی نے کہا آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ آپ کے تین لڑکے ہوں گے جو زمین اور اس کے باشندوں کے مالک ہو جائیں گے، اور تمام دنیا میں ان کا ذکر بلند ہوگا جس طرح کہ وہ آگ بلند ہوئی تھی، اُن کی نسل سے بادشاہوں کی ایک جماعت پیدا ہوگی اس تعداد میں جتنے کہ تم نے متفرق ٹکڑے دیکھے ہیں، بویہ نے کہا تجھے شرم نہیں آتی کہ تو ہم لوگوں سے مذاق کرتا ہے، میں ایک فقیر اور مجبور شخص ہوں اور میری اولاد بھی فقیر اور مسکین ہے، کہاں وہ اور کہاں حکومت، نجومی نے کہا اچھا مجھے اپنی ہر اولاد کی پیدائش کا وقت بتائیے، بویہ نے وقت بتا دیا، نجومی اپنے اصطرلاب اور تقویم میں کچھ دیکھتا رہا پھر اس نے کھڑے ہوکر عماد الدولہ ابوالحسن علی کا ہاتھ چوما اور کہا کہ خدا کی قسم یہی وہ شخص ہے جو ملک کا مالک ہوگا، پھر اس نے اُس کے بھائی ابوعلی حسن کا ہاتھ پکڑا اب تو ابوشجاع بویہ کو بڑا غصہ آیا، اور اس نے اپنے لڑکوں سے کہا اس کو تھپڑ لگاؤ، اس نے تو مسخرے پن کی انتہا کر دی لڑکوں نے اسے تھپڑ لگائے اور ہم اسے دیکھ کر ہنستے رہے، نجومی نے کہا اس کا مضائقہ نہیں، بشرطیکہ آپ میری یہ حالت اس وقت یاد رکھیں جب بادشاہ بن جائیں، ابوشجاع نے اس کو دس درہم دیئے اور وہ چلا گیا۔

ابوشجاع کی اولاد کو عروج اس طرح ہوا کہ وہ سب فوجی لباس پہن کر لشکر میں شامل ہو گئے اور شاہانِ عجم کی خدمت میں کبھی ایک کے پاس اور کبھی دوسرے کے پاس منتقل ہوتے اور ایک حالت سے دوسری حالت میں پہونچتے رہے، اور انھیں میں سے

عمادالدولہ نے تو یہاں تک ترقی کی کہ وہ کرخ کا والی مقرر ہوا، اس منصب پر مرداویج نے اُسے پہونچایا تھا۔ اس کے بعد وہ دوسرے مناصب پر فائز ہوتا رہا یہاں تک کہ فارس کے ایک علاقہ کا مالک بن گیا اور اس کی مملکت نے وسعت اختیار کی اور اُس نے خلیفہ راضی باللہ کو لکھا کہ وہ فارس کا علاقہ اُس کو بطور جاگیر کے اس معاوضہ پر دیدے کہ وہ ہر سال مصارف نکال لینے اور دوسرے مالی حقوق علیحدہ کرنے کے بعد آٹھ کروڑ درہم دارالخلافہ بھیج دیا کرے گا اس شرط پر کہ وہ فرمان اور خلعت اس کے پاس بھیجدے۔ راضی باللہ نے اپنے قاصد کے ہاتھ فرمان اور خلعت بھیجا اور قاصد کو ہدایت کی کہ وہ بغیر رقم لیے ہوئے خلعت اور فرمان اُس کے سپرد نہ کرے۔ جب قاصد اُس کے پاس پہونچا تو اُس نے دھوکہ دیکر خلعت پہن لیا اور فرمان مجمع کے سامنے پڑھ کر سُنادیا تاکہ لوگ گواہ بن جائیں۔ اس کو اس (اعلان) سے بڑی ہمت اور تقویت حاصل ہوگئی، اس نے قاصد سے روپیہ دینے کا وعدہ کیا اور ایک عرصے تک اسے ٹالتا رہا، یہاں تک کہ قاصد اسی کے پاس مر گیا، خلافت کی حالت بھی بگڑ چکی تھی، عمادالدولہ نے وہ رقم عہد شکنی کر کے ادا نہیں کی۔ اور خود مالک و مختار بن بیٹھا۔

عمادالدولہ آلِ بویہ کا پہلا بادشاہ تھا اس کے بعد یکے بعد دیگرے بادشاہ گزرتے رہے یہاں تک کہ ان کی سلطنت ختم ہوگئی اور خاتمہ اس طرح ہوا کہ آخری دور میں جب ان کی حالت کمزور ہوتی گئی اور عزالدولہ بن جلال الدولہ فرماں روا ہوا تو اُس کے اور کالیجار کے درمیان لڑائیوں کا سلسلہ قائم ہوا اور آخر کار عزالدولہ بھاگ گیا اور اُس نے شیراز میں حکومت اختیار کی اور ۴۴۱ھ میں مر گیا۔ اس کے مرنے پر آلِ بویہ کی سلطنت بھی ختم ہوگئی۔

(۲۰) راضی باللہ

قاہر کے بعد اس کا بھائی راضی باللہ خلیفہ ہوا ۳۲۲ھ میں اس کے ہاتھ پر بیعت ہوئی۔ وہ شاعر فصیح اور عاقل شخص تھا۔ اور بہت سی صفات میں وہ آخری خلیفہ تھا۔ اس کے اشعار جمع کیے گئے، وہ بذاتِ خود ملک کا انتظام کرتا تھا۔ جمعہ کے روز منبر پر خطبہ پڑھتا تھا، اپنے مصاحبوں کے ساتھ بیٹھتا تھا، علماء کی اُس تک رسائی تھی، مراتب کا لحاظ رکھتا تھا اور انعامات کی تقسیم اور خادموں اور دربانوں کے معاملے میں پرانے خلفاء کے قاعدوں پر عمل کرتا تھا اور یہی وہ صفات تھیں جن میں وہ آخری خلیفہ تھا۔

راضی کے عہد میں (۳۲۲ھ) مرداویج کے مسئلہ نے اصفہان میں بڑی اہمیت اختیار کی، مرداویج ایک شخص تھا جو اُن اطراف میں (خلیفہ کے خلاف) کھڑا ہوا، بعض کہتے ہیں اس کا ارادہ بغداد پر قبضہ کرنے اور سلطنت کو عربوں سے نکال کر اہلِ فارس کی طرف منتقل کرنے کا تھا، راضی کے زمانے میں یہ خبر موصول ہوئی کہ مرداویج کے غلاموں نے اُس کے خلاف جمع ہو کر اُسے مار ڈالا، راضی کے عہد میں ابوالحسن عن علی بن بویہ نے قوت پکڑی اور اسی زمانہ میں خلافتِ عباسیہ میں کمزوری پیدا ہوئی، فارس علی بن بویہ کے قبضہ میں، رَے، اصفہان اور کوہستان اس کے بھائی حسن بن بویہ کے تسلط میں، موصل، دیارِ بکر اور دیارِ ربیعہ و مضر بنی حمدان کے پاس، مصر اور شام محمد بن طغج اور اُس کے بعد فاطمیین مصر کے زیر نگیں، اور اندلس عبدالرحمٰن بن محمد اموی کے قبضہ میں تھا، راضی نے ۳۲۹ھ میں وفات پائی۔

راضی باللہ کے وزیر راضی باللہ کا پہلا وزیر ابن مقلہ تھا اور یہ ابن مقلہ کی تیسری وزارت تھی جس کو حاصل کرنے کے لیے اس نے پانچ لاکھ دینار صرف کیے تھے جب کہیں راضی باللہ نے اُس کو وزیر بنایا تھا۔ پھر لشکر نے اُس کے خلاف فساد برپا کیا

Marfat.com

اور فتنہ جاری رہا جس کی وجہ سے اُس کا معزول کرنا ضروری ہوگیا، چنانچہ راضی نے اس کو معزول کر کے عبدالرحمٰن بن علی بن داؤد کو وزیر بنایا۔ ابن مقلہ کے حالات پہلے گزر چکے ہیں، جو کافی ہیں۔

عبدالرحمٰن بن عیسیٰ بن داؤد بن جراح

ابن مقلہ کو گرفتار کرنے کے بعد راضی نے علی بن عیسیٰ کو بلا کر وزیر بنانا چاہا، لیکن اس نے انکار کر دیا اور کہا کہ میں اس بار کو اٹھانے سے قاصر ہوں، راضی نے علی سے مشورہ لیا کہ وہ پھر کس کو وزیر بنائے اس نے اپنے بھائی عبدالرحمٰن بن عیسیٰ کے متعلق مشورہ دیا، راضی نے اس کو بلا کر وزارت کا منصب عطا کیا، عبدالرحمٰن کچھ زیادہ عرصہ تک قائم نہ رہ سکا۔ حالات اُس کے خلاف بگڑ گئے اور اس نے وزارت سے استعفیٰ دیدیا پھر وہ پکڑا گیا، اُس کے حالات میں کوئی خاص بات ذکر کے قابل نہیں ہے۔

ابو جعفر محمد بن قاسم کرخی

عبدالرحمٰن بن عیسیٰ کی گرفتاری کے بعد راضی نے ابو جعفر محمد بن قاسم کرخی کو وزیر بنایا، یہ چھوٹے سے قد کا نہایت ہی پست قد آدمی تھا، یہاں تک کہ لوگوں کو ضرورت پڑی کہ وہ خلیفہ کے تخت کے پائے بہ قدر چار انگشت کاٹ ڈالیں تاکہ کرخی وزیر خلیفہ کو مشورہ دے سکے لوگوں نے اس کو بُرا شگون خیال کیا اور کہا کہ یہ زوال سلطنت کی نشانی ہے چنانچہ واقعہ بھی ایسا ہی ہوا، حالات اس کے خلاف ہوئے اور اضطرابات بڑھتے گئے اور وہ روپوش ہوگیا، کہتے ہیں کہ جب اُس نے روپوشی کا ارادہ کیا تو وہ ایک گھڑے کا منہ توڑ کر اس میں بیٹھ گیا، اور گھڑا باہر نکال دیا گیا گویا کہ وہ صرف گھڑا ہی ہے حالانکہ وہ اس کے بیچ میں بیٹھا تھا، وہ ایک عرصہ تک چھپا رہا، لیکن جب اس کا پتہ چل گیا تو اس کی جائداد ضبط کر لی گئی پھر بعد میں اس کو چھوڑ دیا گیا۔

سلیمان بن حسن بن مخلد

جب کرخی وزارت کا بار اٹھانے سے عاجز رہا اور چھپ گیا

Marfat.com

تو راضی باللہ نے سلیمان بن حسن بن مخلد کو بلا کر وزیر بنایا اور اُس کو وزارت کی خلعت عطا کی، لیکن وہ بھی انتظام مملکت سے عاجز رہا کیونکہ اہل سیف (لشکر) مملکت پر غالب آگئے تھے۔ جب خلیفہ راضی نے اپنے وزیر سلیمان کی نااہلیت محسوس کی تو ابن رائق کو طلب کیا۔

ابن رائق

ابن رائق سب سے بڑا سردار تھا، خلیفہ نے اُس کو (انتظام ملک) کی طرف مائل کیا اور امور سلطنت اُس کے سپرد کر دیئے، اور اُس کو امیر الامرا کا خطاب دیا، لشکر کے سردار بھی اُس کے ساتھ مل گئے اور سب ایک جماعت بن کر خلیفہ کے پاس حاضر ہوئے، خلیفہ نے اُن کو وزیر سے اوپر بٹھایا، ابن رائق تمام معاملات میں مختار کل بن گیا۔ عہدہ داروں اور کارندوں کو خود مقرر کرنے لگا، اور درخواستیں اس کے سامنے پیش ہونے لگیں، اور تمام امور میں فیصلہ اُسی کی رائے پر رکھا گیا، اور وزیر کا صرف نام باقی رہ گیا، احکام اور تدبیر مملکت سے اُسے کوئی سروکار نہ تھا۔

اس زمانے میں خلافت عباسیہ پر دوسروں کا غلبہ ہو گیا، اور اُس کے اختیارات زائل ہو گئے، عجمی لوگ، لشکر کے سردار، اور اُمرائے مملکت خلافت پر چھا گئے، محاصل کی وصولی بھی انہیں لوگوں کے قبضہ میں آگئی اور خلیفہ کو بے دست و پا کر دیا، خلیفہ کی گزر اوقات کے لیے انھوں نے کچھ مقرر کر دیا جو مشکل سے کافی ہوتا تھا، اور اسی دن سے خلافت (کے اقتدار) میں ضعف آگیا۔

ابوالفتح فضل بن جعفر بن فرات

جب امیر الامرا ابن رائق امور سلطنت پر قابض ہوا تو اُس نے راضی باللہ کو مشورہ دیا کہ وہ فضل بن جعفر کو وزیر بنائے اُس کا خیال تھا کہ فضل اُس کے لیے زیادہ مال جمع کرے گا، راضی نے اس کو بلا کر وزارت سپرد کر دی۔

ابوالحسن بن ثابت بن سنان نے ابوالحسین علی بن ہشام سے روایت کی ہے کہ جب فضل بن جعفر وزیر ہوا تو میں ابن مقلہ سے ملا، جو معزول ہو گیا تھا اور چھپا رہتا تھا، میں نے

Marfat.com

اُس سے کہا کہ یہ آپ کے لیے بُری بات ہے کہ آپ اس وزیر سے ملنے اور اُس کو وزارت کی مبارکباد دینے میں دیر لگائیں، اُس نے کہا کہ اول تو میں اُس سے ڈرتا ہوں دوسرے مجھے اُس سے ملنے کی کوئی خاص ضرورت بھی نہیں ہے میں نے کہا کہ آپ کو اُسے ایک خط ہی لکھ دینا چاہیے جس میں آپ اپنے حاضر نہ ہونے کی معذرت کریں اور وزارت کی مبارکباد دیں اُس نے کہا مجھے ڈر ہے کہ کہیں وہ ایسا جواب نہ دے جس سے میری حاضری ضروری ہو جائے پھر اُس نے اپنے یہ اشعار مجھے سنائے۔

وَقائلةٍ قد اضعت الصواب بترکک ھذا الوزیر الجدیدا

بہت سی اعتراض کرنے والیاں کہتی ہیں کہ تو نے صحیح (طریقہ) چھوڑ دیا، کیونکہ تو نے اس نئے وزیر سے قطع تعلق کر لیا

فقلت لھا لاعداک السرور ولا کان قولک الا سدیدا

میں نے کہا (خدا کرے) خوشی کبھی تیرا ساتھ نہ چھوڑے اور تیرا قول ہمیشہ مستحکم ثابت ہو۔

امثلی تطاوعہ نفسہ علی ان یریٰ خاضعًا مستزیدا

کیا مجھ جیسے انسان کا نفس اس کو گوارا کر سکتا ہے کہ ذلیل و خوار (اور دوسروں کی امداد کا) طالب نظر آئے

ابوالفتح بے پروا، فراخ دل، شریف النفس اور بلند ہمت آدمی تھا وہ مختلف خدمات میں منتقل ہوتا رہا، زندگی کی تنگی، اور آسانی، عزل و نصب اور جائداد کی ضبطی جیسے حالات اُس پر بدلتے رہے، یہاں تک کہ اُس کی فراخدلی، قوتِ نفس اور ہمت کی بلندی نے اس کو لشکر جمع کرنے اور خطرات کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار کیا اور کچھ عرصہ کے بعد وہ خوزستان اور بصرہ کے علاقے پر قابض ہو گیا، پھر اس کو راضی نے وزیر بنایا اور کچھ دنوں کے بعد اُسے معزول کر کے وزارت کا عہدہ سلیمان بن حسن بن مخلد کے سپرد کیا جس کا ذکر پہلے گزر چکا ہے اور اب اس کے دہرانے کی ضرورت نہیں۔ سلیمان راضی کا آخری وزیر تھا۔

راضی باللہ بن مقتدر اور اُس کے وزیروں کا زمانہ ختم ہوا۔

(۲۱) متقی للہ

راضی کے بعد اس کا بھائی متقی للہ ابو اسحاق ابراہیم بن مقتدر خلیفہ ہوا، ۳۲۹ھ میں اس سے لوگوں نے بیعت کی، اس کے حالات کے متعلق کوئی امر قابلِ ذکر نہیں، اُس کے خلاف حالات میں گڑبڑ واقع ہوئی، دیلم کے سرداروں میں سے ایک شخص اُس پر غالب آیا جس کا نام توزون تھا، متقی اپنے لڑکے اور گھر والوں کو لے کر اپنی جان کے خوف سے کہ کہیں بغداد میں لڑائی نہ ہو جائے بغداد چھوڑ کر موصل بھاگ گیا، اس زمانے میں بہت سی لڑائیاں اور فتنے برپا ہوئے۔ دار الخلافت لوٹا گیا، اور جو کچھ اس میں تھا لوگ اُسے لے اُڑے پھر توزون نے خلیفہ کو ایک خط لکھا جس میں اس کی بڑی دلجوئی کی اور نہایت سخت قسمیں کھائیں کہ اس کی طرف سے خلیفہ کو کوئی نقصان نہ پہونچے گا۔ متقی اس کی وجہ سے دھوکے میں آ گیا، اور موصل سے بغداد واپس پہونچا اور نہر عیلی کے ذریعہ سندیہ پہنچ گیا، توزون تمام آدمیوں کو لے کر اس کے استقبال کے لیے نکلا۔ توزون نے اُسے دیکھ کر زمین چومی، لیکن اس نے اپنے لوگوں کی ایک جماعت کو خفیہ طور پر حکم دے دیا تھا کہ وہ اس کا محاصرہ کرلیں چنانچہ انھوں نے اُسے گھیر کر ایک خیمہ میں بند کر دیا پھر توزون نے اُسے گرفتار کرکے اس کی آنکھیں نکال لیں اور معزول کرکے مستکفی کے ہاتھ پر بیعت کی۔ متقی ۳۵۷ھ میں مر گیا۔

متقی کے وزیر

متقی نے سلیمان بن حسن کو چار مہینے تک عہدۂ وزارت پر قائم رکھا پھر ابو الخیر احمد بن محمد بن میمون کو اُس نے وزیر بنایا لیکن اُس کی وزارت برائے نام تھی، اس کے متعلق کوئی خاص بات قابلِ ذکر نہیں ہے پھر کچھ ایسے امور پیش آئے جو اس کی گرفتاری اور معزولی کا باعث ہوئے۔

ابو عبد اللہ البریدی

بریدی کے غالب آجانے، اس کے بلند ہمت ہونے اور

Marfat.com

لشکر جمع کرنے کا ذکر پہلے گزر چکا ہے، پھر وہ متقی کے زمانے میں بغداد پہونچا، اُس کے ساتھ بڑی جمعیت تھی، متقی نے اُس کے سامنے خوشی کا اظہار کیا پھر اُسے وزیر بنایا حالانکہ دل میں وہ اُسے بُرا سمجھتا تھا، پھر دونوں کے درمیان مراسلت کا سلسلہ جاری رہا، اور بریدی نے خطوط میں خلیفہ کو دھمکیاں دیں جن کے ڈر سے خلیفہ نے پانچ لاکھ دینار اُس کے پاس بھیجدیئے، پھر بریدی اور لشکر کے سرداروں کے درمیان کئی ایک لڑائیاں ہوئیں، لشکر والوں نے اُس کا گھر لوٹ لیا، اور وہ واسط کی طرف بھاگ گیا وزارت کا لقب اس پر ایک مہینہ سے بھی کم صادق آیا۔

ابو اسحاق محمد بن ابراہیم اسکافی معروف بہ قسراریطی

اس کا زمانہ نہایت مختصر تھا وہ تقریبًا چالیس دن تک وزارت پر قائم رہا، اس کے وزیر ہونے کا سبب یہ تھا کہ وہ ایک روز امیر الامراء کی مجلس میں آیا جبکہ وہ بعض اہلکاروں سے مال زبردستی وصول کر رہا تھا، اور اُن پر ظلم کر رہا تھا، اور وہ (معاملات) اُس سے چھپا رہے تھے، قراریطی امیر الامراء کے بعض مصاحبوں سے تنہائی میں ملا، اور کہا کہ اگر امیر مجھے وزیر بنا دے تو میں اس سے کئی گنا زیادہ مال اُس کے لیے جمع کردوں گا اور اس کو اس دردِ سر کی ضرورت نہ پڑے گی، دو دن کے بعد توزون (امیر الامرا) نے اس کو وزیر بنادیا پھر کچھ دنوں بعد وہ پکڑا گیا اور کرخی کو اُس نے وزیر بنایا جو زیادہ عرصہ تک نہ رہ سکا بلکہ صرف پچاس دن تک وزارت پر قائم رہا۔

بریدی کی وزارت

بریدی کو متقی نے تیسری مرتبہ وزیر بنایا اور اس کو لکھا کہ واسط سے بغداد چلا آئے، چنانچہ وہ واسط سے روانہ ہوا اور متقی نے اُس کو وزیر بنایا، بریدی کی وزارت کو استحکام حاصل نہ ہوا اور اُس کے اور متقی کے درمیان لڑائیوں کا سلسلہ جاری رہا، دراصل یہ زمانہ بڑے فتنوں کا تھا، ابوعبداللہ بریدی کے عہدۂ وزارت پر فائز ہونے پر کتاب "اغانی" کے مصنف ابو الفرج

اصفہانی نے اپنے ایک طویل قصیدے میں اُس کی ہجو کی ہے جس کا مطلع یہ ہے :۔

یا سماء اسقطی ویا ارض میدی   قد تولی الوزارۃ ابن البریدی

اے آسمان گر پڑ اور اے زمین جنبش میں آجا کیونکہ ابن بریدی وزارت پر فائز ہو گیا ہے۔

اسی قصیدے کے بعض اشعار یہ ہیں :۔

یا لقومی لحر صدری و عولی   وغلیلی وقلبی المعمود

اے میری قوم فریاد ہے میرے سینے کی گرمی سے میری سوزش نہانی سے اور میرے بیمار دل سے۔

حین سار الخمیس یوم خمیس   بالبریدی فی ثیاب سود

جبکہ لشکر جمعرات کے دن بریدی کو لیکر چلا جو سیاہ کپڑے پہنے ہوئے تھا۔

قد حباہ بہا الامام اصطفاء   واعتماداً منہ لغیر عمید

یہ خلعت اُس کو خلیفہ نے ازراہِ انتخاب دیا تھا اور از روئے اعتماد ایک ایسے شخص پر جو سردار نہیں ہے

خلع تخلع العلی ولواء   عقدہ حل عقدۃ المعقود

یہ ایسے خلعت ہیں جو (انسان کو) بلندی نصیب کرتے ہیں اور ایسے عَلَم ہیں کہ جن کا باندھنا مشکلات کو حل کرنا ہے۔

ابو العباس احمد بن عبیداللہ اصفہانی

یہ پچاس دن وزیر رہا، انتظامی معاملات میں اُس کو بصیرت حاصل نہ تھی، اس زمانہ میں وزرا اور وزارت کمزور ہو چکے تھے۔

ابو الحسین بن علی بن ابو علی محمد بن مُقلہ

متقی نے اُسے وزیر بنایا، لیکن اس کی وزارت زیادہ عرصے تک نہیں رہی، جب متقی معزول ہوا تھا تو ابو الحسین عہدۂ وزارت پر قائم تھا۔

متقی اور اُس کے وزیروں کا دور ختم ہوا۔

Marfat.com

(۲۲) المستکفی باللہ

متقی کے بعد ابوالقاسم عبداللہ المستکفی بن المکتفی بن معتضد کے ہاتھ پر ۳۳۳ھ میں بیعت ہوئی، جب اُس کو معزالدولہ بن بویہ کے پہنچنے کی خبر ملی تو وہ بہت خوف زدہ ہوا، اور لوگ بھی سخت پریشان ہوئے، مستکفی نے معزالدولہ کے پاس تحفے اور میوے بھیجے، معزالدولہ مستکفی کے حضور میں آیا، خلیفہ نے اُس کو معزالدولہ کا خطاب دیا، طوق، کنگن، نشانِ سلطنت، اور علمِ شاہی عطا کیا، معزالدولہ بنی بویہ کے بادشاہوں میں پہلا بادشاہ ہے جو خلیفہ کے دربار میں حاضر ہوا، خلیفہ نے اُس کو معزالدولہ، اُس کے بھائی کو رکن الدولہ اور بھائی کو عمادالدولہ کا خطاب دیا اور حکم دیا کہ ان کے القاب دینار و درہم پر نقش کیے جائیں۔

دیلم کے لوگ بغداد میں آکر لوگوں کے گھروں میں رہنے لگے، اس سے پہلے یہ بات نہیں دیکھی گئی تھی۔

مستکفی کا انجام

ایک روز معزالدولہ کی سواری دارالخلافت میں آئی۔ معزالدولہ نے مستکفی کو سلام کیا، اور اس کے سامنے زمین چومی، مستکفی کے حکم سے اس کے لیے ایک کرسی ڈالی گئی جس پر وہ بیٹھ گیا، پھر دیلم کے دو آدمی اس کی طرف بڑھے اور انھوں نے اپنا ہاتھ پھیلایا، مستکفی نے خیال کیا کہ وہ اس کا ہاتھ چومنا چاہتے ہیں، اور اس نے بھی اپنا ہاتھ بڑھا دیا، ان دونوں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کھینچ لیا اور اس کو سر کے بل زمین پر گرا دیا، اور اُس کا عمامہ لے کر اس کے گلے میں ڈالا، اور اُسے گھسیٹ لیا، معزالدولہ اُٹھ کھڑا ہوا، شہنائیاں اور نقارے بجنے لگے، اور لوگوں میں گڑبڑ پھیل گئی، دیلم والے خلیفہ کے حرم میں گھس گئے، اور مستکفی کو گرفتار کر کے معزالدولہ کے گھر لے گئے جہاں اُسے قید کر کے معزول کر دیا گیا، اُس کا گھر لوٹ لیا گیا، اور اُس کی آنکھیں نکال لی گئیں، اور وہ قید ہی میں رہا، یہاں تک کہ ۳۳۸ھ میں مر گیا۔

Marfat.com

مستکفی کی وزارت

مستکفی کا پہلا وزیر سامری ابوالفرج محمد بن علی تھا لیکن نہ تو اُس کی حکومت تھی اور نہ وہ اپنے احکام میں آزاد تھا، اُس کا دورِ وزارت زیادہ عرصہ تک نہیں رہا، آخر میں اُسے گرفتار کر لیا گیا، ایک شاعر اُس کی ہجو میں کہتا ہے۔

الآن إن كفر المقتر رزقه　　قالوا كفرت فخف عقاب النار

اب اگر کوئی اپنے اہل و عیال پر رزق میں سختی کرنے والا کفران نعمت کرے تو لوگ کہیں گے تو نے ناشکری کی اب تو دوزخ کے عذاب سے ڈر

أأكون راجلي مركبي وجنيبتي　　خفي على ذل بذاك وعار

کیا میں اس حال میں رہوں گا کہ عار و ذلت کے ساتھ میرا پیر میری سواری ہوگا اور بازو میں چلنے والی سواری میرا موزہ ہوگا۔

والسر من رأى في إصطبله　　مئتا عتيق فارة ومختار

حالانکہ سرمن رأی کا شہر اُس کے اصطبل میں جمع ہے ۔ یعنی دو سو اصیل، موٹے اور منتخب گھوڑے۔

كلب حمار بالخيول وكاتب　　فطن يضيق به كراء حمار

ایک کتا، ایک گدھا، اور ایک ہوشیار منشی بھی گھوڑوں کے ساتھ ہر جو گدھے کا کرایہ ادا کرنے پر بھی بخل کرتا ہے۔

أنا قد دهشت فعرفوني أنتم　　هذا من الإنصاف في الأقدار

میں تو حیران رہ گیا، ذرا تم بتاؤ کیا تقدیر میں یہ انصاف کی بات ہے، (کہ ہم جوتیاں چٹکائیں اور تمہارے پاس دو سو گھوڑے ہوں)۔

(۲۳) المطیع للہ

مستکفی کے بعد المطیع للہ ابوالقاسم فضل بن المقتدر سے ۳۳۴ھ میں بیعت ہوئی، اس کی خلافت نہایت کمزور تھی، مطیع کے زمانے میں حجر اسود اپنی جگہ واپس ہوا جس کو قرامطہ نکال کر لے گئے تھے، اور پھر انھوں نے واپس کر دیا وہ کہتے تھے کہ حکم کی بنا پر ہم اُسے لے گئے تھے، اور حکم کی تعمیل ہی میں ہم نے اُسے واپس کیا ہے۔

مطیع پر فالج کا اثر غالب ہوا، اور اُس کی زبان میں لکنت پیدا ہو گئی، معزالدولہ کا

Marfat.com

"حاجب" سبکتگین اُس کے پاس آیا، اور اُس سے مطالبہ کیا کہ وہ خود کو معزول کر کے اپنے بیٹے طائع کے ہاتھ پر بیعت کرے، چنانچہ اُس نے ایسا ہی کیا اور اپنے بیٹے کے لیے خلافت کا عہد کر کے خود معزول ہو گیا، پھر ۳۶۴ھ میں وہ مر گیا۔

(۲۴) الطائع لامر اللہ

مطیع کے بعد اس کا بیٹا الطائع لامر اللہ عبدالکریم ابو بکر خلیفہ ہوا، ۳۶۳ھ میں اس سے بیعت ہوئی، طائع ایک طاقت ور انسان تھا، اس کے باغ میں ایک جنگلی مینڈھا خطرناک ہو گیا تھا، کسی شخص کو اُس کے پاس جانے کی جرأت نہ تھی لیکن طائع اس کی طرف بڑھا، مینڈھے نے اُس پر حملہ کیا لیکن وہ جما رہا یہاں تک کہ اُس نے مینڈھے کے دونوں سینگ آرے سے کاٹنے کا حکم دیا، اور وہ سینگ پکڑے رہا یہاں تک کہ بڑھئی نے اُن کو کاٹ ڈالا۔

طائع کے زمانے میں آلِ بویہ کے اقتدار نے قوت حاصل کی۔ عضدالدولہ بغداد میں پہنچا اور اُس کی حکومت عام ہو گئی۔ پھر آلِ بویہ نے ۳۸۱ھ میں طائع کو گرفتار کر لیا اور اُس کے بعد قادر کے ہاتھ پر بیعت کی۔ طائع کا دور ختم ہوا۔

(۲۵) القادر باللہ

طائع کے بعد قادر ابو العباس احمد بن اسحاق بن مقتدر سے ۳۸۱ھ میں بیعت کی گئی، قادر بہترین خلفاء میں سے تھا، وہ بڑا صاحبِ خیر و احسان اور عبادت گزار تھا، اس نے بہاء الدولہ بن عضدالدولہ کی لڑکی سے ایک لاکھ دینار مہر پر نکاح کیا، قادر کے زمانے میں دولتِ عباسیہ کا وقار دوبارہ قائم ہوا، اور اس کی شان بڑھ گئی۔ قادر عرصۂ دراز تک خلیفہ رہا ۴۲۲ھ میں اس نے وفات پائی۔

Marfat.com

(۲۶) القائم بامر اللہ

قادر کے بعد اُس کا بیٹا ابو جعفر قائم بامر اللہ خلیفہ ہوا، ۴۲۲ھ میں اس سے بیعت کی گئی قائم نہایت اچھے اور نیک خلفاء میں سے تھا، اُس نے ایک طویل عرصہ تک خلافت کی اس کے دورِ خلافت میں خلافت کے وقار اور قوت میں اضافہ ہوا، قائم کے زمانے میں دولت بنی بویہ کا خاتمہ ہو گیا اور بنی سلجوق کی دولت کا آغاز ہوا۔

دولت سلجوقیہ کا آغاز اور خاتمہ

یہ ایک ایسی دولت قائم ہوئی تھی جس کی شان و شوکت بڑھتی گئی، مملکت وسیع ہوئی، اور دربار خلافت میں اس کا اثر و اقتدار بڑھتا گیا یہاں تک کہ خلافت پر اُس کا تسلط قائم ہو گیا منبروں پر شاہانِ سلجوق کا نام پڑھا جانے لگا، اور دینار و درہم پران کا نام نقش ہوا، اس دولت کی ابتدا، اس طرح ہوئی کہ سلاجقہ جو دراصل ترکان خزر میں سے تھے، ترک بادشاہوں کی خدمت کیا کرتے تھے ان کے جدِّ اعلیٰ سلجوق نے اچھی تربیت پائی تھی، شرافت کے آثار اُس پر عیاں تھے اور سعادت اُس کے افعال و اعمال پر نمایاں تھی، ترک بادشاہ نے اس کو اپنا مقرب بنالیا اور وہ اُس کا خاص آدمی ہو گیا، بادشاہ نے اُس کو شباشی کا لقب دیا جس کے معنی ان کی زبان میں قائد لشکر کے ہیں، سلجوق اپنی عالی ہمتی سے ترقی کرتا گیا، اور کرم اخلاق اور عقل و تدبیر سے لوگوں کے دل اُس نے اپنی طرف مائل کر لیے اور بڑے بڑے لوگ اس کے مطیع ہو گئے۔

لوگ بیان کرتے ہیں کہ ترک بادشاہ کی بیگم نے اُس سے کہا کہ میں کچھ ایسا محسوس کرتی ہوں کہ سلجوق تم پر غالب آتا جا رہا ہے، میری تو رائے یہ ہے کہ تم اس کو مار ڈالو، کیونکہ لوگوں کا رجحان اس کی طرف بڑھ گیا ہے، اُس نے کہا کہ میں عنقریب بتا دوں گا کہ میں سلجوق کے معاملے میں کیا کرنا چاہتا ہوں سلجوق کو بھی اُس کے ارادہ کا کچھ پتہ چل گیا

Marfat.com

اور اس نے بادشاہ کے تغیر مزاج کو محسوس کر لیا' اس نے اپنے خاندان والوں متبعین کو جمع کر کے اپنی وفاداری کا حلف لیا اور جن لوگوں نے اطاعت کا اظہار کیا ان سب کو اس نے جمع کر لیا اور اب وہ قوم غز ترکوں کی ایک قوم کا قاید اعظم بن گیا' اور ان کو لے کر ترکستان سے مسلمانوں کے ملک کی طرف چل پڑا' اور اپنے کو مسلمان ظاہر کیا تا کہ مسلمان اس کے مددگار بن جائیں' اور وہ اپنی چراگاہوں اور مکانوں سے اسے فائدہ اٹھانے دیں چنانچہ وہ اپنی فوج لے کر ایک جگہ فروکش ہو گیا' اور اس پاس کے مختلف ترک گروہوں سے لڑنے لگا' اس سرحدی علاقہ سے بادشاہ ترک کے لیے خراج لیا جاتا تھا، اس کو سلجوق نے ختم کر دیا اور اس کے کارندوں کو نکال باہر کیا۔

سلجوق سو برس کی عمر پا کر مر گیا، اس کی اولاد نے قوت، دولت، اور نعمت میں پرورش پائی، اور ملک عجم کے جس حصہ کو کمزور پایا اس پر قابض ہو گئی ان کی حالت برابر ترقی کرتی گئی، یہاں تک کہ طغرل بیگ جوان کا پہلا بادشاہ تھا اس نے ملک عجم کے ایک بڑے حصہ پر قبضہ کر لیا، اور اس کی طاقت برابر بڑھتی رہی، اسی اثنار میں بساسیری نے بغداد پر غلبہ حاصل کر کے وہاں خوب لوٹ مار مچائی اور قتل عام کیا اور خلیفہ قائم بامر اللہ کو وہاں سے نکال کر "قلعۃ الحدیثہ" میں قید کر دیا، بساسیری کا یہ ہنگامہ ایک بڑا فتنہ تھا، اس حالت کو دیکھ کر خلیفہ قائم نے سلطان طغرل بیگ کو لکھ کر اپنی مدد کے لیے بغداد میں بلایا، طغرل بیگ اپنا لشکر لے کر بغداد کی طرف روانہ ہوا جب بساسیری کو اس کی خبر ہوئی تو اس کا کام بگڑ گیا، اور وہ بغداد چھوڑ کر چلدیا، طغرل بیگ بغداد میں داخل ہوا اور اس نے خلافت کی شان دوبارہ قائم کی، بغداد کے منبروں پر اس کا نام سلطان کی حیثیت سے پڑھا گیا' دربار خلافت میں ان کی سلطنت کے عروج کا یہ پہلا واقعہ تھا۔

دولت سلجوق کا خاتمہ اس طرح ہوا کہ ان کے معاملات میں کمزوری بڑھتی گئی یہاں تک کہ خلیفہ ناصر باللہ کے عہد ۵۹۰ھ میں ان کی سلطنت بالکل ختم ہو گئی۔ قائم نے

Marfat.com

۶۸ھ میں وفات پائی۔

قائم بامراللہ کی وزارت

فخر الدولہ ابو نصر محمد بن جہیر نے قائم کے لیے وزارت کی خدمات انجام دیں، فخر الدولہ عقل مند اور چالاک شخص تھا، ابتدار میں وہ ایک خاک نشین مفلس تھا جس کو حالات نے وطن سے دور پھینک دیا تھا، اس کے ابتدائی حالات یہ ہیں کہ وہ ایک روز کرخ میں (جو بغداد کا ایک محلہ تھا) بیٹھا ہوا تھا کہ اتفاق سے ایک شخص گزرا جو ویرانوں میں مختلف چیزیں تلاش کر کے انھیں دھو کر صاف کرتا اور فروخت کرتا تھا اس شخص کے پاس کچھ پرانے نگینے تھے جن کا رنگ و روپ جاتا رہا تھا۔ فخر الدولہ نے وہ نگینے تین دینار میں خرید لیے، اتفاقاً ایک نہایت سرخ یاقوت اور ایک بہترین فیروزہ ان میں نکلا۔ ان دونوں نگینوں کے لیے اُس نے سونے کی دو انگوٹھیاں بنوالیں پھر اس کے حالات بدلتے رہے یہاں تک کہ وہ قاصد کی حیثیت سے بادشاہ روم کے پاس پہنچ گیا، اور وہ انگوٹھیاں اس نے شاہِ روم کو پیش کر دیں اُس نے بیس ہزار دینار اُس کو عطا کیے یہی رقم اس کی دولت مندی اور خوش حالی کی بنیاد ثابت ہوئی۔ پھر وہ مختلف خدمات میں منتقل ہوتا رہا، یہاں تک کہ وہ ابن مروان والی دیار بکر کے پاس پہنچا، اور ایک عرصہ تک اس کی خدمت میں رہا اور یہاں اُسے بڑی دولت اور ثروت حاصل ہوئی اور اب اس کے دل میں خلیفہ کی وزارت حاصل کرنے کا شوق پیدا ہوا اور اس نے خفیہ طور پر قائم بامراللہ کے پاس اپنا قاصد بھیجا اور خود کو وزارت کے لیے پیش کیا، اور تیس ہزار دینار بھی اس نے خلیفہ کو نذر پیش کیے، قائم نے اپنے ایک خاص قاصد کے ذریعہ ابن مروان کے پاس اپنا پیام بھیجا جس کی غرض یہ تھی کہ وہ فخر الدولہ سے مل کر وزارت کا معاملہ طے کر لے، قاصد نے فخر الدولہ سے تنہائی میں ملاقات کی اور خاطر خواہ معاملہ طے کر لیا، جب قاصد نے بغداد واپس جانے کا ارادہ کیا تو فخر الدولہ اس کو رخصت کرنے کے بہانے باہر نکلا اور اس کے ساتھ بغداد چلا گیا، روانگی سے پہلے اس نے اپنی دولت ملک میں تقسیم کر دی اس کا ایک حصہ بغداد بھی

Marfat.com

بھیج دیا، جب قاصد فخر الدولہ کی معیت میں بغداد پہنچا تو قائم بامر اللہ نے اپنے خاص آدمیوں کو فخر الدولہ کے استقبال کے لیے بھیجا، پھر اس کو خلعتِ وزارت عطا ہوئی۔

فخر الدولہ نے وزارت کے فرائض بہترین طور پر انجام دیے، عراق کی سرحد پر جو علاقہ تھا وہاں کے لوگوں نے خلیفہ کے خلاف سرکشی اختیار کر رکھی تھی، ان اطراف کے بادشاہوں اور فخر الدولہ کے درمیان دوستانہ تعلقات تھے، فخر الدولہ نے ان سے مراسلت کی اور قاصد بھیج کر انھیں خلیفہ کی اطاعت کی طرف مائل کر لیا، چنانچہ وہ سب خلیفہ کے مطیع ہو گئے، پھر فخر الدولہ اور سلطان کے وزیر نظام الملک کے درمیان کدورت پیدا ہونے کی وجہ سے اس کو معزول کر دیا گیا، لیکن کچھ دنوں بعد فخر الدولہ کو دوبارہ عہدۂ وزارت سپرد ہوا، اس موقع پر ابن الفضل شاعر نے اس کی تعریف میں یہ شعر کہے:۔

قد رجع الحق الی نصابہ　　　وانت من دون الوری اولی بہ

حق اپنی اصل کی طرف واپس ہو گیا۔ تمام دنیا کو چھوڑ کر صرف تو ہی اس کا مستحق ہے۔

ما کنت الا السیف سلتہ ید　　　ثم اعادتہ الی قرابہ

تو در اصل ایک تلوار تھا جس کو ایک ہاتھ نے کھینچ لیا تھا، پھر اسی ہاتھ نے اسے میان میں رکھ دیا۔

فخر الدولہ کے دوبارہ وزیر ہونے پر لوگوں نے بڑی خوشیاں منائیں، کہتے ہیں کہ ایک سقا نے اپنے بیل کو جس کے سوا اس کے پاس دوسرا بیل نہ تھا ذبح کر کے اس کا گوشت صدقہ کر دیا، یہ خبر سن کر وزیر نے اس کو ایک خچر مع اس کے ساز و سامان کے عنایت کیا اور کچھ سونا بھی دیا، قائم کے مرنے پر فخر الدولہ نے مقتدی کے لیے بیعت لینے میں بڑی خوبی سے کام لیا، فخر الدولہ کی وزارت کا زمانہ قائم بامر اللہ اور مقتدی باللہ کے عہد میں پندرہ سال اور ایک مہینے تک رہا ۴۸۳ھ میں اس نے وفات پائی۔

رئیس الرؤسا علی بن حسین بن احمد بن محمد بن مسلمہ

رئیس الرؤسا، فخر الدولہ بن جہیر سے پہلے قائم کا وزیر تھا اس کی وجہ سے بساسیری کا فتنہ برپا ہوا، وزارت سے پہلے وہ ٹیکس

وغیرہ کی تشخص کرنے والوں میں سے تھا، وہ فقہ سے واقف تھا، اور علوم کے مطالعہ اور حدیث کی روایت کا شوق رکھتا تھا اس کے حالات نے ترقی کی اور اس کی قدر و منزلت بڑھتی گئی، پھر ایک ترکی سردار ابوالحرث بساسیری اور اس کے درمیان بگاڑ واقع ہوا، اور حالات سے مجبور ہوکر بساسیری بھاگ گیا پھر اُس نے فوج جمع کرکے بغداد پر حملہ کر دیا اور اس پر قبضہ کرلیا، اور رئیس الرؤسا ابن سلمہ کو گرفتار کرلیا، اور اس کے ناک کان کٹوا دیئے، پھر ہاتھ پیر بندھوا کر باہر نکالا اور اُسے موٹے اون کا ایک جبہ اور سرخ رنگ کے نمدے کا ایک طنطور، پہنا دیا، اور اس کے گلے میں رسی کا ایک پھندا ڈالا جس میں چمڑے کے ٹکڑے تعویذوں کی طرح پڑے ہوئے تھے، اور اُسے گدھے پر سوار کرکے محلوں میں گشت دیا گیا، اس کے پیچھے ایک شخص تھا جو اُسے کوڑے مارتا جاتا تھا، اور آوازے لگاتا تھا، رئیس الرؤسا کی زبان پر اُس وقت یہ آیت تھی۔

قُلِ اللّٰهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَاۤءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَاۤءُ ۔ کہہ تو اے میرے اللہ اے مالک الملک! تو جس کو چاہتا ہے ملک دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے ملک چھین لیتا ہے۔

بساسیری نے تمام شہر میں اس کی تشہیر کی، جب وہ محلہ کرخ میں پہنچا تو لوگوں نے اس پر پرانی جوتیاں پھینکیں اور اس کے منہ پر تھوکا، پھر اُسے مغرب کی جانب دار الخلافت کے سامنے کھڑا کیا گیا، پھر واپس لاکر اُس کو لٹکانے کے لیے باب خراسان میں ایک لکڑی نصیب کی گئی، اور گدھے سے اتار کر ایک بیل کا چمڑا اس پر سیا گیا، جو اُسی وقت کھینچا گیا تھا، اور بیل کے سینگ اُس کے سر پر لگا دیئے گئے اور اسی طرح لکڑی پر زندہ چھوڑ دیا گیا، یہاں تک کہ وہ اسی روز مر گیا، قائم بامر اللہ اور اُس کے وزیروں کا دور ختم ہوا۔

Marfat.com

(۲۷) المقتدی بامر اللہ

اس کا نام ابو القاسم عبداللہ بن الدخیرہ بن القائم تھا ۴۶۷ھ میں اس کے لیے بیعت لی گئی، مقتدی بلند ہمت، معاملات سے باخبر اور اچھا خلیفہ تھا، ملک شاہ کے ساتھ اس کا ایک عجیب واقعہ پیش آیا، ملک شاہ نے بغداد جانے کا ارادہ کیا اور ۴۸۵ھ میں وہاں پہنچا اور مقتدی کے خلاف اس کی نیت بدل گئی، اور اس کے پاس کہلا بھیجا کہ تم بغداد سے چلے جاؤ اور جس شہر میں چاہو سکونت اختیار کرلو، مقتدی یہ سن کر بہت گھبرایا، اور اس سے ایک مہینے کی مہلت چاہی، ملک شاہ نے کہا کہ تم کو ایک گھنٹے کی بھی مہلت نہیں دی جائے گی، اور دونوں کے درمیان مراسلت جاری رہی، پھر ملک شاہ کے وزیر تاج الملک ابو الغنائم کے ذریعہ یہ طے پایا کہ خلیفہ کو صرف دس روز کی مہلت دی جائے، ملک شاہ نے اسے منظور کرلیا، اسی اثنا میں عید الفطر کے دن سلطان ملک شاہ نے نماز پڑھی اور پھر شکار کے لیے نکلا، اور بخار میں مبتلا ہو گیا، اور اس نے اپنا طرز عمل بھی درست کرلیا اور نصف شوال تک بیمار رہ کر مر گیا، ملک شاہ کی موت کے بعد اس کی بیوی زبیدہ خاتون نے فوج کو اپنے قابو میں رکھا مقتدی نے وراثت کی ترتیب میں اس کے بیٹے محمود کا مالک سلطنت ہونا طے کردیا، پھر زبیدہ خاتون، محمود بن ملک شاہ اور اس کا لشکر اصفہان کی طرف روانہ ہو گیا، اور اس طرح پر خدا نے مقتدی کو ملک شاہ کے شر سے محفوظ رکھا، ۴۸۷ھ میں مرگ ناگہانی سے وہ فوت ہو گیا۔

مقتدی کے وزراء

جب مقتدی کے لیے خلافت کی بیعت لی گئی تو اس نے اپنے باپ کے وزیر فخر الدولہ بن جہیر کو عہدۂ وزارت پر قائم رکھا فخر الدولہ کے حالات اوپر گزر چکے ہیں، جن کے بعد اب کسی چیز کے ذکر کرنے کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔

عمید الدولہ محمد بن فخر الدولہ محمد

خلیفہ قائم بامر اللہ اور مقتدی باللہ محمد کو ایلچی بنا کر بادشاہوں کے پاس بھیجا کرتے تھے، اور اس کی سفارت کامیاب رہتی تھی، وہ ایک فاضل اور اچھی رائے رکھنے والا شخص تھا، سلطان ملک شاہ اُسے بہت پسند کرتا تھا، اور کہتا تھا کاش میرے یہاں ایسا لڑکا پیدا ہوتا، پھر اُس نے اپنی بیٹی کے ساتھ اُس کی شادی کر دی اور مقتدی نے اس کو اپنا وزیر بنا کر امور سلطنت اُس کے سپرد کیے پھر کچھ عرصہ بعد اس کو معزول کر دیا، لیکن نظام الملک کی سفارش پر اُس کو دوبارہ وزیر بنا لیا، ابن ہبّاریہ شاعر عمید الدولہ کی ہجو اس طرح کرتا ہے،

لولا صفیۃُ ما استوزرتَ ثانیۃً   ناشکر حراً صرت مولانا الوزیر بہ

اگر صفیہ نہ ہوتی تو تجھے دوبارہ وزیر نہ بنایا جاتا تو اُس شرمگاہ کا شکریہ ادا کر جس کی بدولت تو ہمارا آقا اور وزیر بن گیا ہے۔

صفیہ نظام الملک وزیر کی لڑکی کا نام تھا جس سے عمید الدولہ نے شادی کر لی تھی پھر عمید الدولہ اور سلاطین عجم کے درمیان ایک ناگوار واقعہ پیش آیا، اور انھوں نے خلیفہ سے اُس کو معزول کرنے کا مطالبہ کیا خلیفہ کے مصاحبین نے بھی اُسے یہی مشورہ دیا چنانچہ مقتدی نے اُسے معزول کر کے دار الخلافت کے اندرونی حصّہ میں قید کر دیا جہاں سے اُس کو مرا ہوا نکال کر دفن کر دیا گیا، عمید الدولہ شعر بھی کہتا تھا، اُس کے بعض اشعار یہ ہیں :۔

الی متیٰ انت فی حِلٍّ و ترحالِ   تبغی العلی والمعالی مھرھا غالِ

تو کب تک سفر اور حضر میں رہے گا اور بلندی مرتبہ اور ترقیاں چاہے گا جن کا معاوضہ بہت گراں ہے

یا طالب المجد دون المجد ملحمۃ   فی طیھا خطر بالنفس والمال

اے طالب عزت، عزت ملنے سے پہلے ایک گھمسان لڑائی کا میدان ہے، جس کے طے کرنے میں جان اور مال کا خطرہ ہے۔

واللیالی صروف قلما انجذبت   الی مرادا مرءٍ یسعی بلا مال

Marfat.com

اور زمانہ کی گردشیں ایسی ہیں جو بہت کم بغیر مال صرف کیے (آدمی کو) مراد تک پہنچاتی ہیں۔

ابوشجاع ظہیرالدین محمد بن الحسن ہمدانی

ابوشجاع دین دار، فیاض اور کثرت سے خیر و خیرات کرنے والا شخص تھا، مختلف قسم کی خیرات و صدقات کے لیے بقدر ایک لاکھ بیس ہزار دینار کی رقم صرف کرنے کا اندراج اُس کے حسابات میں ہوتا تھا؛ اس اندراج کا جس محاسب نے ذکر کیا ہے وہ منجملہ اُن دس محاسبوں کے تھا جو صرف اُس کے صدقات کا حساب لکھا کرتے تھے، ظہیرالدین کے وزیر ہونے پر حریری مصنف "مقامات" کے بیٹے نے یہ اشعار لکھ کر اس کے پاس بھیجے۔

هنيئاً لك الفخر فافخر هنيئاً كما قد رزقت مكاناً عليا

یہ فخر تجھے مبارک ہو اور تو خوشی کے ساتھ فخر کیے جا۔ جس طرح کہ تجھے ایک بلند مرتبہ عطا ہوا ہے

وبت كآبائك الاكرمين لدست الوزارة كفواً رضيا

تو اپنے بزرگ اجداد کی طرح مسند وزارت کے لیے موزوں اور پسندیدہ ہے۔

تحملت اعباء هايا فما كما اوتي الحكم يحيى صبيا

تو نے اُسی طرح وزارت کا بوجھ نوجوانی میں اٹھایا ہے جس طرح یحییٰ علیہ السلام کو بچپن ہی میں نبوت مل گئی تھی۔

وہ ظہر کی نماز پڑھ کر عصر تک لوگوں کی دادرسی کے لیے بیٹھا کرتا تھا، اور اُس کے دربان اعلان کرتے رہتے تھے کہ جس کسی کی کوئی حاجت ہو وہ آکر پیش کرے۔ اس کی خوبیوں میں سے ایک بڑی خوبی یہ تھی کہ جب کرخ اور مدینۃ السلام کے محلہ باب البصرہ میں سنیوں اور شیعوں کے درمیان فساد واقع ہوا تو ابوشجاع نے خونریزی سے انتہا درجہ چشم پوشی کی (یعنی وہ سزا دینے میں زیادتی یا خونریزی کرنا نہیں چاہتا تھا) مقتدی نے اُس سے کہا کہ ایسی نرمی سے کام نہیں چل سکتا جس کو تم کام میں لا رہے ہو، تمہاری بردباری اور درگزر سے لوگوں کو جرأت پیدا ہوگئی ہے، اِن مقامات کے دس بڑے بڑے سرغنوں کے مکانات منہدم کرنا ضروری ہے تاکہ سیاست قائم ہو جائے اور یہ فتنے فرو ہو سکیں، وزیر

Marfat.com

نے محتسب کو بلایا اور کہا کہ خلیفہ نے ان مقامات کے دس سربرآوردہ لوگوں کے مکانات گرا دینے کا حکم دیا ہے، میں ان کے معاملہ میں خلیفہ سے دوبارہ گفتگو نہیں کر سکتا اور مجھے اس بات کا بھی اندیشہ ہے کہ شاید ان میں کوئی ایسا شخص بھی پایا جائے جو مواخذہ کا مستوجب نہ ہو، یا مکان اس کی ملکیت میں نہ ہو، میں چاہتا ہوں کہ تم اپنے معتبر لوگوں کو ان مقامات پر بھیجو اور جن لوگوں پر الزام لگایا گیا ہے اُن کے مکانات خرید لو جب وہ میری ملکیت ہو جائیں گے میں ان کو منہدم کرادوں گا اور اس طرح گناہ سے بچ جاؤں گا اور خلیفہ کی ناراضی سے بھی محفوظ رہوں گا، یہ کہہ کر اس نے نقد قیمت ادا کردی اور محتسب نے اسی کے مطابق عمل کیا اس کے بعد اس نے اپنے آدمی بھیج کر وہ مکانات منہدم کرا دیئے۔

ابو شجاع نے حج بیت اللہ کیا، کسی اور وزیر کے متعلق تاریخ میں نہیں آیا ہے کہ اس نے اپنی وزارت کے زمانے میں حج کیا ہو؛ اس سے پہلے جو وزیر تھے وہ وزارت سے علیحدہ ہونے کے بعد حج کیا کرتے تھے، ایک استثناء برامکہ کی بھی ہے جنہوں نے اپنی وزارت کے زمانہ میں حج کیا تھا

سلطان جلال الدولہ ملک شاہ نے مقتدی باللہ سے ابو شجاع کے معزول کرنے کا مطالبہ کیا، مقتدی کی طرف سے معزولی کا فرمان نہایت اچھے پیرایہ میں جاری ہوا جس کی مثال کسی اور وزیر کے معزول کرنے کے متعلق نہیں پائی جاتی۔ حکم معزولی کے بعد خلیفہ یہ شعر پڑھ کر گھر میں داخل ہوگیا۔

تولاھا ولیس لہ عدوٌ　　　وفارقھا ولیس لہ صدیق

وہ وزارت پر فائز ہوا اور اُس کا کوئی بھی دشمن نہ تھا اور اُس نے وزارت چھوڑی جبکہ کوئی بھی اس کا دوست نہ تھا۔

معزول ہونے کے بعد ابو شجاع نے گوشہ نشینی اختیار کرلی اور دنیا ترک کردی، وہ سوتی کپڑے پہننے لگا، پھر وہ حج کے لیے روانہ ہوا، اور مدینۃ الرسول ﷺ میں اس نے سکونت اختیار کرلی، وہ مسجد نبوی میں جاروب کشی کرتا، چٹائیاں بچھاتا اور چراغ روشن

Marfat.com

کیا کرتا تھا، اس کے بدن پر گاڑھے کے کپڑے ہوتے تھے پھر اس نے قرآن پاک حفظ کرنا شروع کیا اور آخر تک حفظ کر ڈالا، اُس کے کچھ اشعار بھی ملتے ہیں جو خاصے اچھے ہیں، جن میں سے بعض یہ ہیں۔

اِن من شتت الجمیع من الشمل   قد یربان یجمع اھلاً

جس ذات نے سب کے اجتماع کو منتشر کر دیا، وہ اس پر قادر ہے کہ عزیزوں کو جمع کر دے۔

لست مستیئساً وان طال ھجرٌ   رب ھجر یکون عقباہ وصلاً

میں مایوس نہیں ہوں اگرچہ ہجر کی مدت دراز ہو گئی، کیونکہ بہت سے ہجر ایسے ہیں جن کا انجام وصل ہے

واذا اعقب الوصالُ فراقاً   کان ذاك الوصال فی القلب احلی

اور جب فراق کے بعد وصال کی نوبت آئے تو یہ وصال قلب کے لیے زیادہ خوشگوار ہے۔

ابو شجاع نے ۵۱۳ھ میں وفات پائی، مقتدی باللہ اور اس کے وزیروں کا زمانہ ختم ہوا۔

(۲۸) المستظہر باللہ

اس کا نام ابو العباس احمد تھا، ۴۸۷ھ میں اس کے لیے بیعت لی گئی، مستظہر فیاض، خوش اخلاق، بلند ہمت، نرم مزاج اور مہذب اخلاق کا انسان تھا، لوگ آسانی سے اس تک پہنچ سکتے تھے، اسے نیک کاموں سے محبت تھی اور ظلم سے نفرت۔

فرقہ باطنیہ

مستظہر کے عہد میں فرقہ باطنیہ کا بڑا زور رہا، خراسان کی بیاد گاہوں اور قلعوں پر ان کا قبضہ ہو گیا، دعوت باطنیہ کا علمبردار خراسان میں حسن بن صباح نامی ایک شخص تھا جو اصل میں مرو کا رہنے والا تھا، اس نے مصر تک سفر کیا اور آل ابی طالب کے داعیوں سے اس نے عقائد مذہب کا علم حاصل کیا، وہ بڑا چالاک اور حیلہ باز شخص تھا، پھر وہ مصر سے خراسان واپس آیا، اور آل ابو طالب کی

Marfat.com

طرف لوگوں کو دعوت دینے لگا اور قسم قسم کی تدبیروں سے اس نے کام لیا، یہاں تک کہ بلادِ دیلم کا ایک قلعہ جو رودبار کے نام سے مشہور ہے اس کے قبضہ میں آگیا، اس قبضہ کے بعد اس کی طاقت بڑھ گئی اور اس نے لوگوں کی بہت سی جماعتوں کو گمراہ کردیا، اور باطنیہ مذہب نے پھیلنا شروع کیا اور بڑھتا گیا، اور خفیہ طور پر بڑے بڑے سرداروں کی ایک جماعت اس کی معتقد ہوگئی اور ان کی طاقت میں روز بروز اضافہ ہوتا گیا۔ یہاں تک کہ مغلوں کے لشکر نے ان کے قلعوں پر حملہ کر کے انھیں بُری طرح تباہ کر ڈالا۔ مستظہر نے ۵۱۲ھ میں وفات پائی۔

مستظہر کے وزراء وزارت کو مستظہر کے عہد میں کوئی خاص شان حاصل نہیں ہوئی، اس کا ایک وزیر زعیم الرؤسا ابوالقسم علی بن فخر الدولہ بن جہیر تھا، اس کا زمانہ نہایت مختصر تھا، اس کے حالات میں کوئی واقعہ قابلِ ذکر نہیں ہے، تھوڑے عرصے کے بعد ہی وہ وزارت سے معزول ہو کر گرفتار ہو گیا۔

ابوالمعالی ہبۃ اللہ بن محمد بن المطلب ابوالمعالی دولت عباسیہ میں بڑی لیاقت اور اہلیت کا وزیر گزرا ہے، زعیم الرؤسا ابن جہیر کے بعد اس کو مستظہر نے وزیر بنایا تھا، وزارت سے پہلے دیوان الزمام، (محکمہ ریونیو) اس کے سپرد تھا اس کے ایک دوست کا بیان ہے کہ وزارت سے پہلے میں ایک روز اس کے پاس گیا، میں نے دیکھا کہ وہ فکرمند اور پریشان ہے، میں نے اس کا سبب پوچھا، اس نے کہا کہ میں نے گزشتہ سال ملک کی آبادی، محاصل کے انتظام اور پیداوار کی افزائش تک کے بارے میں اپنی کوششوں کی رپورٹ مستظہر کے سامنے پیش کی تھی اور میں نے کہا تھا کہ اس سال بارہ ہزار "کُر" غلہ پیدا ہوا ہے، اور آئندہ سال بیس ہزار کُر کی امید ہے، مستظہر نے میری رپورٹ کا جواب دیتے ہوئے میرا شکریہ ادا کیا اور تعریف کی اور اپنے خاص لباس میں سے کچھ عنایت کر کے میری قدر افزائی فرمائی، جس سے میں بہت خوش ہوا اور میں نے کہا

Marfat.com

کہ یہ میری کوشش کا پھل ہے، پھر میں نے آبادی کے لیے اپنی ہمت سے کام لیا، اور آئندہ کی آبادکاری کے لیے اپنی پوری کوشش اور طاقت سے اٹھ کھڑا ہوا، اتفاق سے دریا کا ایک بند ٹوٹ گیا اور بہت کچھ پیداوار ضائع ہوگئی، اس کے علاوہ کچھ اور حالات بھی پیش آئے جن سے پیداوار گر گئی، یہاں تک کہ سال گزشتہ کے مقابلے میں بہت ہی کم ہوگئی میں نے خلیفہ کے معائنہ کے لیے ایک رپورٹ لکھی جس میں اس سال کی پیداوار کی مقدار تو میں نے ظاہر کردی اور پیداوار کی کمی کا سبب ظاہر نہیں کیا، میں نے سوچا کہ اگر اس نے مجھ سے سبب پوچھا تو پھر تفصیل سے بیان کردوں گا اس پر بھی خلیفہ نے مجھے شکریہ اور تعریف کے ساتھ جواب دیا اور سال گذشتہ کی طرح اپنے کپڑے عنایت کرکے میری قدر افزائی بھی کی، میں نے کہا ہائے افسوس کہ کوشش اور کوتاہی دونوں صورتوں میں اس کا یہ حال ہے کہ اس نے دونوں متناقض حالتوں میں میرا شکریہ ادا کیا، اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ جو کچھ کہتا یا کرتا ہے اس پر غور نہیں کرتا، ایسی صورت میں اپنے دشمنوں سے میں کیسے محفوظ رہ سکتا ہوں جو اس کے پاس رہتے ہیں، وہ میری کوئی بات اس طرح پیش کریں گے کہ وہ میری ہلاکت کا سبب بن جائے گی اور وہ مسئلہ کی اصلیت پر غور نہیں کرے گا، بلکہ دشمن کے مطلب کے موافق فیصلہ کردے گا۔

یہ قصہ بیان کرنے والا کہتا ہے کہ میں نے اس سے کہا کہ جس چیز کا تجھے خوف ہے خدا اس سے تجھے بچائے اور اپنی پناہ میں رکھے اور میں اسے برابر تسلی دیتا رہا یہاں تک کہ اس کی فکر دور ہوگئی، ابوالمعالی بن المطلب عالم فاضل اور نیک وزیر تھا۔

مستظہر باللہ اور اس کے وزیروں کا زمانہ ختم ہوا۔

۲۹ المسترشد باللہ

مستظہر کے بعد اس کے بیٹے مسترشد باللہ ابومنصور فضل بن مستظہر کے لیے

Marfat.com

۵۱۲ھ میں بیعت لی گئی، مسترشد ایک فاضل شخص تھا، جب اس کے لیے بیعت لی گئی تو اس کا بھائی امیر ابوالحسن بھاگ کر روپوش ہو گیا، پھر وہ دبیس بن صدقہ والی حلہ کے پاس پناہ گزین ہونے کے لیے حلہ پہنچا، دبیس بن صدقہ کا شمار دنیا کے مشہور اہل کرم میں تھا وہ ایک حویلی کا مالک ہمسایوں کا محسن، غریبوں کا مددگار اور حامی تھا حلہ اس کے دور میں لوگوں کے لیے امن کی جگہ، امیدواروں کا ٹھکانہ، اور ظلم سے خائف ہو کر بھاگے ہوئے انسانوں کے لیے جائے امن تھا، دبیس نے ابوالحسن کی حد سے زیادہ عزت کی اس کے رہنے کے لیے ایک علیحدہ مکان دیا، اور بڑی عزت سے رکھا، ابوالحسن ایک عرصہ تک اس کے پاس نہایت اچھی حالت میں رہا، جب مسترشد کو اس کا علم ہوا کہ ابوالحسن دبیس کے پاس مقیم ہے تو بہت پریشان ہوا اور اسے خوف پیدا ہوا کہ کہیں اس طرف سے کوئی فتنہ نہ برپا ہو جائے اس نے اپنے نقیبوں کے سردار علی بن طراد زینبی کو اپنی مہر اور امن کے پیغام کے ساتھ روانہ کیا مسترشد نے علی کو حکم دیا کہ دبیس سے اس کے لیے بیعت حاصل کر لے، اور اس سے مطالبہ کرے کہ وہ امیر ابوالحسن کو حوالہ کر دے، دبیس نے کہا کہ امیرالمومنین کے لیے بیعت کرنا تو مجھے بسر وچشم منظور ہے اور یہ کہہ کر اس نے بیعت کر لی پھر بولا "رہا میرے ہمسایہ کا سپرد کرنا تو بخدا میں اس کو ہرگز سپرد نہیں کروں گا، کیونکہ وہ میرا ہمسایہ اور مہمان ہے خواہ میں اس کی حفاظت میں مارا ہی کیوں نہ جاؤں، ہاں یہ اور بات ہے کہ وہ خود اپنے کو سپرد کر دے۔"

امیر ابوالحسن نے نقیب کے ساتھ اپنے بھائی کے پاس جانے سے انکار کر دیا چنانچہ نقیب بغیر ابوالحسن کے تنہا واپس چلا گیا، کچھ عرصہ کے بعد مسترشد نے اس پر قابو پا لیا، اور اپنے ایک مکان میں اس کو آرام سے قید میں رکھا۔

مسترشد اور سلطان مسعود کی جنگ

خلیفہ مسترشد اور سلطان مسعود کے درمیان کچھ کشیدگی پیدا ہوئی، اور معاملہ نے شدت اختیار کی اور نوبت جنگ تک پہنچ گئی، مسترشد اپنا لشکر اور ارکان دولت کو لے کر مقابلہ کے لیے

Marfat.com

روانہ ہوا اُدھر سے سلطان مسعود نے بھی لڑائی کی تیاریاں کیں، دونوں لشکر مقابل ہوئے اور سخت جنگ شروع ہوئی، مسترشد کے لشکر نے شکست کھائی اور سلطان مسعود کو فتح حاصل ہوئی،

سلطانی لشکر نے خلیفہ کی فوج کا بہت کچھ مال لوٹ لیا، کہتے ہیں کہ ایک سو ستر خچروں پر مال سے بھرے ہوئے صندوق لدے ہوئے تھے جن میں چالیس لاکھ دینار کی دولت تھی، اس کے علاوہ اور سامان پانسو اونٹوں پر بار تھا، جن میں دس ہزار عمامے، دس ہزار جبّے اور دس ہزار قبائیں تھیں، اور یہ سب چیزیں بہترین کپڑے کی تھیں، یہ سب کچھ اس نے اس لیے تیار کیا تھا کہ جب اُس کو فتح حاصل ہوگی تو ان چیزوں کو انعام کے طور پر تقسیم کرے گا، کہا جاتا ہے کہ لوٹی ہوئی دولت کا اندازہ ایک لاکھ دینار تھا، مسعود نے فوج کو خونریزی سے روکا اور خلیفہ کے خاص آدمیوں کو گرفتار کرکے ایک قلعہ میں نظر بند کر دیا، اور خلیفہ کے لیے اس نے ایک علیحدہ خیمہ نصب کرایا، اور اس کی حفاظت کے لیے کچھ لوگ مقرر کر دیے پھر مسعود خلیفہ کو لے کر مراغہ کی طرف روانہ ہوا، اسی اثنا میں سلطان سنجر کا ایک خط سلطان مسعود کے پاس پہنچا جس میں اُس کو ہدایت کی گئی تھی کہ وہ خلیفہ کے ساتھ احسان کرے اور اُسے عزّت اور احترام کے ساتھ بغداد واپس کر دے، اور اُس کو جو کچھ مالی نقصان پہنچا ہے اس کی تلافی کرے اور اس کا تمام مال واپس کر دے، اور اُس کے نوکر چاکر، اونٹ اور دوسرے سامان کا جو نقصان ہوا ہے اُس کی تلافی نقصان شدہ مال سے بڑھ کر بہترین طریقہ پر کی جائے اور خلیفہ کو نہایت اچھی صورت سے بغداد واپس کیا جائے، مسعود نے اس کی پوری پوری تعمیل کی اور اونٹ، تخت، خیمے، اور باربرداری کے جانور یہ سب چیزیں نہایت اچھی قسم کی فراہم کیں اور بغداد واپس ہونے کا ارادہ کیا گیا، اتفاقاً مسعود اور اس کے لشکر کی طرف سے کچھ غفلت واقع ہوئی اور فرقۂ باطنیہ کے کچھ لوگوں نے خیمہ میں گھس کر چھریوں

Marfat.com

سے مسترشد پر حملہ کر دیا یہ واقعہ ایک گاؤں میں پیش آیا جو مراغہ سے صرف ایک فرسخ کے فاصلے پر ہے، خلیفہ کے ساتھ اُس کے خواص کی ایک جماعت بھی ماری گئی، جب مسعود کو یہ خبر ملی تو وہ پریشان ہوا، اور کچھ بناوٹی گھبراہٹ ظاہر کرتے ہوئے سوار ہو کر نکلا اور ان لوگوں کو گرفتار کر کے مار ڈالا اور علماء اور امراء کے جلوس میں مسترشد کی لاش مراغہ منتقل کی گئی اور وہاں اُسے دفن کر دیا گیا، اس کی قبر اب بھی وہاں ایک خوبصورت گنبد کے نیچے موجود ہے ۱۴۹۷ھ میں جب میں مراغہ گیا تھا تو میں نے خود بھی اس قبر کو دیکھا تھا۔

لوگوں نے مسترشد کے قتل کے سبب میں اختلاف کیا ہے، بعض کا خیال ہے کہ مسعود کو اس کا علم نہ تھا، اور نہ وہ ایسا چاہتا تھا، اور بعض کہتے ہیں کہ خود مسعود نے باطنیہ جماعت سے مل کر ایسا کرایا تھا، کیونکہ مسترشد کا اثر بڑھ گیا تھا، اور وہ اب فوجیں جمع کر کے لشکر کشی کر سکتا تھا اس لیے مسعود کو اس کی طرف سے اندیشہ پیدا ہو گیا، لیکن وہ ظاہری طور پر اُسے قتل نہیں کر سکتا تھا، اس لیے اس نے بظاہر تو اُس کے ساتھ احسان کیا اور خفیہ طور پر مروا ڈالا اور چند مجرموں کو اُس نے یہ ظاہر کرتے ہوئے قتل کر دیا کہ وہ خلیفہ کے قاتل ہیں اور اصلی قاتلوں کو چپکے سے آزاد کر دیا، یہ ۵۱۹ھ کا واقعہ ہے۔

مسترشد کے وزیر

مسترشد کا سب سے اچھا وزیر ابو علی حسن بن علی بن صدقہ تھا، وہ عاقل دانش مند، قوانینِ سلطنت کا ماہر اور فیاض شخص تھا ۵۱۳ھ میں مسترشد نے اس کو وزیر بنایا۔ اور "جلال الدین، سید الوزراء، صدر الشرق والغرب، ظہیر امیر المومنین" کا خطاب دیا، ابو علی علم حساب سے واقف اور سواد شہر کے (زرعی و مالی) حالات سے باخبر تھا، البتہ سخاوکرم کی کوئی روایت اس کے متعلق بیان نہیں کی گئی ہے، کچھ عرصہ بعد مسترشد نے اس کو گرفتار کر کے وزارت سے معزول کر دیا، لیکن مسترشد نے اس کو اپنی خوشی اور ارادے سے معزول نہیں کیا تھا بلکہ سلطان کا وزیر اُس کا سخت مخالف ہو گیا تھا، جب یہ بات جاتی رہی تو مسترشد نے اُس کو دوبارہ وزیر بنا لیا، اور وزارت کی خلعت

Marfat.com

اُسے عطا کی، اور ارکین دولت کو دیوان تک اُس کے آگے آگے چلنے کا حکم دیا، یہ پہلا وزیر ہے جس کے آگے آگے ارکانِ دولت پیدل چلا کرتے تھے۔

ایک روز وزیر ابن صدقہ مسند وزارت پر بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں کاتب الانشا سدید الدولہ بن انباری داخل ہوا، اُس کی آستین میں کچھ اشعار لکھے ہوئے رکھے تھے جن میں اس نے ابوعلی کی ہجو کی تھی، اتفاقاً وہ کاغذ (جس میں اشعار لکھے تھے) اس کی آستین سے گر گیا اور وزیر نے جلدی سے اُسے اٹھالیا، ان میں ایک شعر یہ بھی تھا۔

انت الذی کونہٗ فساد فی عالم الکون والفساد

تو ہی وہ شخص ہے جس کا وجود مجسم فساد ہے اِس عالم کون وفساد میں

جب اس کاغذ کو سدید الدولہ نے وزیر کے ہاتھ میں دیکھا تو خوف اور شرمندگی سے حواس باختہ ہوگیا، وزیر اشعار پڑھ کر اصل مطلب سمجھ گیا، پھر اس نے ہجو کا رُخ اپنے سے ہٹا کر سدید الدولہ کی طرف پھیر دیا اور کہا کہ مجھے تو خود یہ اشعار یاد ہیں، ان میں ایک شعر یہ بھی ہے۔

ولقبوہٗ السدید جهلاً وهو بریٌ من السداد

لوگوں نے اپنی جہالت سے اُس کو سدید کا لقب دیا ہے حالانکہ وہ اسداد (استقامت) سے بالکل عاری ہے

وزیر نے یہ شعر فی البدیہہ کہدیا تھا، سدید بن انباری کو اس واقعہ سے بڑی شرم آئی، اور اُس سے کوئی جواب نہ بن پڑا۔

جب سلطان سنجر نے بغداد پہنچنے کا ارادہ کیا تھا اور خلیفہ کو دھمکی دی تھی تو وزیر ابن صدقہ نے اس کو یہ جواب دیا تھا کہ خدا کی قسم کہ اگر تو نے ذرا حرکت کی تو میں پیچھے سے تیری فوج کا سلسلہ منقطع کر دوں گا اور تو اپنی فوج سے جدا ہو جائے گا، تو اگر ایک فرسخ مسافت طے کرے گا تو میں دو فرسخ تیری طرف آگے بڑھوں گا۔

ابوعلی بن صدقہ جب اپنے آخری دنوں میں بیمار ہوا تو مسترشد اس کی عیادت کے لیے پہنچا اور اُس نے یہ شعر پڑھا۔

Marfat.com

دفعنا بك الآفات حتی اذا اتت　　　　تریدك لم تسطع لها عنك مدفعا

ہم آفتوں کو تیرے ذریعہ دور کیا کرتے تھے لیکن جب وہ آفتیں تجھے نقصان پہنچانے نازل ہوئیں تو ہم ان کو تجھ سے دور نہ کر سکے۔

ابوعلی کی حالت روز بروز کمزور ہوتی چلی گئی یہاں تک کہ وہ ۵۲۳ھ میں مرگیا۔

شریف ابوالقسم علی بن طراد زینبی

اس کا نام ابوالقسم علی بن طراد بن محمد نقیب النقبا بن حسن بن محمد بن عبدالوہاب بن سلیمان بن عبداللہ بن محمد بن ابراہیم الامام بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباسؓ تھا، اس کی ماں زینب بنت سلیمان بن علی بن عبداللہ بن عباس تھی، اسی وجہ سے یہ لوگ زینبی کی نسبت سے مشہور ہیں۔

شریف کو قوانین وزارت اور لوازم ریاست کا بخوبی علم تھا اور اس میں وہ بڑے غور و فکر سے کام لیتا تھا۔ اسی نے لوگوں کو راشد کی معزولی پر متفق کیا تھا۔ راشد کی معزولی اور مقتفی کی بیعت کے لیے اس نے نہایت سرگرم کوشش کی، اس مقصد کے لیے اُس نے سلطان مسعود سے بھی اتفاق کر لیا تھا۔ وہ خلیفہ مسترشد اور مقتفی دونوں کا وزیر رہا، مسترشد نے عہدۂ وزارت سپرد کرتے ہوئے اُس سے کہا تھا، کہ تجھ سے پہلے جو بھی وزیر بنایا گیا تھا، اُس کو وزارت کی بدولت عزت حاصل ہوئی تھی لیکن تو اس سے مستثنیٰ ہے تجھ سے تو وزارت کو عزت حاصل ہوئی ہے، مسترشد نے قصر خلافت سے مکمل مسند وزارت اس کے لیے بھیجی تھی اور ارکان دولت کو حکم دیا تھا کہ وہ اُس کے آگے آگے دیوان وزارت تک چلا کریں۔

کچھ عرصہ تک شریف کا یہی حال رہا، پھر مسترشد نے اُسے گرفتار کر کے معزول کر دیا، کچھ دنوں بعد اس سے بھی زیادہ عزت کے ساتھ اُسے وزیر بنایا، جب مسترشد سلطان مسعود سے لڑنے کے لیے نکلا تھا جیسا کہ پہلے تفصیل کے ساتھ گزر چکا ہے تو اُس موقع پر شریف بھی ساتھ تھا جب مسترشد پر جو کچھ گزرنا تھا گزر گیا تو اس

Marfat.com

وزیر کو سلطان مسعود کے دربار میں بڑا مرتبہ حاصل ہوا، سلطان نے اس کو اپنے مقربین شامل کر کے اس کا رتبہ بلند کیا، اور اس کو اپنے ساتھ بغداد لایا، راشد کو معزول کرنے اور مقتفی کو تخت نشین کرنے کا کام اس نے سلطان مسعود کے سامنے انجام دیا جو مسعود ہی کا بتایا ہوا تھا اور اس پر اس نے شریف کا شکریہ بھی ادا کیا، شریف کے باقی حالات کا ذکر مقتفی کے لیے اس کی وزارت کے ذکر میں آئے گا،

ابو نصر احمد بن وزیر نظام الملک یہ بڑا فیاض اور خوبصورت شخص تھا، یہ مسترشد کا بھی وزیر رہ چکا تھا، اس کی سیرت قابل تعریف رہی جب مسترشد نے شہر پناہ بنانے کا ارادہ کیا اور مصارف کے لیے پندرہ ہزار دینار کی رقم لوگوں پر بھی بالاقساط عائد کر دی۔ تو ابو نصر نے یہ رقم لوگوں کی طرف سے خود ادا کر دی۔ اس کی وزارت زیادہ عرصہ تک نہیں رہی اور وہ ۵۴۴ھ میں مر گیا۔

نوشیرواں بن خالد بن محمد کاشانی یہ بہترین شخص تھا، اچھے سرداروں اور نیک لوگوں میں اس کا شمار تھا، اس نے مختلف سلاطین اور خلفاء کی خدمتِ وزارت انجام دی، وہ وزارت سے استعفٰی دیدیتا تھا لیکن اس کو پھر وزارت کے لیے بلا لیا جاتا تھا جس کو وہ بڑی ناخوشی اور مجبوری سے منظور کرتا تھا، نوشیرواں کے لیے ابن حریری نے مقاماتِ حریری تصنیف کی تھی، اسی کی طرف ابن حریری نے مقامات کی ابتدا میں اشارہ کیا ہے:۔

فاشار من اشارتہ حکمٌ — (مقامات لکھنے کے لیے) اشارہ کیا اس نے

وطاعتہ غنمٌ — جس کا اشارہ حکم ہے اور اس کی اطاعت منفعت ہے

ارجانی شاعر نے جب کہ وہ کسی سفر پر جانے کا ارادہ کر رہا تھا، نوشیرواں سے ایک خیمہ مانگا، اتفاقاً اس کے پاس کوئی خیمہ نہ تھا اس نے (بجائے خیمے کے) بہت سے دینار اس کے پاس بھیج دیئے اور کہا کہ ان دیناروں سے خیمہ خرید لو، ارجانی اس کے متعلق کہتا ہے:۔

للہ در بن خالد رجلاً　　احیٰ لنا الجود بعد ما ذہبا

اللہ خالد کا بھلا کرے وہ ایسا شخص ہے جس نے بخشش کو اس کے جاتے رہنے کے بعد پھر ہمارے لیے زندہ کر دیا

سألتہ خیمۃ الو ذبہا　　فجادلی ملأخیمۃ ذہبا

میں نے اُس سے ایک خیمہ اپنے ٹھکانے کے لیے مانگا تو اُس نے ایک خیمہ بھر سونا دے دیا

نوشیرواں بن خالد نہایت متواضع انسان تھا۔ اس کی تواضع مشہور تھی جو شخص بھی اس کے پاس آتا تھا وہ اس کی تعظیم کے لیے کھڑا ہو جاتا تھا۔ ابن ہباریہ شاعر نے اس کی ہجو لکھی ہے وہ کہتا ہے :-

ھذا تواضعك المشہور عن ضعۃ　　تبدو فمن اجلہا بالکبر تتہم

یہ ہے تیری مشہور تواضع جو ذلت کو ظاہر کرتی ہے اور اسی وجہ سے لوگ تجھ پر تکبر کا عیب لگاتے ہیں

قعدت عن صلۃ الراجی وقمت لہ　　فذا وثوب علی الطلاب لا لہم

تو حاجت مندوں کے ساتھ سلوک کرنے سے تو بیٹھ رہتا ہے اور اُن کی تعظیم کے لیے کھڑا ہو جاتا ہے۔ تیرا کھڑا ہونا ان کے نفع کے لیے نہیں نقصان کے لیے ہے۔

یہی شاعر اس کے کثرت سے کھڑے ہونے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتا ہے :-

رأیت مشروبہ یُعنّٰی　　مزاودا فی ید الغلام

میں نے دیکھا کہ اس کے پینے کی چیز غلام کے ہاتھ میں چمڑے کے چھوٹے مشکیزوں میں تیار کی جاتی ہے

فقلت لا یعرضن لشرب　　فانہ دائم القیام

میں نے کہا بغیر بیماری کے دوا اُس کے سامنے پیش نہ کرنا چاہیے کیونکہ وہ تو ہمیشہ کھڑا رہتا ہے

نوشیرواں بن خالد اور وزیر زینبی کے درمیان وزارت کے معاملہ میں دشمنی اور باہم نفرت تھی، وزارت کے لیے وہ ایک دوسرے کے حریف تھے وزیر زینبی کی معزولی کے بعد جب نوشیرواں بن خالد وزیر ہوا تو لوگ زینبی کی بُرائیاں کر کے نوشیرواں کے پاس رسوخ حاصل کرتے تھے، لیکن حیص بیص شاعر جو اس حرکت کے خلاف تھا ایک دن

پاس آیا اور ایک قصیدہ سنایا جس کا مطلع یہ ہے:۔

شکراً لدھری بالضمیر وبالفم — لما اعاض بمنعم عن منعم

میں اپنے دل اور زبان سے زمانہ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ جس نے ایک منعم کے بدلے دوسرا منعم عطا کیا۔

منعم سے نوشیرواں اور زینبی مراد ہیں، لوگوں نے اُس کے خیال کو بہت پسند کیا، اور اس شعر سے انھوں نے اس کی وفاداری اور آزاد خیالی کا نتیجہ نکالا، نوشیرواں کے مرنے پر جب زینبی دوبارہ وزیر بنایا گیا تو لوگوں نے اب نوشیرواں کی برائیاں کر کے رسوخ حاصل کرنا چاہا، اس پر حیص بیص شاعر نے آکر یہ شعر پڑھا۔

بقیت ولا زلت بك النعل انني — فقدت اصطباری یوم فقد بن خالد

تو زندہ رہے اور تجھے موت کی ٹھوکر نہ لگے میں تو ابن خالد (نوشیرواں) کے مرنے کے دن اپنا صبر کھو چکا ہوں۔

نوشیرواں ۵۳۲ھ میں مر گیا، مسترشد باللہ اور اس کے وزیروں کا زمانہ ختم ہوا۔

(۳۰) راشد باللہ

مسترشد کے بعد اُس کا بیٹا راشد باللہ خلیفہ ہوا اس کا نام ابوجعفر منصور بن مسترشد ہے اس کے باپ کے قتل کے بعد ہی ۵۲۹ھ میں اس کی بیعت لی گئی، راشد ایک بڑا لشکر لے کر سلطان مسعود سے لڑنے کے لیے نکلا، ادھر سے سلطان مسعود عراق پر قبضہ کرنے کے لیے چلا، اور پانچ ہزار سواروں کے ساتھ بغداد میں داخل ہوگیا، راشد اس کے ساتھ لڑنے سے باز رہا اور بغداد سے نکل کر موصل کی طرف چل دیا اور سلطان مسعود بغداد میں آکر سیاہ و سفید کا مالک بن گیا، اس نے لوگوں سے انصاف کا برتاؤ کیا، اور لشکر کو لوگوں کی ایذا رسانی سے باز رکھا، اس لیے قاضیوں

اور گواہوں کو جمع کر کے ایسی تحریریں لکھوائیں جن میں راشد پر عیب لگائے گئے اور راشد کی معزولی کے لیے اس نے ایک دستاویز لکھی اور قاضیوں سے اس کی تصدیق حاصل کی، مسعود کے لیے یہ کام زینبی نے انجام دیا، مسعود نے زینبی سے مشورہ لیا تھا کہ اب کس کو خلیفہ بنایا جائے اُس نے کہا کہ وہاں (بغداد میں) ایک شخص موجود ہے جو خلافت کا اہل ہے سلطان مسعود نے اُس کا نام پوچھا تو اُس نے کہا کہ "حضور اگر میں اُس کا نام بتا دوں تو مجھے ڈر ہے کہ کہیں وہ مارا نہ جائے، لیکن جب ہم بغداد میں داخل ہوں گے تو میں اُس کا نام بتا دوں گا"۔ جب ایک خلیفہ کو بٹھانے کی ضرورت پیش آئی تو زینبی نے سلطان کے سامنے راشد کے چچا ابو عبداللہ محمد المقتفی کا نام پیش کیا اور سلطان نے اُس کے لیے بیعت حاصل کر کے تختِ خلافت پر بٹھا دیا۔

راشد کو موصل میں کوئی کامیابی حاصل نہیں ہوئی اور وہاں سے اصفہان کی طرف روانہ ہوا، ملحدوں کے ایک گروہ نے اُس پر حملہ کر دیا اور اصفہان کے دروازے پر مارا گیا، یہ واقعہ ۵۳۲ھ کا ہے، راشد کی قبر اصفہان میں مشہور ہے۔

راشد کے وزیر جب خلافت راشد کے حصہ میں آئی تو اس نے جلال الدین ابوالرضا محمد بن صدقہ کو وزیر بنایا لیکن وہ کچھ زیادہ عرصہ تک نہیں رہا اور واقعات سے خائف ہو کر زنگی بن آق سنقر والیٔ موصل کے پاس پناہ لی، زنگی نے اُسے اپنی پناہ میں رکھا اور اُس کی حالت کو بہتر بنایا، پھر جب راشد نے بغداد کو چھوڑا تو ابوالرضا سے وزارت کے علاوہ اور خدمات لی گئیں ۵۵۶ھ میں ابوالرضا مر گیا، اس کی سیرت کے متعلق کوئی خاص حالات قابل ذکر نہیں، راشد اور اُس کے وزیروں کا زمانہ ختم ہوا۔

Marfat.com

(۳۱) المقتفی لامر اللہ

راشد کے بعد اُس کا چچا مقتفی لامر اللہ خلیفہ ہوا، اس کا نام ابو عبداللہ محمد بن المستظہر ہے، ۵۳۰ھ میں اس کے لیے بیعت لی گئی، مقتفی بہترین خلیفہ تھا، سلطان مسعود نے جب اُس کو تخت پر بٹھایا اور اس کے لیے بیعت حاصل کی تو وہ اس سے پہلے قصرِ خلافت کا تمام سونا، سازوسامان اور سواری وغیرہ پر قابض ہو چکا تھا، اور اس کے عمال عراق کے تمام علاقوں میں تصرفات کر رہے تھے، اب اُس نے خلیفہ کے پاس آدمی بھیج کر کہلوایا کہ جن چیزوں کی آپ کو اور آپ کے متعلقین کو ضرورت ہو وہ بتا دی جائیں، تاکہ میں ان کے لحاظ سے جاگیر کے طور پر کچھ مقرر کر دوں، مقتفی نے جواب دیا کہ ہمارے پاس محل میں اسی خچر ہیں جو ہماری اہل و عیال وغیرہ کے لیے دجلہ سے پانی لاتے ہیں، اب تم ہی اندازہ لگا لو کہ ان لوگوں کی ضروریات کیا ہوں گی جو روزانہ اتنا پانی پیتے ہیں جس کو اسی خچر لاد کر لایا کرتے ہیں، مسعود نے کہا کہ ہم نے تخت خلافت پر ایک بڑے انسان کو بٹھا دیا ہے، اللہ اس کے شر سے ہم کو محفوظ رکھے،

مقتفی کے زمانہ میں اُس کے اور شاہانِ عجم کے درمیان بڑے فتنے کھڑے ہوئے اور لڑائیاں برپا ہوئیں، لیکن مقتفی نے پوری طرح ان کا قلع قمع کر دیا اُس نے ۵۵۵ھ میں وفات پائی۔

مقتفی کے وزیر

اس کا پہلا وزیر زینبی ابوالقسم علی بن طراد عباسی تھا جو اُس کے بھائی مسترشد کا بھی وزیر رہ چکا تھا، جس وقت مقتفی کے لیے بیعت لی گئی تو اس نے زینبی کو وزیر بنایا، کیونکہ اسی نے مقتفی کے لیے بیعت حاصل کرنے کا کام انجام دیا تھا، اور سلطان مسعود کو اُس کے خلیفہ بنانے کا مشورہ دیا تھا، کچھ عرصہ تک اُس نے مقتفی کی وزارت پر کام کیا، پھر خلیفہ اور وزیر کے درمیان بدمزگی پیدا ہو گئی،

Marfat.com

اور وزیر زینبی نے خلیفہ کے خوف سے سلطان کے محل میں پناہ لی، اور وہاں ایک عرصہ تک اُس سے جان بچا کر ٹھیرا رہا، اُدھر سلطان کی طرف سے زینبی کے معاملہ میں خلیفہ سے خط وکتابت ہوئی آخر کار خلیفہ نے اُس کو اپنے گھر عزت سے واپس ہونے کی اجازت دیدی چنانچہ وہ اپنے گھر واپس آیا، اور بیکار بیٹھا رہا، اُس کی حالت کمزور ہوتی گئی اور بڑی تنگدستی اور مفلسی سے اُسے دوچار ہونا پڑا، نوبت یہاں تک پہنچی کہ ایک مرتبہ وہ بیمار پڑا اور اس کا دل کسی خوشبو کو سونگھنے کیلئے چاہا تو وہ اس کی قیمت ادا نہ کر سکا، اپنی اکثر دولت وہ اسی وقت صرف کر چکا تھا جبکہ وہ سلطان کے محل میں پناہ گزین تھا، شاہی خواتین، خدام، اور دوسرے اربابِ دولت پر اُس نے اپنی دولت صرف کر ڈالی تھی، اس کی دولت ارکان دولت، علماء، اور دوسرے حاجتمندوں پر بے دریغ صرف کی جاتی تھی، جب زینبی مرض الموت میں بیمار پڑا تو مقتفی نے اُسے ایک خط لکھ کر اس کی دل جوئی کرنا چاہی اور اس کے ساتھ ہر طرح احسان کرنے کا وعدہ کیا، وزیر نے (اس خط کو دیکھ کر) مثال کے طور پر یہ شعر پڑھا،

اتت وحیاض الموت بینی وبینھا وجادت بوصل حین لاینفع الوصل

وہ اس وقت میرے پاس آئی جب کہ موت کی خلیج میرے اور اس کے درمیان حائل ہو چکی تھی اور اس نے وصل کا احسان اُس وقت کرنا چاہا جب کہ وصل سے کوئی فائدہ نہ تھا۔

اس نے کہا میری خواہش ہے کہ (میرے بعد) میری اہل وعیال کی نگہداشت کی جائے چنانچہ اُس کے مرنے پر مقتفی نے اُس کی اولاد اور چھوٹے بچوں کی ضروریات کا انتظام کیا اور ان کے گزارے کے لیے معقول وظائف مقرر کیے۔

نظام الدین ابو النصر مظفر بن علی بن محمد بن جہیر بغدادی — ابونصر کو علوم سے عام طور پر اور علم حدیث سے خاص طور پر بڑی دلچسپی تھی، اُس کا زمانہ نہایت مختصر تھا، اُس کے حالات میں کوئی خاص بات قابلِ ذکر نہیں۔

مؤتمن الدولہ ابو القسم علی بن صدقہ — اس کا خاندان وزارت اور ریاست کے لیے مشہور تھا،

وہ خوبصورت تھا اور خوش اخلاق بھی لیکن وزارت کے اصول و قواعد سے بالکل واقف نہ تھا، وہ بڑا عبادت گذار اور خیرات کرنے والا تھا، خلیفہ مقتفی باللہ نے اس کو اپنا وزیر بنا لیا تھا، لوگوں کا بیان ہے کہ مؤتمن کو علم سے دلچسپی نہ تھی، کتابوں کے مطالعہ میں بھی وہ بڑا کمزور تھا، ایک عرصہ تک وہ قرآن پاک کا ایک پارہ اور ادب کی ایک کتاب پڑھتا رہا وہ پارہ اور کتاب ہمیشہ اس کے پاس رہا کرتی تھی یہاں تک کہ وہ اُن کو بہت اچھی طرح پڑھنے لگا تھا، وزارت کے زمانے میں لوگوں کو اس کا علم نہ ہو سکا اس کے مرنے پر لوگوں کو یہ حقیقت معلوم ہوئی، مؤتمن کی زندگی میں کوئی خاص واقعہ ذکر کے قابل نہیں ہے۔

عون الدین ابو المظفر یحییٰ بن ہبیرہ

اس کی ابتدائی تربیت ایک گاؤں میں ہوئی تھی جس کو دوُر کہتے ہیں، اور وہ دُجیل کے علاقہ میں واقع ہے اور ابن ہبیرہ کے تعلق سے آج کل وہ دوُر الوزیر کہلاتا ہے، اُس کا باپ اس گاؤں میں کاشتکاری کیا کرتا تھا، وہ ہمیشہ اپنے لڑکے کو علم حاصل کرنے اور اس سے فائدہ اٹھانے پر آمادہ کرتا رہتا تھا، بچپن میں وہ اُسے اپنے ساتھ بغداد لایا کرتا تھا، اور بڑے لوگوں کی مجلسوں میں اُسے لے جاتا تھا اور مشہور سرداروں سے اُسے ملایا کرتا تھا اور جیسا کہ کہا جاتا ہے خود اس کی طبیعت میں ان باتوں کا بڑا شوق تھا۔

ابن ہبیرہ کے بچپن ہی میں اُس کے باپ کا انتقال ہو گیا، اور معاشی ذمہ داری کا بوجھ اسی پر پڑ گیا وہ زمانہ کی گردش میں مبتلا رہا، اس نے فقر و افلاس کی بڑی سختیاں برداشت کیں پھر وہ مختلف سرکاری خدمات میں منتقل ہوتا رہا، وہ ہمیشہ چھوٹی خدمت سے بڑی خدمت کی طرف ترقی کرجاتا تھا، یہاں تک کہ مقتفی کی وزارت کا منصب اس نے سنبھال لیا، اور ایک عرصہ تک وہ اس عہدہ پر قائم رہا، اس کی تنخواہ ایک لاکھ دینار سالانہ تھی وہ بڑا فیاض اور سخی تھا، سال ختم ہونے پر اس کے خزانہ میں ایک درہم بھی باقی نہ رہتا تھا، مقتفی اور مستنجد کہا کرتے تھے، کہ تمام حالات کو دیکھتے ہوئے بنی عباس میں ابن ہبیرہ

Marfat.com

کی طرح کوئی دوسرا وزیر نہیں گزرا، دولت سلجوقیہ کو دبانے اور اُس کا زور توڑنے میں اس کا بڑا ہاتھ تھا اور اس کی سیاسی تدبیریں بڑی اچھی تھیں وہ متحمل مزاج اور متواضع تھا۔

ابن ہبیرہ جس دن منصب وزارت پر مقرر ہو کر وزارت کی خلعت پہنے ہوئے دفتر میں داخل ہوا تو اس نے دیکھا کہ دفتر کے خادموں (چپراسیوں) میں سے ایک خادم دور کھڑا ہے، اس نے اُسے اپنے پاس بلایا اور مسکراتے ہوئے اس کی طرف دیکھا اور حکم دیا کہ اس کو کچھ رقم اور کچھ کپڑے دیدیئے جائیں پھر اُس نے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھتے ہوئے کہا کہ مجھے وہ واقعہ یاد ہے کہ جب میں ایک مرتبہ اسی دفتر میں آکر ایک جگہ بیٹھ گیا تھا، اس وقت اسی خادم نے آکر میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے اُٹھا دیا تھا اور کہا تھا کہ یہ تیری جگہ نہیں ہے، میں نے دیکھا کہ وہ اس وقت خوف زدہ کھڑا ہے، میں نے چاہا کہ اس کی دلجوئی کروں اور خوف کو اس کے دل سے دُور کر دوں۔

ایک روز اس نے ایک فوجی کو اپنے دفتر میں کھڑا ہوا دیکھ کر دربان سے کہا "اس فوجی کو بیس دینار اور ایک کُر گیہوں دے کر چلتا کر دو اور کہو کہ وہ پھر اس دفتر میں نہ آئے اور نہ ہم کو اپنی صورت دکھائے۔ یہ سن کر لوگ آپس میں آنکھوں سے اشارے کرنے لگے اور ان کے دل میں اس کا سبب معلوم کرنے کا شوق پیدا ہوا، وزیر اس بات کو سمجھ گیا، اس نے کہا کہ یہ فوجی ہمارے گاؤں میں پولیس کا سپاہی تھا، اتفاقاً گاؤں والوں میں سے ایک شخص مارا گیا، یہ سپاہی آیا اور اُس نے گاؤں کے کچھ لوگوں کو پکڑ لیا، اور مجھے بھی ان کے ساتھ مشکیں باندھ کر اپنے گھوڑے کے ساتھ ساتھ گرفتار کر کے لے گیا، مجھے اس نے بہت تکلیف دی اور مارا بھی، پھر اُس نے ان لوگوں کو رشوت لے کر چھوڑ دیا اور میں اکیلا اس کے پاس رہ گیا اس نے مجھ سے کہا کہ تم بھی مجھے کچھ دو تاکہ میں تم کو بھی آزاد کر دوں میں نے کہا بخدا میں تو کسی چیز کا مالک نہیں ہوں، اس نے پھر مجھے مارا اور بڑی بے عزتی کی، اور یہ کہہ کر کہ خدا کی لعنت ہو تجھ پر، مجھے چھوڑ دیا، اس لیے اب میں اس کی صورت دیکھنا نہیں چاہتا۔

Marfat.com

یحییٰ کے اچھے خیالات کی ایک مثال یہ ہے کہ (اُس نے "سید الوزرار" کا لقب اپنے لیے پسند نہیں کیا) اُس سے پہلے وزیروں کو کچھ لقب دیئے جاتے تھے، اِن میں ایک لقب "سید الوزرار" بھی تھا، اُس نے اپنے کاتبوں کو حکم دیا کہ القاب لکھتے وقت اس کے لیے سید الوزرار کا لقب استعمال نہ کریں، اُس نے کہا کہ میں نے جب اس مسئلہ پر غور کیا تو دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے ہارونؑ کو وزیر کے لقب سے یاد کیا ہے، خداوند تعالیٰ موسیٰ کی زبان سے فرماتا ہے "اور میرے خاندان میں سے میرے بھائی ہارونؑ کو میرا وزیر بنا دے جس سے میں اپنی طاقت کو بڑھاؤں ......" اور میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ روایت بھی سنی ہے کہ "آسمان والوں میں میرے دو وزیر ہیں جبرئیلؑ اور میکائیل اور زمین والوں میں ابوبکرؓ اور عمرؓ" ۔ اور آپؐ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ "خدا نے میرے کچھ صحابیوں کو منتخب کر کے میرے وزیر اور مددگار بنایا ہے"۔

یحییٰ کے ایک مصاحب نے بیان کیا ہے کہ ایک روز ہم یحییٰ کے پاس بیٹھے تھے اتنے میں اُس کا دربان آیا اور کہنے لگا کہ حضور! دروازے پر ایک دیہاتی شخص کھڑا ہے اور کہتا ہے کہ میرا نام فلاں بن فلاں ہے، اس کے پاس ایک چادر ہے جس میں کوئی چیز لپٹی ہوئی ہے وہ آپ کی خدمت میں آنا چاہتا ہے، وزیر اُسے پہچان گیا، اور بولا کہ اُسے اندر لے آؤ، ہم نے دیکھا کہ ایک دراز قد بوڑھا دیہاتی داخل ہوا جو موٹے سوتی کپڑے پہنے ہوئے تھا اور اُس کے سر پر ایک رنگین دھاری دار لنگی کا عمامہ تھا، اور پیروں میں کھڑاویں تھیں اُس نے وزیر کو سلام کیا اور کہا ننھی بچیوں کی ماں (یعنی اُس کی بیوی) کو جب معلوم ہوا کہ میں بغداد جا رہا ہوں تو کہنے لگی کہ شیخ یحییٰ بن ہبیرہ کو جا کر سلام کرنا اور ملاقات کا شوق ظاہر کرنا، اُس نے یہ روٹیاں آپ کے لیے پکائی ہیں، وزیر مسکرایا اور بہت خوش ہوا اور کہنے لگا خدا اُس کو نیک بدلہ دے، پھر اُس نے (وزیر نے) وہ پوٹلی کھولی اور دیکھا کہ اُس میں جو کی روٹیاں ہیں جن پر نوت کی چٹنی لگی ہوئی ہے، وزیر

Marfat.com

نے ان میں سے دو روٹیاں اُٹھالیں اور کہا کہ اس تحفہ میں سے یہ میرا حصّہ ہے اور باقی روٹیاں اُن سرداروں میں تقسیم کردیں جو وہاں موجود تھے، اور اس شخص سے اُس کی اور اس کی بیوی کی ضروریات معلوم کرکے اُن کو پورا کردیا، اور حاضرینِ مجلس سے کہا کہ یہ شخص میرے گاؤں میں میرا ہمسایہ تھا، اور میری چھوٹی سی زراعت میں میرا شریک تھا۔ میں نے اس کو بڑا امانتدار پایا۔

یحییٰ کے حُسنِ تدبیر کا اندازہ اِس واقعہ سے ہوتا ہے کہ فارس کے ملک میں ایک شخص تھا جس کا یہ معمول تھا کہ جمعہ کے دن خطبہ کے وقت وہ کھڑا ہوکر خلیفہ کی بُرائیاں کرتا تھا اور سلطان کے لیے دعا کرتا تھا، وزیر ابن ہبیرہ کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو اس نے بغداد کے ایک شخص کو بلایا اور اُسے حکم دیا کہ اُس شہر کو جائے، وزیر نے اس کو دس دینار دیئے اور ایک شیشی دی جس میں "خِطر" (ایک قسم کی گھاس کا بنا ہوا خضاب) تھا اور اس سے کہا کہ جب تم وہاں پہنچو اور جمعہ کے دن جامع مسجد میں جاؤ اور دیکھو کہ وہ شخص خلیفہ کو گالیاں دیتا ہے تو تم، جو تاجرانہ لباس میں ہوگے، فوراً کھڑے ہو جانا (اور جب وہ خلیفہ کو بددعائیں دے) تو آمین کہتے رہنا، اور اُس وقت رونی صورت بنالینا اور کہنا اللہ اس کا بُرا کرے، کیا اُس کے سوا کسی اور نے مجھے مفلس بناکر میرے وطن اور بال بچوں سے دور پھینکا ہے؟ دوسرے جمعہ کو پھر ایسا ہی کرنا اور اس شخص سے کہنا کہ میں نے اس بات کی قسم کھائی ہے کہ تیرا منہ اشرفیوں سے بھر دوں پھر کچھ اشرفیاں دیتے ہوئے اس شخص سے کہنا کہ ان اشرفیوں سے اس کا منہ بھر دینا اور وہاں سے نکل کر یہ خضاب اپنی ڈاڑھی اور منہ پر لگالینا جس سے تمہارے چہرے کا رنگ گندم گوں ہوجائیگا اور ڈاڑھی کی سفیدی میں سیاہی آجائے گی، پھر اپنا لباس اس طرح بدلنا کہ کوئی پہچان نہ سکے، اس شخص نے ایسا ہی کیا، وہ اشرفیاں زہر آلود تھیں۔ وہ شخص گھر پہنچ کر اسی روز تڑپ تڑپ کر مر گیا، اور وزیر کے اس بھیجے ہوئے شخص نے خضاب استعمال کرکے اپنا حلیہ بدل لیا اور بغداد واپس آگیا۔

یحییٰ نے (خفیہ طریقے پر خطوط بھیجنے کی) ایک ترکیب یہ بھی نکالی تھی کہ وہ اُس پاس کے بادشاہوں کو چھوٹے چھوٹے رقعے باریک کھال پر لکھ لیتا تھا، اور ان کو اونٹ کی پنڈلی کی کھال چیر کر اندر رکھ دیتا تھا اور اُس وقت تک رہتے تک رہنے دیتا تھا جب تک کہ کھال مل نہ جائے پھر اُس اونٹ کو (جہاں وہ رقعہ بھیجنا ہوتا تھا وہاں) روانہ کر دیتا تھا۔

اُس کے دل کی قوت اور بے خوفی کی ایک مثال یہ ہے کہ وہ ایک روز اپنے دفتر میں بیٹھا ہوا تھا، اور وہاں کچھ امیر اور سردار بھی موجود تھے، اتفاق سے ایک بڑا سانپ چھت پر سے وزیر کے کاندھے پر گر پڑا، اور وہاں سے رینگتا ہوا اُس کی گود میں پہنچ گیا، جتنے سردار وہاں بیٹھے تھے وہ اپنی اپنی جگہ چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے اور وہاں سے ہٹ گئے۔ لیکن وزیر نے اپنی جگہ سے ذرا بھی حرکت نہیں کی اور نہ اپنی نشست میں کوئی تبدیلی کی گویا کہ اس کے سر پر کچھ گرا ہی نہ تھا، پھر اُس نے اپنے غلاموں کو سانپ کے مارنے کا حکم دیا، اور انھوں نے اُسے وہیں مار ڈالا۔

ابن ہبیرہ ایک بلند مرتبہ انسان تھا، وہ بڑی خوبیوں کا مالک اور اچھے اخلاق والا وزیر گذرا ہے، انتظام ملک میں بھی اُسے بڑا کمال حاصل تھا علوم اور تصنیفات میں اپنے ہمعصروں پر فوقیت رکھتا تھا، اس کے بہت سے اشعار بھی پائے گئے ہیں جن میں سے بعض یہ ہیں۔

یقین الفتی یزری بحالۃ حرصہ   فقوۃ ذا عن ضعف ذا یتحصل

نوجوان کا یقین اس کی حریصانہ عادت پر عیب لگاتا ہے، یقین کی قوت حرص کے ضعف سے حاصل ہوتی ہے

اذا قل مال المرء قل صدیقہ   وقبح منہ کل ما کان یجمل

جب انسان کی دولت کم ہو جائے تو اُس کے دوست بھی کم ہو جاتے ہیں۔ اور اس کی باتیں جو پہلے اچھی معلوم ہوتی تھیں وہی بُری معلوم ہونے لگتی ہیں۔

آخری عمر میں یحییٰ کو زیادتی بلغم کی شکایت ہو گئی تھی، ۵۶۰ھ میں بحالتِ سجدہ اس کا انتقال ہو گیا۔ مقتفی باللہ اور اس کے وزیروں کا دور ختم ہوا۔

Marfat.com

(۳۲) المستنجد باللہ

مقتفی کے بعد اُس کا بیٹا مستنجد باللہ خلیفہ ہوا، اس کا نام ابوالمظفر یوسف تھا، باپ کے مرنے پر ۵۵۵ھ میں اس کے ہاتھ پر بیعت کی گئی۔ مستنجد ذکی الفہم اور معاملات سے باخبر انسان تھا خلیفہ ہوتے پر اُس نے بے جا محصولات کا لینا بند کر دیا، اور مظالم کا انسداد کیا لیکن اُس نے ایک نا زیبا کام یہ کیا کہ تمام جاگیروں کو ضبط کر کے اُن پر خراج قائم کر دیا، کوفہ کے علویین اور دوسری شہادت گاہوں کے رہنے والوں پر اس کی یہ حرکت بڑی شاق گذری اور انھوں نے اس فعل کو یحییٰ بن ہبیرہ کی طرف منسوب کیا، اور شہادت گاہوں میں جمع ہو کر اُس پر لعنت بھیجی۔

مستنجد کے زمانہ میں مصر فتح کرنے کا سلسلہ شروع ہوا، اور دولت فاطمین جو وہاں قائم تھی وہ ضعیف ہوگئی، اس کے بیٹے مستضی کے زمانہ میں صلاح الدین یوسف بن ایوب کے زمانہ میں مصر کی فتح مکمل ہوگئی،

(مستنجد کا انجام اس طرح ہوا کہ) حمام میں اُس کا گلا گھونٹ دیا گیا وہ ایک سخت مرض میں مبتلا ہونے کے بعد رجب صحتیاب ہوا) تو اس کے ارکانِ دولت نے گلا گھونٹ کر اس کو مار ڈالا کیونکہ اس کی طرف سے اپنی جان کا خوف پیدا ہو گیا تھا، یہ واقعہ ۵۶۶ھ کا ہے۔

مستنجد کے وزیر

مستنجد نے خلیفہ ہونے پر اپنے باپ کے وزیر ابن ہبیرہ کو وزارت پر قائم رکھا، اور اُس کی قدر و منزلت میں اور اضافہ کیا۔ یحییٰ بن ہبیرہ کے حالات پہلے گزر چکے ہیں اور اب اُن کے دُہرانے کی ضرورت نہیں۔

محمد بن یحییٰ بن ہبیرہ

اس کا لقب عزالدین تھا، باپ کے مرنے پر یہ وزیر بنایا گیا، وہ بڑی خوبیوں والا سردار تھا، ہر وقت شانِ امارت اس سے ٹپکتی تھی وہ ایک نازک خیال شاعر تھا، علم ادب اور حدیث نبویؐ سے بھی باخبر تھا، ذیل کے دو شعروں کے

Marfat.com

متعلق کہا جاتا ہے کہ یہ اُسی کے شعر ہیں :۔

کم منحتُ الاحداث صبراً جمیلا ۔ ولکم خلتُ صابھا سلسبیلا

میں نے نوجوانوں کو کس قدر صبر کی تلقین کی ہے اور کتنے ہی مرتبہ میں نے زندگی کی شراب تلخ کو سلسبیل خیال کیا ہے

ولکم قلتُ للذی ظل یلحا ۔ نی علی الوجد والاسی سلسبیلا

اور کتنے ہی مرتبہ میں نے اُس شخص سے جو محبت اور غم عشق پر ملامت کرتا ہے کہا کہ تو اپنا راستہ لے

شرف الدین ابو جعفر محمد بن ابو الفتح بن البلدی

وزارت سے پہلے وہ واسط میں زراعت کا نگراں تھا اُس نے اپنے زمانہ خدمت میں قوت اور بہادری کا ثبوت دیا، اور پیداوار میں اضافہ کر دکھایا اور دودھ دینے والے فربہ مویشیوں کی بھی افزائش کی، جس کی وجہ سے مستنجد کی نگاہ میں اس کی قدر بڑھ گئی، اور مستنجد کی طرف سے ایسی تحریریں واسط بھیجی گئیں جن سے اُس کے وزیر بنانے کا اشارہ نکلتا تھا، اور پھر تو یہ مسلط ہو گیا اب وہ واسط ہی میں بیٹھ کر وزارت کے احکام جاری کرنے لگا، اور وہیں رہ کر اس نے اس پاس کے بادشاہوں سے خط وکتابت شروع کر دی، پھر وہ بغداد روانہ ہوا، اور ایک بڑا جلوس اُس کے استقبال کے لیے نکلا جس میں تمام سردار شریک ہوئے، عضدالدین ابوالفرج محمد بن رئیس الرؤسا جو "اُستاذ دار" (منتظم محل شاہی) کی خدمت پر مامور تھا اس کے اور ابن البلدی کے درمیان بدمزگی تھی، اس لیے عضدالدین نے اُس کے استقبال کے لیے جانا پسند نہیں کیا، حالانکہ خلیفہ نے اسے بھی استقبال کا حکم دیا تھا، اس نے پانچ ہزار دینار خلیفہ کی خدمت میں پیش کرنے کو کہا تاکہ اُسے استقبال سے معاف رکھا جائے خلیفہ نے کہا کہ "اگر وہ اس رقم کو نقد ادا کرے گا تو اس کو استقبال سے معاف کر دیا جائے گا۔" اس نے فوراً تمام دینار تُلوا کر بھیج دیئے جب رقم خزانہ میں داخل ہو گئی تو خلیفہ نے پھر اسے استقبال کا حکم دیا، اور کہا کہ یہ دراصل جرمانہ ہے اس قصور کا کہ جس بات کو ہم پسند کرتے ہیں تو اُس سے نفرت کرتا ہے اور شاہی احکام کی تعمیل میں سوال و جواب کرتا ہے، عضدالدین کی رقم اس طرح ضایع گئی، اور اب وہ دجلہ کو پار

Marfat.com

کر کے جلوس کے ساتھ مغربی جانب پہنچا اور سب لوگ مقام صرصر میں پہنچ گئے اور وہاں ابن البلدی کا استقبال کیا، جب عضد الدین کی نظر وزیر پر پڑی تو اُس نے چاہا کہ وہ سواری سے اتر پڑے لیکن وزیر نے آواز دی کہ اگر تم اترو گے تو میں بھی اُتر جاؤں گا، پھر عضد الدین نے اس کو سلام کیا اور دونوں نے اپنی اپنی سواری کی پیٹھ پر بیٹھے بیٹھے معانقہ کیا، وزیر اس کے آگے چلا اور تاج کی برابری سے گزرا اور کشتی میں سوار ہو کر دریا کو پار کیا، جہاں خلیفہ اس سے اس طرح مخاطب ہوا جیسا کہ وزیر سے مخاطب ہونا چاہیے اور وزارت کی خلعت اُسے عطا کی اور مہماتِ وزارت کی بجا آوری کی تاکید کی۔

چنانچہ اُس نے وزارت کی ذمہ داریاں انجام دینا شروع کیں اور اس کا کام نہایت ٹھیک طریقے پر چلتا رہا، یہاں تک کہ مستنجد کے قتل کا واقعہ پیش آیا اور شاہی محل کا منتظم یعنی عضد الدین اور دوسرے ارکانِ دولت مستنجد پر غالب آگئے، بیماری کی حالت میں مستنجد کو حمام میں داخل کر دیا، یہاں تک کہ وہ اُس کی گرمی سے مر گیا، پھر عضد الدین نے اُس کے لڑکے مستضی کو قید سے نکال کر اس کے ہاتھ پر بیعت کی، اور اُس پر چند شرطیں عائد کیں اور سخت قسمیں دلائیں ان شرطوں میں یہ بھی تھا کہ عضد الدین اُس کا وزیر اس کا لڑکا محل کا منتظم اور فلاں شخص امیر لشکر اور فلاں فلاں اشخاص فلاں فلاں عہدوں پر مقرر کیے جائیں گے مستضی نے ان شرائط کی پابندی کی جس کے لیے اُس نے سخت قسمیں بھی کھائیں، اس کے بعد وزیر ابن البلدی کو بلایا، تاکہ وہ بھی بیعت کرے، جب وہ محل میں آیا تو اُسے دوسری طرف لے گئے جہاں اس کی گردن ماردی گئی، پھر اس کی لاش کو نکال کر باب المراتب کے پاس ایک گھوڑے پر ڈال دیا گیا پھر وہاں سے کھینچ کر دجلہ میں پھینک دیا گیا۔ ابن البلدی ایک اچھے طرز عمل اور پسندیدہ اخلاق کا شخص تھا۔

مستنجد باللہ اور اُسکے وزیروں کا زمانہ ختم ہوا۔

Marfat.com

(۲۳) المستضئ باللہ

مستنجد کے بعد اس کے بیٹے مستضئ باللہ ابو محمد بن مستنجد کے لیے ۵۶۶ھ میں بیعت لی گئی اس کی سیرت میں کوئی خاص برائی نہ تھی مستضئ کے زمانہ میں مصر فتح ہو جانے کی خوش خبری بغداد پہنچی اور دولت فاطمیہ کا خاتمہ ہو گیا، مستضئ نے تختِ خلافت پر بیٹھنے کے بعد اپنے باپ کے وزیر ابن البلدی کے قتل کرنے کا حکم دیا، مستضئ ۵۷۵ھ میں مر گیا،

مستضئ کے وزیر

اس کا پہلا وزیر عضد الدین ابو الفرج محمد بن ابو الفتوح عبداللہ بن رئیس الروسا تھا، وزارت سے پہلے وہ "منتظم محل شاہی" کے عہدے پر مامور تھا وہ بڑی خوبیوں والا وزیر اور اچھا سردار تھا، مستنجد کے زمانہ میں وہ شاہی محل کا منتظم تھا، مستنجد کے قتل کے بعد جب اسے غلبہ حاصل ہوا تو اس نے مستضئ کو قید سے نکال کر اس کے ہاتھ پر بیعت کی (اور اپنی مرضی کے مطابق) اسے قسمیں دلائیں پھر مستضئ نے اس کو اپنا وزیر بنا لیا، عضد الدین نے وزارت کی ذمہ داری نہایت پسندیدہ طریقے پر انجام دی، جس روز وہ مسند وزارت پر بیٹھا اس نے بہت سا سونا اور گیہوں زیارت گاہوں، جامع مسجدوں، مدرسوں اور سراؤں میں رہنے والوں پر تقسیم کیا اور اس قدر نرمی اور اخلاق سے انتظامات قائم کیے کہ لوگ اس کے متعلق ایسا خیال اور گمان بھی نہ رکھتے تھے، عضد الدین کا خاندان پہلے سے ریاست اور امارت کے لیے مشہور تھا، یہ لوگ خاندانِ رفیل کے نام سے مشہور تھے۔ ابن التعاویذی بغدادی ان کا درباری شاعر تھا، جو سب کو چھوڑ کر انھیں سے وابستہ ہو گیا تھا، اس کی عمر کا بیشتر حصہ انھیں کے ساتھ اور انھیں کے لیے گذرا، ذیل کے اشعار میں وہ خاندانِ رفیل کو اس طرح مخاطب کرتا ہے:-

قضیت شطر العمر فی مدحکم ظنا بکم انکم اھلہ

میں نے اپنی آدھی عمر تمہاری تعریف میں گذار دی اس خیال سے کہ تم تعریف کے اہل ہو۔

Marfat.com

وعدت افنیہ ہجاءً لکم فضاع فیکم عمری کلہ

اب میں اُس کو تمہاری ہجو میں ختم کر رہا ہوں میری پوری عمر تمہاری (تعریف اور بُرائی) میں ضائع ہوگئی

ابن تعاویذی کے بہت سے اشعار آل رفیل کی تعریف میں ہیں، اُن میں سے بعض یہ ہیں :۔

وما زلت فی آل الرفیل بمعزل عن الجور مبذولا لی الامن والخصب

میں آل رفیل میں رہ کر ہمیشہ ظلم سے دور (محفوظ رہا) اور امن اور مرفہ حالی مجھے عطا کی گئی۔

فان اقترف ذنبا بمدح سواھم فان خماص الطیر تقیصہا الحب

اگر میں اُن کے علاوہ کسی اور کی مدح سرائی کا گناہ کروں (تو کوئی ہرج نہیں) کیونکہ بھوکے پرندوں کو دانہ گرفتار کر لیتا ہے

وان عادلی عطف الوزیر محمد فقد اکثب النائی ولان لی الصعب

اور اگر وزیر محمد کی مہربانی مجھ پر دوبارہ ہو جائے تو وہ دور افتادہ کو قریب کرے گا اور میرے لیے مشکل آسان ہو جائے گی

وزیرا ذا اعتل الزمان فرائہ ھناءٌ بہ تطلی خلائقہ الجرب

وہ ایسا وزیر ہے کہ اگر زمانہ مریض ہو جاتے تو وہ اُس کے لیے روغن نفط ہے جو زمانہ کے خارش زدہ اخلاق پر لگایا جاتا ہے۔

عضد الدین کی وزارت ٹھیک طور پر چلتی رہی، یہاں تک کہ مستضی نے اُسے معزول کر کے گرفتار کر لیا، اس کی معزولی کی تفصیل یہ ہے کہ وہ ایک روز مسند وزارت پر بیٹھا ہوا تھا کہ یکایک خلیفہ کا ایک خادم آیا اور کہنے لگا کہ بس اب تمہاری ضرورت نہیں رہی یہ کہکر اس نے اس کی دوات بند کر دی، کچھ ترک، اور فوجی لوگ اُس کے مکانات میں گھس آئے اور جو کچھ وہاں تھا سب لوٹ لیا، عوام بھی گھس پڑے اور انھوں نے آبنوس اور ہاتھی دانت کے صندوقوں کو لوہے کے گرز مار مار کر توڑ ڈالا۔ اور جو کچھ ان میں تھا سب لے گئے عضد الدین باہر نکل کر یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا، وہ ترکوں سے کہتا تھا "تم کو مجھ سے شرم نہیں آتی کیا تم میرے گھر نہیں آئے اور تم نے میرے کھانے کا ذخیرہ نہیں کھایا، لیکن ان باتوں کا

Marfat.com

ان پر کوئی اثر نہیں ہوا، اور ایک گھنٹہ ہی گذرا تھا کہ اس کا گھر صاف ہوگیا، پھر اس کو خلیفہ کے محل میں لے گئے اور وہاں اس کو ایک مدت تک نگرانی میں رکھا، پھر مستکفی نے اس کو دوبارہ وزیر بنایا، اختیارات اُس کے سپرد کیے اور اس کا دل بڑھایا، اب زمانہ اس کے موافق ہوگیا اور اس کی شان بڑھ گئی اور اس کی فیاضیوں اور بخششوں میں اور اضافہ ہوا، لوگ اس سے محبت کرتے تھے، وہ بڑا سخاوت کرنے والا، دولت لٹانے والا، اور شریف النفس انسان تھا

کہتے ہیں کہ اُس نے اپنے گھر کے لیے کبھی ایک ہزار دینار سے کم کی شکر نہیں خریدی، اس کے ایک غلام نے بیان کیا ہے کہ ایک مرتبہ عضدالدین کو ایک ہزار دینار کی ضرورت پیش آئی، اس کی طبیعت نے گوارا نہیں کیا کہ وہ اپنی اولاد سے یا کسی اور سے یہ رقم قرض حاصل کرے۔ اُس کو مجھ سے بڑا اُنس تھا، اس نے مجھ سے کہا بیٹے! مجھے ایک ہزار دینار کی ضرورت پڑ گئی ہے، میں یہ رقم چند روز میں واپس کردوں گا، میں نے کہا بسروچشم، پھر میں اس کے لیے پانچ ہزار دینار لے آیا، اور میں نے کہا میرے آقا! خدا کی قسم یہ سب کچھ میں نے آپ ہی سے حاصل کیا ہے، جتنا چاہیں آپ اس میں سے لے لیں، یہ سن کر کچھ دیر اُس نے سر جھکا کر سوچا پھر بولا بخدا میں تو اس میں سے ایک حبّہ بھی نہ لوں گا، تم اس کو واپس لے جاؤ، پھر اُس نے یہ شعر پڑھا:۔

والصاحب المتبوع یُقبح ان یری متتبعاً مافی یدی اتباعه

ایک آقا کے لیے یہ سخت نازیبا ہے کہ وہ اپنے خادموں کی دولت کی جستجو میں نظر آئے۔

عضدالدین کا کام دوسری وزارت میں بھی ٹھیک طور سے چلتا رہا یہاں تک کہ اس کا آخری وقت آپہنچا۔ اُس نے خلیفہ سے حج کرنے کی اجازت چاہی، خلیفہ نے اجازت دیدی، عضدالدین نے اپنے سفر کی ایسی تیاری کی جو کبھی دیکھنے میں نہیں آئی تھی، پھر وہ دریائے دجلہ پار کرکے مدینۃ السلام کے مغربی جانب پہنچا تاکہ حلّہ اور کوفہ کی طرف چل کر وہاں سے مکہ معظمہ کا رُخ کرے، تمام ارکانِ دولت اُس کے ساتھ تھے، جو آگے آگے

چل رہے تھے، وہاں پر اُس پڑاؤ کے پاس جو قطفتا کے نام سے مشہور ہے ایک شخص اُس سے آکر ملا اور شور مچانے لگا کہ اے میرے آقا میں مظلوم ہوں مظلوم یہ کہہ کر اُس نے اپنی داستان پیش کی جو وزیر نے اس سے لے لی، اتنے میں اُس نے یکایک وزیر پر حملہ کر کے اس کے گلے میں چھری بھونک دی، اور ایک دوسرے شخص نے دوسری طرف سے اُس کے پہلو میں چھری مار دی اور ایک تیسرا آدمی بھی ننگی چھری لے کر اُس پر وار کرنے لگا، لیکن وہ اُس تک تک نہ پہنچ سکا، اتنے میں لوگ اِن تینوں کے گرد جمع ہو گئے اور اُن کو مار ڈالا، وزیر بھی مر گیا اُس پر جنازے کی نماز پڑھی گئی اور انھیں لوگوں کے ساتھ ایک ہی جگہ دفن کر دیا گیا۔

کہا گیا ہے کہ یہ تینوں شخص جنہوں نے اُسے قتل کیا باطنیہ فرقہ سے تعلق رکھتے تھے اور جبل سماق کے رہنے والے تھے، قطفتا کے ایک رہنے والے کا بیان ہے کہ وزیر کے قتل ہونے سے دو گھنٹے پہلے میں قطفتا کی ایک مسجد میں داخل ہوا، میں نے وہاں تین آدمی دیکھے انھوں نے اپنے میں سے ایک کو محراب کی طرف بڑھایا اور وہاں اُسے لٹا دیا پھر بقیہ آدمیوں نے اس پر جنازے کی نماز پڑھی پھر وہ اُٹھ بیٹھا اور ایک دوسرا اُس کی جگہ لیٹ گیا، اور بقیہ دو نے اُس پر جنازے کی نماز پڑھی، یہاں تک کہ ہر ایک نے دوسرے کی نماز پڑھ لی۔ میں یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا اور وہ مجھے دیکھ نہ سکتے تھے، مجھے اِن کے اس فعل پر بڑا تعجب ہوا، پھر جب وزیر مارا گیا اور یہ تینوں بھی مار ڈالے گئے تو میں نے اِن کے چہروں کو غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ یہ وہی تینوں آدمی تھے۔

ظہیر الدین ابو بکر منصور بن ابی القاسم نصر بن عطار ابتدا میں یہ ایک تاجر تھا، پھر اس نے خلیفہ کے کارندوں سے میل جول پیدا کیا اور مستضی پر بھی اس نے مال صرف کیا، (جس کے بدلے میں) مستضی نے اس کو اپنا وزیر بنا لیا، رعایا کے حق میں اس کا برتاؤ نہایت سخت تھا، اس لیے عوام اُس سے نفرت کرتے تھے، مستضی کے مرنے اور ناصر کے خلیفہ ہونے تک وہ وزارت پر قائم رہا۔

ظہیر الدین مستضی کا آخری وزیر تھا مستضی اور اُس کے وزیروں کا زمانہ ختم ہوا۔

(۳۴) الناصر لدین اللہ

مستضی کے بعد اُس کا بیٹا امام ناصر لدین اللہ ابو العباس احمد بن المستضی بامر اللہ خلیفہ ہوا، ۵۷۵ھ میں اُس کے لیے بیعت لی گئی، ناصر کا شمار بہترین خلفا میں کیا جاتا ہے وہ ایک برگزیدہ انسان معاملات سے باخبر، تجربہ کار، سیاست داں، بارعب، بڑے کاموں میں پیش قدمی کرنے والا، واقف کار، بہادر، طاقت ور، ذہین، روشن دماغ، ذکی اور فصیح و بلیغ آدمی تھا، علم و فضل اور ندرتِ فہم میں وہ کسی سے کم نہ تھا، وہ علما سے ایک باخبر عالم کی طرح گفتگو کرتا تھا، اسی طرح امور سلطنت کو بھی ایک واقف کار مبصر کی طرح انجام دیتا تھا، وہ امامیہ مذہب پر چلنے والوں کا ہم عقیدہ تھا اُس کی خلافت بہت دن تک رہی اور اس کا دورِ حکومت خرابیوں سے پاک رہا، وہ بذاتِ خود رعایا کے حالات اور ان کے باہمی تعلقات معلوم کرنے کے لیے رات کے وقت بغداد کی گلیوں میں پھرا کرتا تھا، سرکاری عہدیدار اور عام رعایا کا ہر فرد اس سے ڈرتا تھا کہ کہیں وہ اس کے گھر میں یکایک نہ آ جائے۔

اس کے مخبر اور جاسوس دوسرے بادشاہوں کے پاس موجود رہتے تھے اور ملک کے ہر حصّہ میں بھی کثرت سے پھیلے ہوئے تھے، اس خاص معاملہ میں اس کے عجیب و غریب قصّے مشہور ہیں، اس نے کچھ کتابیں بھی تصنیف کی ہیں، اُس نے اپنے اُستادوں سے حدیثیں بھی سنیں اور دوسروں کو بھی روایت کیں، وہ سخاوت کے لباس سے خود بھی مزین تھا، اور دوسروں کو بھی اُس نے یہ لباس پہنایا، مشرق و مغرب کے بہت سے لوگ اُس کی بدولت سخی بن گئے وہ بندوق چلاتا تھا اور کئی آدمی اس کی وجہ سے بندوق چلانے لگے وہ اپنے زمانے کا بڑا ہوشیار شخص تھا، جس کو کوئی دھوکہ نہیں دے سکتا تھا، وہ اپنے عہد کا بڑا انسان تھا، اس کے زمانے میں دولتِ سلجوقیہ کا خاتمہ ہوا۔

Marfat.com

ناصر الدین کے احسانات اور (رعایا کے حالات سے) واقفکاری حد سے بڑھی ہوئی تھی اس نے بے شمار مہمان خانے مسجدیں اور سرائیں بنوائیں لیکن اس کے باوجود لوگ اسے بخیل کہتے تھے، اس کا وقت تدبیر مملکت، عمال کے عزل ونصب، (مجرموں کی جائداد) کی ضبطی اور محصولات وغیرہ کی وصولی میں صرف ہوتا تھا۔

لوگ کہتے ہیں کہ ناصر نے ایک حوض سونے سے بھر رکھا تھا، ایک روز اس نے اس حوض کو دیکھ کر کہا کہ مجھے اس کی ضرورت ہے کہ یہ حوض بھر جائے اور لب ریز ہو کر اس میں سے کچھ باہر بھی گرنے لگے اور میں چاہتا ہوں کہ اس کے بھر جانے تک زندہ رہوں لیکن وہ اس سے پہلے ہی مر گیا، یہ بھی کہا جاتا ہے کہ مستنصر نے اس حوض کو دیکھ کر کہا کہ میری خواہش ہے کہ میں اپنی زندگی میں یہ سب سونا خرچ کر ڈالوں، چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا، ناصر ۶۲۲ھ میں مر گیا۔

ناصر کے وزیر ناصر نے مسند خلافت پر بیٹھنے کے بعد اپنے باپ کے وزیر ظہیر الدین کو بہت تھوڑے عرصے تک وزارت پر قائم رکھا، پھر اس پر آفت نازل کی اور گرفتار کر کے قصر خلافت کے اندرونی حصہ میں قید کر دیا، جہاں سے وہ کچھ دنوں بعد مرا ہوا نکالا گیا اور اس کی لاش تجہیز و تکفین کے لیے اس کی بہن کے سپرد کی گئی جس نے اس کو غسل دیا اور تابوت میں بند کر کے ایک مزدور کے سر پر رکھوایا اور دفن کرنے کے لیے گھر سے باہر نکالا، ایک شخص نے اسے دیکھ کر (اس کی بے حرمتی کرنے کے لیے) لوگوں کی طرف آنکھ سے اشارہ کیا اور انھوں نے اس پر پتھر برسانے شروع کر دیئے، یہ حال دیکھ کر مزدور تابوت پھینک کر بھاگ گیا، عوام نے لاش کو تابوت سے نکال کر اس کی سخت بے حرمتی کی، پیر اور شرمگاہ میں رسی باندھ کر گھسیٹا۔ اور ایک لکڑی کا ٹکڑا گندگی میں آلودہ کر کے اس کے ہاتھ میں دے دیا اور بولے اے ہمارے آقا! ہمارے لیے حکم پر دستخط کیجیے، اسی سلسلہ میں ایک عجیب

Marfat.com

واقعہ پیش آیا، کہ کسی تُرک نے ایک حمام بنوایا اور اس کی نالی ہمسایہ کے گھر میں سے گذار دی، ہمسایہ کو نالی سے بڑی تکلیف پہنچی، اس نے وزیر سے شکایت کی لیکن اُس نے اس کی کچھ مدد نہیں کی، اور جھڑک کر کہا کہ اگر تو چپ نہ رہے گا تو میں تیرا سر اسی نالی میں دیدوں گا۔ لوگ کہتے ہیں کہ جب عوام ابن عطا کو گھسیٹ رہے تھے، تو اتفاقاً وہ اُسی نالی میں جا پڑا اور لوگوں نے اس کو چند قدم نالی میں گھسیٹا، اس اتفاق پر لوگوں کو سخت تعجب ہوا۔

جلال الدین ابوالمظفر عبید اللہ ابتدا میں یہ ایک معتبر "گواہ" کی حیثیت رکھتا تھا پھر اس کے حالات بدلے یہاں تک کہ وہ وزارت کے عہدے تک پہنچ گیا، اور ناصر نے اس کو ایک بڑے لشکر کے ساتھ سلطان طغرل بن ارسلان بن طغرل سلجوقی سے لڑنے کے لیے بھیجا لیکن فتح سلطانی فوج کو ہوئی اور خلیفہ کا لشکر بھاگ گیا، لیکن وزیر برابر میدانِ جنگ میں ڈٹا رہا، اور گرفتار ہو گیا، ایک عرصہ تک قید میں رہنے کے بعد وہ چپکے سے بغداد پہنچ گیا، اس واقعہ کے بعد اس کا زمانہ کچھ زیادہ نہ رہا۔

معز الدین سعید بن علی بن حدیدہ انصاری یہ بڑی خوبیوں والا صوفی منش اور دولت مند شخص تھا، کہتے ہیں کہ ساداتِ بصرہ کا سردار ابوجعفر محمد بن ابی طالب شاعر وزیر کے پاس عامل بصرہ کے مظالم کی شکایت لے کر پہنچا اور اس کو ایک قصیدہ پڑھ کر سنایا جس کے بعض اشعار یہ ہیں :-

وقبائل الانصار غیر قلیلۃ　　لکن بنو غنم ھم الاخیار

انصار کے بہت سے قبیلے ہیں　لیکن ان میں قبیلہ بنو غنم سب سے افضل ہے

منھم ابو ایوب، حل محمدؐ　　فی دارہ واختارہ المختار

بنو غنم ہی میں ابو ایوب انصاریؓ ہیں جن کے گھر میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے قیام فرمایا تھا اور برگزیدہ

Marfat.com

کرنے والے نے ان کو برگزیدہ فرمایا تھا۔

انا منہ فی النسب الصریح وانت من ذاک القبیل، فلی بذاک جوار

میں اپنے نسب صحیح کے لحاظ سے محمدؐ کی نسل سے ہوں اور تم اُس قبیلہ (بنو غنم) سے ہو، اس لیے مجھے حقِ جوار حاصل ہے۔

ولقد نزلت علیک مثل نزولہ فی دار جدك والنزیل یجار

میں اسی طرح تمہارے پاس آکر مہمان ہوا ہوں جس طرح کہ وہ (محمدؐ) آپ کے دادا کے مہمان ہوئے تھے اور یہ حقیقت ہے کہ مہمان کو پناہ دی جاتی ہے۔

فعلام اظلم والنبی محمدؐ انمی الیہ وقومك الانصار

اب مجھ پر کیوں ظلم ہو جب کہ میں محمدؐ کی طرف منسوب ہوں اور تمہاری قوم انصار ہے

کہتے ہیں کہ جب وزیر نے یہ اشعار سنے تو اُسے ابو جعفر کے حال پر بڑا رحم آیا اور وہ رونے لگا، پھر اُسے خلعت دے کر نوازا، اس کے ساتھ احسان کیا، اس کی ضروریات پوری کیں، اور حاکم بصرہ نے (جو ظلم اس پر کیا تھا اس کے متعلق) منصفانہ فیصلہ کیا، اور پھر حاکم کو معزول کر دیا۔

وزیر معز الدین ۶۱۶ھ میں بحالت معزولی اس دنیا سے چل بسا،

موید الدین ابو المظفر محمد بن احمد القصاب یہ ایک عجمی نسل کا شخص تھا اس کا باپ بغداد میں بصرے والوں کی گلی کے سرے پر گوشت بیچا کرتا تھا۔

ہوش سنبھالتے ہی وہ علم و ادب کے حاصل کرنے میں مشغول ہو گیا اس نے ان فنون میں مہارت حاصل کی جن کی ضرورت صوبوں کے حکام کو رہتی ہے، جیسے علم حساب، عمل کسر، پیمائش اور (جائدادوں وغیرہ کی) تقسیم، پھر اُس نے عہدۂ وزارت کے حالات اور اسباب کی طرف دھیان دیا، اس کے دل میں قوت تھی اور اس کی ہمت بلند تھی، اُس نے فوجوں کی قیادت کی اور فتوحات حاصل کیں، وہ خوزستان روانہ ہوا اور اس کو

Marfat.com

فتح کرلیا، اور وہاں کے معاملات اور انتظامات کو ٹھیک کیا، پھر اُس نے ملکِ عجم پر فوج کشی کی اور اس کے اکثر حصہ پر قابض ہوگیا، پھر وہ موت کا شکار ہوکر وہیں مر گیا۔

سید نصیر الدین ناصر بن مہدی العلوی الرازی

نصیر الدین مازندران میں پیدا ہوا اور رے میں اُس نے پرورش پائی، پھر بغداد میں اُس نے سکونت اختیار کرلی، وہ بڑا قابل، فاضل اور برگزیدہ شخص تھا، اور ایک خاص امتیازی شان رکھتا تھا، بچپن ہی سے علم و ادب کی تحصیل میں مصروف رہ کر اس نے کافی قابلیت حاصل کی پھر دفتری کاموں کی طرف دھیان دے کر اُن میں کمال پیدا کیا ابتدا میں وہ ملک عجم کے نقیب عزالدین مرتضی کے نائب کی حیثیت سے کام کرتا تھا اور اسی سے اس نے قوانین ریاست کا تجربہ حاصل کیا جب نقیب عزالدین کو، (جو اپنے زمانہ کا ایک بڑا بزرگ اور جلیل القدر سادات میں سے تھا) خوارزم شاہ نے قتل کیا تو اس کا بیٹا نقیب شرف الدین محمد وہاں سے بھاگ کر مدینۃ السلام میں خلیفہ ناصر کے پاس پناہ گزین ہوا اُس کے ساتھ اس کا نائب نصیر الدین بن مہدی بھی تھا، یہ بڑا عقلمند تھا، خلیفہ ناصر نے اس کا امتحان لیا اور اُسے عقل دانائی اور صحت رائے میں کامل پایا، وہ خفیہ طور پر اطرافِ ملک کے بادشاہوں کے معاملات میں اُس سے مشورہ لیا کرتا تھا، اُس نے دیکھا کہ نصیر الدین کو سلاطین عجم کے حالات، ان کے معاملات، طور طریق، اور ہر ایک کے اخلاق سے پوری واقفیت حاصل ہے، جب ناصر اس قسم کے معاملات میں اُس سے مشورہ لیتا تھا تو اُس کی رائے بالکل ٹھیک ہوتی تھی، ناصر نے اُسے پہلے تو طالبیین کا نقیب (حالات کی تفتیش کرنے والا) مقرر کیا، پھر وزارت کی ذمہ داریاں اُس کے سپرد کیں، جس پر وہ ایک عرصہ تک قائم رہا اور اس کا کام بالکل ٹھیک طور پر چلتا رہا، نصیر الدین فیاض میل ملاپ رکھنے والا عالی ہمت اور شریف النفس انسان تھا۔

کہتے ہیں کہ ایک روز نصیر الدین مسند وزارت پر بیٹھا تھا اور اس کے ہاتھ میں عود

Marfat.com

(ایک خوشبو جس کا دھواں خوشبو کے لیے کپڑوں کو دیا جاتا ہے) کا ایک بڑا ٹکڑا تھا، وزیر نے دیکھا کہ حاضرین مجلس میں سے ایک شخص اس پر نظر جمائے ہوئے ہے۔ وزیر نے اُس سے پوچھا کیا یہ عود تمہیں پسند ہے، وہ دعائیں دینے لگا، وزیر نے وہ عود اس کو عنایت کی اور وہ اُٹھ کر روانہ ہوگیا، جب وزیر کی مجلس سے دور ہوگیا تو وزیر نے اُسے جلدی سے بلوایا اور کہنے لگا "کیا تم چاہتے ہو کہ مجھے شرمندہ کرو اور ننگے کو بخور دینے کی مثل کا مصداق مجھے قرار دو" پھر اُس نے اُس شخص کو خلعت عطا کی اور کپڑوں کا ایک جامہ دان دے کر کہا اب ان کپڑوں میں بخور لیا کرو۔

فارسی شاعر ابہری نے اپنے مشہور فارسی قصیدے میں اس کی تعریف کی ہے، قصیدے کے بعض مدحیہ اشعار یہ ہیں :-

وزیر مشرق و مغرب نصیر ملت و دیں — کہ باد رایت عالیش تا ابد منصور

صریر کلک تو در کشف مشکلات امور — کہ ہم چو نغمۂ داؤد در ادائے زبور

ابہری نے اس قصیدے کو ایک تاجر کے ذریعہ ایک تجارتی قافلہ کے ساتھ وزیر کی خدمت میں بھیجا اور تاجر سے کہا کہ اس قصیدے کو وزیر تک پہنچا دینا اور اگر ہو سکے تو قصیدہ کہنے والے کا نام ظاہر نہ کرنا۔ جب قصیدہ وزیر کے سامنے پیش ہوا تو اس نے بہت پسند کیا اور تاجر کو بلا کر ایک ہزار دینار عطا کیے اور کہا یہ ابہری کو دے دینا لیکن یہ ظاہر نہ کرنا کہ کس نے یہ رقم دی ہے۔

خلیفہ ناصر کو نصیر الدین کی بعض باتیں پسند نہ آئیں جن کی بنا پر اُس نے وزیر کو قید کر دیا اور قصر خلافت کے ایک حصہ میں اُسے منتقل کر دیا گیا جہاں اس کو نہایت عزت اور احترام سے احتیاطاً (نظر بند) رکھا گیا، یہاں تک کہ وہ ۶۱۷ھ میں مر گیا۔

موید الدین محمد بن محمد بن عبدالکریم بن برز القمی وہ اپنی اصل اور پیدائش کے لحاظ سے قمی ہے، بغداد میں اُس نے پرورش پائی او

وہیں آخر عمر تک رہا، اُس کا نسب مقداد بن اسود کندی سے ملتا ہے، وہ امور مملکت لوازم ریاست، قوانین اور دفتری اصطلاحات سے باخبر تھا، علم حساب کا ماہر تھا، فنونِ ادب میں اُسے بڑی دستگاہ حاصل تھی، بہترین اشعار اُسے ازبر تھے اور وہ گذشتہ لوگوں کے دل چسپ حالات کا بھی راوی تھا، اور فرائض وزارت کے انجام دینے میں نہایت صبرو استقلال کے ساتھ صبح سے شام تک مشغول رہتا تھا۔

ابتدا میں وہ سلاطین عجم کی خدمت میں رہتا تھا، بچپن میں وہ اصفہان میں ایک عجمی وزیر کی سرپرستی میں تھا، اس وقت اس کی عمر بیس سال کی بھی نہ تھی، وزیر اپنے کاتبوں، (سکریٹریوں) سے تنگ آگیا تھا، اُسے شکایت تھی کہ وہ اس کے احکام کی خلاف ورزی کرتے ہیں، اس لیے اُس نے ان کو نکال دیا اور قمی کو اپنا کاتب (سکریٹری) محض اس خیال سے مقرر کیا کہ وہ اپنی کم عمری کی وجہ سے اُس کے منشا اور ہدایت کی مخالفت کرنے کی جرأت نہ کرسکے گا، چنانچہ قمی ایک عرصہ تک کاتب کی خدمت انجام دیتا رہا۔

ایک مرتبہ وزیر کے پاس کچھ کپڑے آئے جن میں بعض تو صحیح و سالم تھے اور بعض پھٹے ہوئے تھے، اُن کپڑوں کو درج کرنے اور ذخیرے میں پہنچانے کے لیے قمی کو طلب کیا گیا وزیر لکھواتا جاتا تھا کہ اتنے اتنے صحیح و سالم کپڑے، قمی کپڑے تو لکھ دیتا تھا مگر صحیح سالم کا لفظ نہیں لکھتا تھا۔ وزیر نے پوچھا جیسا میں کہتا ہوں اُسی طرح کیوں نہیں لکھتے، قمی نے کہا حضور صحیح و سالم لفظ لکھنے کی ضرورت نہیں ہے، جب کٹا ہوا کپڑا درج کروں گا تو اس کے آگے کٹے ہوئے کا لفظ لکھ دوں گا، لہذا کٹے ہوئے کی تخصیص اس بات پر دلالت کرے گی کہ اس کے علاوہ کپڑے صحیح و سالم ہیں۔ وزیر نے کہا جیسا میں کہتا ہوں ویسا ہی لکھو، قمی نے پھر وہی جواب دیا۔ وزیر کو اس بات پر بہت غصہ آیا اور وہ بلند آواز سے چیخنے لگا، اور حاضرین کی طرف متوجہ ہوکر بولا کہ

Marfat.com

میں نے اپنے پاس سے بڑے بڑے سکریٹریوں کو اس لیے علیحدہ کر دیا تھا کہ وہ اپنی کم عمری کی وجہ سے سابق سکریٹریوں کی طرح میری مخالفت کی جرأت نہ کر سکے گا، لیکن وہ تو ان سب سے زیادہ مخالفت کرنے والا ثابت ہوا، اس اثنا میں سلطان کا ایک خادم وہاں سے گذرا جو وزیر کے پاس بیٹھا ہوا تھا، اُس نے شور و شغب اور وزیر کی خفگی کا سبب دریافت کیا۔ چنانچہ وزیر اور قمیؔ کے درمیان جو بحث پیش آئی تھی اُس سے خادم کو اطلاع دی گئی اس نے یہ تمام قصہ سلطان سے کہدیا، سُلطان نے خادم سے کہا جاؤ اور وزیر سے کہو کہ نوجوان کاتب کا خیال ٹھیک تھا، اب تو قمی کی قدر و منزلت لوگوں کی نظر میں بڑھ گئی اور قمیؔ کو اُس خادم سے اُنس ہو گیا، اور خادم بھی اس سے مشورہ لینے لگا، اور وہ قمی کی صحبت میں بڑا سکون محسوس کرتا تھا۔

اتفاقاً ایک مرتبہ سلطان نے اس خادم کو ایک دوسرے شخص کی معیت میں ایک پیغام دے کر خلیفہ کے دفتر وزارت میں بھیجنا چاہا، خادم نے خواہش کی کہ قمی کو بھی اس کے ساتھ بھیج دیا جائے، چنانچہ قمی کو اس کے ساتھ کر دیا گیا اور وہ دونوں بغداد کی طرف روانہ ہوئے اور ابن القصاب وزیر کے پاس پہنچے اور پیغام کے بارے میں زبانی گفتگو کی انھوں نے خلیفہ کا جواب سُنا جو پیغام کے مطابق نہ تھا، بلکہ ایک قسم کا مغالطہ تھا، خادم اور اس کا ساتھی دونوں اس جواب سے مطمئن ہو گئے اور اس کے غلط پہلو تک اُن کی نظر نہ پہنچی اور باہر آگئے، لیکن قمی پھر واپس گیا اور اُس نے تنہائی میں وزیر سے ملاقات کی اور کہا کہ حضور یہ جواب تو اُس پیغام کے مطابق نہیں ہے جو خادموں نے آپ تک پہنچایا ہے، وزیر نے کہا تم سچ کہتے ہو، لیکن (مصلحت یہی ہے کہ) اُن کو اپنی جہالت میں مبتلا رہنے دو اور ان کو یہ بات نہ بتاؤ قمی نے کہا "بسر و چشم"، پھر ابن قصاب نے خلیفہ کو لکھا کہ سلطان کے خادم کے ساتھ قمی نام کا ایک نوجوان آیا تھا، ابن قصاب نے اس کی ذہانت کا واقعہ بھی تفصیل سے

Marfat.com

لکھا اور یہ خیال ظاہر کیا کہ اس جیسا شخص اس کا مستحق ہے کہ اس کے ساتھ احسان کیا جائے اور اس سے کوئی کام لیا جائے خلیفہ نے وزیر کو حکم دیا کہ قمی ان خادموں کے ساتھ واپس نہ جانے پائے، چنانچہ وزیر نے کوئی ایسی صورت پیدا کی کہ وہ ان کے ساتھ نہ جاسکا اور وہ روانہ ہوگئے، اور قمی بغداد میں ٹھہر گیا، ابتدا میں اس کو احکام نگاری کا عہدہ سپرد کیا گیا، پھر اُس کو وزیر بنا دیا گیا، اور قمی کو دولت عباسیہ میں ایسی عزت ایسا اقتدار حاصل ہوا جو اس سے پہلے کسی وزیر کو حاصل نہ ہوا تھا، وہ ہر چیز میں یکتائے روزگار تھا، اس کی نیکیاں خیرات اور صدقات بھی زیادہ تھیں۔

قمی کے غلام بدرالدین کا بیان ہے کہ ایک رات قمی نے شکر کی کچھ مٹھائی منگوانے کو کہا، فوراً بہت سے خوان تیار کر کے اُسی رات اُس کے سامنے پیش کر دیئے گئے، اُس نے مجھ سے کہا ایاز! کیا تم ایسا کر سکتے ہو کہ "یہ مٹھائی اسی کثرت کے ساتھ میرے لیے قیامت تک ایک ذخیرے کا کام دے" میں نے کہا حضور یہ کیسے ممکن ہو اُس کہا "ہاں یہ اس طرح ہو سکتا ہے کہ تم اسی وقت موسیٰ اور جواد (علیہما السلام) کے مزار پر چلے جاؤ اور یہ خوان علوی یتیموں کے سامنے رکھ دو۔ اس طرح وہ میرے لیے قیامت تک ایک بڑے ذخیرے کا کام دیں گے" ایاز نے کہا بہت اچھا اور میں اُسی وقت جب کہ آدھی رات گذر چکی تھی مزار پر پہنچا دروازہ کھلوایا اور یتیموں کو سوتے سے اٹھا کر اور خوان اُن کے سامنے رکھ واپس چلا آیا۔

قمی کا کام ٹھیک طور سے چلتا رہا اُس نے ناصر ظاہر اور مستنصر کی وزارتیں سنبھالیں، یہاں تک کہ مستنصر نے اُس کو گرفتار کر کے دارالخلافت کے اندر قید کر دیا، وہاں وہ بیمار پڑ گیا اور بیماری کی حالت میں اُسے باہر نکالا گیا، اور ۶۱۹ھ میں اس کا انتقال ہوگیا۔

ناصرلدین اللہ اور اس کے وزیروں کا دور ختم ہوا۔

Marfat.com

(۳۵) الظاہر بامر اللہ

ناصر کے بعد اس کا بیٹا ابو نصر محمد ظاہر بامر اللہ بن الناصر لدین اللہ خلیفہ ہوا ۶۲۳ھ میں اس کے لیے بیعت لی گئی، اس کا زمانہ بہت مختصر تھا، اس کے عہد میں سوائے قبہ مزار موسیٰ اور رجواڈ کے کوئی قابلِ ذکر واقعہ پیش نہیں آیا، ظاہر نے اس قبہ کی تعمیر شروع کر دی تھی لیکن وہ اس کی تکمیل سے پہلے ہی مر گیا، اور اس کے بعد مستنصر نے اس کا کام ختم کیا، ظاہر ہی نے اُس نئے پل کو بھی بنوایا ہے جو اس وقت بغداد میں موجود ہے، پل کی تعمیر ختم ہونے پر شاعروں نے اس کی تعریف میں مدحیہ اشعار لکھے جن میں اس پل کے اوصاف بھی بیان کیے۔ اُن شاعروں میں سے جنہوں نے اس موقع پر شعر کہے ہیں، "کاتب الانشاء" موفق الدین القسم بن ابوالحدید بھی ہے اس کے اشعار یہ ہیں:۔

امام یحرم ذل السؤال ویعمل بالکرم الواجب

وہ ایسا امام (خلیفہ) ہے جو لوگوں کو سوال کی ذلت سے بچاتا ہے اور سخاوت، جو اُس پر واجب ہے، اُس پر عمل کرتا ہے۔

اقام طریقا علی دجلۃ لذی القصد منہ وللذاھب

اس نے دجلہ پر ایک نیا راستہ (پل) قائم کیا ہے آنے اور جانے والوں کی سہولت کے لیے۔

فعارض جسرا علی جانب .... [۱]

اُس نے (پُرانے) پل کی ایک جانب ایک نیا پل قائم کیا ہے۔

کسطرین فی کاغذ ابیض اجادھما قلم الکاتب

وہ دونوں پل ایسے معلوم ہوتے ہیں جیسے کہ سفید کاغذ پر دو سطریں ہیں جن کو لکھنے والے کے قلم نے نہایت خوبی سے لکھا ہو۔

[۱] مصرع اصل میں نہیں ہے۔

کمخنقتی عنبر ضمتا بیاض الترائب من کاعب

یا عنبر کے دو ہار ہیں جو ایک نوخیز لڑکی کے سینہ کی سفیدی سے ملے ہوئے ہیں۔

کصفین من ابل اصبحا وقوفا علی جَدَدٍ لاحب

یا اونٹوں کی دو قطاریں ہیں جو ایک ہموار اور وسیع زمین پر کھڑی ہیں

ظاہر ۶۲۳ھ میں مرگیا۔

ظاہر کی وزارت

ظاہر نے اپنے باپ کے وزیر قمی کو وزارت پر قائم رکھا اور اس کے علاوہ کسی دوسرے کو وزیر نہیں بنایا۔

المستنصر باللہ

۶۲۳ھ ہجری میں اس کے لیے بیعت لی گئی، مستنصر بہادر اور فیاض تھا اس کی بخششوں کی رفتار ہوا سے بھی زیادہ تیز تھی، اور یہ روز روشن کی طرح تھیں جن کو ثابت کرنے کے لیے کسی دلیل کی ضرورت نہیں، اور نہ وہ کثرت کی وجہ سے شمار میں آ سکتی ہیں، خلافِ واقعہ نہ ہوگا اگر کہا جائے کہ عباسی خلفا میں مستنصر کی مثال نہیں ملتی۔

مستنصر کے قائم کیے ہوئے بڑے شاندار آثار موجود ہیں، جن میں سب سے بڑا کارنامہ مدرسہ مستنصریہ ہے جو تعریف سے بالاتر ہے، اور خود اس کی شہرت اس کو تعریف سے بے نیاز کر دیتی ہے، منجملہ ان آثار کے حربی کی سرائے اور اس کا پل، علاقہ واسط میں دریائے سابس کی سرائے اور خزنینی کی سرائے بھی ہیں، ان کے علاوہ اس نے اور بہت سی سرائیں مسجدیں اور مہمان خانے بنوائے (ان سب باتوں کے باوجود) مستنصر کہا کرتا تھا کہ مجھے اندیشہ ہے کہ میری بخششوں اور فیاضیوں کا اللہ مجھے بدلہ نہ دے کیونکہ وہ فرماتا ہے لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ۔ "تم ہرگز نیک بدلہ نہیں پا سکتے جب تک کہ تم خدا کی راہ میں ان چیزوں میں سے صرف نہ کرو جن کو تم خود بھی پسند کرتے ہو۔"

Marfat.com

اس لیے کہ (میری دولت اتنی زیادہ ہے) کہ میرے نزدیک مٹی اور سونے میں کوئی فرق نہیں۔

مستنصر کے زمانے میں دُنیا پر امن تھی، زمانہ کا حال اچھا تھا، نیکی کے کام زیادہ تھے اور تعمیری کاموں کی کثرت تھی، اُسی کے زمانہ میں اربل فتح ہوا، مستنصر نے اُس کو فتح کرنے کے لیے اقبال شرابی کو ایک بڑے لشکر کے ساتھ بھیجا اور یہ جب کہ اربل کے حاکم مظفر الدین بن زین الدین علی کوچک کا انتقال ہو چکا تھا۔

مستنصر نے ۶۴۰ھ میں وفات پائی۔

مستنصر کی وزارت

منصبِ خلافت ملنے پر اس نے اپنے باپ اور دادا کے وزیر قمی کو وزارت پر چند سال تک قائم رکھا، پھر اُسے گرفتار کر لیا، اور وہ واقعات پیش آئے جن کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔

نصیر الدین ابو الازہر احمد بن محمد بن ناقد

قمی کے بعد مستنصر نے ابو الازہر احمد بن ناقد کو وزیر بنایا، ابتدا میں وہ مستنصر کا "معتمد خاص" تھا اور ایک عرصے تک اِس خدمت پر رہا، اس کے بعد وہ شاہی محل کا منتظم مقرر ہوا پھر اس کو وزیر بنا دیا گیا، ابو الازہر نے وزارت کی ذمہ داریاں بہترین طریقے پر انجام دیں اور ملک کے انتظام میں تعریف کے قابل حصہ لیا، وہ بڑا امانت دار، رُعب والا اور سیاست میں سخت تھا، ضلع کے حاکموں پر کافی سختی کرتا تھا، اُس نے لالچیوں اور فساد پھیلانے والوں کا خاتمہ کر دیا تھا، کہتے ہیں کہ کسی نے دو شعر کہہ کر اس کی ہجو کی تھی، لیکن جب اُس نے ان شعروں کو سُنا تو پسند کیا، شعر یہ ہیں:۔

وزیرنا زاهد والناس قد زهدوا   فيه فكل عن اللذات منكمش

ہمارا وزیر دُنیا سے نفرت کرتا ہے اور لوگ اُس سے نفرت کرتے ہیں اس لیے سب (یعنی وہ لوگ) لذتوں سے دور رہتے ہیں۔

ایامہ مثل شھر الصوم خالیۃ   من المعاصی وفیھا الجوع والعطش

اس کا زمانہ ماہ صیام کی طرح گناہوں سے پاک ہے، اس میں صرف بھوک اور پیاس پائی جاتی ہے

ابوالازہر آخر عمر تک خوش نصیب رہا، اس کی خوش نصیبی کے واقعات میں سے ایک واقعہ بیان کیا جاتا جو ایک عجیب اتفاق تھا، اور وہ یہ کہ وزارت سے اُس نے کسی عید کے موقع پر بہت سے سنبوسے تیار کرائے اور چاہا کہ اپنے ایک دوست سے مذاق کرے اُس نے حکم دیا کہ ستّر سنبوسوں میں بنولے اور بھوسی بھر دی جائے، اور اُن کو علیحدہ رکھا جائے ان کے علاوہ اُس نے اور بہت سے سنبوسے بنوائے جیسے کہ عام طور پر بنائے جاتے ہیں، پھر وہ سوار ہو کر خلیفہ کے محل میں پہنچا، اتفاقاً وہاں کچھ سنبوسے تیار کرانے کی اُس سے خواہش کی گئی، اُس کو یاد آیا کہ اس کے پاس کچھ سنبوسے اس کی ضرورت سے زیادہ موجود ہیں اس نے خادم سے کہا کہ گھر سے سنبوسے لے آئے، خادم چلا گیا، اس کو بنولے بھرے ہوئے سنبوسوں کی خبر نہ تھی، اس نے ان سب کو ملا کر خلیفہ کے محل میں لیجانے کے لیے رکھا، یہ دیکھ کر خادم اور کنیزیں جمع ہوگئیں اور کہنے لگیں ان میں سے ہمارا حصہ تو دیتے جاؤ، چنانچہ ان میں سے ایک سو کے لگ بھگ سنبوسے انھوں نے لے لیے اور خادم باقی سنبوسوں کے خوان لے کر خلیفہ کے محل میں پہنچا اُس کے پہنچنے پر وہ اپنے گھر واپس آیا، اور اُس نے ان سنبوسوں کے متعلق دریافت کیا جن میں بنولے بھرے ہوئے تھے، گھر والوں نے کہا ہم کو تو اس کا کچھ علم نہیں، (بس اتنا جانتے ہیں کہ) فلاں خادم آیا اور سب کو ملا کر لے گیا، اب تو اُسے یقین آگیا کہ اس کی جان کی خیر نہیں، اور قریب تھا کہ خوف اور پشیمانی سے اُس کی قوت جواب دیدے، پھر اس نے پوچھا کہ اُن سنبوسوں میں سے کچھ باقی بھی رہ گئے ہیں، وہ بولے کہ ان میں سے تقریباً سَو سنبوسے خادموں اور کنیزوں نے اپنے لیے الگ کر لیے تھے، اُس نے کہا وہ سب لے آؤ، پھر وہ اُس کے سامنے کھولے گئے، معلوم ہوا کہ وہ پورے ستر سنبوسے جن

Marfat.com

میں ہنو لے بھرے ہوئے تھے خادموں اور کنیزوں کے حصہ میں آ گئے تھے، اور ان میں سے ایک بھی خلیفہ کے محل میں نہیں پہنچا تھا۔

نصیر الدین ۶۴۲ھ میں مستعصم کے عہدِ خلافت میں مر گیا۔ مستنصر اور اس کے وزیر کا زمانہ ختم ہوا۔

مستعصم باللہ (۳۷)

مستنصر کے بعد اُس کا لڑکا ابو احمد عبداللہ المستعصم باللہ خلیفہ ہوا، ۶۴۰ھ میں اس کے لیے بیعت لی گئی، یہ عباسی خاندان کا آخری خلیفہ تھا، مستعصم فیاض، دیندار پاک زبان، اور پاک دامن انسان تھا، وہ قرآن کا حافظ اور خوش نویس بھی تھا، اُس کے اخلاق میں نرمی تھی، سخت گیری نہ تھی، لیکن اُس کی رائے کمزور تھی، وہ سخت گیر نہ تھا، اور مملکت کے معاملات سے بے خبر تھا، دلوں میں اُس کی ہیبت نہ تھی، اور حقیقتِ حال سے بے خبر تھا، اس کا وقت سرود و نغمہ سے دلچسپی لینے اور مسخروں کے ساتھ تفریح کرنے میں بسر ہوتا تھا بعض وقت وہ مطالعہ کی غرض سے کتب خانہ میں بھی بیٹھتا تھا لیکن اس سے کوئی خاص فائدہ حاصل نہیں ہوتا تھا، اُس کے ہمنشین اُس پر غالب تھے، اور وہ سب جاہل اور عام طبقہ کے رذیل لوگوں میں سے تھے، سوائے اُس کے وزیر مویدالدین محمد بن علقمی کے جو ایک بڑا سردار اور عقلمند انسان تھا لیکن اُس کے ہاتھ بندھے ہوئے تھے، اس کی بات نہیں سنی جاتی تھی اور وہ صبح شام معزولی کے انتظار میں رہتا تھا۔

اکثر خلفا کا دستور تھا، کہ وہ اپنی اور اولاد اور رشتہ داروں کو قید رکھتے تھے یہ طریقہ مستنصر کے زمانے کے آخری دنوں تک رہا، مستعصم نے خلیفہ ہونے پر اپنے تینوں بیٹوں کو آزاد کر دیا، جن میں سب سے بڑا الامیر الکبیر ابو العباس احمد تھا، عام لوگ اس کو ابوبکر کے نام سے یاد کرتے تھے لیکن یہ صحیح نہیں، عام لوگوں نے یہ لقب اس کو اس لیے دیا تھا،

Marfat.com

کہ جب کرخ (بغداد کا ایک مشہور محلہ) لوٹا گیا تو یہ واقعہ اسی کی طرف منسوب کر دیا گیا، اور کہا کہ یہ اُسی کے اشارے سے ہوا ہے، دوسرا بیٹا الامیر الاوسط ابو الفضائل عبد الرحمٰن تھا جو ایک بااثر سردار تھا جب وہ سلطان ہلاکو کے پاس گیا تو دربار سلطانی میں اُس کی گفتگو بہت پسند کی گئی، تیسرا بیٹا الامیر الاصغر ابو المناقب تھا۔

صفی الدین عبد المومن بن فاخر ارموی نے جو مستعصم کے آخری زمانہ میں اس کے خاص لوگوں میں تھا، مجھ سے بیان کیا کہ مستعصم نے اپنے آخری زمانہ میں ایک نیا کتب خانہ بنوایا تھا جس میں اس نے بہترین کتابیں جمع کی تھیں، اس کی کنجیاں عبد المومن کے سپرد تھیں اور وہ کتب خانہ کے دروازے پر بیٹھا ہوا خلیفہ کے لیے کتابیں لکھا کرتا تھا، اور جب خلیفہ کا دل چاہتا تو وہ بھی آ بیٹھتا، اُس نے پُرانے کتب خانہ کو جو شیخ صدر الدین بن نیار کے سپرد تھا بالکل چھوڑ دیا تھا، عبد المومن کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ ایک چھوٹے سے کمرے میں بیٹھا لکھ رہا تھا اور وہاں خلیفہ کی نشست کے لیے ایک مسند بچھی ہوئی تھی، گرد و غبار سے بچانے کے لیے میں نے اُس پر ایک چادر بچھا دی تھی، اتفاقاً وہاں ایک چھوٹا سا لڑکا جو خادم تھا آیا اور مسند کے پاس سو گیا، وہ اتنا غافل سویا کہ جب نیند میں اُس نے کروٹ لی تو اُس چادر میں لپٹ گیا جو مسند پر بچھی ہوئی تھی اور جب اس نے دوبارہ کروٹ لی تو اس کے پیر مسند پر پہنچ گئے۔ اس اثنا میں جب کہ میں لکھ رہا تھا میں نے دہلیز میں پیروں کی آہٹ سنی، نظر جو اُٹھائی تو خلیفہ پر پڑی جو آہستہ آہستہ قدم اُٹھائے چلا آ رہا تھا، اس نے مجھے اشارے سے بُلایا میں اچانک گھبرا کر اُٹھ کھڑا ہوا اور اُس کے پاس پہنچا اور زمین چومنے کی رسم بجا لایا، خلیفہ نے کہا یہ خادم جو یہاں سو گیا ہے اور چادر میں لپٹ کر اس کے پیر مسند پر پہنچ گئے ہیں اگر میں دفعتاً اُس کے پاس آ جاؤں تو وہ جاگ اُٹھے گا اور اُسے معلوم ہو جائے گا کہ میں نے اُس کو اِس حال میں دیکھ لیا ہے تو اُس کا پتّا مارے دہشت کے پھٹ جائے گا، اس لیے مناسب یہ ہے کہ تم اس کو آہستگی سے جگا دو میں اس عرصہ

میں باغ میں ٹہلتا ہوں، پھر واپس آجاؤں گا، عبدالمومن کہتا ہے، کہ پھر خلیفہ باہر چلا گیا اور میں نے جا کر اس خادم کو اٹھایا اور مسند کو ٹھیک کیا۔

مجھ سے بغداد کے ایک شخص نے شیخ صدر الدین بن نیار کی روایت سے جو خلیفہ کا شیخ تھا، بیان کیا کہ میں ایک مرتبہ حسب معمول کتب خانہ میں گیا، میری آستین میں ایک رومال تھا جس میں ضرورت مندوں کی بہت سی عرضیاں لپٹی ہوئی تھیں۔ میں نے وہ رومال جس میں عرضیاں تھیں اپنی جگہ پر رکھدیا، اور کسی ضرورت سے اٹھ کر چلا گیا، اور کچھ دیر کے بعد واپس آیا اور میں نے رومال سے عرضیاں نکالیں، میں نے دیکھا کہ ان سب پر خلیفہ کی منظوری کے احکام لکھے ہوئے ہیں، میں سمجھ گیا کہ میری عدم موجودگی میں خلیفہ کتب خانہ میں آیا تھا اور اس نے رومال کو دیکھ کر اس میں سے عرضیاں نکالیں اور ہر ایک پر منظوری کا حکم لکھ دیا۔

مستعصم بغداد میں دولت عباسیہ کا آخری خلیفہ گزرا ہے، بجز کرخ کے لوٹے جانے کے۔ مستعصم کے، زمانۂ خلافت میں کوئی ایسا واقعہ پیش نہیں آیا جو قابل ذکر ہو اور یہ بدترین واقعہ تھا اس کے آخری زمانہ میں افواہوں نے زور پکڑا کہ سلطان ہلاکو کی قیادت میں مغل لشکر بغداد پر حملہ کرنے والا ہے ان افواہوں نے اس کے دل میں (مقابلہ کا) کوئی عزم پیدا نہیں کیا، اور نہ اس کی ہمت کو بیدار کیا، اور نہ اس نے کوئی فکر محسوس کی جب کبھی سلطان (ہلاکو) کی تیاری اور ہوش گوش سے کام کرنے کی کوئی بات سنی جاتی تو اس کی جانب سے کوتاہی اور بے پرواہی کی بری عادت ظاہر ہونے لگتی۔ دراصل اس میں حقیقت حال سمجھنے کی قابلیت ہی نہ تھی، خدا اس دولت (مغول) کے احسانات کو قائم رکھے اور اس کی شان بلند رکھے۔ اس کا وزیر موید الدین بن علقمی حقیقت حال سے باخبر تھا، وہ خطوط کے ذریعہ اس کو ڈراتا اور متنبہ کرتا رہتا تھا، اور بیداری اور تیاری کا مشورہ دیتا تھا، لیکن (اس کا کچھ اثر نہیں ہوتا تھا) اور اس کی غفلت بڑھتی ہی جاتی تھی

Marfat.com

اُس کے خاص آدمیوں نے اُسے باور کرا رکھا تھا کہ اِس میں کوئی بڑا خطرہ نہیں ہے، اور نہ یہ کوئی ڈرنے کی بات ہے، وہ کہتے تھے کہ وہ وزیر محض اپنے کاروبار کو فروغ دینے کے لیے مبالغہ سے کام لیتا ہے تاکہ فوج بھرتی کرنے کے لیے مال اُس کے ہاتھ آجائے اور اس میں سے اپنے لیے بھی رکھ لے۔

خلیفہ کی غفلت اور دوسری جانب کی بیداری بڑھتی گئی یہاں تک کہ سلطانی لشکر ہمدان پہنچ گیا، جہاں وہ کچھ عرصہ تک ٹھہرا رہا اور مستعصم کے دربار میں سلطانی قاصدوں کا سلسلہ جاری رہا، خلیفہ کی طرف سے اُستاذ الدار (قصر خلافت کا منتظم) کے لڑکے شرف الدین عبداللہ بن جوزی اور وہ بارگاہ سلطانی کی طرف ایک قاصد کی حیثیت سے روانہ کیا گیا، جب وہ وہاں پہنچا اور اس کا جواب سنا گیا تو معلوم ہوا کہ یہ جواب مغالطہ دینے اور ٹالنے پر مبنی ہے، اب بغداد پر فوج کشی کی کارروائی شروع ہوئی، اور ایک بڑا لشکر باجو کی سرکردگی میں تکریت کی طرف روانہ ہوا تاکہ وہاں سے مغربی جانب دریا کو عبور کر کے مغرب کی سمت سے بغداد پر حملہ کیا جائے اور سلطانی لشکر مشرق کی طرف سے حملہ آور ہو۔ جب باجو کی فوج تکریت کی جانب سے دریا پار کر کے بغداد کے علاقہ تک پہنچی تو لوگ دجیل، اسحاقی، نہر ملک اور نہر عیسیٰ سے بھاگ کر اپنی عورتوں اور بچوں کے ساتھ بغداد میں داخل ہوئے، بعض وقت (گھبراہٹ میں) مرد یا عورت اپنے آپ کو پانی میں ڈال دیتے تھے، ملاح جب کسی کو کشتی میں بٹھا کر دریا پار کراتا تو کرایہ میں سونے کا کنگھن، زری کے کپڑے یا کچھ اشرفیاں لے لیتا تھا۔

جب سلطانی لشکر جس کی تعداد تیس ہزار سواروں سے زیادہ تھی، دجیل پہنچا تو خلیفہ کا لشکر مجاہد الدین ایبک دویدار کی قیادت میں مقابلہ کے لیے نکلا جو تعداد میں بہت ہی کم تھا، بغداد کے مغربی جانب شہر کے قریب دونوں لشکروں میں مقابلہ

ہوا، ابتدا میں خلیفہ کے لشکر کو غلبہ ہوا لیکن بعد میں سلطانی فوج غالب آگئی، اور اس نے خلیفہ کے لشکر کو قتل کر کے یا گرفتار کر کے ختم کر دیا، سلطانی لشکر کو اس نہر سے بھی مدد ملی جس کو انھوں نے رات کو کھول کر پانی سے بھر دیا جس سے بھاگنے والوں کے راستے میں کثرت سے کیچڑ ہو گئی تھی، بھاگنے والوں میں وہی بچ سکا جو یا تو پانی میں گر کر نکل گیا یا جنگل میں بھاگ کر شام کی طرف چلا گیا۔

دویدار اپنی چھوٹی سی جمعیت کے ساتھ بغداد میں پہنچا، اور مغرب کی طرف سے باجو لشکر کو لیے ہوئے شہر میں داخل ہوا، اور مقام تاج کے مقابل ٹھیر گیا، اس کے لشکر نے بڑی گڑبڑی اور فساد مچایا، اور کچھ دنوں تک وہاں مقیم رہا۔

سلطانی حملہ کی تفصیل یہ ہے کہ ۴ محرم ۶۵۶ھ کو جمعرات کے دن بغداد کے مشرقی جانب در یعقوب کی طرف گرد و غبار کا ایک طوفان اٹھا، اور تمام شہر پر چھا گیا جسے دیکھ کر لوگ بہت خوف زدہ ہوئے اور مکانوں کی چھتوں اور میناروں پر چڑھ کر دیکھنے لگے، جب غبار فرو ہوا تو سلطان (ہلاکو) کا لشکر، سوار، مختلف طبقوں کے لوگ گدھے، گھوڑے، خچر وغیرہ نظر آئے، یہ لشکر زمین پر چھا گیا اور اس نے بغداد کو ہر طرف سے گھیرے میں لے لیا۔

۱۹ محرم تک سلطانی لشکر محاصرے کی کارروائی کرتا تھا اور خلیفہ کی فوج بچاؤ میں لگی رہی، پھر لوگوں نے دیکھا کہ برج کلواذی کے قریب جو بغداد کے دروازہ کلواذی کی ایک جانب ہے اور سب سے چھوٹا ہے، یکایک مغلوں کے جھنڈے بلند ہو گئے، پھر سلطانی لشکر حملہ کر کے شہر میں گھس پڑا، اور بھیانک قتل، بے پناہ لوٹ مار اور مثلہ (قتل کے بعد ناک کان وغیرہ کاٹ کر مردے کی بے حرمتی) کرنے کے ایسے واقعات پیش آئے جن کو مختصر طور پر سننے کی بھی انسان تاب نہیں لا سکتا، تفصیل کا تو ذکر ہی کیا، جو کچھ گزرنا تھا وہ گذر گیا، میں اس کو بیان کرنا نہیں چاہتا، تم خود اندازہ لگا لو، اس کے متعلق اصل

Marfat.com

خبریں کیا ہیں یہ نہ پوچھو۔

سلطان نے حکم دیا کہ خلیفہ، اُس کے لڑکے اور اس کی عورتیں اُس کے سامنے حاضر کی جائیں چنانچہ خلیفہ سلطان کے دربار میں حاضر ہوا کہتے ہیں کہ اُس پر شاہی عتاب نازل ہوا اور سرزنش کی گئی اور عجز، کوتاہی اور غفلت کا الزام اُس پر لگایا گیا، پھر اُس کو مع اُس کے بڑے اور منجھلے لڑکے کے مقام ایلا سا بھیج دیا گیا، لیکن اُس کی لڑکیاں قید میں رکھی گئیں، پھر ۱۴ صفر ۶۵۶ھ کو مستعصم شہید کر دیا گیا۔

مستعصم کے وزیر

جب مستعصم خلیفہ ہوا تو اُس نے اپنے باپ کے وزیر نصیر الدین احمد بن ناقد کو وزارت پر قائم رکھا، نصیر الدین کے مرنے پر اُس نے مویدالدین محمد بن علقمی کو وزیر بنایا۔

مویدالدین ابوطالب محمد بن احمد بن العلقمی کی وزارت

مویدالدین محمد بن احمد بن علقمی قبیلہ بنی اسد سے تھا جس کی اصل نیل بتائی جاتی ہے، اس کے دادا کو علقمی کہتے ہیں، اس لیے کہ اُس نے ایک نہر کھدوائی تھی جس کا نام علقمی تھا اور یہ وہی نہر ہے جس کے کھودنے کے متعلق (غالباً دوبارہ کھودنے کے لیے) سلطان (ہلاکو) کا فرمانِ مبارک صادر ہوا تھا، مویدالدین کو قازانی بھی کہتے ہیں، بچپن میں وہ علم و ادب کی تحصیل میں مصروف رہا اور اُس میں کمال پیدا کیا وہ نہایت خوشخط تھا، خط و کتابت میں فصاحت اور کاموں میں نظم و ضبط اس کی خصوصیت تھی، وہ بڑا فاضل، صاحبِ کمال، عقلمند، فیاض، باوقار، امارت پسند، مخیرّ، آدابِ ریاست کا پابند، لوازمِ سیاست سے باخبر، اور فرائضِ وزارت کی انجام دہی میں خوش اخلاقی سے کام لینے والا تھا، اہلِ ادب سے اُسے محبت تھی، علما کو اس کا قُرب حاصل تھا، اُس نے بہترین کتابوں کا ایک بڑا ذخیرہ جمع کیا تھا، اُس کے بیٹے شرف الدین ابوالقسم علی نے مجھ سے بیان کیا کہ میرے باپ کے کتب خانے میں دس ہزار نفیس کتابیں جمع تھیں، اُس کے لیے لوگ کتابیں بھی

لکھا کرتے تھے، منجملہ ان لوگوں کے جنھوں نے اُس کے لیے کتابیں تصنیف کیں علم لغت کا ماہر صنعانی بھی تھا جس نے علقمی کے لیے "العباب" لکھی جو لغت عرب میں ایک بڑی کتاب ہے عزالدین عبدالحمید بن ابوالحدید نے اس کے لیے کتاب نہج البلاغہ کی شرح لکھی جو چوبیس جلدوں میں ختم ہوتی ہے، ان دونوں مصنفوں کے ساتھ اس نے احسانات کیے اور اچھے انعامات دیئے، اہلِ کمال بہ امید کرم اُس کے گرد جمع رہتے تھے، کمال الدین بن بوقی شاعر بھی اُس کی تعریف کرنے والوں میں تھا اس نے ایک قصیدہ اس کی تعریف میں لکھا ہے قصیدے کے ایک شعر میں وزیر کا لقب، کنیت، اُس کے باپ کا نام اور اُس کا پیشہ (وزارت) سب کو جمع کر دیا ہے اُس کے الفاظ ہیں. مویدالدین ابوطالب. محمد بن علقمی الوزیر۔

مویدالدین وزیر سرکار اور رعایا کے مال رکے ناجائز استعمال سے پرہیز کرنیوالا. برائیوں سے دور رہنے والا اور اونچے خیالات کا انسان تھا. کہتے ہیں کہ بدرالدین والیٔ موصل نے اُس کے پاس کچھ کتابیں، کپڑے اور کچھ نادر تحفے بھیجے جن کی قیمت دس ہزار دینار تھی. جب یہ چیزیں وزیر کے پاس پہنچیں تو اُس نے ان سب کو خلیفہ کے پاس بھجوا دیا اور کہا کہ والیٔ موصل نے یہ چیزیں تحفہ کے طور پر میرے پاس بھیجی تھیں. مجھے شرم آئی کہ اس کا ہدیہ واپس کر دوں، اب میں یہ چیزیں آپ کے پاس بھیج کر استدعا کرتا ہوں کہ آپ اُسے قبول کریں چنانچہ خلیفہ نے وہ تحفے قبول کر لیے. پھر مویدالدین نے بدرالدین کے پاس اس ہدیہ کے معاوضہ میں بغداد کے تحفوں میں سے کچھ چیزیں بھیجیں جن کی قیمت بارہ ہزار دینار تھی اور اس سے خواہش کی کہ آئندہ اُس کے پاس کوئی ہدیہ نہ بھیجے۔

خلیفہ کے تمام خواص مویدالدین سے نفرت کرتے تھے، اور اس پر حسد کرتے تھے خلیفہ کو اُس پر بڑا اعتماد تھا، اور وہ اُسے بہت عزیز رکھتا تھا، لیکن لوگوں نے خلیفہ سے اس کی بہت برائیاں کیں جس کی وجہ سے اس نے بہت سے کاموں سے دست کشی

Marfat.com

اختیار کرلی، لوگوں نے اس پر دھوکہ دہی کی بھی تہمت لگائی، مگر یہ صحیح نہیں اس تہمت کے غلط ہونے کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ وہ اس جدید دولت (دولتِ مغل) میں بھی قائم رہا۔ اس لیے کہ سلطان ہلاکو نے جب بغداد فتح کر کے خلیفہ کو قتل کیا، تو شہر وزیر کے سپرد کر دیا، اُس کے ساتھ احسانات کیے اور اُسے حاکم بنا دیا، اگر وہ خلیفہ سے غداری کرتا، تو کبھی اُس پر بھروسہ نہ کیا جاتا، کمال احمد بن ضحاک جو وزیر موید الدین بن علقمی کا بھانجہ ہے اُس نے مجھ سے بیان کیا ہے کہ جب سلطان ہلاکو (بغداد کے باہر) آکر ٹھہرا تو اس نے وزیر کو طلب کرنے کا حکم دیا، خلیفہ نے وزیر کو بلا کر کہا، اور اُس وقت میں بھی وہاں موجود تھا، کہ سلطان نے تمہیں بلایا ہے، اس لیے تم کو اس کے پاس جانا چاہیے، وزیر یہ حکم سن کر بہت گھبرایا اور کہنے لگا حضور! اگر میں چلا جاؤں تو شہر کا انتظام اور اہم امور کا بند و بست کون کرے گا؟ خلیفہ نے کہا تمہارا جانا تو ضروری ہے، وزیر نے کہا بسر و چشم، پھر اس نے اپنے گھر جا کر سلطان کے پاس پہنچنے کی تیاریاں کیں، اور جب سلطان کے سامنے حاضر ہوا اور سلطان نے اُس کی بات چیت سنی تو بہت پسند کیا، دربارِ سلطانی میں جس شخص نے اُس کی تربیت کا ذمہ لیا وہ وزیر سعید نصیر الدین محمد طوسی قدس سرہ، جب بغداد فتح ہوا اور اُس کی حکومت ابن علقمی کے سپرد ہوئی اور علی بہادر کو کوتوال مقرر کیا گیا، تو اس کے بعد وزیر چند مہینوں تک زندہ رہا، پھر بیمار ہو کر جمادی الاول ۶۵۶ھ میں مر گیا، دولتِ بنی عباس اور اُس کے وزیروں کا دور ختم ہوا، اور اس کے ساتھ یہ کتاب بھی ختم ہو گئی۔

والحمد للہ وحدہ وصلوٰتہ علیٰ سیدنا محمد النبی وآلہ الطاہرین

وسلامہ

Marfat.com